١١
ناگ، ماریا اور عنبر کے پانچ ہزار سالہ....
شانلوط کا خزانہ
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

سرکولیشن و پروڈکشن انچارج
جلال انور

قیمت پانچ روپے

بار اول : ستمبر ۱۹۸۰ء
تعداد : ۱۰ ہزار

نیا مکتبہ اشتراک ۱۲۰ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع : النجدہ پرنٹرز لاہور

پیارے دوستو،

ماریا نیلی آنکھوں والے معصوم لڑکے کو موت کے منہ سے بچا کر فرار ہوتی ہے — واپسی پر اُسے دو تبتی راہب ملتے ہیں جو ماریا کو دیکھ لیتے ہیں اور ان کی ساری طاقتیں ختم کر دیتے ہیں — ماریا ان کے قبضے میں آ جاتی ہے — دونوں راہب جادوگر ہیں۔ وہ ماریا سے ایک کام لینا چاہتے ہیں — انہوں نے پہاڑی کے غار میں سپین کے بادشاہ کی شہزادی کا سر کاٹ کر اس کی لاش کو ایک تابوت میں بند کر کے تہ خانے کی چھت سے لٹکا رکھا ہے —

وہ ماریا کو اس تابوت کے پاس لے جاتے ہیں۔ پھر اُس کے سنہری بال کاٹ کر ان پر جادو کرتے ہیں اور ماریا کے بے ہوش جسم کو تابوت کے اندر ڈال دیتے ہیں — اُسی وقت تابوت میں سے کٹے ہوئے سر والی شہزادی کی لاش باہر نکل کر سامنے کھڑی ہو جاتی ہے — اور راہبوں کو دیکھ کر اپنا سر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر کہتی ہے، "تم لوگ مجھے کیوں تنگ کر رہے ہو؟" اس کے بعد راہب جادوگروں نے کیا جواب دیا —

یہ آپ خود پڑھیے گا تو زیادہ لطف اٹھائیں گے —
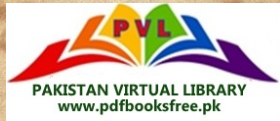
ترتیب

تابُوت کا راز

ماریا کنوئیں کے اندر گرتی جا رہی تھی۔

نیلی آنکھوں والا شالانگ اس کی گود میں تھا۔ آخر اُس کے پاؤں کنوئیں کی تہہ میں کسی سخت چیز سے ٹکرا کر رُک گئے۔ اس نے دیکھا کہ وہ اندھیرے کنوئیں کی تہہ میں بکھرے ہوئے پتھروں پر کھڑی ہے — اُسے چڑیل کی آواز ابھی تک کنوئیں کے اوپر سے آرہی تھی — چڑیل عورت کنوئیں کے اوپر کھڑی ڈراؤنی آوازیں نکال رہی تھی — ماریا نیلی آنکھوں والے بچے شالانگ کی زندگی کو اس چڑیل سے بچانا چاہتی تھی جو اُسے نظر آرہا تھا۔

ماریا اندھیرے میں سب کچھ دیکھ رہی تھی — اس نے اُوپر نگاہ اُٹھائی تو خوف سے اس کا جسم برف ہو گیا — چڑیل نے بھی کنوئیں میں چھلانگ لگا دی تھی۔ اور آہستہ آہستہ نیچے ہوا میں تیرتی ہوئی اُتر رہی تھی۔

اب کیا کرے؟ بچے کو اس چڑیل کے پنجے سے کیسے بچائے؟ کیا چڑیل کا مقابلہ کرے؟ ماریا اچھی طرح جانتی تھی

کہ وہ چڑیل کو ہلاک کر ڈالے گی — مگر اس طرح سے بچے کے
بھی ہلاک ہو جانے کا ڈر تھا — چڑیل لڑائی میں بچے پر جھپٹا
مار کر اُسے ہلاک کر سکتی تھی — یہی وجہ تھی کہ ماریا چڑیل
سے دُور بھاگنے کی کوشش کر رہی تھی۔

ماریا نے کنوئیں کی دیواروں کو غور سے دیکھا — ایک جگہ دیوار
کو جھاڑی نے ڈھانپ رکھا تھا — ماریا نے جھاڑیاں پرے ہٹائیں
تو اس کے پیچھے دیوار میں ایک سوراخ دکھائی دیا — یہ سوراخ
اتنا بڑا تھا کہ اس میں سے آدمی گزر سکتا تھا — ماریا کو اور
کچھ نہ سوجھی، بس بچے کو لے کر سوراخ میں گھس گئی — یہاں
اُسے کسی درندے کے غرّانے کی آواز آئی — وہ ایک تنگ
راستے میں آگئی — اُسے یہاں سر جھکا کر چلنا پڑ رہا تھا — ماریا
کے پاؤں جھاڑیوں سے ٹکرا رہے تھے —

درندے کے غرّانے کی آواز اور قریب ہو رہی تھی۔ ماریا
کو محسوس ہوا کہ وہ کسی بہت بڑے پتھر کی دیواروں والے تہہ
خانے میں آگئی ہے، جس کے ایک جانب سیڑھیاں اُوپر
چھوٹے سے دروازے کو جاتی ہیں —

وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی تو اچانک ایک طرف سے دو عجیب و غریب مینڈک نما
درندے ڈکارتے اور ناک سے آگ کے شعلے نکالتے اس کی
طرف بڑھے — ماریا نے بچے کو کاندھے پر رکھا اور چھلانگ لگا
کر ہوا میں اچھل گئی — وہ اچھل کر سیڑھیوں پر آ چکی تھی —
درندے، پھنکارتے اور آگ کی چنگاریاں اُڑاتے اس کے پیچھے
لپکے —

ماریا سیڑھیوں کے اوپر پہنچ کر دروازے کو توڑنے کی کوشش
کر رہی تھی — شالانگ کو اُس نے اپنے خاص جادو سے بے
ہوش کر رکھا تھا، تاکہ وہ ڈر کر شور نہ مچانا شروع کر دے۔
درندے سیڑھیوں کی طرف لپکے — اتنے میں پیچھے سے چڑیل کی
آواز آئی — درندے اوپر چڑھتے چڑھتے وہیں رُک گئے۔ انہوں
نے اپنی موٹی موٹی گردنیں موڑ کر اپنے تیز نوکیلے دانت نکالتے
ہوئے چڑیل کو دیکھا تو غضب ناک ہو کر اُس پر حملہ کر دیا —
چڑیل بھی ہوشیار ہو چکی تھی — ایک درندہ اچھل کر چڑیل پر
گرا اور اس کی گردن دبوچ لی — چڑیل نے منتر پڑھ کر پھونک
مار دی — چڑیل کے منہ سے ایک نیلے رنگ کا شعلہ نکلا جس نے
درندے کو جلا کر راکھ کر دیا — دوسرے درندے نے چڑیل کو دوسری
بار منتر پڑھنے کی مہلت نہ دی — اس نے چڑیل کی گردن کو
اپنے جبڑوں میں لے کر چبا ڈالا — چڑیل نے ایک ایسی دہشت
ناک چیخ ماری کہ تہہ خانہ دہل گیا — پتھروں کی بڑی بڑی سلیں
اپنی اپنی جگہوں سے ہل گئیں —

چڑیل مر گئی تھی — اس کا سر درندے نے نگل لیا تھا اور اب

اُس کا باقی جسم نگلنے کی کوشش کر رہا تھا — ماریا نے خدا کا
شکر ادا کیا کہ اس بلا سے اس کی جان چھوٹی — گر چڑیل کو
نگلنے کے بعد اژدہے نے اپنی سرخ دہکتی آنکھوں سے ماریا کو
دیکھا اور اس کی طرف لپکا — وہ ڈکار رہا تھا اور نتھنوں سے
چنگاریاں اڑا رہا تھا — ماریا بچے کے ساتھ دروازے کے
درمیان سے دوسری طرف گزر گئی —

آگے سیڑھیاں تھیں جو اُوپر ایک اور دروازے کی طرف
جاتی تھیں — اسی طرح تین دروازوں سے نکل کر ماریا زمین کے
اوپر اسی پرانے مندر کے ہال کمرے میں آگئی جس کے کنوئیں
میں اُس نے چھلانگ لگائی تھی - چڑیل مر چکی تھی - اب شالانگ
کو کوئی خطرہ نہیں تھا — ماریا مندر سے نکل کر شالانگ کے
ماں باپ کے گھر کی طرف روانہ ہوگئی — اُس نے بچے کو اس
کے گھر کے اندر لا کر زمین پر بچھی ہوئی رضائی پر ڈال دیا —

اپنے بچے کو دوبارہ پا کر ماں باپ کی آنکھوں میں خوشی
کے آنسو آ گئے — بے اختیار ہو کر بچے کو چومنے اور سینے سے
لگا لیا — خدا کا شکر ادا کیا کہ ان کی نیلی آنکھوں والا بیٹا
انہیں پھر سے مل گیا — ماریا ان کو نظر نہیں آ رہی تھی — وہ
اُسے نہیں دیکھ سکتے تھے —

ماریا نے اُس کی ماں سے کہا :

"سُنو، میری بات غور سے سُنو، میں کوئی روح یا بد روح
نہیں ہوں، جو چڑیل تمہاری بہن کا رُوپ بدل کر آئی تھی، مر
چکی ہے — اب تمہارے بچے کی زندگی خطرے میں نہیں ہے۔
میں اُسے چڑیل کے پنجے سے نکال کر لے آئی ہوں — تمہاری
امانت تمہیں واپس دیے جا رہی ہوں، خدا حافظ"

شالانگ کے ماں باپ خوف سے سہم گئے — وہ ایک
ایسی عورت کی آواز سُن رہے تھے جو انہیں دکھائی نہیں دیتی
تھی — انہوں نے ماریا سے معافی مانگی اور کہا کہ اُن سے
بھول ہوگئی —

"ہمیں معاف کر دو، اے نیک دل خاتون"

ماریا نے کہا :

"میں نے تمہیں معاف کیا، لیکن شالانگ کی زندگی
ابھی خطرے سے باہر نہیں ہوئی — ہندوستان کا کالا جادوگر
اس کی نیلی آنکھوں کے پیچھے لگا ہوا ہے — اس لیے تمہیں
بچے کے بارے میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے"

شالانگ کے باپ نے تبتی زبان میں کہا :

"میں کیا احتیاط کر سکتا ہوں بہن، ہم غریب لوگ ہیں۔
شالانگ کو کہیں تہ خانے میں نہیں چھپا سکتا"

ماریا نے کہا :

"آپ اسے لے کر کچھ عرصے کے لیے اُوپر کسی مندر میں چلے جائیں — اوپر برفانی پہاڑوں میں کالے علم کے جادوگر نہیں جایا کرتے — انہیں اپنے کالے علم کے لیے گرم علاقوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

شالانگ کے ماں باپ کو ضروری احتیاط کی باتیں بتا کر وہ اس قصبے سے باہر آگئی — اور اس نے عظیم ناگ مندر کی طرف اپنا سفر شروع کر دیا — وہ بہت تیز سفر کر رہی تھی۔ اور ہوا میں ایک ایک فرلانگ کی چھلانگ لگا کر اُڑتی ہوئی جا رہی تھی — ایک دن اور ایک رات میں وہ برفانی پہاڑوں میں ایک ایسی جگہ پہنچ گئی، جہاں اُوپر ایک پہاڑی پر کسی محل کا سنہری گنبد دن کی روشنی میں چمک رہا تھا —

دھوپ بڑی پھیکی پھیکی تھی — برف چاروں طرف بکھری ہوئی تھی — ٹنڈ منڈ درخت برف میں لپٹے ہوئے تھے — ماریا سمجھی کہ شاید یہی ناگ دیوتا کا مندر ہے اور عنبر اُسے وہیں ملے گا — اس خیال کو دل میں لے کر وہ سنہری گنبد والے محل کی طرف روانہ ہوئی — ابھی وہ مندر سے کوئی ایک فرلانگ دُور تھی کہ اس نے دو بھکشو دیکھے جو سروں پر لال نوکیلی گرم ٹوپیاں اور لمبے چُغے پہنے اُوپر محل کو جانے والے برفانی راستے سے نیچے اُتر رہے تھے — جن کے متعلق ماریا کو بعد میں معلوم ہُوا کہ ان کی عمریں تین تین سو سال سے زائد ہو گئی ہیں۔

ماریا بھی اسی طرف جا رہی تھی — جب ماریا اُن کے قریب سے گزری تو ماریا نے دیکھا کہ دونوں کی شکلیں چپٹی چینیوں جیسی ہیں اور تیکھی آنکھوں سے عجیب سی روشنی نکل رہی ہے۔ اچانک دونوں بھکشو یعنی بُدھ پادری اپنی جگہ پر رُک گئے اور گردن موڑ کر انھوں نے جیسے ماریا کو دیکھا — ماریا گھبرا سی گئی —

کیا ان راہبوں نے بھی اُسے دیکھ لیا تھا؟ ماریا نے سوچا۔

اُن میں سے ایک بھکشو بولا:

"یہ لڑکی ہمارے بہت کام آسکتی ہے۔"

"ہاں، یہ بہت کام آئے گی۔"

"تو پھر کیا خیال ہے؟"

"بڑا اچھا خیال ہے — اسے پکڑ کر قید کر لو۔"

ماریا اور زیادہ گھبرا گئی — ایک تو اس خیال سے کہ ان دونوں نے اُسے دیکھ لیا تھا — دوسرے وہ اُسے قید کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے —

ماریا نے اُڑ کر وہاں سے بھاگنا چاہا، مگر جیسے زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لیے — وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ آگے بڑھ سکی اور نہ اُوپر اُٹھ سکی — اُس پر جیسے کسی نے زبردست جادو کر دیا تھا۔ اس کے پاؤں جیسے پتھر بن گئے تھے۔ ایک ایک من کے ہو گئے تھے —

پہلا راہب بولا :
"اے لڑکی، ہم نے تمہیں دیکھ لیا ہے — اب تم ہماری قید میں ہو، تم یہاں سے ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتیں —"
ماریا نے کہا :
"تم لوگ کون ہو اور مجھے کس لیے قید کیا ہے ؟"
دوسرا راہب بڑی مکروہ ہنسی ہنس کر بولا :
"ہم نے تم سے ایک کام لینا ہے — ہم ایک ایسی عورت کی تلاش میں تھے کہ جو غیبی ہو اور کسی کو دکھائی نہ دیتی ہو —"
پہلا راہب بھی کھی کھی کرکے ہنسا اور بولا :
"اب تم ہمارے قبضے میں ہو"
پھر دونوں راہب ماریا کے قریب آ گئے — ماریا کے بال سنہری تھے — اور بڑے لمبے تھے — اُس نے اُس کے بالوں کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر کہا :
"یہ بال بھی ہمارے بڑے کام آئیں گے"
دوسرا راہب بولا :
"کیوں نہیں ؟ ان سنہری بالوں پر بڑا اچھا جادو چلے گا"
پھر پہلا راہب ماریا کے بالکل قریب آگیا — دوسرے نے کہا :
"دیکھتے کیا ہو، اسے بے ہوش کرکے لے چلو —"

ماریا نے چیخ مار کر کہا :
"نہیں نہیں، تم مجھے اس طرح بے ہوش کرکے نہیں لے جا سکتے — میں اپنے بھائی عنبر کی تلاش میں ہوں - مجھے جانے دو"
دوسرا راہب قہقہہ مار کر ہنسا :
"ہم اُسے بھی پکڑ کر تمہارے پاس لے آئیں گے — ہمیں اس کی بھی تلاش تھی — اچھا ہوا کہ تم نے خود ہی اس کے بارے میں بتا دیا"
اور پھر، ایک راہب نے اپنا ایک بازو اوپر اٹھا کر اپنی تیز لمبی لمبی انگلیوں کا اشارہ ماریا کی آنکھوں کی طرف کیا اور ماریا کو بالکل ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے. کس جگہ ہے. اس کی آنکھوں کے آگے لال لال ستارے پھلجھڑیوں کی طرح ٹوٹے اور پھر ایک ایک کرکے بجھتے چلے گئے - ماریا پوری طرح بے ہوش ہو چکی تھی — دونوں راہبوں نے اُسے اٹھایا اور اوپر سنہری گنبد والے محل کی طرف چل دیے —
ماریا کو ہوش آیا تو وہ ایک اندھیری اور ٹھنڈی کوٹھڑی میں تھی — وہ زمین پر بچھے گھاس پھونس پر لیٹی تھی — وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی — اب وہ چل پھر سکتی تھی - کوٹھڑی کا کوئی دروازہ، کھڑکی یا روشندان نہیں تھا — کونے سے اوپر چھت کے پاس

ایک سوراخ تھا جس میں سے روشنی کی ایک لکیر کوٹھڑی کے اندھیرے
کو تھوڑا تھوڑا روشن کر رہی تھی — ماریا جس چیز کو دیکھ کر حیران
ہوئی، وہ ایک لمبا تابوت نما صندوق تھا جو لوہے کی موٹی زنجیر
کے ساتھ چھت سے لٹک رہا تھا اور زمین سے دو تین فٹ
اُونچا تھا — ایک بانس کی چھوٹی سی سیڑھی صندوق کے ساتھ لگی
تھی —

ماریا نے ایک دفعہ پھر اژدہا کے دیئے ہوئے سرے کو ہاتھ میں لیا
اور کہا کہ میرے عظیم ناگ بھائی کے دوست اژدہا میری مدد کر۔ ماریا نے
دیکھا کہ سرے میں کوئی حرکت نہ پیدا ہوئی۔
ماریا پریشان ہو گئی۔ کیونکہ اس کی طاقت کے ساتھ ساتھ مدد دینے والی
اژدہا کی طاقت بھی چھین لی گئی تھی۔ اس نے ایک دیوار کے اندر سے گزر جانے
کی کوشش کی تو دیوار کے پتھروں سے ٹکرا کر واپس آ گئی۔ اُس
نے چھلانگ لگا کر کوٹھڑی میں اُڑنا چاہا، مگر زمین پر گر پڑی —
اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے — اپنی بے بسی اور مجبوری پر —
اُس کے دل میں خیال آیا کہ اب جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔
کم از کم یہ تو معلوم کیا جائے کہ اس صندوق میں کیا ہے؟ اس
تابوت کا راز کیا ہے؟
وہ بانس کی سیڑھی چڑھ کر صندوق کے قریب آ گئی۔ اندھیرے
اور ہلکی ہلکی روشنی میں تابوت کے ڈھکن پر بنا ہوا تانبے کا ایک

وہ کسی اندھیرے کنوئیں میں سے کسی کو بُلا رہی ہے اور کبھی ایسے
سُنائی دیتا، جیسے وہ بین کر رہی ہے —
ماریا نے تابوت کے ڈھکنے پر کان لگا دیا — آواز اُسی
تابوت کے اندر سے آ رہی تھی — ماریا اس راز کو حل کرنا
چاہتی تھی — اُس نے ڈھکنے کو کھولنے کی کوشش کی — ڈھکنا
مُردے کے سرہانے کی طرف بڑے آرام سے اُوپر اُٹھ آیا — ماریا
نے سر آگے کر کے جھک کر تابوت کے اندر دیکھا — اس کی روح
کانپ اُٹھی —
تابوت کے اندر ایک عورت کا کٹا ہوا سر رُوئی کے گدے
پر رکھا تھا، یہ وہی سر تھا، جس کی تصویر تابوت کے باہر بنی
ہوئی تھی — اس کے بالوں میں سرخ خون جما ہوا تھا — آنکھوں
میں لوہے کے دو کیل ٹھکے تھے اور کٹے ہوئے ہونٹوں پر خون
کے قطرے جم چکے تھے —
مُردہ سر کے ہونٹوں کے اندر سے سسکیوں کی دھیمی دھیمی
آواز آ رہی تھی — ماریا اگر دل گردے والی بہادر لڑکی نہ ہوتی تو
غش کھا کر پیچھے گر پڑتی اور شاید اس کا ہارٹ فیل بھی ہو جاتا
مگر اس نے حوصلہ کیے رکھا اور عورت کے کٹے ہوئے سر کو
غور سے دیکھنے لگی — اس عورت کی شکل دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ
وہ پرانے زمانے کی کوئی شہزادی ہے جس کا سر کاٹ کر ان

انسانی سر کا نشان تھا — اس سر کی آنکھوں میں لوہے کے کیل ٹھکے ہوئے تھے — سر کسی عورت کا تھا — جس کے کٹے ہوئے ہونٹوں پر خون کے قطروں کے نشان بنے ہوئے تھے —

ماریا سے چونکہ اس کی طاقت چھن گئی تھی' اس لیے اس کے اندر انسانی خوف آ گیا تھا' لیکن چونکہ وہ ایک بہادر لڑکی تھی اور بڑی بڑی مصیبتوں سے گزر چکی تھی' اس لیے اُس نے دل نہیں ہارا تھا — اور وہاں سے نکل بھاگنے کی پوری کوشش کرنا چاہتی تھی — اُسے یقین تھا کہ وہ ایک دفعہ ان جادوگر راہبوں کے پنجے سے نکل گئی تو اس کی کھوئی ہوئی طاقت واپس آ جائے گی —

ماریا کو کوٹھڑی میں ایک آواز سُنائی دی —

یہ آواز کسی عورت کی تھی جو درد کی وجہ سے ہولے ہولے کراہ رہی تھی — آواز بڑی درد انگیز' رونگٹے کھڑے کر دینے والی اور مدھم مدھم تھی' جیسے کسی گہرے کنویں کے اندر سے آ رہی ہو — ماریا نے کان لگا کر عورت کی آواز کو سُنا تو وہ دہشت زدہ ہو گئی — کیونکہ آواز اس تابوت کے اندر سے آ رہی تھی' جس کے پاس وہ بانس کی سیڑھی لگا کر کھڑی تھی —

یہ ایک عجیب آواز تھی — کبھی ایسے لگتا جیسے کوئی عورت مٹی کے نیچے دبی سسکیاں بھر رہی ہے' کبھی ایسے لگتا کہ جیسے

جادوگر راہبوں نے تابوت میں بند کر رکھا ہے — ماریا کی سمجھ میں بات نہیں آ رہی تھی کہ آخر یہ لوگ چاہتے کیا ہیں ؟

کوٹھڑی میں اچانک روشنی تیز ہو گئی — ماریا جلدی سے سیڑھی سے اُتر کر وہیں آ کر بیٹھ گئی' جہاں سے وہ اُٹھ کر گئی تھی — دیوار میں ایک جگہ گول دروازہ سا بن گیا — اس دروازے میں سے وہی دونوں خبیث جادوگر راہب اندر آ گئے — اس وقت انہوں نے لمبی سیاہ ٹوپی اور لمبا سیاہ چغہ پہن رکھا تھا — ان کے لباس پر عجیب عجیب جادو کی شکلیں بنی ہوئی تھیں — ایک جادوگر راہب نے تھیلا اٹھا رکھا تھا —

وہ سیدھے ماریا کے قریب آئے — دونوں ماریا کو گھور کر دیکھنے لگے — پھر وہ ہنسے' تابوت کی طرف دیکھ کر ایک راہب نے کہا :

" ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے — یہ موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا "

" شروع کرو "

ماریا پریشان ہو گئی کہ یہ اُس کے ساتھ اب کیا کرنے والے ہیں — اُس نے زندگی میں کبھی اپنے آپ کو اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا جتنا وہ اس وقت اپنے آپ کو کر رہی تھی — یہ دونوں جادوگر راہب اُسے دیکھ بھی رہے تھے اور

انہوں نے اس کی طاقت بھی چھین لی تھی ــ اب خدا جانے اس
کے ساتھ کیا کرنے والے تھے ــ

ماریا نے کہا :

" میں جانتی ہوں، تم دونوں شیطان کے چیلے ہو اور تمہارا ارادہ
میرے بارے میں نیک نہیں ہے ۔ لیکن میں تمہیں آخری بار
کہہ رہی ہوں کہ اگر مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو یاد
رکھو، میں اس دنیا میں اکیلی نہیں ہوں ــ میرا ایک بھائی ایسا
ہے کہ وہ تمہیں ایک پل میں موت کی نیند سُلا دے گا ــ"

جادوگر راہب خاموشی سے ماریا کو گہری تیز آنکھوں سے
گھورتے رہے ــ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا ــ اصل میں اس
وقت وہ جادو کے منتر پڑھ رہے تھے ــ انہیں ماریا کے واویلا
کی کوئی پروا نہیں تھی ــ

ماریا نے اُٹھ کر وہاں سے بھاگنے کی ایک آخری کوشش
کی، کیونکہ اسے یقین ہوگیا تھا کہ یہ خبیث شیطان اپنے ارادے
سے باز نہیں آئیں گے ــ ماریا نے بھاگ کر دیوار میں سے گزر
جانے کی کوشش کی، جس طرح کہ وہ پہلے دیوار میں سے گزر جایا
کرتی تھی، لیکن وہ دیوار سے ٹکرا کر گر پڑی ــ اس کے ساتھ ہی
ایک جادوگر راہب نے تھیلے میں سے لوہے کی ایک کیل نکالی
منتر پڑھ کر اس پر پھونکا اور ماریا کی طرف زور سے اُچھال دی ــ

لوہے کی کیل سیدھی ماریا کے ماتھے پر آ کر لگی اور اس
کی پیشانی میں دھنس گئی ــ ماریا ایک بار پھر غش کھا کر گر پڑی ۔
دونوں جادوگر اُسے گھسیٹ کر گھاس کے بستر پر لے آئے، پھر
انہوں نے ماریا کے سر کے سارے سنہری بال مونڈ کر اس کا
ایک گچھا بنا لیا ــ تھیلے میں سے ایک سیاہ رنگ کی ڈبیا نکال
کر اس میں سے ایک سرخ فیتہ نکال کر بالوں کا گچھا اس
میں لپیٹ دیا ــ اس کے بعد وہ ماریا کو اُٹھا کر تابوت کے
اوپر لے گئے ــ تابوت کا ڈھکنا کھول دیا گیا ــ ایک جادوگر
راہب نے عورت کا کٹا ہوا سر باہر نکال لیا ۔ دوسرے نے
اپنے ساتھی کی مدد سے بے ہوش ماریا کے جسم کو تابوت
کے اندر اچھی طرح سے سیدھا لٹا دیا ــ

اب انہوں نے ایسا کیا کہ عورت کا کٹا ہوا سر ماریا کے
سینے کے اُوپر رکھ کر تابوت کا ڈھکنا بند کر دیا ــ نیچے اُتر کر
انہوں نے بانس کی سیڑھی اُٹھا کر دیوار کے ساتھ لگا دی ۔ اب
پہلے راہب جادوگر نے ماریا کے سر کے سنہری بالوں کا گچھا
نکال کر زمین پر رکھ دیا اور اس پر جادو کرنا شروع کر دیا ــ
پانچ بار بالوں پر پھونکیں ماریں ــ تھیلے میں سے بوتل نکال
کر اس کا پانی چھڑکا ــ پھر ایک انسانی کھوپڑی تھیلے میں سے
نکال کر ماریا کے بالوں کا گچھا کھوپڑی کے منہ میں رکھ دیا ــ

کھوپڑی نے ہلنا جلنا شروع کر دیا۔ دونوں جادوگر راہب غور سے کھوپڑی کو تکنے لگے۔ کھوپڑی فرش سے اُچھلنے لگی۔ ایک بار وہ اتنے زور سے اُچھلی کہ کٹے ہوئے سر والی عورت کے تابوت سے جا ٹکرائی۔

جادوگر راہب شاید یہی چاہتے تھے۔

اب کیا ہوا کہ تابوت میں سے ہلکی ہلکی نیلی روشنی پھوٹنا شروع ہوگئی۔ دونوں جادوگروں نے کھوپڑی تھیلے میں ڈال لی اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر سیدھے کھڑے ہوگئے۔

ان کی آنکھیں تابوت کی روشنی پر لگی ہوئی تھیں۔ روشنی پہلے نیلی تھی۔ اب سرخ ہونا شروع ہوگئی۔ پھر ایسا ہوا کہ تابوت کا ڈھکن آہستہ آہستہ اوپر اُٹھنے لگا۔ جادوگر راہب کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ان کا جادو کامیاب ہوگیا تھا۔ تابوت کا ڈھکن ہوا میں اُٹھ کر تابوت سے کوئی دو فٹ اوپر جا کر رُک گیا۔

اس تابوت کے اندر سے پہلے والی عورت کا کٹا ہوا سر باہر نکل آیا۔ مگر وہ صرف سر نہیں تھا، بلکہ وہ عورت بھی تھی، جس کا وہ سر تھا۔ اس کی آنکھوں میں اب کیل ٹھکے ہوئے نہیں تھے۔ اس کے ہونٹ اُسی طرح کٹے ہوئے تھے۔ اور اُن میں سے خون کے قطرے رِس رہے تھے۔ عورت

تابوت سے باہر آ کر تابوت کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے پُرانے زمانے کی شہزادیوں کا لباس پہن رکھا تھا۔ وہ کسی ملک کے بادشاہ کی شہزادی لگتی تھی۔ جادوگر خاموش کھڑے تھے۔

شہزادی کے کٹے ہوتے سر کے ہونٹ نہ ہلے مگر اس کے حلق سے آواز آئی۔

"تم مجھ سے کیا مانگنا چاہتے ہو۔ تم نے مجھے اس عذاب میں کیوں ڈال رکھا ہے؟"

ایک جادوگر نے جھک کر کہا:

"اے اندلس کی شہزادی ہمیں شاہ بلوط کے خزانے کی تلاش ہے، جو سپین کا سب سے آخری عیسائی بادشاہ تھا اور جس نے تمام بادشاہوں کے خزانے اپنے پاس جمع کر رکھے تھے اور جس کی تم بیٹی جولیانہ ہو۔ تاریخ کی کتاب میں لکھا ہے کہ شاہ بلوط نے اس بہت بڑے خزانے کو مرنے سے پہلے کسی خفیہ جگہ دفن کر دیا تھا۔ اس جگہ کا راز اُس نے صرف تمہیں بتایا تھا۔ اگر تم ہمیں اپنے باپ کے خزانے تک پہنچنے کا راز بتا دو تو ہم تمہیں اس عذاب سے نجات دلا دیں گے۔"

شہزادی کے کٹے ہوئے سر نے کہا:

"آہ، میں اپنے شاہی محل کے قبرستان میں آرام سے
سوئی ہوئی تھی — تم نے جادو کے زور سے میرا تابوت یہاں
لا کر میری لاش کا سر کاٹ دیا — مجھے سخت اذیت پہنچائی۔
میں تمہارے جادو کے قبضے میں ہوں — کیا تم وعدہ کرتے
ہو کہ اگر میں نے تمہیں اپنے باپ کے خزانے کا پتا دیا تو
تم میری لاش کا تابوت واپس سپین کے شاہی قبرستان میں
پہنچا دو گے ؟"

جادوگر راہب بولا :

"ہم وعدہ کرتے ہیں — اگر تم نے ہمیں اپنے باپ
شاہ بلوط کے خزانے کا پتا بتا دیا تو ہم تمہاری لاش کا
سر جوڑ کر تمہارے تابوت کو واپس تمہارے شاہی قبرستان میں
پہنچا دیں گے ۔"

شہزادی کے سر نے کہا :

"میں تمہیں وہ جگہ بتائے دیتی ہوں جہاں میرے باپ
نے اپنا عظیم الشان خزانہ دفن کیا تھا، لیکن یاد رکھو، اس
خزانے کی حفاظت چار جن اژدہا بن کر کر رہے ہیں —
جس غار کے اندر یہ خزانہ دفن ہے، وہاں آج تک کوئی
نہیں پہنچ سکا — جس نے وہاں جانے کی کوشش کی، اسے
راستے میں ہی اژدہوں نے زندہ نگل کر ختم کر دیا۔"

جادوگر راہب نے کہا :

"تم ہمیں خزانے کا پتا بتا دو — باقی ہم خود سنبھال
لیں گے ۔"

شہزادی نے کہا :

"تو سنو، سپین کے شہر غرناطہ میں ایک دریا ہے۔
اس دریا کے کنارے ایک پہاڑی ہے۔ اس پہاڑی کے
اوپر ایک پرانا گرجا گھر ہے جو اب ویران کھنڈر بن چکا
ہے۔ اس گرجا گھر کے زمین دوز تہ خانے کو عبادت گاہ
سے ایک خفیہ راستہ جاتا ہے — اس تہ خانے میں دو
تابوت ہیں — ایک تابوت میں میرے باپ کی لاش ہے
اور دوسرے تابوت میں میرے باپ کا عظیم الشان خزانہ ہے۔
میں نے تمہیں خزانے کا بتا دیا ہے، اب تم اپنا وعدہ
پورا کرو — اور میری لاش کے تابوت کو میری قبر میں
واپس پہنچا دو ۔"

دونوں جادوگر راہبوں کے چہرے کھل گئے تھے —
اتنے بڑے خزانے کا راز انہیں معلوم ہو گیا تھا — ان کا
جادو کامیاب ہو چکا تھا — انہیں معلوم تھا کہ شہزادی کی
لاش کا سر جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔

اُن کے جادو کی سب سے بڑی شرط یہ تھی کہ کسی ایسی

لڑکی کو بے ہوش کر کے تابوت میں بند کیا جائے جو کسی کو
نظر نہ آتی ہو — ایسی لڑکی کی تلاش بہت مشکل تھی — مگر وہ
خوش قسمت تھے کہ انہیں ماریا مل گئی — اب ماریا کی زندگی
ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی تھی — کیونکہ جادو کے حساب سے
ماریا کو اب ہمیشہ سپین کے شاہی قبرستان میں شہزادی کی
لاش کے ساتھ ہی دفن ہو جانا تھا —

جادوگر راہب نے کہا :

"شہزادی جو یانہ، ہم اپنا وعدہ ضرور پورا کریں گے — ہم
تمہارے تابوت کو واپس تمہاری قبر میں پہنچا دیں گے — واپس
جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

یہ سن کر شہزادی نے اپنا کٹا ہوا سر اپنی گردن پر
رکھ دیا — جادوگر راہبوں نے اونچی آواز میں منتر پڑھنے
شروع کر دیے — شہزادی کا سر اس کی گردن کے ساتھ جڑ
گیا اور وہ آہستہ آہستہ فضا میں تیرتی ہوئی اپنے تابوت کے
اندر چلی گئی — جہاں پہلے ہی سے ماریا بے ہوش پڑی تھی —
تابوت کا ڈھکنا خود بخود بند ہو گیا — دونوں جادوگر اس تابوت
کے اوپر جا کر بیٹھ گئے — وہ برابر جادو کے منتر پڑھتے جا رہے
تھے —

تھوڑی دیر بعد تابوت دیوار کی طرف چلنے لگا —

سرکٹی شہزادی

دیوار ایک جگہ سے ہٹ گئی —

شہزادی کا تابوت دیوار میں سے نکل گیا —

تابوت اب سنہری گنبد والے پُراسرار جادو محل کی زمین دوز
سُرنگ میں سے تیرتا ہوا گزر رہا تھا — دونوں جادوگر اس کے
اُوپر بیٹھے ہوئے تھے — تابوت سُرنگ سے باہر نکل آیا —

آسمان پر ستارے چمک رہے تھے — تابوت جادو محل کی
چھت پر آ گیا تھا — یہاں پہنچ کر تابوت رُک گیا — دونوں جادوگر
راہبوں میں سے ایک راہب تابوت پر سے نیچے اُتر گیا —

"میں جادو محل میں بیٹھ کر تمہارا انتظار کروں گا، کیونکہ ہم
دونوں اس محل کو چھوڑ کر نہیں جا سکتے — مجھے یقین ہے کہ جس
طرح تم اس لاش کے تابوت پر اُڑتے ہوئے سپین جا رہے ہو،
اسی طرح بہت جلد خزانے کے تابوت پر بیٹھ کر یہاں واپس
آؤ گے، پھر ہم دنیا کے سب سے امیر آدمی ہوں گے اور ہم اپنی

فوج تیار کر کے سارے ملک پر قبضہ کر لیں گے۔"

"ضرور تم انتظار کرنا۔ ہمارا جادو کامیاب ہے۔ اب خزانے تک پہنچنے میں کوئی شے ہمارا راستہ نہیں روک سکتی۔ اگر کسی نے میرا راستہ روکا تو میں جادو کے زور سے اُسے ہلاک کر دوں گا۔ میں بہت جلد خزانہ لے کر واپس اسی محل میں آؤں گا۔"

جادوگر راہب نے تابوت کے ڈھکنے پر ہاتھ مارا۔ تابوت چھت پر سے بلند ہوا اور تاروں بھرے آسمان میں اُڑنا شروع کر دیا۔

ماریا کو ہم اسی تابوت کے اندر چھوڑتے ہیں اور عنبر کی طرف چلتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے؟

عنبر جوگی کے بھیس میں ہمالیہ کے خطرناک پہاڑی راستوں پر سفر کرتا جھیل مانسرور کے ناگ مندر کی طرف چلا جا رہا تھا۔ ناگ مندر ابھی پیدل سفر میں تین دن اور تین راتوں کا راستہ تھا۔ عظیم ناگ مندر کا بڑا پجاری ایک زبردست طاقت والا ہٹا کٹا جادوگر تھا۔ یہ پجاری جادو کے زور سے انسان کو جانور بنا کر اُس کا خون پی جایا کرتا تھا۔ انسان کا خون اس کے جادو کی طاقت کے لیے بہت ضروری تھا۔ وہ ہر مہینے باہر سے آئے ہوئے کسی مسافر کو اپنی کوٹھڑی میں سونے کے لیے بُلا

لیتا، پھر آدھی رات کو جب مندر میں سب لوگ سو رہے ہوتے، اس آدمی کو جانور بنا کر اُس کی گردن چھُرے سے کاٹ کر اس کے جسم کا سارا خون پی جاتا۔

لیکن اس پجاری کو کسی ایسے جادو کی تلاش تھی جو اُسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ کر دے اور وہ مر نہ سکے۔ اُس نے ایک روز ایک دیو کو آکاش سے بُلا کر پوچھا:

"کیا کوئی ایسا جادو نہیں ہے جو مجھے ہمیشہ کے لیے غیر فانی بنا دے؟ مجھے موت نہ آئے اور میں قیامت تک زندہ رہوں؟"

دیو نے کہا:

"مہاراج، ایسا ایک جادو ہے۔ مگر اُسے حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔"

پجاری نے کہا:

"تم مجھے بتاؤ کہ وہ کونسا جادو ہے؟ میں اسے حاصل کر کے رہوں گا۔ میں اتنے بڑے مندر کا پجاری ہوں، بہت بڑا جادوگر ہوں۔ ایسی کونسی مشکل ہے، جس پر میں قابو نہ پا سکوں۔ تم مجھے بتاؤ کہ مجھے ہمیشہ زندہ رکھنے والے جادو کو حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟"

دیو نے کہا:

"تو پھر سُن اے پجاری، تمہیں کسی ایسے انسان کو تلاش کرنا ہوگا جس پر موت حرام کر دی گئی ہو، جو کئی ہزار سالوں سے زندہ چلا آ رہا ہو۔ اُس انسان کو تمہیں مندر کے سب سے گہرے اندھے کنوئیں میں قید کرکے کنوئیں کے اندر آگ لگا دینا ہوگی۔ اور اُوپر سے کنواں بند کر دینا ہوگا۔ ایک مہینے کے بعد جب تم کنوئیں کا ڈھکنا اٹھاؤ گے تو اندر سے ایک اُلّو پھڑپھڑاتا ہوا باہر نکلے گا۔ تم اس اُلّو کو بھون کر کھاؤ گے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیے جاؤ گے۔"

پُجاری نے کہا:

"یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ میں ایسا آدمی کہاں سے تلاش کروں گا جو ہزاروں سال سے زندہ ہو؟"

دیو بولا:

"یہی تو مشکل بات ہے۔ ایسا انسان اِس دُنیا میں ملنا ناممکن ہے۔ اس لیے مہاراج، ہمیشہ زندہ رہنے کے خیال کو دل سے نکال دیں۔"

پُجاری کہنے لگا:

"کاش، مجھے کہیں سے ایسا انسان مل جائے!"

دیو نے کہا:

"وہ تمہیں کبھی نہیں ملے گا۔"

پُجاری نے پوچھا:

"کیا تم کسی ایسے انسان کو ساری دنیا میں کہیں دیکھ رہے ہو؟"

دیو نے کہا:

"ہم ایسے انسان کو نہیں دیکھ سکتے، کیونکہ وہ امر ہوتا ہے۔ دنیا کا کوئی جن، کوئی دیو تمہیں ایسے انسان کا نشان نہیں بتا سکتا۔ اس کے لیے تمہیں خود تلاش اور کھوج کرنا ہوگی۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

دیو چلا گیا۔ اور پجاری سوچ میں کھو گیا کہ ہزاروں سال سے زندہ انسان اُسے کہاں مل سکے گا۔ یہ ایک ناممکن اور انہونی بات تھی۔ اس لیے پجاری نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موت پر قابو پانے اور ہمیشہ کے لیے امر ہو جانے کا خیال دل سے نکال دیا۔ پھر بھی اس نے سوچا کہ وہ کسی ایسے انسان کی کھوج میں ضرور رہے گا۔

عنبر پہاڑوں میں چلا آ رہا تھا۔

وہ کبھی رات کو سفر کرتا اور دن میں آرام کرتا اور کبھی دن کو سفر کرتا اور رات کو تھوڑی دیر کے لیے سو جاتا۔ اُسے کوئی تکان نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ تھکاوٹ بھوک اور اسی قسم کی دوسری چیزوں اور انسانی کمزوریوں سے آزاد تھا۔ مگر وہ

اس لیے آرام کرتا تھا کہ ناگ کی کٹی ہوئی لاش کو اس کے جسم کی گرمی ہلاک کر سکتی تھی اور جب انسان روزانہ بیس تیس میل چلے تو اس کا جسم ضرور گرم ہو جاتا ہے — عنبر نے ناگ کی لاش کو رومال میں لپیٹ کر اپنی کمر کے گرد باندھ رکھا تھا —

وہ سادھو بنا ہوا تھا — ماتھے پر تلک لگا تھا — سر کے بال منڈے ہوئے تھے اور بدن پر صرف ایک کالا کمبل تھا۔

وہ چھوٹے چھوٹے پہاڑی سلسلے سے نکل کر اب اونچے اونچے پہاڑوں کے درّوں اور کھڈوں کی وادی میں آ گیا تھا، یہاں وہ ایک پتلی سی پتھریلی سڑک ایک طرف گھوم گئی اور پھر سیدھی ہو کر چلنے لگی —

عنبر کے ایک طرف پہاڑ کی اُونچی دیوار تھی، جس کی چوٹی پر برف جمی ہوئی تھی، دوسری طرف کھڈ تھی جو بڑی گہری تھی۔ سڑک پہاڑی دیوار کے ساتھ ساتھ جا رہی تھی — کھڈ اتنی گہری تھی کہ اگر اس میں ہاتھی بھی گر پڑے تو اس کے پُرزے اڑ جائیں۔

شام کا وقت تھا — عنبر کا خیال تھا کہ وہ تھوڑا سا راستہ اور طے کرے اور پھر کسی جگہ بیٹھ کر رات گزار دے گا اور ناگ کی لاش کو جسم سے الگ کر کے اسے اپنے جسم کی گرمی سے محفوظ کر لے گا —

اُس نے اپنی رفتار آہستہ کر لی تھی — چلتے چلتے اُسے ایک آواز سنائی دی — یہ کسی جانور کے غرّانے کی آواز تھی — عنبر ہوشیار ہو گیا — اُسے اپنی فکر نہیں تھی — فکر اگر تھی تو صرف ناگ کی تھی، جس کے جسم کے ٹکڑے وہ لیے لیے پھر رہا تھا کہ کہیں ان ٹکڑوں کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ وہ انہیں اپنے سے الگ کر کے کسی جگہ رکھ بھی نہیں سکتا تھا کہ کہیں کوئی چیل یا گدھ اسے جھپٹا مار کر نہ لے جائے —

عنبر پہاڑ کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ سامنے ایک ہی راستہ تھا — سڑک بائیں طرف گھوم گئی تھی — غراہٹ کی آواز اب قریب سے سُنائی دی — عنبر زور سے کھانسا — اس خیال سے کہ اگر کوئی بندر وغیرہ ہوگا تو انسان کی آواز سُن کر بھاگ جائے گا — اس علاقے میں بندر اُسے کئی جگہوں پر ملے تھے — لیکن اسے کیا خبر تھی کہ اس کے سامنے ابھی ایک آدم خور سفید ریچھ آنے والا ہے —

اور پھر اچانک سڑک کے موڑ پر ایک بہت بڑا سفید خونخوار دانتوں اور ڈراؤنی آنکھوں والا سفید ریچھ اس کے سامنے آ گیا۔ ریچھ نے انسان کی بُو پالی تھی اور وہ اس بُو پر ہی وہاں تک پہنچا تھا —

وہ ہاتھی جتنا بڑا ریچھ تھا — اپنے سامنے انسان کو دیکھ کر

آدم خور ریچھ اپنے پچھلے پیروں پر کھڑا ہوگیا اور اپنے دونوں بازو
شکار مل جانے کی خوشی میں اپنے بالوں بھرے سینے پر مارنے
لگا — اس کے پنجوں کے ناخن استرے سے بھی زیادہ تیز تھے —
اور کھڑکھڑا رہے تھے — عنبر نے ایک ہاتھ اپنے پیٹ کے ساتھ
بندھے رومال پر رکھ دیا، جس میں ناگ کی لاش تھی —

ادھر ریچھ کو بھی پتا نہیں تھا کہ اس کا پالا کس قسم کے
انسان سے پڑ گیا ہے — بے چارے کی موت اسے عنبر کی طرف
کھینچ کر لے آئی تھی —

ریچھ اپنی موٹی بھاری گردن ہلاتا، بازو کھڑکھڑاتا اور غراتا ہوا
عنبر کی طرف بڑھا — عنبر کے دل میں تیزی سے ایک خیال آیا
کہ ہو سکتا ہے، ریچھ کے ساتھ لڑائی میں اس کا پنجہ ناگ کی
لاش پر پڑ جائے — ریچھ کے ناخن ناگ کی لاش کو چیر پھاڑ
کر رکھ دیں گے — اس نے جلدی سے ناگ کی لاش والا رومال
کمر سے کھول کر پتھروں میں رکھ دیا —

اب وہ بے فکر ہو کر ریچھ کی طرف بڑھا — ریچھ ذرا ٹھٹک
گیا — اس ریچھ نے ایک درجن انسانوں کو ہڑپ کیا تھا۔ آدمی
اس کی شکل دیکھ کر ہی خوف سے اپنی جگہ پتھر بن جاتے تھے
ان میں بھاگنے یا اپنی جگہ سے ہلنے کی طاقت ختم ہو جاتی تھی
ریچھ کی سرخ آنکھوں میں ایسی مقناطیسی کشش تھی کہ انسان کو

وہیں سُن کر دیتی، لیکن یہ پہلا انسان تھا جو اسے دیکھ کر اُس
پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھ رہا تھا اور پھر اس کے پاس
کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا —

ریچھ نے ایک زوردار گرج کی آواز حلق سے نکالی —
پہاڑی وادی اُس کی خوفناک گرج سے گونج اُٹھی —

لیکن عنبر پر کوئی اثر نہ ہوا — وہ ناگ کی لاش سے
آگے جا کر ریچھ کا مقابلہ کرنا چاہتا تھا کہ لاش کو کسی قسم کا
کوئی نقصان نہ پہنچ سکے — ریچھ نے عنبر پر حملہ کر دیا — اس
آدم خور ریچھ کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنے شکار کو آگے بڑھ کر
اپنے بازو میں لے کر زور سے بھینچ کر ہلاک کر دیتا تھا، پھر اس
کی لاش کو مزے لے کر کھا جاتا تھا —

ریچھ نے لپک کر عنبر کو بھی اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ وہ
اُسے زور سے بھینچنے لگا تاکہ عنبر کا دم گھٹ جائے اور اُس کی
پسلیاں کڑکڑا کڑکڑا کر ٹوٹ جائیں — مگر اُلٹا عنبر نے ریچھ کو
دبانا شروع کر دیا —

آدم خور ریچھ کا سر چکرا گیا — اس نے ایسا انسان ساری زندگی
نہیں دیکھا تھا — اُس میں تو ریچھ سے بھی کئی گنا زیادہ طاقت
تھی — ریچھ نے عنبر کے جسم کو اپنے تیز ناخنوں سے چیرنے پھاڑنے
کا عمل شروع کر دیا، لیکن اس کے تین ناخن عنبر کے فولاد ایسے

جسم سے ٹکرا کر ٹوٹ گئے — ریچھ اتنا بڑا تھا کہ اس کا سارا
جسم عنبر کے بازوؤں میں نہیں آ رہا تھا — اُس نے ریچھ کی
ٹانگ میں اپنی ٹانگ اڑا کر اُسے زمین پر گرا دیا — ریچھ دھم
کی آواز سے پیٹھ کے بل زمین پر چت گر پڑا —

عنبر نے اپنا ترشول ریچھ کے پیٹ میں گھونپ کر اُسے زور
سے اوپر کی طرف کھینچا — ریچھ کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ دوبارا زمین
سے نہ اُٹھ سکا — عنبر نے ریچھ کی کھال کے ساتھ ترشول پر
لگا ہوا خون صاف کیا اور اپنے سفر پر آگے روانہ ہو گیا —

چلتے چلتے پہاڑوں میں عنبر کو رات آ گئی — اندھیرا چھا گیا —
عنبر کو دُور ایک مکان میں روشنی نظر آئی — وہ اس طرف آیا کہ
رات بسر کر کے دوسری صبح پھر سفر پر روانہ ہو —

جب سے ناگ کی لاش رکھنے کی ذمہ داری اس پر آئی
تھی، وہ بڑا محتاط ہو گیا تھا اور رات کو سفر نہیں کرتا تھا — مکان
کے قریب آ کر اُس نے دیکھا کہ یہ ایک ٹوٹا پھوٹا سا لکڑی کی
ڈھلانی چھت والا مکان ہے جس کے بند دروازے پر دیا جل
رہا ہے —

عنبر نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی —
اندر سے کوئی جواب نہ آیا — عنبر نے ایک بار پھر دستک
دی۔ وہی خاموشی چھائی رہی — یا اللہ، اگر مکان کے اندر کوئی

نہیں ہے تو پھر یہ مکان کے باہر دیا کس نے جلا رکھا ہے ؟
اس علاقے میں آج سے سو برس پہلے رواج تھا کہ لوگ رات
کو مکانوں کے باہر دیا جلا دیا کرتے تھے — تاکہ راتوں کو پہاڑوں
میں سفر کرنے والے مسافروں کو راستہ تلاش کرنے میں آسانی ہو۔

عنبر نے ایک بار پھر دروازہ بجایا اور ساتھ ہی آواز بھی
دی :

" دروازہ کھولو، میں مسافر ہوں "

رات کو سردی بہت سخت ہو گئی تھی — برفانی ہوا چل رہی
تھی — اگرچہ عنبر کو تو سردی محسوس نہیں ہوتی تھی، مگر ناگ کی
لاش کے لیے اتنی شدید سردی ٹھیک نہیں تھی —

جب تیسری بار آواز دینے پر بھی اندر سے کوئی جواب نہ آیا
تو عنبر نے دروازے کو آہستہ سے دھکا دیا — ایک چرچراہٹ کے
ساتھ دروازہ کھُل گیا —

عنبر اندر چلا گیا — عام پہاڑی تبتی مکانوں کی طرح یہ مکان
بھی زمین سے پانچ فٹ اونچے چبوترے پر کھڑا تھا اور دروازے
کے باہر چھوٹا سا برآمدہ تھا — اندر دو کمرے تھے — ایک چھوٹا
اور ایک ذرا کھُلا تھا — باورچی خانہ بھی تھا، جہاں چھت کے ساتھ
لہسن، پیاز اور خشک مچھلی کے گچھے لٹک رہے تھے — کونے
میں سیل کی چربی کا کپّا پڑا تھا — کمرے میں فرش پر گھاس پھونس

کا گدا بچھا تھا — ایک طرف بہت بڑا لحاف تہہ کیا ہوا تھا — اندر روشنی نہیں تھی —

ایسا لگتا تھا کہ اس مکان میں رہنے والے ابھی ابھی کہیں گئے ہیں — عنبر نے دو تین بار آوازیں دیں کہ اگر کوئی ہے تو سامنے آئے — مگر وہاں کوئی بھی نہیں تھا — عنبر گدے پر کونے میں لیٹ گیا — اس نے ناگ کی کٹی ہوئی لاش کو رومال میں سے نکال کر اپنے سامنے کھول کر رکھا اور زخموں کو غور سے دیکھنے لگا —

ناگ سانپ کی شکل میں دو ٹکڑوں میں کٹا ہوا تھا اور دونوں کٹے ہوئے ٹکڑوں کے زخم جم کر نیلے پڑ گئے تھے — سانپ کی آنکھیں آدھی بند تھیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سو رہا ہو —

عنبر کی آنکھوں میں اپنے دوست کو یاد کر کے آنسو آ گئے۔ اس نے لاش کو دوبارا رومال میں اچھی طرح سے لپیٹا اور اپنی کمر کے گرد باندھ کر آنکھیں بند کر لیں — وہ جب چاہتا اُسے نیند آ جاتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عنبر سو گیا — اُسے سوئے دس ایک منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ مکان کے اندر ایک عورت اور مرد داخل ہوئے — عورت سسکیاں بھر رہی تھی اور غم کے مارے اس کا بُرا

حال تھا — مرد اُسے تسلی دے رہا تھا — اُس کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے —

اُنہوں نے اپنے مکان میں ایک غیر مرد کو سوتے ہوئے دیکھا تو حیران ہو کر ایک دوسرے کو تکنے لگے —

"یہ کون اجنبی ہے؟" مرد نے کہا۔

پھر اُس نے عنبر کو جگا دیا اور پوچھا کہ وہ کون ہے؟ عنبر نے بتایا کہ وہ مسافر ہے — رات کو مکان کے باہر روشنی دیکھ کر وہاں رات بسر کرنے آ گیا ہے — عورت رو رہی تھی —

عنبر نے پوچھا:

"بہن، تم کیوں رو رہی ہو؟"

مرد نے بتایا:—

"بھائی کیا بتائیں — اس علاقے میں ایک بلا رہتی ہے جو ہر ماہ قصبے میں آ کر ایک بچے کو اٹھا کر لے جاتی ہے — آج ہمارے بچے کی باری تھی — ہم ابھی ابھی اپنا اکلوتا بیٹا یا چونگ اس بلا کے حوالے کر کے آ رہے ہیں۔"

عورت چیخ مار کر رو پڑی —

"میں اپنے بچے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی — مجھے بھی اس بلا کے پاس جانے دو۔"

اور عورت باہر کو بھاگی — مرد نے اُٹھ کر اُسے تھام لیا۔

اور واپس لا کر تسلیاں دینے لگا —
"یا چونگ کی ماں حوصلہ کرو — دیوتاؤں کو یہی منظور تھا —
ہمارا بچہ اب کبھی واپس نہیں آئے گا، اُسے بھول جاؤ۔"
یہ کہہ کر وہ مرد بھی ہچکیاں بھر بھر کر رونے لگا —
عنبر نے کہا :
"وہ بلا کہاں رہتی ہے — تم نے اپنا بچّہ اُسے کہاں
دیا ہے ؟"
مرد نے کہا :
"بھائی، وہ بلا یہاں سے تھوڑی دُور ایک پہاڑی غار میں
رہتی ہے۔ قصبے والے ہر ماہ اپنا بچہ غار کے باہر رکھ آتے ہیں جسے وہ
بلا باہر آکر لے جاتی ہے۔"
"کیا تم مجھے اُس غار کا پتا بتاؤ گے ؟"
مرد نے چونک کر کہا :
"کیا تم بھی مرنا چاہتے ہو ؟"
عنبر بولا :
"نہیں، میں تمہارے بچے کو اس بلا سے چھین کر واپس
لے آؤں گا —"
عورت نے عنبر کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا :
"خدا کے لیے میرا بچّہ واپس لے آؤ — میرا بچّہ واپس لے آؤ..."

عنبر غار کا پتا معلوم کر کے رات کے اندھیرے میں روانہ
ہو گیا — عورت اور مرد مکان کے برآمدے میں کھڑے عنبر کو پہاڑی
راستے پر جاتے دیکھتے رہے —
عنبر دو ایک برفانی ٹیلوں کا چکّر کاٹ کر اُس پہاڑی
کے سامنے آگیا، جس کے اندر وہ بلا رہتی تھی — اندھیرے میں
اُسے غار کا منہ صاف دکھائی دے رہا تھا — عنبر غار کے اندر داخل
ہو گیا — اندر جاتے ہی اُسے عجیب سی بُو محسوس ہوئی جیسے وہ
کسی خونخوار درندے کے غار میں آگیا ہو —
عنبر کو صرف ایک ہی خطرہ تھا کہ کہیں اُس بلا نے بچّے
کو ہڑپ نہ کر لیا ہو — پھر وہ اس کی زندگی واپس نہ لا سکتا
تھا — وہ دل میں یہی دُعا مانگ رہا تھا کہ اے خدا بچّے کو ابھی
بلا نے نہ کھایا ہو —
غار میں اندھیرا تھا — کچھ دُور جانے کے بعد اُسے بچّے کے
رونے کی آواز سُنائی دی — عنبر کو بڑی خوشی ہوئی — بچہ ابھی
زندہ تھا — وہ غار میں بڑی تیزی سے بچّے کی آواز کی طرف بھاگنے
لگا — ایک جگہ غار میں بڑا سا پتھر آگیا —
اس پتھر نے غار کے آگے جانے کا راستہ بند کر رکھا تھا —
آواز اس پتھر کے دوسری جانب سے آ رہی تھی — عنبر پتھر کے
اوپر چڑھ کر دوسری طرف آگیا — یہاں اس نے دیکھا کہ غار میں

ایک کھلی جگہ پر پتھر کے چبوترے پر دیا جل رہا تھا۔ اس کی روشنی میں بچہ رسی سے بندھا چبوترے پر پڑا تھا اور ایک لمبے لمبے بالوں والی بلا اس کے گرد چکر لگا رہی تھی۔ یہ ایک بہت بڑے بن مانس ایسی بلا تھی، جس کے لمبے لمبے بازو زمین کو چھو رہے تھے۔ ناک کے نتھنے چوڑے تھے۔ ماتھا تنگ تھا اور اوپر والے دو لمبے دانت باہر نکلے ہوتے تھے۔ غار میں اِدھر اُدھر چھوٹی چھوٹی انسانی کھوپڑیاں اور ہڈیاں بکھری پڑی تھیں۔

عنبر جلدی سے بلا کی طرف بڑھا اور بچے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ بچے کی عمر تین سال کے قریب تھی اور وہ رو رہا تھا۔ خوفناک بلا نے ایک انسان کو دیکھا تو بھیانک چیخ ماری اور عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر اس حملے کے لیے پہلے ہی سے تیار تھا۔ اُس نے بلا کے تیز ناخنوں والے پنجوں کو اپنے سر پر آنے دیا۔ اور نیچے سے بلا کے پیٹ پر اتنے زور سے لات ماری کہ وہ پرے جا کر گر پڑی۔

سفید بلا پھنکارتی، گرجتی، غرّاتی ہوئی اُٹھی اور عنبر کو اس نے دونوں ہاتھوں میں لے کر پوری طاقت سے فرش پر پٹخ دیا۔ کوئی دوسرا انسان ہوتا تو اس کی ہڈیاں سُرمہ ہو چکی ہوتیں۔ مگر عنبر فوراً اٹھا اور اس نے بلا کا ایک لمبا بازو اپنی گرفت میں لے کر اُسے اتنے زور سے جھٹکا دیا کہ بازو کٹ کر اُس

کے ہاتھ میں آ گیا۔ بلا کے حلق سے لرزا دینے والی چیخ بلند ہوئی۔ بچہ خوف کے مارے شاید بے ہوش ہو گیا تھا۔

بلا نے دوسرے ہاتھ سے ایک بھاری پتھر اُٹھا کر عنبر کے سر پر دے مارا۔ پتھر عنبر کے سر پر لگ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس بار عنبر نے بلا کا دوسرا بازو بھی الگ کر دیا۔ بلا کے سفید بال اس کے اپنے ہی خون سے سُرخ ہو گئے۔ وہ بُری طرح تڑپنے لگی۔ اس کی بھیانک چیخوں سے غار کی دیواریں گونج رہی تھیں۔ عنبر نے ایک اور حملہ کر دیا اور بلا کی ایک ٹانگ کو پکڑ کر اسے ہوا میں چکر دینا شروع کر دیے۔ اور پھر پورے جوش کے ساتھ سامنے والی دیوار سے ٹکرا دیا۔ خوفناک بلا کا سر پاش پاش ہو گیا۔ وہ مر گئی۔

عنبر نے بے ہوش بچے کی رسّی کھول کر اسے گود میں اُٹھایا اور غار سے نکل کر باہر آ گیا۔ اس نے غم کے مارے ماں باپ کو جب اُن کا بچہ واپس لا کر دیا تو خوشی سے ان کی حالت دیوانوں ایسی ہو گئی۔ وہ بار بار اپنے بچے کو چوم رہے تھے۔ مرد تو عنبر کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ عورت عنبر کی بلائیں لینے لگی۔

"بھائی، تم دیوتا ہو۔ تم میرے بچے کو موت کے منہ سے نکال کر لائے ہو۔ میں تمہارا احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گی۔"

عنبر نے کہا :

"میں نے بلا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے ۔ تم لوگ غار میں جا کر اس کی لاش لا سکتے ہو ۔ اب وہ کبھی تمہارے قصبے پر حملہ نہیں کرے گی ۔"

دونوں میاں بیوی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک سانولا سا دُبلا پتلا نوجوان اتنی خوف ناک بَلا کو ہلاک کر آیا ہے ۔ وہ عنبر کو دیوتا سمجھ رہے تھے ۔ عنبر کو عورت نے سِیل کا گوشت کھلایا اور خود قہوہ بنا کر دیا ۔ دوسرے روز عنبر کو انہوں نے لاکھوں دُعاؤں کے ساتھ رخصت کیا ۔ عنبر نے ان دونوں سے ناگ مندر کو جاتے راستے کا پورا پتا معلوم کر لیا تھا ۔

دو قبریں

سات روز کے برفانی راستوں کے سفر کے بعد عنبر عظیم ناگ مندر کے قریب پہنچ گیا ۔

صبح صبح دُور سے اُسے سورج کی روشنی میں سفید پہاڑوں کے دامن میں عظیم ناگ مندر کے تکونے مینار دکھائی دیے جن کے سنہری کلس دھوپ میں چمک رہے تھے ۔ عنبر خدا جانے ایک ہزار سال یا اس سے بھی زیادہ مدت کے بعد اس مندر میں واپس آ رہا تھا ۔ اُسے وہاں کی کوئی شے یاد نہیں رہی تھی ۔ مندر بھی بہت بدل چکا تھا ۔

وہ پہاڑوں کے درمیان ایک چڑھائی چڑھ رہا تھا۔ اس چڑھائی کے اوپر جا کر ناگ مندر آ جاتا تھا ۔ دوپہر کے وقت وہ مندر کے بڑے دروازے کے سامنے آ کر رُک گیا۔ وہاں ہندوستان سے آئے ہوئے کچھ اور لوگ بھی تھے جو دُور دراز علاقوں سے ناگ مندر کی یاترا کرنے آئے ہوئے تھے ۔ پجاری

کو اس مندر سے لاکھوں روپے کی آمدنی ہوتی تھی۔

عنبر ایک جوگی سادھو کے لباس میں تھا۔ سر کے بال اس نے ناگ مندر میں آتے ہی ایک بار پھر منڈوا لیے تھے جسم کے گرد سیاہ کمبل لپیٹ رکھا تھا۔ ہاتھ میں ترشول تھا۔ ماتھے پر تلک لگا تھا۔ چونکہ وہ نوجوان تھا اور خوبصورت بھی تھا' اس لیے باہر سے آتے ہوئے یاتری اس کی طرف کھنچنے لگے۔ عنبر ناگ مندر سے ذرا فاصلے پر ایک ٹیلے کے دامن میں آگ جلا کر سمادھی جما کر بیٹھ گیا۔

لوگ اس کے آگے پیسے، اناج پھل وغیرہ رکھنے لگے۔ عنبر کو کھانے کی حاجت نہیں تھی۔ وہ شام کو سارے پھل اور پیسے غریب لوگوں میں بانٹ دیتا۔ مندر کے بڑے پجاری کو بھی خبر ہو گئی کہ کہیں سے ایک خوب صورت نوجوان جوگی آیا ہے۔ جسے لوگ بہت دان دیتے ہیں۔

پجاری کو بہت غصہ آیا کہ یہ کمبخت اس کی آمدنی پر ڈاکا ڈالنے والا کون آ گیا ہے؟ کیونکہ سینکڑوں لوگ عنبر کو روپیہ پیسہ دے رہے تھے اور مندر کی آمدنی میں کمی ہو گئی تھی۔

ایک روز وہ خود بھیس بدل کر چپکے سے اس ٹیلے کے قریب گیا۔ جس کے دامن میں آگ جلائے تلک لگائے عنبر

جوگی خاموش بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کب موقع پا کر وہ ناگ مندر کے مقدس تالاب میں ناگ کی لاش کی صندوقچی جا کر رکھے؟ ناگ کی لاش رومال میں لپٹی اس کی کمر کے گرد بندھی ہوئی تھی۔ ابھی اس نے ایک صندوقچی کا بندوبست بھی کرنا تھا۔

بڑا پجاری خاموش کھڑا عنبر کو دیکھتا رہا۔ اس کے آگے روپوں پیسوں اور پھل اناج کا ڈھیر لگا تھا۔ پجاری کو سخت غصہ آیا۔ یہ ساری اس کی آمدنی تھی جو عنبر کے آگے پڑی تھی۔ وہ واپس مندر میں آ گیا۔ آتے ہی اس نے اپنے خاص جاسوس اور خطرناک قاتل لاپونگ کو بلا لیا۔ لاپونگ وہ آدمی تھا جو پجاری کے لیے ہر ہفتے ایک یاتری کو بہلا پھسلا کر مندر کے تہ خانے میں لاتا تھا۔ جہاں پجاری اسے جادو کے زور سے جانور بنا کر اسے چھرے سے ہلاک کر کے اس کا خون پی جاتا تھا۔

لاپونگ نے پجاری کے سامنے آتے ہی جھک کر کہا:

"مجھے یاد فرمایا ہے میرے آقا؟"

لاپونگ کو اچھی طرح علم تھا کہ پجاری ایک بہت بڑا جادوگر بھی ہے اور وہ اسے جب چاہے جادو کے زور سے جانور بنا سکتا ہے۔ اسی لیے وہ اس کا ہر حکم بجا لاتا تھا۔

پجاری نے لاپونگ کی طرف اپنی ترچھی بھنوؤں والی آنکھوں سے
دیکھتے ہوئے کہا:
"تم اس نئے جوگی کو دیکھ رہے ہو؟"
لاپونگ نے کہا:
"دیکھ رہا ہوں آقا، اس کی وجہ سے ہماری آمدنی بہت
کم ہوگئی ہے۔"
پجاری نے کہا:
"لاپونگ، میں جادوگر ضرور ہوں — میں انسان کو جانور
سکتا ہوں، لیکن مجھے بدعا دی گئی ہے کہ میں سونا چاندی
نہیں بنا سکوں گا۔ اس لیے مجھے روپوں کی ضرورت رہتی ہے
مجھے دولت چاہیے اور یہ خبیث جوگی میری آمدنی پر ڈاکہ ڈال
رہا ہے۔"
لاپونگ نے سر جھکا کر کہا:
"میرے آقا، آپ حکم کریں۔ میں اسے ابھی اٹھا کر یہاں
لے آتا ہوں۔"
پجاری بڑا چالاک آدمی تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ لوگوں کا رجحان
جوگی کی طرف بہت بڑھ گیا ہے — اس کا یوں وہاں سے اٹھا
جانا مناسب نہ رہے گا — لوگ یہی سمجھیں گے کہ پجاری نے
حسد کے مارے جوگی کو ہلاک کروا دیا ہے — یہ سوچ کر اس نے

لاپونگ سے پوچھا:
"اس جوگی کا نام کیا ہے؟"
لاپونگ نے کہا:
"لوگ اسے عنبر جوگی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔"
"ہوں۔"
پجاری گہری سوچ میں ڈوب کر ٹہلنے لگا۔
لاپونگ بولا:
"میرے آقا، آپ اسے جادو کے زور سے جانور کیوں نہیں
بنا دیتے — نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"
پجاری کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں —
"لاپونگ، یہی تو مشکل ہے کہ میرا جادو کسی جوگی پر نہیں
چل سکتا — جس کے ماتھے پر تلک ہے اور جس نے جوگیوں کا
بھیس بنا رکھا ہے — اس پر میرا جادو نہیں چلتا۔ خواہ وہ
چھوٹا ہی جوگی کیوں نہ ہو۔ ہمیں کچھ اور سوچنا ہوگا۔"
لاپونگ نے خوش ہو کر کہا:
"ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے۔"
پجاری نے پوچھا:
"وہ کیا؟"
"میرے آقا، آپ اسے سارے لوگوں کے سامنے جا کر چیلنج

کریں کہ اگر وہ سچا جوگی ہے تو زمین کے اندر سات دن زندہ
دفن ہو کر دکھائے — آپ بھی اس کے ساتھ ہی زمین میں دفن
ہو جائیں — ظاہر ہے، آپ تو جادو کے زور سے زندہ رہیں
گے اور وہ مر جائے گا۔"

پجاری کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"اچھی ترکیب ہے — میرے چیلنج کو اگر جوگی عنبر نے قبول
نہ کیا تو ہم مشہور کر دیں گے کہ یہ جوگی جھوٹا ہے — لوگ اپنے
آپ اس سے بددل ہو جائیں گے — ٹھیک ہے، ہم کل ہی
اُسے چل کر مقابلے کی دعوت دیں گے۔"

دوسرے روز عنبر آگ کا مچ جلائے اس کے سامنے
آلتی پالتی مارے بیٹھا غور کر رہا تھا کہ آج کسی وقت وہ
کہیں سے صندوقچی حاصل کر کے ناگ کی لاش کو ناگ مندر
کے مقدس تالاب میں رکھ آئے گا — اس کے ارد گرد بہت
سے لوگ ادب سے بیٹھے تھے — درمیان میں اناج، پھل اور پیسوں
کا ڈھیر لگا تھا — اتنے میں شور مچ گیا کہ ناگ مندر کا بڑا
پجاری آ رہا ہے —

لوگ ادب سے پرے ہٹ کر کھڑے ہو گئے — عنبر نے
ایک آنکھ کھول کر دیکھا — ہٹا کٹا بھاری بھرکم سر منڈا گیروے
کپڑوں والا ناگ مندر کا بڑا پجاری اپنے ساتھیوں کے ہمراہ

اس کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا —

عنبر نے سوچا کہ یہ مصیبت ادھر کیا لینے آ رہی ہے۔ اس
نے آنکھ بند کر لی اور خاموش بیٹھا رہا — اتنے میں پجاری عنبر
کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور لوگوں کی طرف دیکھ کر بولا:

"لوگو، یہ جوگی جھوٹا ہے۔ تم اسے دان مت دو۔"

لوگوں میں کھسر پھسر ہونے لگی —

ایک بوڑھے آدمی نے کہا:

"مہاراج، یہ جوگی سچا ہے اور خدا کی عبادت میں ڈوبا رہتا ہے۔"

لاپونگ نے مکاری سے کام لیتے ہوئے کہا:

"اگر یہ جوگی سچا ہے تو اسے کہو کہ ہمارے عظیم پجاری سے
مقابلہ کرے — اگر یہ مقابلہ جیت گیا تو پھر ہم بھی اسے سچا جوگی
مان لیں گے۔"

عنبر نے دل میں کہا کہ یہ اُلّو کا پٹھا اسے کیا سمجھ رہا ہے؟
خواہ مخواہ اپنی کرکری کروانے آ گیا ہے — اس کی تو ایسی خبر لوں گا
کہ یاد کرے گا —

لوگوں نے عنبر کی طرف دیکھا اور چپ ہو گئے —

وہ چاہتے تھے کہ عنبر پجاری کے چیلنج کو قبول کرے اور اس
سے مقابلہ کر کے اپنے آپ کو سچا جوگی ثابت کرے — عنبر بھی سمجھ
گیا کہ لوگ اس سے کیا چاہتے ہیں —

اس نے آنکھیں کھول دیں اور پجاری کی طرف دیکھ کر آواز کو بھاری بھرکم بنا کر بولا :

"تم کس قسم کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو؟ میں تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں ۔"

اس پر لوگوں نے زور دار نعرے لگائے — لاپونگ نے پجاری کی طرف دیکھا — پجاری نے سر ہلا کر اُسے مقابلے کی شرط بتانے کا حکم دیا —

لاپونگ نے کہا :

" زمین میں دو قبریں کھودی جائیں گی — ایک قبر میں تم دفن ہو گے — دوسری قبر میں عظیم پُجاری دفن ہو گا — قبر بند کر دی جائے گی اور اوپر پہرہ بیٹھ جائے گا — سات روز کے بعد قبر کھودی جائے گی — اگر تم بھی عظیم پُجاری کی طرح زندہ رہے تو تمہیں ناگ مندر کی کوٹھڑی میں رہنے کی اجازت ہو گی — کیا تم تیار ہو؟"

عنبر کے لیے یہ کوئی مشکل بات نہیں تھی - اُس نے کہا :

"میں تیار ہوں ۔"

لوگوں نے زور زور سے تالیاں بجائیں — لاپونگ اور پجاری بڑے خوش ہوئے ۔ ان کے خیال میں جوگی عنبر اُن کے جال میں پھنس گیا تھا ۔

اسی وقت پتھریلی زمین کھود کر ساتھ ساتھ دو گہری قبریں کھودی گئیں — دونوں قبروں میں پجاری اور عنبر اُتر گئے - اندر لیٹنے کے لیے جگہ بنا دی گئی تھی ۔

ایک قبر میں عنبر اور ایک قبر میں عظیم پجاری اتر کر لیٹ گئے - اسی وقت اوپر پتھر کی سلیں رکھ کر قبریں بند کر دی گئیں - پھر اُوپر سے گارا مٹی لیپ کر قبروں کے سوراخ بند کر دیے گئے تاکہ کہیں سے ذرا سی بھی ہوا نہ جا سکے ۔

عنبر قبر کے اندر جا کر بڑے آرام سے لیٹ گیا - اُس نے اپنے اوپر نیند طاری کر لی - اب وہ ایک مہینے تک سو سکتا تھا دوسری قبر میں عظیم پُجاری نے جادو کے زور سے اپنے آپ کو خواب کی دنیا میں پہنچا دیا اور گہری نیند سو گیا — باہر پہرہ بیٹھ گیا —

لوگ ٹولیاں بنا کر وہاں بھجن گانے لگے — ایک دن، دو دن، تین دن — سات دن گزر گئے — عین وقت پر لاپونگ اپنے آدمی لے کر مندر سے نکلا اور قبروں کے پاس آ گیا — وہاں لوگوں کا ہجوم جمع تھا — لوگ ڈھول بجا رہے تھے اور نعرے لگا رہے تھے —

سب سے پہلے پجاری کی قبر کھودی — پجاری بالکل ٹھیک حالت میں کپڑے جھاڑ کر باہر نکل آیا — لاپونگ نے نعرہ لگایا —

لوگوں نے بھی خوشی سے نعرے لگائے اور ڈھول بجائے — اب لاپونگ کے اشارے پر عنبر کی قبر کھودی جانے لگی — وہاں خاموشی چھا گئی — ہر کوئی عنبر جوگی کو زندہ حالت میں دیکھنے کے لیے بے تاب تھا — لاپونگ کو یقین تھا کہ اندر سے جوگی عنبر کی پھولی ہوئی لاش ہی نکلے گی — قبر پر سے سل ہٹا کر جب نیچے دیکھا گیا تو عنبر زندہ تھا — وہ اُٹھا اور کمبل جھاڑتا ہوا قبر سے باہر نکل آیا — لوگ بہت خوش ہوئے — انہوں نے ڈھول پیٹ کر اپنی خوشی کا اظہار کیا —

لاپونگ اور پجاری کے دلوں پر اوس پڑ گئی — وہ سخت نا امید بھی ہوئے اور حیران بھی کہ یہ شخص سات روز قبر کے اندر زندہ کیسے رہا ؟

لاپونگ نے پجاری کے کان میں کہا :

"میرے آقا ! اس کے پاس بھی کوئی جادو ہے ۔"

پجاری بولا :

" فکر نہ کرو — میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا — اب میں دوسرے طریقے سے حملہ کروں گا ۔"

اور اس کے ساتھ ہی مکار پجاری تالی بجا کر مسکراتا ہوا عنبر کی طرف بڑھا اور اُسے سینے سے لگا کر بولا :

" عنبر جوگی سچا جوگی ہے — میں جانتا تھا کہ میرے عظیم

ناگ مندر میں کوئی جھوٹا جوگی نہیں آ سکتا ۔"

پھر اُس نے عنبر کا ماتھا چوم کر کہا :

" میرے بیٹے ، میرے ساتھ مندر میں چلو — آج سے تم ناگ دیوتا کے مہمان بن کر رہو گے ۔"

عنبر بھی یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح سے اسے ناگ مندر کے اندر اُن کوٹھڑیوں تک جانے کا موقع مل جائے ، جہاں صرف خاص خاص جوگیوں کو ہی جانے کی اجازت مل سکتی تھی — وہ مقدس تالاب بھی مندر کے اندر ہی تھا — جہاں عنبر نے اپنے بھائی اور دوست ناگ کی لاش کی صندوقچی رکھنا تھی ۔ اُس نے بڑے پجاری کا شکریہ ادا کیا اور کہا :

" میں آپ کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں — میں ناگ مندر کے قریب رہ کر عبادت کرنا پسند کرتا ہوں ۔"

پجاری نے عنبر جوگی کو ساتھ لیا اور عظیم مندر کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گیا — لاپونگ اس کے ساتھ تھا — ناگ مندر بہت بڑا مندر تھا — اس کے درمیان میں ایک تالاب تھا ۔ اس تالاب میں پھول تیر رہے تھے — تالاب کے پیچھے مقدس چھوٹی کوٹھڑیاں تھیں ، جہاں خاص خاص جوگی لوگ آ کر ٹھہرا کرتے تھے ۔ برآمدوں میں سنگ مرمر کا فرش لگا تھا — سیاہ پتھر کے ستونوں پر مندر کی دوسری منزل کھڑی تھی — اس منزل کی چھت کے اندر

سونے چاندی کے سانپ بنے ہوئے تھے — درمیان میں بڑا ہال کمرہ تھا — جس کے ایک چبوترے پر ایک بہت بڑے کالے ناگ کا بُت بنا ہوا تھا — جس نے اپنا پھن اُٹھا رکھا تھا — یہ عظیم ناگ دیوتا تھا — اس کے دائیں بائیں قطار میں کتنے ہی پتھر کے سانپوں کے بُت بنے ہوئے تھے — ناگ دیوتا کے پھن کے اُوپر سونے کا چھتر لگا تھا — ناگ دیوتا کی دونوں آنکھوں میں دو سرخ یاقوت جڑے ہوئے تھے، جو بڑے قیمتی تھے — اس کے آگے ایک چھوٹا سا حوض تھا جو خالی تھا —

ہر چاند کی پہلی تاریخ کو اس حوض میں بکروں کو قربان کر کے سانپ کے بُت کو ان کے خون سے نہلایا جاتا تھا — اس کے بعد زندہ سانپوں کو اس حوض میں چھوڑ دیا جاتا تھا — ساری رات یہ سانپ ایک دوسرے سے جنگ کرتے — صبح جو سانپ بچ جاتے، اُن کو ناگ دیوتا کے قدموں میں بنے ہوئے سوراخوں میں رہنے کی اجازت مل جاتی تھی — ایک مہینے کے بعد یہ سانپ لوگوں میں فروخت کر دیے جاتے اور پھر چاند کی پہلی تاریخ کو نئے سانپ پکڑ کر لائے جاتے تھے —

عنبر جوگی کو ایک کوٹھڑی دے دی گئی — اس نے اپنا بستہ اندر جا لیا — پجاری اور لاپونگ اس سے ہاتھ ملا کر چلے گئے —

عنبر نے دروازہ بند کرتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ناگ کی لاش کو رومال سے نکال کر اُسے غور سے دیکھا اور پھر اسے کوٹھڑی کے کونے میں پڑے ایک بڑے صندوق کے پیچھے چھپا دیا — اب اُسے صرف ایک صندوقچی کہیں سے پیدا کرنا تھی اور پھر ناگ کی لاش کو تالاب کے اندر لے جا کر رکھ دینا تھا — ناگ نے ایک بار عنبر سے کہا تھا :

" عنبر، اگر میں دو ٹکڑے ہو کر مر گیا تو یاد رکھنا میرے جسم سے تیز شعاعیں نکلنا بند ہو جائیں گی اور زمین کے اندر اور باہر کے سانپوں کو میرے بارے میں کوئی خبر نہ مل سکے گی۔"

اور ایسا ہی ہوا — پہلے ناگ زندہ حالت میں اس مندر میں آیا تھا تو یہاں کے سانپ اس کی تعظیم کرنے آئے تھے — اب چونکہ وہ مر چکا تھا، اس لیے کسی کو پتا نہ چل سکا تھا کہ عظیم ناگ کی لاش اس مندر کی ایک کوٹھڑی میں پڑی ہے —

دوسری طرف مکار پجاری نے عنبر جوگی کو ہلاک کرنے کے طریقوں پر غور شروع کر دیا تھا —

لاپونگ نے کہا :

" میرے آقا، آپ اپنا جادو اُس پر ایک بار آزما کر تو دیکھیں — ہو سکتا ہے وہ جانور بن جائے۔"

پجاری نے کچھ سوچ کر جواب دیا:

"نہیں لاپونگ، اس پر ہمارا جادو نہیں چلے گا۔ اگر وہ چھ دن زمین کے اندر دفن رہ کر زندہ باہر نکل سکتا ہے تو پھر اس پر ہمارا جادو اثر نہیں کرے گا۔"

لاپونگ نے پوچھا:

پھر آپ نے کیا سوچا ہے؟ عنبر جوگی اگر زندہ رہا تو آپ کے لیے خطرہ بن جائے گا۔ لوگ اس کے پیچھے لگ جائیں گے اور آپ کی عزت گھٹ جائے گی۔ ہو سکتا ہے، ایک دن لوگ اسی کو عظیم ناگ مندر کا بڑا پجاری بنا دیں۔"

"خاموش" پجاری نے لال لال آنکھیں نکال کر لاپونگ کو جھاڑتے ہوئے کہا: "ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں تبت کے سارے جادوگروں کی مدد لوں گا اور اس جوگی عنبر کو جلا کر راکھ بنا ڈالوں گا۔"

لاپونگ خاموش ہو گیا۔ پجاری پریشانی کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ اس نے اپنے شاندار مگر پُراسرار کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا:

"انتظار کرو، میرا وار اس بار خالی نہیں جائے گا۔"

اور پجاری نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ زور سے بند کر دیا۔

لاپونگ مندر کے بڑے کمرے کی طرف آہستہ آہستہ چل پڑا راستے میں جو پجاری ملتا وہ لاپونگ کو جھک کر سلام کرتا۔

ناگ مندر کے ارد گرد چھوٹی سی آبادی تھی۔ جہاں غریب لوگ رہتے تھے۔ اس آبادی میں ایک جولاہا بھی رہتا تھا۔ اس جولاہے کا ایک ہی بچہ تھا۔ اس کا نام تمان تھا۔ تمان کی عمر سات آٹھ سال کی تھی اور بڑا شرارتی لڑکا تھا۔ جب عنبر جوگی بن کر مندر کے باہر بیٹھا تھا تو تمان اس کے پاس آکر اس کے سامنے جلتے الاؤ میں سوکھی لکڑیاں لا کر ڈالا کرتا تھا تاکہ آگ بجھنے نہ پائے اور عنبر کو سردی نہ لگے۔ عنبر شام کو تمان کو بھی پھل اور پیسے دیتا تھا۔

اب جب تمان کو پتا چلا کہ عنبر جوگی مندر کی کوٹھڑی میں چلا گیا ہے تو وہ ایک دن مندر کی دیوار پھاند کر کوٹھڑیوں کی طرف چھپ چھپ کر چل پڑا۔ چھوٹے بچوں کو مندر میں یوں ہی آنے جانے کی اجازت نہ تھی۔ وہ پوجا کے وقت اپنے ماں باپ کے ساتھ آ سکتے تھے۔ وہ کسی نہ کسی طرح عنبر کی کوٹھڑی میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے ساتھ عنبر کے لیے تازہ پنیر لایا تھا۔ عنبر کوٹھڑی کے اندر بیٹھا تھا کہ تمان دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔

"ارے شریر، تم یہاں بھی آ گئے؟"

"مالک، میں تمہیں ملنے آیا ہوں — یہ لو پنیر، میری ماں نے
یہ رات کو خود تیار کیا تھا — کھاؤ گے نا؟"

"ضرور ضرور —"

عنبر نے پنیر لے کر رکھ لیا۔ اور تمان سے کہا:

"بیٹا، کیا تم نہیں جانتے کہ ناگ مندر میں چھوٹے بچوں
کو پوجا کے وقت سے پہلے یا بعد آنے کی اجازت نہیں؟
اس لیے اب تم چلے جاؤ، میں کل تم سے ملنے تمہارے گھر
آ جاؤں گا —"

تمان بولا:

"آؤ گے نا مالک، میں اور میری اماں تمہاری راہ دیکھیں
گے — ہم تمہارے لیے کھیر پکا کر رکھیں گے —"

"ہاں ہاں، میں ضرور آؤں گا — اس وقت تم یہاں
سے بھاگ جاؤ —"

تمان نے بڑے ادب سے عنبر کو سلام کیا اور مسکراتا ہوا
کوٹھڑی سے باہر نکل گیا — عنبر نے دروازہ بند کر لیا —

تمان برآمدے کے ستونوں کی اوٹ میں چھپتا چھپاتا ناگ
مندر کے پچھلے دروازے کی طرف جا رہا تھا — ایک جگہ پر سے
اس نے دالان میں چھلانگ لگائی کہ دوسری طرف سے نکل جائے
گا — وہاں اتفاق سے لاپونگ بیٹھا تھا — تمان اس کے پاس

ہی آ کر گرا — لاپونگ نے تمان کو پکڑ لیا —

"کون ہو تم؟ یہاں کیسے آ گئے؟"

لاپونگ نے تمان کو دبوچ لیا تھا — بے چارا تمان گھبرا
گیا — کہنے لگا:

"جناب، میں تو ناگ دیوتا کے درشن کرنے آیا تھا"

"کمینے، جولاہے کی اولاد — ابھی تمہیں اس گستاخی کی سزا
دیتا ہوں —"

اچانک لاپونگ کی آنکھیں چمک اٹھیں — کیوں نہ اس ہفتے
پجاری کو اس لڑکے کا تازہ خون پینے کو پیش کیا جائے!
لاپونگ نے سوچا اور وہ بہت خوش ہوا — کیونکہ وہ جانتا تھا کہ
چھوٹے بچے کا خون پی کر پجاری بڑا خوش ہوگا اور اسے انعام
دے گا — اس نے تمان کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا:

"رونے کی ضرورت نہیں بابا، جاؤ، میں تمہیں کچھ نہیں
کہوں گا — آؤ میرے ساتھ — میں تمہیں ناگ دیوتا کے درشن
کراتا ہوں —"

تمان نے اپنے آنسو پونچھ کر کہا:

"شکریہ لاپونگ، میں پھر کبھی درشن کر لوں گا — میری ماں
میری راہ دیکھ رہی ہے —"

لاپونگ آنکھیں نکال کر گرجا:

"نادان، ناگ دیوتا کی بے عزتی کرتا ہے؟ چل پہلے درشن کر۔"

تمان نے سوچا کہ چلو درشن بھی کر لیتے ہیں۔ اس سے کیا فرق پڑے گا۔

وہ لاپونگ کے ساتھ ہو لیا۔ لاپونگ اسے برآمدے سے گزر کر ایک جگہ سیڑھیاں اُترنے لگا جو زمین کے اندر جاتی تھیں۔ تمان ذرا ہچکچایا اور بولا:

"ناگ دیوتا کا بُت تو مندر کے اُوپر والی منزل میں ہے۔"

"بکواس بند کرو۔ چلو میرے ساتھ۔"

اور لاپونگ نے تمان کو بازو سے پکڑ کر تہ خانے کی سیڑھیوں میں گھسیٹ لیا۔ اب تمان کا دل دھڑک اٹھا۔ اُسے اپنے ارد گرد خطرہ منڈلاتا دکھائی دیا۔ لیکن وہ ہٹے کٹے لاپونگ کی گرفت میں تھا اور بھاگ نہیں سکتا تھا۔ لاپونگ اُسے سیڑھیوں پر دھکیلتا ہوا تہ خانے میں لے گیا، جہاں گھُپ اندھیرا تھا۔ لاپونگ نے اندھیرے میں ہی تمان کو کونے کی طرف گراتے ہوئے کہا:

"خبردار، اگر یہاں سے نکلنے کی کوشش کی۔"

اور لاپونگ تہ خانے کا لوہے کا دروازہ بند کر کے اُوپر آ گیا۔ تمان بے چارہ اکیلا رہ گیا۔ اور اندھیرے میں ڈر کے

مارے اس کا بُرا حال ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ لاپونگ اسے اندھیرے تہ خانے میں کیوں لایا ہے۔ وہ گھبرا گیا۔ ڈر گیا اور ماں کو آوازیں دے کر رونے لگا۔ مگر وہاں اُس کی آواز سننے والی اس کی ماں نہیں تھی۔ اس کا باپ بھی نہیں تھا۔ اس کا کوئی ہمدرد نہیں تھا۔ وہ اکیلا تھا اور موت اپنے وقت کا انتظار کر رہی تھی۔

لاپونگ سیدھا مندر کے عظیم پجاری کے پاس گیا اور بتایا کہ اس نے آج ایک تر و تازہ شکار پکڑا ہے۔

پجاری نے ڈکار مارتے ہوئے کہا:

"کون ہے وہ؟"

لاپونگ نے کہا:

"بستی کے جولاہے کا بیٹا تمان ہے۔ آپ اس ہفتے اُسے بکرا بنا کر چٹ کر جائیں۔ ایسا بچہ مندر میں شاید ہی کبھی آئے۔"

پجاری کی باچھیں کھل گئیں۔ ہونٹوں سے رال بہنے لگی۔ بولا:

"شاباش، تم میرے لیے بڑا تر مال لاتے ہو۔ تمان کو میں بکری بنا کر اس کا خون پی جاؤں گا۔ کہاں ہے وہ؟"

لاپونگ نے کہا:

"اُسے مقدس تہ خانے میں بند کر دیا ہے۔"

"بہت اچھا کیا — پرسوں آدھی رات کو اسے ذبح کر دیا جائے گا۔"

تمان بے چارہ اندھیرے میں پڑا روتا رہا اور اپنی ماں کو یاد کرتا رہا — پھر وہ روتے روتے تھک گیا اور اندھیرے میں ہی فرش پر لیٹ کر ہوئے ہوئے سسکیاں بھرنے لگا — اسے خبر ہی نہیں تھی کہ اس کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور ایک رات چھوڑ کر اسے ذبح کر دیا جائے گا —

طلالہ کی رُوح

وہ رات بڑی خوف ناک تھی —

آسمان پر سیاہ بادل چھاتے تھے — ہلکی ہلکی برف گر رہی تھی۔

مندر میں سناٹا چھایا تھا — عنبر آدھی رات کو اپنے دوست ناگ کی لاش کو لے کر کوٹھڑی سے باہر نکلا — ناگ کا کٹا ہوا جسم اس نے ایک چھوٹی صندوقچی میں بند کر رکھا تھا — وہ اسے ناگ مندر کے تالاب میں رکھنے جا رہا تھا — مندر کے سب لوگ سو رہے تھے — عنبر صندوقچی لے کر باہر برآمدے میں آ گیا، یہاں اندھیرا تھا — صرف ایک ستون کے ساتھ تیل کا دیا روشن تھا۔ وہ مندر کے بڑے کمرے کے پیچھے سے ہو کر تالاب کے پاس آ کر رُک گیا — یہاں تالاب پانی سے بھرا ہوا تھا۔ کنارے کنارے پتھروں پر سانپ کی مورتیاں رکھی تھیں —

عنبر نے تالاب کی سیڑھیاں اتر کر پانی میں غوطہ لگایا — وہ پانی کے اندر ہی اندر دُور نیچے چلا گیا اور ایک بڑے سے پتھر

کے نیچے صندوقچی چھپا کر رکھ دی اور پھر پانی سے باہر نکل آیا۔
اُسے کسی نے پانی سے باہر نکلتے نہیں دیکھا تھا — اس نے کپڑے
اتار کر نچوڑے اور پھر سے پہنے ۔ وہ واپس اپنی کوٹھڑی کی
طرف جا رہا تھا کہ اسے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔
عنبر جلدی سے ایک ستون کے پیچھے چھپ گیا — کیا دیکھتا ہے کہ
مکار لاپونگ سیاہ چادر سے منہ سر لپیٹے چلا آ رہا ہے —

وہ عنبر کے قریب سے گزر گیا — عنبر نے سوچا، یہ آدھی رات
کو کدھر جا رہا ہے؟ اس نے لاپونگ کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔
مندر کے برآمدے میں سے گزر کر لاپونگ اس دروازے کی طرف
آگیا، جہاں سے ایک راستہ نیچے تہہ خانے کو جاتا تھا۔ لاپونگ
نے دروازے پر پہنچ کر اپنے پیچھے مڑ کر دیکھا — عنبر تیزی سے
ستون کے پیچھے ہوگیا —

لاپونگ کو جب تسلی ہوگئی کہ اس کا پیچھا نہیں کیا جا رہا
تو وہ تہہ خانے کی سیڑھیاں اُتر گیا۔

عنبر بھی اس کے تھوڑی دیر بعد سیڑھیاں اترنے لگا۔ سیڑھیاں
تہہ خانے کو جاتی تھیں — وہاں اندھیرا تھا، مگر عنبر اس اندھیرے
میں بھی دیکھ سکتا تھا —

لاپونگ تہہ خانے میں آکر کونے میں سوتے ہوئے بچے تمان
کے پاس آکر جھک گیا — عنبر نے اس بچے کو پہچان لیا۔ یہ بچہ

اپنے ماں باپ کے ساتھ اس کے پاس آیا کرتا تھا۔

یہ شخص اس بچے کو یہاں کیوں لایا ہے؟ عنبر نے
سوچا، اور اب اُس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہے؟ ابھی
وہ سوچ ہی رہا تھا کہ لاپونگ نے بڑے پجاری کی دی ہوئی
جادو کی کیل جیب سے نکال کر تمان کے بازو میں ٹھونک دی۔
ایک پل میں لڑکا انسان سے بکری بن گیا — اور مَیں مَیں کرنے
لگا —

عنبر نے ناگ کو تو انسان سے پرندہ اور درندہ بنتے
دیکھا تھا، مگر اس بچے کو بکری بنتے دیکھ کر اسے اپنی آنکھوں
پر یقین نہیں آ رہا تھا — وہ اب یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ
لاپونگ نے اس بچے کو بکری کیوں بنایا ہے؟

بکری ساتھ لے کر لاپونگ تہہ خانے سے باہر آگیا۔
اور سیدھا بڑے پجاری کی کوٹھڑی کی طرف چلا — عنبر برابر اس
کا پیچھا کر رہا تھا — بڑے پجاری کی کوٹھڑی میں شمع روشن تھی
اور لوبان سُلگ رہا تھا — لاپونگ نے بکری لے جا کر پجاری
کو پیش کر دی اور کہا:

" انسانی خون بکری کی شکل میں حاضر ہے میرے آقا —
اسے شوق سے پی جائیں "

پجاری نے جادو کی آنکھ سے بکری کے اندر چھپے ہوئے انسانی

بچے کو صاف دیکھ لیا تھا — اس کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا اور
آنکھوں میں وحشیانہ چمک اُمڈ آئی — اس نے لاپونگ کے کندھے
پر ہاتھ رکھ کر کہا :

"شاباش لاپونگ، تو نے شاگردی کا حق ادا کر دیا ہے۔
فکر نہ کرو۔ میں بہت جلد تمہیں اس مندر کا دوسرا بڑا
پجاری بنا دوں گا —"

لاپونگ نے جھک کر کہا :

"شکریہ عظیم پجاری — اب مجھے حکم دیں کہ میں اس بکری
کو ذبح کر کے اس کا خون آپ کی خدمت میں پیش کروں —"

"اجازت ہے، یہ لو مقدس چھری"

بڑے پجاری نے اپنے سیاہ لبادے کے اندر سے چمکتی
ہوئی تیز دھار والی چھری نکال کر لاپونگ کو دے دی — عنبر
ایک طرف چھپ کر کھڑا یہ سارا خونی تماشا دیکھ رہا تھا — وہ
معصوم بچے کی زندگی ہر حالت میں بچا لینا چاہتا تھا کہ ایک
غریب ماں باپ کا نورِنظر اس وحشی درندے انسان کی بھینٹ چڑھ
جائے —

عنبر سامنے آگیا اور بولا :

"میں یہ ظلم نہیں ہونے دوں گا —"

"تم کون ہو؟ پجاری نے گرج کر کہا —

اُس نے جب اپنے سامنے عنبر جوگی کو دیکھا تو ہکا بکا سا
ہو کر رہ گیا —

"تم — تم یہاں کس طرح آ گئے؟"

لاپونگ نے کہا :

"عظیم استاد، آج اس کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے —"

پجاری نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا :

"اس کو میرے جادو کا راز معلوم ہو گیا ہے۔ اسے بھی
ہلاک کر دو لاپونگ —"

عنبر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا :

"تم لوگ دوسری بار بھی اگر پیدا ہو کر دنیا میں آ جاؤ تو
مجھے ہلاک نہیں کر سکتے —"

پجاری نے دیوار کے ساتھ رکھا ہوا نیزہ اٹھا لیا —

"لاپونگ، پہلا وار میں کروں گا —"

لاپونگ نے خنجر لہراتے ہوئے کہا :

"نہیں عظیم استاد۔ اس عنبر کو میں قتل کروں گا۔ تم آج
اس کا خون پینا، تمان پھر سہی —"

اس کے ساتھ ہی لاپونگ نے عنبر کے سینے میں خنجر گھونپ
دیا — عنبر نے اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہ کی — لاپونگ نے دوسرا
وار کیا — عنبر ویسے ہی کھڑا رہا — لاپونگ نے تیسری بار خنجر

عنبر کی گردن پر مارا کہ اس کا گلا کاٹ کر رکھ دے۔ مگر اب بھی عنبر پر کوئی اثر نہ ہوا — اُسے ہلکی سی خراش تک نہ آئی اور لاپونگ کا خنجر ٹوٹ گیا تھا —

وہ پریشان ہو گیا — پجاری نے ایک نعرہ لگایا اور نیزہ لے کر عنبر پر حملہ کر دیا — نیزہ عنبر کے پیٹ پر لگا مگر اس کے پیٹ کے اندر جانے کی بجائے پجاری کے ہاتھوں میں ہی دوہرا ہو گیا — عنبر نے پُجاری کو ایک ہاتھ سے دوسری طرف ہلکا سا دھکا دے دیا —

پجاری دھڑام سے سامنے والی دیوار کے ساتھ جا لگا — لاپونگ نے اب دیوار کے ساتھ لٹکی ہوئی تلوار کھینچ کر عنبر پر حملہ کر دیا — یہ اس کی بے وقوفی تھی۔ اسے یہ حملہ نہیں کرنا چاہیے تھا — عظیم پجاری سمجھ گیا تھا کہ عنبر جوگی میں کوئی خاص بات ہے، اس لیے وہ خاموش ہو گیا تھا، لیکن لاپونگ نے عنبر پر تلوار کا بھرپور وار کر دیا — تلوار عنبر کے سر پر لگی، مگر عنبر کا سر اسی طرح رہا — البتّہ تلوار دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑی —

اس سے زیادہ عنبر لاپونگ کا لحاظ نہیں کر سکتا تھا۔ اُسے بھی غصہ آ گیا — اس نے لاپونگ کو دائیں ہاتھ سے گردن سے پکڑ کر اُوپر اٹھا لیا اور بائیں ہاتھ سے اُسے اتنے زور سے

جھٹکا دیا کہ لاپونگ کی گردن تو عنبر کے ہاتھ میں رہ گئی اور اس کا باقی جسم کٹ کر نیچے گر پڑا — عنبر نے اس کی گردن والا سر بھی نیچے پھینک دیا — بڑے پُجاری نے موقع کو پہچانتے ہوئے بڑی مکّاری سے کام لیا اور ہاتھ باندھ کر عنبر جوگی کے سامنے کھڑا ہو گیا —

"تم عظیم جادوگر ہو عنبر جوگی — میں تمہیں مان گیا — آج سے میں تمہارا خادم ہوں — تم میرے گرُو ہو — میں تمہارا چیلا ہوں —"

عنبر نے کہا :

"اس کی ضرورت نہیں — پہلے اس بچے کو پھر سے انسان بناؤ —"

"جو حکم میرے گرُو دیو —"

بڑے پجاری نے آگے بڑھ کر بکری کے بازو سے کیل کھینچ لیا — بکری پھر سے انسانی بچہ تمان کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔ عنبر نے بچے کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور اسے لے کر واپس چلا — بڑا پجاری اس کے پیچھے پیچھے تھا —

عنبر نے کہا :

"میں اسے اس کے ماں باپ کے گھر چھوڑنے جا رہا ہوں"

بڑے پُجاری نے ہاتھ باندھ کر کہا :

"مجھے امید ہے گرو دیو، کہ تم نے مجھے معاف کر دیا ہوگا۔
اور تم اس کے ماں باپ کو میرے بارے میں کچھ نہیں
بتاؤ گے۔"

عنبر نے کہا:

"اگر تم وعدہ کرتے ہو کہ آئندہ کسی انسان کو ہلاک نہیں
کرو گے تو میں تمہارے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں گرو دیو—" پجاری نے گڑگڑا کر
کہا—

"ٹھیک ہے، میں کسی سے بات نہیں کروں گا۔"

اور عنبر بچے کو لے کر اس کے ماں باپ کے گھر کی
طرف روانہ ہو گیا—

بڑے پجاری نے لاپونگ کی لاش کے ٹکڑے اٹھا کر
وہیں ایک گڑھے میں دفن کر دیے اور کونے والے صندوق
میں سے جادو کا آئینہ نکال کر اس پر منتر پھونکا اور کہا:

"اے عظیم الشان جادوگروں کے بادشاہ، مجھے بتا کہ یہ
عنبر جوگی کون ہے؟ کیا یہ وہی انسان تو نہیں جو مر نہیں
سکتا اور جس کی مجھے تلاش تھی؟"

آئینے میں ایک جادوگر کی خوفناک شکل ابھری۔ یہ جادو
گروں کا بادشاہ شاہ افراسیاب تھا۔ اس کی سرخ آنکھوں سے

سبز روشنی نکل رہی تھی— اس نے ترچھی آنکھوں سے پجاری کی
طرف دیکھ کر کہا:

"اے احمق، یہ تمہارا شکار ہے— اس انسان پر موت حرام
ہے— یہ نہیں مرے گا— تم جس جادوئی منتر کی تلاش میں ہو
وہ اسی عنبر کو آگ کے کنوئیں میں پھینکنے سے تمہیں حاصل ہوگا۔
اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم اسے مندر کے پُراسرار کنوئیں میں پھینکنے
میں کامیاب ہوتے ہو کہ نہیں—"

اتنا کہہ کر افراسیاب کی شکل آئینے سے غائب ہو گئی۔
پجاری کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا— اسے اس عنبر جوگی کی
تلاش تھی— اب وہ امر ہو جائے گا— اسے بھی موت نہیں
آئے گی— وہ رہتی دنیا تک جوان اور زندہ رہے گا۔ اس
نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا اور غور کرنے لگا کہ عنبر کو کس طرح
پھانس کر کنوئیں تک لے جائے؟

اگلے روز پجاری نے عنبر کو ناگ دیوتا کے قدموں میں
پڑے ہوئے قیمتی ہیرے موتی لا کر پیش کیے اور کہا:

"اے عظیم جوگی، میں یہ قیمتی ہیرے جواہرات تمہاری خدمت
میں نچھاور کرنے کے لیے لایا ہوں۔"

عنبر اپنی کوٹھری میں بیٹھا تھا— اس نے کہا:

"مجھے ان موتیوں کی کوئی خواہش نہیں۔— تم ان کو بیچ کر

بستی کے غریبوں میں کھانا تقسیم کر دو۔"

"ایسا ہی ہو گا گرو دیو۔" پجاری نے جُھک کر ادب سے کہا۔

پھر بڑی ہوشیاری اور مکاری کے ساتھ اپنی سازش پر عمل کرتے ہوئے بولا:

"عظیم گرو دیو، کیا آپ آج رات مجھ غریب کے گھر آ کر کھانا نوش نہیں فرمائیں گے؟"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"حضور، میری عزت میں اضافہ ہوگا۔ مجھے خوشی ہو گی اور میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھوں گا۔"

عنبر نے سوچا کہ اس میں کیا بُرائی ہے۔ اس شخص نے بُرائی سے توبہ کی ہے۔ اس کی دلجوئی کرنی چاہیے؛ چنانچہ عنبر نے ہاں کر دی۔ پجاری بڑا خوش ہوا اور جُھک کر سلام کر کے واپس چلا گیا۔

اپنے کمرے میں جا کر اس نے ہرن کا میٹھا اور بُھنا ہوا گوشت تیار کروایا۔ رات کو رنگ دار چاول اور کھیر پکوا کر دستر خوان سجا دیا۔ عنبر دستر خوان پر بیٹھ گیا۔

مکار پجاری نے اپنا کام کر دیا تھا۔ اس نے چاول کی ایک پلیٹ میں بے ہوش کرنے والی خاص دوا ملا دی تھی۔

عنبر کے آگے وہی چاولوں کی تھالی رکھتے ہوئے پجاری نے بڑی عاجزی سے کہا:

"حضور، صرف میری خاطر اس تھالی میں سے دو نوالے کھائیں۔ اس میں خاص طور پر میں نے زعفران ڈالا ہے۔"

چاولوں میں سے خوشبو اُٹھ رہی تھی۔ عنبر نے سوچا کہ اس شخص کا دل نہیں توڑنا چاہیے۔ اُس نے چاول کی تھالی میں سے دو چار نوالے کھائے۔ بے ہوش ہونے کے لیے تو اس تھالی کے دو نوالے ہی کافی تھے۔ عنبر کو تھوڑی دیر بعد اپنا سر چکر کھاتا محسوس ہوا۔ اُس نے پجاری سے کہا:

"مجھے پانی دو۔"

ابھی پجاری اٹھا بھی نہیں تھا کہ عنبر کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ پجاری نے جلدی سے عنبر کو کندھے پر اٹھا لیا اور مندر کے سب سے خطرناک تہ خانے میں لے کر آ گیا۔

اس تہ خانے میں پُرانے پجاریوں کی ہڈیاں مرتبانوں میں ڈال کر رکھی ہوئی تھیں اور یہاں وہ اندھا کنواں بھی تھا جس کے اندر سانپ بچھو بسیرا کرتے تھے۔ پجاری نے عنبر کے بے ہوش جسم کو کنوئیں کے اوپر رکھ کر اُس پر جادو کے منتر پڑھ کر پھونکنا شروع کر دیا۔

اس کے بعد اُس نے عنبر کے جسم کو کنوئیں کے اندر لڑھکا دیا۔ عنبر دھڑام سے کنوئیں کے اندر گر پڑا۔ نیچے پتھر مٹی اور سانپ بچھوؤں کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ سانپوں اور بچھوؤں نے عنبر کے جسم پر حملہ کر دیا۔ وہ بار بار عنبر کو ڈسنے لگے۔ مگر عنبر پر بھلا اس کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔

کنوئیں کے باہر کھڑا پجاری اب وہ خوف ناک منتر اونچی آواز میں پڑھ رہا تھا، جس کے بعد کنوئیں میں آگ لگ جاتی۔ عنبر نے حماقت کی تھی۔ اسے پجاری کی سازش کے جال سے خبردار رہنا چاہیے تھا۔

لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ آگ اُسے نقصان پہنچا سکتی تھی۔ اس کے جسم کو کچھ عرصے کے لیے جلا سکتی تھی۔ کیونکہ یہ جادو کی آگ تھی؛ چنانچہ جوں ہی پجاری نے عنبر کے بیہوش جسم کو کنوئیں میں گرایا اور منتر پڑھنے شروع کیے۔ وہاں سے ہزاروں میل دور قدیم مصر کے شاہی اہرام میں سوئی ہوئی ممی طلالہ کو اس کی خبر ہو گئی۔ طلالہ عنبر کی نیک دل ساتھی ممی تھی اور ہزاروں سال پہلے اُسی نے عنبر کو ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا تھا۔ اب وہ نہیں دیکھ سکتی تھی کہ اُس کے جادو کو کوئی اپنے منتروں سے بے اثر کر دے اور عنبر کے جسم کو نقصان

پہنچائے۔

اُس نے اپنے اہرام کے اندر تابوت میں لیٹے لیٹے ہی ایک منتر پڑھ کر ہوا میں پھونک ماری۔ اس پھونک کے اثر سے کنوئیں کی دیوار میں ایک سُرنگ بن گئی اور عنبر کا بیہوش جسم اپنے آپ اُٹھ کر سُرنگ کے اندر چلا گیا اور سُرنگ بند ہو گئی۔

دوسری طرف پجاری کے جادوئی منتروں سے کنوئیں میں آگ لگ گئی تھی۔ شعلے بلند ہو ہو کر اُٹھ رہے تھے۔ پجاری خوش ہو کر دیوانوں کی طرح قہقہے لگا رہا تھا۔ اب وہ اس انتظار میں تھا کہ اُس آگ کے اندر سے اُلو پھڑپھڑاتا ہوا نکلے جسے پکڑ کر وہ وہیں نوچ کر کھا جائے اور پھر ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جائے۔

آگ جل کر بجھ گئی، مگر اس کے اندر سے کوئی اُلو نہ نکلا۔ اُلو تو اس وقت کنوئیں سے نکلتا، اگر اس آگ میں عنبر کا جسم بھی جلتا۔ مگر عنبر تو کنوئیں کی سُرنگ میں محفوظ پڑا تھا۔ آگ بجھ گئی۔ پجاری نے جھانک کر کنوئیں کے اندر دیکھا۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ اُلو باہر نہیں نکلا تھا۔ پجاری بڑا ناامید ہوا۔ اُس نے دل میں کہا:

"عنبر بھی ہلاک ہو گیا اور اُلو بھی نہیں نکلا۔ ایسا کیسے ہو

گیا؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

وہ جھٹ اپنے کمرے میں آیا۔ اُس نے جادوئی آئینے سے پوچھا۔ آئینے میں افراسیاب کی شکل نمودار ہوئی۔ اُس نے کہا:

"یہ ایک راز ہے جو میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ عنبر زندہ ہے۔ عنبر زندہ ہے۔"

پجاری نے حیران ہو کر پوچھا:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے عظیم جادوگر دیوتا! کنوئیں میں سے تو آگ کے شعلے اُوپر کو نکل رہے تھے۔"

افراسیاب بولا:

"یہ ایک راز ہے۔ مصر کی قدیم ملکہ طلالہ کا راز ہے۔ جو میں بیان نہیں کر سکتا۔ تم ناکام ہو گئے ہو۔ ہا ہا۔ تم ناکام ہو گئے ہو۔"

اور اس کے ساتھ ہی آئینے میں سے افراسیاب جادوگر کا چہرہ غائب ہو گیا۔

اب پجاری گھبرا گیا کہ اگر سچ مچ عنبر جوگی زندہ ہے تو وہ تو اُسے نہیں چھوڑے گا اور اُس سے سازش کا بدلہ ضرور لے گا۔ کاش، اسے افراسیاب جادوگر بتا دیتا کہ عنبر جوگی کہاں پر چلا گیا تھا تو وہ اُس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔

رات گزر گئی۔ دوسرا روز بھی گزر گیا۔ تیسری رات عنبر کو ہوش آیا تو اُس نے اپنے آپ کو ایک تنگ اور اندھیرے غار میں پایا۔ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے دیکھا کہ سُرنگ کے آخر میں روشنی ہو رہی تھی۔ وہ آگے چل پڑا۔ اب اُسے سب کچھ یاد آ رہا تھا کہ کس طرح پجاری نے سازش کر کے اس کے کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملا کر اُسے کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ آگ کی اُسے خبر نہ تھی۔

غار کے اندر ایک سوراخ میں سے روشنی آ رہی تھی۔ عنبر سوراخ سے باہر نکل آیا۔ یہاں برف پوش پہاڑوں کے اوپر چاند چمک رہا تھا اور یہ چاند کی روشنی تھی جو غار کے سوراخ میں سے اندر آ رہی تھی۔ عنبر برفانی راستے پر سے ہو کر ایک چھوٹے سے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ ناگ مندر سامنے والی پہاڑی کے دامن میں موجود تھا اور اس کے سنہری گنبد چاندنی میں چمک رہے تھے۔

عنبر خوش ہوا کہ وہ ناگ مندر سے زیادہ دُور نہیں نکل گیا تھا۔ اس نے ناگ مندر کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا، مگر بڑے خطرناک برف پوش راستوں پر سے ہو کر گزرنا تھا۔ ایسی خطرناک پگ ڈنڈیاں تھیں کہ انسان ذرا پھسل جائے تو سیکڑوں فٹ نیچے گہرے کھڈ میں گر کر ہلاک

ہو جائے۔

عنبر راتوں رات ناگ مندر میں پہنچ گیا۔

اس مندر میں اُس کے دوست ناگ کا کٹا ہوا جسم تالاب میں پڑا تھا۔ وہ چھ ماہ تک اس مندر سے نہیں جا سکتا تھا۔ اپنی کوٹھڑی میں آکر عنبر نے اپنا ترشول نکالا اور سیدھا پجاری کی کوٹھڑی کے دروازے پر آکر رُک گیا۔ پجاری اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا اور عنبر پر قابو پانے کے لیے کسی دوسری ترکیب پر غور کر رہا تھا۔ وہ اپنا کوئی بہت بڑا جادو آزمانا چاہتا تھا۔

دروازے پر کسی نے آہستہ سے دستک دی۔ پجاری اسی جگہ رُک گیا۔

دستک پھر ہوئی۔ باہر کوئی تھا۔ پجاری نے سوچا، کون ہو سکتا ہے؟ آدھی رات کو تو اس پُراسرار طریقے سے اس کا شاگرد خاص لاپونگ ہی آیا کرتا تھا اور وہ مر چکا تھا۔ یہ کون ہے؟

پجاری نے دروازے کے پاس آکر آہستہ سے پوچھا:

"کون ہو تم؟"

عنبر نے آواز بدل کر کہا:

"میں لاپونگ کا بھائی ہوں۔"

مگر پجاری آخر جادوگر تھا، فوراً پہچان گیا کہ یہ تو عنبر جوگی ہے۔ اب وہ سوچ میں پڑ گیا کہ کیا کرے؟

عنبر نے کہا:

"مہاراج دروازہ کھولیں۔ میں لاپونگ کا بھائی ہوں۔"

پجاری نے کہا:

"میں جانتا ہوں، تم کون ہو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم واپس اپنی کوٹھڑی میں چلے جاؤ۔ نہیں تو میں اپنے جادو سے تمہیں بھسم کر دوں گا۔"

عنبر نے کہا:

"بہتر ہے، میں آ رہا ہوں۔ میرا خیال ہے یہ تمہاری زندگی کی آخری رات ہے۔"

اور عنبر نے دروازے کو دھکا دیا۔ اتنا مضبوط لوہے کا بھاری بھرکم کنڈا کڑاک سے ٹوٹ گیا۔ دروازہ کھل گیا۔ کمرے میں شمع روشن تھی۔ اس کی روشنی میں پجاری پریشان سہما سہما سا کھڑا تھا۔ عنبر نے دروازہ بند کر دیا اور اس کے آگے کھڑا ہو گیا۔

"تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا۔ تم ایک درندہ انسان ہو۔ تم اب تک سینکڑوں بے گناہ معصوم انسانوں کا خون پی چکے ہو۔ تم ایک آدم خور درندے ہو۔ تم نے میری جان لینے کی کوشش کی۔

میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

پجاری کو اپنی موت سامنے نظر آئی تو اس نے سب سے خطرناک جادوئی منتر پڑھ پڑھ کر پھونکنے شروع کیے۔ مگر عنبر پر بھلا کسی جادو کا کب اثر ہو سکتا تھا۔ اس نے کہا:

"میں سب جادوگروں کا باپ ہوں۔ تم مجھے نہیں جانتے ہو اور میں تم پر اپنا آپ ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتا کہ میں یہاں کس لیے آیا ہوں۔ اس لیے اب تم اگلے جہان جا رہے ہو۔ تمہیں بھی اس قسم کی معلومات کی ضرورت نہیں ہے۔"

پجاری نے جب اپنا ہر وار خالی جاتے دیکھا تو ہاتھ جوڑ کر بولا:

"مجھے معاف کر دو۔ میری جان بخشی کر دو۔"

عنبر نے کہا:

"تم ایک درندے ہو۔ میں نے تمہیں ایک موقع دیا تھا۔ لیکن تم نے الٹا میری جان لینے کی کوشش کی۔ تمہیں زندہ چھوڑ دیا گیا تو نہ جانے تم کتنے انسانوں کو ہلاک کرتے گے۔ اس لیے اب مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ میں تمہیں زیادہ تکلیف نہیں دوں گا۔ تمہیں اسی طرح ذبح کروں گا جس طرح کہ تم بے قصور انسانوں کو چھرے سے ذبح کیا کرتے تھے۔"

یہ کہہ کر عنبر نے ترشول کو نیزے کی طرح پجاری کے جسم میں

گھونپ دیا۔ پجاری کا جسم فرش پر چت ہو کر پڑ گیا۔ ترشول اس کے جسم میں میخ کی طرح گڑا ہوا تھا۔ عنبر نے پجاری کے صندوق سے چھرا نکال کر اس کی آنکھوں کے آگے لاتے ہوئے کہا:

"اسے پہچانتے ہو۔ کل تک اس سے تم دوسروں کا گلا کاٹتے رہے ہو۔ آج یہ تمہارا گلا کاٹے گا۔"

پجاری کے جسم سے پہلے ہی خون بہہ رہا تھا۔ اس نے کہا:

"مجھے نہ مارو۔ مجھے نہ مارو۔"

عنبر نے کہا:

"جو سانپ بلاوجہ انسانوں کو ڈسنا شروع کر دے۔ اس کا ہلاک کر دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔ اس طرح سے نہ جانے کتنے انسانوں نے ذبح ہونے سے پہلے تم سے رحم کی بھیک مانگی ہو گی، مگر تم نے کسی ایک انسان پر رحم نہیں کیا۔ اب تم پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔"

اور عنبر نے چھرے کی نوک پجاری کی موٹی گردن میں گھونپ کر اس کی بڑی شہ رگ باہر کھینچ لی اور پھر اسے کاٹ ڈالا۔ پجاری اپنے ہی خون میں لت پت ہو کر تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ عنبر نے اس کی لاش اسی جگہ پڑی رہنے دی اور کوٹھڑی کا دروازہ بند کر کے باہر نکل گیا۔ دوسرے روز سارے مندر میں

شور مچ گیا — کہ بڑے پجاری کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور لاپونگ بھی غائب ہے — سب لوگ یہی سمجھے کہ لاپونگ پجاری کو قتل کرکے غائب ہو گیا ہے۔

دو چار دن کے بعد بڑے پجاری کا مخالف ایک دوسرا پجاری اس کی گدی پر بیٹھ گیا اور ناگ مندر کا بڑا پجاری کہلانے لگا —

شاہ بلوط کا خزانہ

آئیے اب ذرا ماریا کی طرف چلتے ہیں —

ہم ماریا کو تابوت کے اندر سر کٹی شہزادی کی لاش کے ساتھ چھوڑ کر آئے تھے — اس تابوت پر راہب جادوگر بیٹھا تھا اور تابوت تاروں بھری رات میں سپین کے ملک کی طرف اڑا جا رہا تھا — تابوت زمین سے اتنا بلند تھا کہ نیچے سوائے بادلوں کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا —

افریقہ کے ملک سے نکل کر تابوت نے سمندر کے اُوپر اُڑنا شروع کر دیا — سارا دن اور ساری رات تابوت سمندر کے اُوپر اُڑتا رہا — راہب جادوگر تابوت کے اوپر بیٹھا جادو کے منتر پڑھ پڑھ کر پھونکتا رہا۔ تاکہ کسی کو یہ اڑتا ہوا تابوت نظر نہ آئے۔

تیسرے روز شام کے وقت تابوت سپین کے پُرانے شہر غرناطہ کے قدیم کھنڈروں کی طرف مڑ گیا — سورج غروب ہو رہا تھا — جادوگر راہب نے تابوت کے اُوپر بیٹھے بیٹھے دُور نیچے
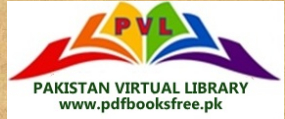
وہ دریا دیکھا جس کے کنارے کی پہاڑی کے اوپر وہ گرجا گھر تھا
جس کے نیچے تہہ خانے میں شاہ بلوط کا عظیم الشان خزانہ ایک
تابوت میں پڑا تھا — جادوگر راہب اسی تابوت کے پاس پہنچنا
چاہتا تھا —

اُس نے منتر پڑھ کر تابوت پر پھونکا — تابوت آہستہ آہستہ
نیچے اُترنے لگا — جادوگر راہب تابوت کو پہاڑی والے گرجا گھر
کے کھنڈروں میں لے آیا —

تابوت کھنڈروں میں پتھروں اور گرے پڑے بڑے بڑے
ستونوں کے درمیان آکر رُک گیا — جادوگر راہب تابوت پر
سے نیچے اُتر آیا — اس نے تابوت کے اُوپر پتھر اٹھا کر رکھنے
شروع کر دیے — جب سارے کا سارا تابوت پتھروں میں چھُپ
گیا تو وہ گرجے گھر کی طرف روانہ ہوگیا —

شام کے سائے گہرے ہو گئے تھے — نیچے دریا خاموشی
سے بہہ رہا تھا — پہاڑوں پر جنگل ہی جنگل تھے — گرجا گھر کے
آس پاس بھی اُونچے اُونچے گھنے درخت کھڑے تھے —

گرجا گھر کا کھنڈر نیچے پڑا تھا — یہ گرجا نہ جانے کب سے
اُجڑ چکا تھا — اسے آج سے کئی سو سال پہلے سپین کے بادشاہ
شاہ بلوط نے بنوایا تھا — یہ وہی بادشاہ تھا، جس کا تابوت
اسی گرجا گھر کے تہہ خانے میں دفن تھا اور جس کا عظیم الشان

خزانہ بھی اس کے ساتھ ہی دوسرے تابوت میں رکھا ہوا تھا اور
جس کی کسی کو آج تک خبر نہ ہو سکی تھی — اس لیے کہ تہہ خانے
کو جانے والے راستے کا کسی کو علم نہیں تھا — یہ راستہ گرجا
گھر کے اندر جس خفیہ سیڑھی سے جاتا تھا، اس سیڑھی کے
آگے پتھروں سے دیوار چُن دی گئی تھی —

جادوگر راہب کو سرکٹی شہزادی نے سب کچھ بتا دیا تھا۔
وہ مجبور تھی کہ اپنے باپ کے خزانے کو ظاہر کر دے، کیونکہ اس
خبیث جادوگر راہب نے جادو کے زور سے اس کا سر کاٹ کر
لاش کی رُوح کو اپنے قبضے میں کر رکھا تھا — جب تک شاہ
بلوط کا خزانہ جادوگر کو نہیں مل جاتا، وہ اس کی رُوح کو
آزاد نہیں کر سکتا تھا —

جادوگر راہب گرجا گھر کے ٹوٹے پھوٹے دروازے کے
سامنے آ کر رُک گیا — دروازہ کافی بلند تھا اور اوپر سے اس
کی محراب کی ایک دیوار ٹوٹ چکی تھی — ایک جانب سے خشک
بیل سانپوں کی طرح اوپر کو چڑھتی چلی گئی تھی — دروازے کے
اندر گرجے کا صحن تھا — جادوگر راہب اندر داخل ہوگیا —

صحن میں ایک گول فوارہ تھا، جس پر زنگ لگ چکا تھا۔
اس کا چبوترہ ٹوٹ پھوٹ گیا تھا — اور حوض میں لمبی لمبی گھاس
اُگی ہوئی تھی — فوارے کے اردگرد چار دیواری تھی، یہاں ایک

راستہ گرجے کے بڑے کمرے یعنی عبادت گاہ کو جاتا تھا — سرکٹی لاش کے بتانے کے مطابق گرجے کے تہہ خانے کو راستہ اسی عبادت گاہ میں جاتا تھا — وہاں فرش پر ایک جگہ سیڑھیاں نیچے اُترتی تھیں —

جادوگر راہب عبادت گاہ کے اندر آ گیا —

یہاں فرش جگہ جگہ سے اُکھڑا ہوا تھا — دیواروں اور چھت سے جالے لٹک رہے تھے — رات کا اندھیرا عبادت گاہ کو اور زیادہ پُراسرار اور فضا کو ڈراؤنا بنا رہا تھا — جادوگر راہب نے جُھک کر اُکھڑے ہوئے فرش کے پتھروں کو دیکھنا شروع کیا۔ سرکٹی لاش نے بتایا تھا کہ گرجا گھر کی عبادت گاہ کے کونے میں سیاہ رنگ کے پتھر کی ایک سِل ہے — اس کے نیچے سے راستہ تہہ خانے کو جاتا ہے —

اندھیرے کی وجہ سے جادوگر راہب کو سِل تلاش کرنے میں مشکل ہو رہی تھی — اُس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کونے میں دیکھنا شروع کیا — آخر وہ ایک پتھر کی سِل کے پاس آ کر رُک گیا — اُس نے اُسے اٹھایا تو نیچے ایک راستہ دکھائی دیا۔ تنگ راستہ نیچے اُتر گیا تھا۔ اندر سے ٹھنڈی اور نمدار ہوا کا جھونکا باہر کو نکل گیا — جادوگر راہب نے محسوس کیا، اس جھونکے میں لاش کو لگے ہوئے مسالے کی بُو تھی — اس نے منہ ہی منہ میں

جادو کا منتر پڑھ کر اپنے اردگرد پھونک ماری اور پھر نیچے سیڑھی پر قدم رکھ کر اُترنا شروع کر دیا — اندر ٹھنڈک تھی۔ اندھیرا تھا —

وہ اندھیرے میں سیڑھی اُترتا جا رہا تھا —

اچانک ایک چمگادڑ پھڑپھڑاتا ہوا اندھیری فضا میں جادوگر راہب کے سر کے اوپر سے غوطہ لگا کر باہر کو نکل گیا — جادوگر راہب اپنی جگہ پر ایک لمحے کے لیے خاموش بُت بن کر رُک گیا — اُس نے اپنے پیچھے کسی کے سانس لینے کی آواز سُنی تھی، جیسے اندھیری سیڑھیوں میں کوئی آہستہ آہستہ سانس لے رہا تھا —

جادوگر راہب نے ایک زبردست جادو کا منتر پڑھ کر پیچھے پھونک ماری — سانس کی آواز آنا بند ہو گئی۔ وہ سیڑھیاں اترتا نیچے آ گیا — یہ تہہ خانے کا فرش تھا — اب اس کی آنکھیں اندھیرے میں تھوڑا تھوڑا دیکھ رہی تھیں — اس کو تہہ خانے کے فرش پر درمیان میں دو تابوت دکھائی دیے —

شہزادی کی لاش نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ ان تابوتوں میں ایک میں بادشاہ شاہ بلوط کی لاش تھی اور دوسرے تابوت

میں اُس کا عظیم الشان خزانہ تھا۔ جادوگر راہب تابوت کھولنے کے لیے بے تاب ہوگیا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ اُسے یہ معلوم نہیں تھا کہ کس تابوت میں بادشاہ کی لاش ہے اور کس تابوت میں بادشاہ کا خزانہ ہے؟

وہ دونوں تابوتوں کے درمیان جاکر کھڑا ہوگیا۔

اُسے ایک بار پھر اندھیرے تہہ خانے میں سانس لینے کی وہی پُر اسرار آواز پھر سنائی دی۔ جادوگر راہب نے منہ ہی منہ میں جادو کے منتر تیز تیز پڑھنے شروع کر دیے۔ وہ بار بار پھونک مار رہا تھا۔ سانس لینے کی آواز بلند ہوتے ہوتے جیسے جادوگر راہب کے کانوں کے بالکل پاس آگئی تھی۔ اور شاں شاں کی طوفانی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں۔ مگر منتر پھونکتے سے یہ آوازیں ایک بار پھر بند ہوگئیں۔

جادوگر راہب نے اطمینان کا سانس لیا۔

وہ تابوت کھولنے کو تیار ہوگیا۔ اُس نے ایک تابوت کا ڈھکن کھولنا چاہا۔ ڈھکنا بڑی سختی سے بند تھا۔ اس کے اوپر مٹی اور گرد کی موٹی تہہ جمی ہوئی تھی۔

جادوگر راہب بڑی کوشش کے بعد تابوت کا ڈھکنا کھولنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے ڈھکنا اُوپر اٹھایا تو ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ

اگرچہ جادوگر تھا، مگر پھر بھی انسان تھا۔ اُس نے تابوت کے اندر ایک لاش دیکھی، جس کی ہڈیوں کے ساتھ کالے سانپ لپٹے ہوئے تھے۔ اور کھوپڑی کی دونوں آنکھوں میں دو سانپ بیٹھے اپنی لال لال آنکھوں سے جادوگر راہب کو گھور رہے تھے۔

اُس نے جلدی سے تابوت کو بند کر دیا۔

وہ گہرے گہرے سانس لینے لگا۔

جب اس کے دل سے خوف دُور ہوا تو وہ دوسرے تابوت کی طرف بڑھا۔ ابھی اُس نے تابوت کو چھوا ہی تھا کہ تہہ خانے میں ایک لمبی پھنکار کی آواز سنائی دی اور سامنے تہہ خانے کی سیڑھیوں پر سے ایک بہت بڑا اژدہا رینگتا ہوا اُس کے سامنے آکر اپنا منہ کھول کر لمبی زبان لہرانے لگا۔ یہ ان چار جنوں میں سے ایک جن تھا، جن کے بارے میں شہزادی جولیانہ نے کہا تھا کہ چار جن خزانے کی حفاظت کرتے ہیں۔

جادوگر راہب اس مصیبت کے ساتھ مقابلے کی تیاری کر کے آیا تھا۔ اُس نے ایسا جادو کر کے پھونکا کہ اژدہا کو آگ لگ گئی اور وہ چیختا چلاتا، پھنکارتا، تڑپتا واپس بھاگ گیا۔ اُس کے جاتے ہی دوسرا اژدہا نمودار ہوا۔ جادوگر نے اسے بھی بھگا دیا۔ اس کے بعد تیسرا جن اژدہا بن کر سامنے

آ گیا — اُسے بھی بھگا دیا گیا —

اب چوتھے جن کی باری تھی —

وہ ایک بھیانک چیخ والی چڑیل کے رُوپ میں آیا — چڑیل نے جادوگر راہب پر حملہ کر دیا — اُسے خبر نہیں تھی کہ اُس کا مقابلہ ایک جادوگر سے ہے — جادوگر راہب نے ایک ایسا منتر پڑھ کر پھونکا کہ چڑیل ایک دم سے ننھی سی چھپکلی بن گئی۔ جادوگر راہب نے چھپکلی پر پھونک ماری تو وہ آگ کا شعلہ بن کر جل گئی —

اس کے ساتھ ہی فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی اور زبردست کڑک کے ساتھ بجلی سی تہہ خانے کے اندھیرے میں چمک گئی۔ مگر جادوگر راہب اپنی جگہ پر کھڑا رہا — جب چیخنے چلانے اور بادلوں کے گرجنے کی آوازیں بند ہوگئیں تو اُس نے تابوت پر جھک کر اُس کا ڈھکنا کھول دیا —

تابوت قیمتی جواہرات ہیرے موتیوں اور سونے کے زیوروں اور شاہی نولکھے ہاروں سے بھرا ہوا تھا — جادوگر راہب کی آنکھیں کھُل گئیں — خوشی سے وہ پاگلوں کی طرح ناچنے لگا۔ اس نے تابوت کو بند کر کے اُسے سیڑھیوں کی طرف گھسیٹنا شروع کر دیا — وہ خزانے کے تابوت کو اب تہہ خانے سے باہر لے جانا چاہتا تھا —

تابوت بہت بھاری تھا — جادوگر راہب کے پاس ایسا کوئی جادو نہیں تھا جو اتنے بھاری تابوت کو تہہ خانے سے نکال کر باہر گرجا گھر کے صحن میں لے جاتا — وہ اُسے آہستہ آہستہ گھسیٹ کر سیڑھیوں کی طرف لا رہا تھا —

گرجا گھر کے اُوپر چاند بادلوں میں چھُپ گیا تھا —

چاروں طرف پہاڑی، پہاڑی کی وادی اور پہاڑی کے جنگل میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا — ہوا سرگوشیاں کرتی گزر رہی تھی۔ ایک جنگلی بلّی نے پتھروں میں سے سر باہر نکال کر اُس تابوت کو دیکھا جس میں سرکٹی شہزادی کی لاش پڑی تھی — خوف سے اس کے جسم کے بال کھڑے ہوگئے — وہ دوبارہ پتھروں میں جا کر چھُپ گئی —

عین اس وقت گرجا گھر کے پیچھے جو پُرانی دیوار تھی - اس طرف سے ایک سفید رنگ کا سانپ رینگتا ہوا پتھروں کی اس ڈھیری کے پاس آ کر رُک گیا — جس کے اندر شہزادی کی لاش والا تابوت چھُپا ہوا تھا —

اس سفید سانپ کو اپنے دیوتا عظیم ناگ کی بُو آ رہی تھی — یہ بُو اصل میں ناگ کی بہن ماریا کے جسم سے اُسے آ رہی تھی — سفید سانپ دراصل اس علاقے کے تمام سانپوں کا بادشاہ تھا — اور اپنے دیوتا ناگ کی بُو پا کر اِدھر آیا تھا —

ناگ کی بُو پتھروں کے اندر سے آ رہی تھی — سفید سانپ نے پتھروں کے پاس منہ لے جا کر پھنکار ماری — اُوپر کے سارے پتھر ایک دم سے مٹی بن کر اُڑ گئے —

یہ اس سفید سانپ کی پھونک کا اثر تھا کہ پتھر بھی اس کی گرمی سے راکھ بن کر اُڑ گئے — پتھروں کے نیچے سے تابوت نظر آنے لگا — سفید سانپ، سانپوں کا بادشاہ تھا اور اس کے اندر بہت سی طاقتیں تھیں — اُس نے گرجا گھر کی دیوار کی طرف منہ کر کے تین بار پھنکار ماری —

تھوڑی ہی دیر بعد تین سانپ اپنا پھن اٹھاتے اُس کے پاس آ کر ادب سے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ سفید سانپ نے کہا:

"اس تابوت کے اندر دیوتا ناگ ہے —"

ایک سانپ نے کہا:

"عظیم ناگ کی بُو آ رہی ہے —"

دوسرا سانپ بولا:

"عظیم دیوتا کبھی قید نہیں ہو سکتا —"

تیسرا سانپ بولا:

"اسے کسی نے قتل نہ کر دیا ہو —"

سفید سانپ کہنے لگا:

"ہم اس قتل کا بدلہ لیں گے — اس تابوت کو کھول دو۔"

تینوں سانپ تابوت کے ارد گرد جا کر کھڑے ہو گئے — انہوں نے تابوت کے ڈھکنے کی طرف منہ کر کے پھونکیں ماریں۔ تابوت کا ڈھکنا اپنے آپ کھل گیا — سفید سانپ نے آگے بڑھ کر تابوت کے اندر جھانکا — اس میں دو عورتوں کی لاشیں تھیں — ایک کا سر کٹا ہوا تھا — راہب کے جادو کی وجہ سے ماریا کی نظر نہ آنے والی طاقت ختم ہو چکی تھی۔ سفید سانپ نے پیچھے گردن گھما کر کہا: "عظیم ناگ نہیں ہے — مگر اس کی بُو بہت تیز آ رہی ہے —"

"عظیم بادشاہ ایک لاش کا سر کٹا ہے — دوسری بے ہوش ہے — بُو اس میں سے آ رہی ہے —"

"کہیں یہ عظیم ناگ دیوتا کی بیوی تو نہیں؟"

"اسے ہوش میں لاؤ —"

سفید سانپ کے حکم پر ایک سانپ بھاگ کر وہاں سے چلا گیا — وہ واپس آیا تو اس کے منہ میں کسی جھاڑی کی ایک شاخ تھی —

اس شاخ کو اس نے ماریا کے ناک کے پاس لے جا کر رکھ دیا — اس شاخ کے پتوں میں سے اس قدر تیز بُو آ رہی تھی کہ ماریا نے ایک دم سے آنکھیں کھول دیں۔ اُس نے

دیکھا کہ اس کے اُوپر ایک گہرا سیاہ بادلوں میں چھپا ہوا آسمان ہے، جس میں چاند آنکھ مچولی کر رہا ہے — پھر اُس نے تابوت کے باہر دیکھا — تین سانپ پھن اٹھائے ادب سے کھڑے تھے — ایک سفید سانپ خاموش نظروں سے ماریا کی طرف دیکھ رہا تھا —

ماریا نے کہا :

" میں کہاں ہوں ؟"

سفید سانپ نے انسانی آواز میں جواب دیا —

" تم سپین کے شہر غرناطہ کے پرانے گرجا گھر کے باہر ہو، مگر پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو —"

ماریا نے سفید سانپ کو انسانوں کی طرح بات کرتے دیکھا تو خوش ہو کر بولی :

" کیا تم ناگ کو جانتے ہو ؟"

سفید سانپ نے کہا :

" میں یہی سوال تم سے پوچھنے والا تھا — تمہارا عظیم ناگ دیوتا سے کیا رشتہ ہے ؟ کیونکہ ہمیں تمہارے جسم سے، تمہارے کپڑوں سے اپنے عظیم ناگ دیوتا کی بُو آ رہی ہے "

ماریا نے کہا :

" ناگ میرا بھائی ہے "

سفید سانپ اور باقی تینوں سانپوں نے بھی اپنی گردنیں ماریا کے سامنے جھکا دیں —

سفید سانپ نے ماریا سے پوچھا :

" ناگ دیوتا کہاں ہے بہن ؟"

" یہ تو مجھے خود بھی معلوم نہیں "

سفید سانپ بولا :

" وہ جہاں کہیں بھی ہے، خدا اُس کی حفاظت کرے مگر عظیم بہن، تم اس تابوت میں کیسے آ گئیں اور یہ سرکٹی لاش کس عورت کی ہے ؟"

ماریا نے سفید سانپ کو جادوگر راہب کی ساری کہانی بیان کر دی، جسے سُن کر سفید سانپ کا غصے کے مارے رنگ بدل گیا — پہلے اس کے جسم کا رنگ سرخ ہوا، پھر نیلا، پھر جامنی اور پھر واپس سفیدی پر آ گیا — اُس نے کہا:

"جادوگر راہب نے عظیم ناگ دیوتا کی عظیم بہن کے ساتھ ظلم کیا ہے، اُسے اس کی سزا دی جائے گی —"

ایک سانپ نے کہا :

" ہم اس کا قیمہ قیمہ کر کے کھا جائیں گے "

دوسرے نے کہا :

" میرا زہر جادوگر راہب کے جسم کو پانی بنا کر بہا دے گا "

تیسرا سانپ بولا:

"میں اس کے جسم میں آگ لگا دوں گا۔"

سفید سانپ نے کہا:

"خاموش رہو میرے دوستو، ہم اُسے ہرگز ہرگز زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

سفید سانپ نے ماریا کی طرف دیکھ کر کہا:

"عظیم بہن، اب تم اسی جگہ ہمارا انتظار کرو۔ ہم نیچے تہ خانے میں جارہے ہیں۔"

چاروں سانپ اندھیرے میں غائب ہو گئے۔ ماریا کو ان سانپوں نے بڑے آرام سے دیکھ لیا تھا۔ یہ سانپوں کے بادشاہ اور وزیر سانپ تھے۔ ماریا تابوت سے باہر نکل کر پتھروں پر بیٹھ کر گرجا گھر کے ٹوٹے ہوئے مینار کو تکنے لگی جو رات کے اندھیرے میں بڑا پُراسرار لگ رہا تھا۔

گرجا گھر کے خفیہ تہ خانے میں جادوگر راہب خزانے کے تابوت کو گھسیٹتا ہوا تہ خانے کی اندھیری سیڑھیوں تک لے آیا تھا۔ وہ بھاری خزانے کے تابوت کو اپنا پورا زور لگا کر سیڑھیوں کے اُوپر چڑھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک اُسے اندھیرے اور خاموشی میں سرسراہٹ کی سی آواز سُنائی دی۔ جادوگر راہب نے چونک کر سیڑھیوں کی دیوار کی طرف دیکھا کیونکہ

آواز اس دیوار کی طرف سے آئی تھی۔

اُسے دیوار پر سُرخ سُرخ انار کے دانوں ایسی آنکھیں چمکتی نظر آئیں۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ کس کی آنکھیں ہیں۔ اُس نے ایک منتر پڑھ کر دیوار کی طرف پھونکا۔ مگر آنکھیں اُسی طرح اُسے گھورتی رہیں۔ پھر اپنے آپ آنکھیں غائب ہوگئیں۔

تہ خانے کی فضا میں ایک بار پھر سناٹا چھاگیا۔

جادوگر راہب نے خزانے کو سیڑھیاں چڑھانے کی کوشش دوبارہ شروع کر دی۔ ابھی وہ پہلی سیڑھی تک خزانے کو بڑی مشکل سے لایا تھا کہ پیچھے فرش پر تہ خانے کے درمیان میں جہاں شاہ بلوط کے بادشاہ کا تابوت تھا، چرچراہٹ کی آواز آئی۔ جادوگر راہب وہیں رُک گیا۔ اُس نے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تابوت کو دیکھا۔ شاہ بلوط کے بادشاہ کے تابوت کا ڈھکنا خود بخود اُوپر اُٹھ رہا تھا۔

جب ڈھکنا تھوڑا سا اُوپر اُٹھ آیا تو اُس کے اندر سے بادشاہ کے ڈھانچے کی سفید کھوپڑی نے جھانک کر جادوگر راہب کو دیکھا۔ راہب کے جسم میں خوف کی ٹھنڈی لہر دوڑ گئی۔ اُس نے زور زور سے جادو کے منتر پڑھنے شروع کر دیے۔ لیکن اس کھوپڑی پر بھی جادو کے منتروں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ جادوگر

اب گھبرا گیا — مگر اُس نے ہمت نہیں ہاری تھی — وہ خزانے
کو ہر حالت میں وہاں سے نکال کرلے جانا چاہتا تھا —
اُس نے فرش پر سے ایک پتھر اُٹھا کر تابوت کے اندر سے
جھانکتی ہوئی سفید کھوپڑی پر مارا —

پتھر کھوپڑی کے اُوپر جاکر لگا — مگر جیسے کھوپڑی پر کوئی
اثر نہ ہوا — وہ اسی طرح تابوت کے اندر سے جھانک رہی تھی۔

اب کھوپڑی نے آہستہ آہستہ تابوت سے باہر نکلنا شروع کیا —
جادوگر راہب نے اُس کی طرف دھیان دینے کی بجائے خزانے
کے تابوت کو سیڑھیوں کے اُوپر کھینچنے کی کوشش کو تیز کر دیا۔
وہ خزانے کو چوتھی سیڑھی تک لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔
چوتھی سیڑھی کے اُوپر اُسے ایک بار پھر وہی لال لال انار کے
دانوں ایسی آنکھیں اندھیرے میں دہکتی دکھائی دیں —

جادوگر راہب نے جادو پھونکا — آنکھوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔
وہ اسی طرح اُسے گھورتی رہیں —

جادوگر راہب تابوت کو پانچویں سیڑھی تک لے آیا — اُس
نے بائیں طرف دیکھا — تابوت کی کھوپڑی اُس کی طرف فرش پر
رینگتی چلی آرہی تھی — جادوگر راہب نے ایک اور پتھر اُٹھا کر
کھوپڑی پر مارا —

پتھر کھوپڑی کو زور سے لگا، مگر کھوپڑی برابر آگے بڑھ رہی

تھی — پھر کھوپڑی پہلی سیڑھی کے پاس آکر رُک گئی —

جادوگر راہب نے اوپر دیکھا — ساتویں سیڑھی پر سرخ
انار کے دانوں ایسی آنکھیں اس کی طرف گھور گھور کر دیکھ رہی تھیں۔
جادوگر راہب کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اُسے کسی جال میں
پھانسا جا رہا ہے — اُس نے خزانے کے تابوت کو پانچویں سیڑھی
پر رکھ دیا اور اُسے جس قدر جادو کے منتر یاد تھے، اُس نے
پڑھ پڑھ کر چاروں طرف پھونکنے شروع کیے

لیکن ایسا ہو رہا تھا کہ جیسے اس کے جادو کا اثر ختم
ہو چکا تھا —

اصل میں بات یہ تھی کہ اس کے چاروں طرف ایسی مخلوق
تھی کہ جس کے پاس اُس سے زیادہ طلسم تھا — کھوپڑی کی
آنکھوں کے سوراخ میں سے بھی دو کالے سانپوں نے باہر نکل
کر کھوپڑی کے اوپر چڑھ کر پھن اٹھا لیا اور اپنی زبانیں سسکانے
لگے — پھر ایک طرف سیڑھیوں کے اُوپر روشنی سی ہو گئی — جادوگر
راہب نے اوپر دیکھا — روشنی کا ایک دائرہ سا تھا جس کے
اندر ایک سفید سانپ پھن اٹھائے کھڑا تھا —

جادوگر راہب کو پسینہ آرہا تھا —

سفید سانپ آہستہ آہستہ سیڑھیاں اُترنے لگا — جادوگر راہب
تابوت والا خزانہ چھوڑ کر پہلو والی دیوار کی طرف بھاگ کر کھڑا

ہوگیا۔ سفید سانپ نے یا دوسرے سانپوں نے لپک کر جادوگر
راہب کو پکڑنے کی کوئی کوشش نہ کی۔

کھوپڑی والے سانپ کھوپڑی کے سر پر خاموشی سے پھن
اٹھائے بیٹھے رہے۔ تینوں سانپوں کی انگار ایسی دہکتی آنکھیں
بھی اندھیرے میں اُسی طرح گھور رہی تھیں اور سفید سانپ
بھی بڑے وقار سے نیچے چلا آرہا تھا۔ پانچویں سیڑھی پر
خزانے کا تابوت آگیا تو سفید سانپ اس کے اوپر چڑھ گیا۔
پھر وہ خزانے کے تابوت کے اُوپر سے پھسل کر نچلی سیڑھی
پر آگیا۔

جادوگر راہب بھی دیوار کے ساتھ ساتھ سیڑھیوں کی طرف
کھسکنے لگا تھا۔ اب وہ تہ خانے سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔
سیڑھیوں کے اُوپر تہ خانے کا بھاری دروازہ کھُلا تھا۔ وہ اگر
کسی طرح سے چھلانگ لگا کر سیڑھیوں پر آجائے تو بڑی
آسانی سے سیڑھیاں پھلانگ کر باہر بھاگ سکتا ہے۔ جادوگر
راہب یہی سوچ رہا تھا۔

وہ کھسکتا کھسکتا پہلی سیڑھی کے قریب آگیا تھا۔ اس نے
سانپوں کی طرف دیکھا۔ سفید سانپ کھوپڑی والے سانپوں کے
پاس آکر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ کھوپڑی کے سانپوں نے
گردنیں جھکا کر اسے سلامی دی تھی۔ تینوں سانپ ایک دوسرے

کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ آپس میں کوئی
بات کر رہے ہیں۔ کوئی صلاح مشورہ کر رہے ہیں۔ باقی سانپوں
کی سُرخ آنکھیں بھی سیڑھیوں سے اب نیچے آچکی تھیں اور
اندھیرے میں سامنے والی دیوار کے پاس چمکنے لگی تھیں۔

جادوگر راہب نے یہ موقع غنیمت جانا۔ اس کی زندگی اور
موت میں بس ایک سامنے والی سیڑھی باقی رہ گئی تھی۔ اگر
وہ ہمت کر کے چھلانگ لگا کر کسی طرح سیڑھیاں چڑھ جائے تو
اس کی زندگی بچ سکتی تھی، کیونکہ اسے یقین ہوگیا تھا کہ
وہ چاروں طرف سے موت میں گھر چکا ہے اور یہ سانپ
اُسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

یہ سانپ موت کے سانپ تھے۔ جن پر کسی قسم
کے جادو کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

جادوگر راہب نے دیوار سے ذرا ہٹ کر بھاگنے کے لیے
ایک قدم آگے اٹھایا ہی تھا کہ تہ خانے کی اندھیری فضا میں
بجلی کی زبردست چمک اور کڑک پیدا ہوئی اور وہ ڈر کر دیوار
کے ساتھ لگ گیا۔

اس کی آنکھیں چکا چوند ہوگئیں۔ اس کے کان جیسے
پھٹ گئے۔ زبردست روشنی کے بعد ایک دم سے تہ خانے
میں گہرا اندھیرا چھا گیا۔ جادوگر راہب نے آنکھیں کھول کھول کر

سیڑھیوں کی طرف دیکھا —

سیڑھیاں اُسی طرح خالی تھیں — سفید سانپ اُسی طرح کنڈلی مارے روشنی کے ہالے میں پھن اٹھائے بیٹھا تھا — کھوپڑی کے اُوپر بھی دونوں سانپ خاموش بیٹھے اپنی زبانیں لہرا رہے تھے —

لال لال سُرخ آنکھیں اندھیرے میں دکھائی دے رہی تھیں — جادوگر راہب ڈر گیا — کہیں وہ آنکھیں اُس کے کپڑوں کے اندر تو نہیں آ گئیں ؟ کہیں وہ سانپ اس کے کپڑوں میں تو نہیں گھُس گئے ہیں ؟ اُس نے آہستہ آہستہ ڈرتے ڈرتے اپنے بادے کو ٹٹولا — سانپ کہیں نہیں تھے — اب اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ وہاں سے بھاگ جائے گا — یہ اُس کی زندگی کا آخری موقع تھا — اگر اب اُس نے ہمّت سے کام نہ لیا تو پھر اس کی ہڈیاں بھی ایک روز اسی تہہ خانے میں پڑی ہوں گی —

وہ کھِسکتا کھِسکتا پہلی سیڑھی کے بہت قریب آ گیا تھا۔ اُس نے اپنا دایاں پاؤں سیڑھی پر رکھ دیا — پھر اُس کے اندر جیسے کوئی آسمانی طاقت آ گئی، جیسے جادو کے زور سے وہ ایک زبردست طاقت والا جِن بن گیا تھا — اُس نے اپنے جسم کو ایک زوردار دھکا دیا اور اچھل کر سیڑھیوں کے اُوپر آ کر دروازے کی طرف بھاگا۔

رستے میں پانچویں سیڑھی پر خزانے کا تابوت پڑا تھا۔ اب اُسے اس خزانے سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی — وہ اپنی قیمتی زندگی کو سانپوں کی موت سے بچانا چاہتا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح تہہ خانے کے دروازے کی طرف لپکا جا رہا تھا — جب وہ آخری سیڑھی پر پہنچا تو یہ دیکھ کر اس کا رنگ زرد ہو گیا کہ تہہ خانے کا دروازہ بند ہو چکا تھا —۔

اُس نے دروازے کو دھکا دیا، مگر اُوپر سے سِل پورے وزن کے ساتھ نیچے گر چکی تھی — جادوگر راہب کو اپنے جسم میں سرسراہٹ محسوس ہوئی — اس نے ایک ہاتھ بادے کے اندر ڈالا تو اس کے ہاتھ میں ایک سانپ آ گیا — باقی لال آنکھوں والے سانپ اس کی گردن پر نکل کر اُسے گھُورنے لگے —

راہب جادوگر کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور وہ سیڑھیوں پر سے لڑھکتا ہوا خزانے کے تابوت کے اُوپر گرا اور بے ہوش ہو گیا —

سفید سانپ بڑے سکون سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔
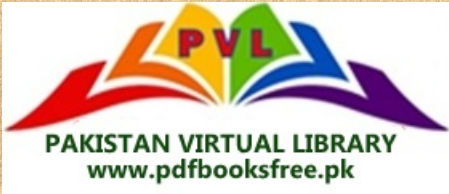
- جادوگر راہب کے ساتھ کیا گزری ؟
- ماریا وہاں سے کس طرف کو گئی ؟
- سر کٹی شہزادی کی لاش کا کیا ہوا ؟
- ناگ کی لاش کب تک تالاب میں پڑی رہی ؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو اس ناول کی اگلی یعنی
"**پتھر کا ھاتھ**" میں ملیں گے —
اپنے قریبی بک سٹال سے قسط [illegible] طلب فرمائیں —

۱۲
پتھر کا ہاتھ
اے حمید

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پراسرار سفر کی سنسنی خیز داستان

پتھر کا ہاتھ

اے۔حمید

ساڑھے سات روپے

ناشر: مبارک انور۔ قوس پبلی کیشنز۔ لاہور
طابع: تاج دین پرنٹرز لاہور

پیارے دوستو!

ماریا سرکٹی شہزادی کی لاش کے تابوت کو اس کے باپ کے قبرستان میں پہنچا کر واپس عنبر اور ناگ کی تلاش میں ہندوستان کی طرف روانہ ہوتی ہے کہ راستے میں اُسے نہر پر دو قاتل خنجر تیز کرتے ملتے ہیں — اُسے پتا چلتا ہے کہ وہ ایک عورت کو قتل کرنے جارہے ہیں — ماریا اس عورت کو بچاتی ہے۔ اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کی بیٹی قرطبہ کے پُرانے آسیبی محل کے کھنڈر میں گُم ہو چکی ہے — اس کے پاس طلسمی پنجہ تھا، جس پر مُور بادشاہوں کے گم شدہ خزانے کا نقشہ ہے — ماریا وہ طلسمی پنجہ لے کر اس عورت کی بیٹی کی تلاش میں جاتی ہے کہ شاہی قبرستان کی چڑیل اُسے قید کر لیتی ہے — اُدھر عنبر ناگ کی کٹی ہوئی لاش کو ہمالیہ کے پہاڑوں میں مقدس تالاب میں رکھ دیتا ہے —

مندر کا پجاری اور جوگی اس کے خلاف سازش کرتے ہیں اور ناگ کی لاش والی صندوقچی تالاب سے نکال کر تہ خانے میں دفن کر دیتے ہیں — پانی سے باہر رہ کر ناگ کی لاش کے ٹکڑے آپس میں نہیں جڑ سکتے تھے —

اس سے آگے کیا ہوتا ہے؟ یہ آپ خود پڑھیں —
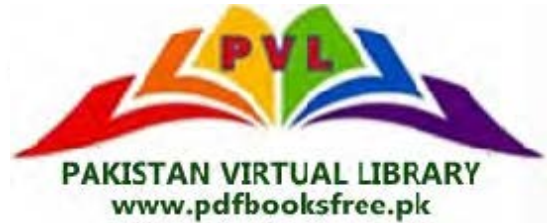
ترتیب

پتھر کا ہاتھ

جادوگر راہب مر چکا تھا —

اس کے مرتے ہی شاہ بلوط کی کھوپڑی تابوت کے اندر چلی گئی — تاریک تہہ خانے کے اندھیرے میں نظر آنے والی تینوں سرخ آنکھیں بھی غائب ہوگئیں اور تہہ خانے کے دروازے کے آگے ایک بھاری پتھر آن گرا، جس نے دروازے کے آگے ایک دوسرا دروازہ کھڑا کر دیا — سیڑھیوں پر پڑا ہوا شاہ بلوط کا خزانہ اپنے آپ کھسکتا ہوا تہہ خانے کے فرش پر شاہ بلوط کے تابوت کے پاس آکر رک گیا۔ سفید سانپ بڑے سکون کے ساتھ یہ سارا منظر دیکھتا رہا —

پھر وہ بڑے شاہانہ انداز میں سیڑھیوں پر سے رینگ کر جادوگر راہب کی لاش تک آیا — لاش زہر کی وجہ سے سیاہ پڑ چکی تھی اور پھول رہی تھی — سفید سانپ نے لاش کے گرد تین چکر لگائے — لاش کے ماتھے پر ایک بار پھر ڈسا اور تہہ خانے کے ایک خفیہ سوراخ میں سے گزر کر باہر نکل
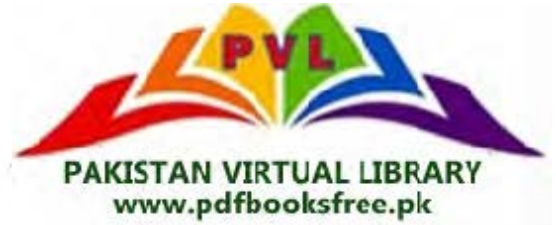
گیا —

ماریا شہزادی کی سرکٹی لاش والے تابوت کے اندر لیٹی تھی — چاند گرجا گھر کے مشرق میں، پہاڑی والے زیتون کے درختوں کے جھنڈ میں اُوپر کو اُٹھ آیا تھا اور اس کی پاکیزہ زرد چاندنی میں گرجا گھر کے ویران پتھر اور اجاڑ راستے بڑے پُراسرار نظر آ رہے تھے —

سفید سانپ گرجا گھر کے منڈیر سے نکل کر شہزادی کے تابوت کے پاس آ کر رُک گیا — اُس نے تابوت کے تین چکر لگائے اور تابوت کا ڈھکنا اپنے آپ کھل گیا —

اب شہزادی جولیانہ کی لاش کے ساتھ لیٹی تھی — شہزادی کا کٹا ہوا سر اس کی گردن کے ساتھ جڑ گیا تھا — پھر ماریا نے آنکھیں کھول دیں اور تابوت سے باہر آ کر سفید سانپ سے [illegible] ماریا نے پوچھا۔ سفید سانپ نے اُسے عنبر کی دوست کی [illegible] عنبر، ثاقب اور ناگ کے بارے میں بتایا کہ بھوتوں کی دنیا میں اس خبر پر بڑا افسوس کیا گیا ہے کہ ناگ کے جسم کے دو ٹکڑے ہو چکے ہیں اور عنبر اسے لے کر کوہ ہمالیہ سے ناگ، سمندر کی طرف گیا ہے۔ تاکہ اسے [illegible] تالاب میں ڈال کر پھر سے زندہ کیا جا سکے — ماریا کے سر کے سنہری بال کٹے ہوئے تھے۔ اُسے سفید سانپ نے بتایا اس وقت کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے سفید

سانپ کا شکریہ ادا کیا اور کہا :

"کیا میرے سنہرے بال پھر سے اُگیں گے کہ نہیں ؟"

سفید سانپ بولا :

"تمہارے سر کے بال پھر سے اُگ آئیں گے۔"

پھر ماریا نے کہا کہ کیا وہ اُسے کوہ ہمالیہ کے پہاڑوں میں عنبر کے پاس پہنچا سکتا ہے۔

سفید سانپ کہنے لگا :

"یہ کام میں نہیں کر سکتا — کوہ ہمالیہ یہاں سے ہزاروں میل دُور سمندر پار ہے — میں نے تمہیں ناگ کا پتا بتا دیا ہے — اس سے زیادہ میں اگر چاہوں بھی تو تمہاری مدد نہیں کر سکتا —"

پھر سفید سانپ نے ماریا کو سلام کیا اور غائب ہو گیا — سپین کے شہر غرناطہ کی بلند پہاڑی والے اس اجاڑ گرجا گھر کے صحن میں ماریا اکیلی رہ گئی — اس کے اردگرد چاندنی میں نہائی ہوئی تھی، مگر سناٹا اس قدر گہرا تھا کہ ماریا کو اپنے سانس لینے کی بھی آواز آ رہی تھی — اب اس نے عجیب بات دیکھی — کیا دیکھتی ہے کہ شہزادی جولیانہ کی لاش جس تابوت میں تھی وہ اپنے آپ زمین سے بلند ہو کر گرجا گھر کی طرف بڑھا اور پھر اس کے دروازے میں سے گزر کر غائب ہو گیا۔ شہزادی جولیانہ کی

لاش واپس تہہ خانے میں اپنے باپ کی لاش کے تابوت کے پاس چلی گئی تھی —

ماریا کچھ دیر گرجے کے صحن میں زیتون اور کھجور کے درختوں کے پاس کھڑی سوچتی رہی کہ وہ کس طرح کوہ ہمالیہ کی طرف واپسی کا سفر اختیار کرے — اس نے محسوس کیا کہ سر کے بال اُتر جانے سے اُس کے اندر کچھ کمزوری سی آگئی تھی اور وہ پہلے جو تھوڑا بہت اُڑ لیتی تھی، اب وہ ایسا بھی نہیں کر سکتی تھی — وہ پہاڑی سے نیچے اترنے لگی — اترائی کافی لمبی تھی — ماریا کے پاس دوسری تمام طاقتیں موجود تھیں — وہ بھوک اور پیاس سے بے نیاز تھی اور اُسے تھکان بھی نہیں ہوتی تھی — چلنے میں وہ بہت تیز ہو گئی تھی اور ایسے چلتی تھی جیسے ہرن چوکڑیاں بھر رہا ہو —

ماریا بڑی تیزی کے ساتھ پہاڑی سے اُتر کر نیچے میدان میں آگئی — ایک طرف چاندنی رات میں دریا بہہ رہا تھا — دریا کے پار دوسری جانب دُور ماریا کو غرناطہ کی بستی کے مکان نیند میں اُونگھتے دکھائی دیتے تھے — وہ غرناطہ کی بستی کی طرف چل پڑی — اس خیال سے کہ وہاں سے کسی قافلے کے ساتھ شامل ہو کر کسی بندرگاہ تک پہنچ جائے اور پھر وہاں سے کسی سمندری جہاز میں بیٹھ کر ملک ہندوستان کا رُخ کرے کہ کوہ ہمالیہ کے دامن میں عنبر سے

جاکر مل سکے —

غرناطہ کی بستی پہاڑیوں کے درمیان ایک میدان میں تھی جو بالکل ایک پیالے کی طرح تھا۔ ایک طرف پہاڑی پر الحمرا کے محلات تھے، جن کی پُرانی فصیل کے اوپر سے کھجور زیتون اور سنگتروں کے درخت چاندنی رات میں نیچے کی طرف جھانک رہے تھے — یہ وہ باغات اور محل تھے جو مسلمان بادشاہوں نے بنوائے تھے اور جہاں مسلمان مُور شہنشاہوں نے سات سو سال تک حکومت کی تھی — ماریا کو الحمرا کے باغ اور محل دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ مگر اس وقت وہ بستی میں جا کر سب سے پہلے یہ پتا کرنا چاہتی تھی کہ کاروان سرائے کہاں پر ہے اور کسی قریبی بندرگاہ کو قافلہ کب روانہ ہونے والا ہے —

وہ دریا کے ساتھ ساتھ جا رہی تھی کہ اُس نے ایک گھوڑا گاڑی کو دیکھا کہ جو ایک پہاڑی راستے سے اُتر کر دریا کے کنارے آکر رُک گئی — اس سے تھوڑے فاصلے پر دریا پر بنا ہوا پُرانا مسلمان بادشاہوں کا بنایا ہوا اینٹوں کا پُل تھا۔ ماریا کو اس پُل پر سے گزر کر دریا پار کرنا تھا اور دوسرے کنارے غرناطہ کی بستی میں جانا تھا —

گھوڑا گاڑی کو دو گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ گاڑی دریا کنارے رُکی تو اس کے اندر سے دو آدمی باہر نکلے اور دریا

کنارے بیٹھ کر جُھک گئے — ماریا نے قریب جا کر دیکھا کہ دونوں آدمی طاقت ور تھے — اُن کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور سرخ آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی — دونوں دریا کے پاس بیٹھے پتھر پر رگڑ رگڑ کر اپنے چھُرے تیز کر رہے تھے — وہ چمڑے کے پُرانی طرز کے لباس میں تھے اور ان کے سروں پر سرخ اور نیلے رنگ کے رومال بندھے تھے —

ماریا نے سوچا کہ ان کی بند گاڑی میں بیٹھ کر دریا پار کرنا چاہیے — یہ سوچ کر وہ بند گاڑی کے اندر جا کر بیٹھ گئی — کوچوان کوئی بوڑھا آدمی تھا جو اُوپر والی سیٹ پر بیٹھا اونگھ رہا تھا — چھُرے تیز کرنے کے بعد دونوں ہسپانوی بھی اندر آ کر بیٹھ گئے — وہ نہ تو ماریا کو دیکھ سکتے اور نہ ہی اسے چھُو کر محسوس کر سکتے تھے — ماریا کونے والی سیٹ میں بیٹھی تھی — اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ یہ دونوں ہسپانوی کسی بے گناہ عورت کو قتل کرنے جا رہے ہیں — یہ راز تو اس وقت کھلا، جب انھوں نے آپس میں باتیں شروع کیں — گھوڑا گاڑی دریا کے پُل پر سے گزر کر دوسرے کنارے پر پہنچی تو دونوں ہسپانوی قاتلوں نے اپنے اپنے چھُروں کو ایک بار نکال کر اُن کی تیز دھار دیکھی اور پھر اپنے چمڑے کے لبادوں کے اندر چھپا لیا — ایک بولا :

"اگر ہمیں پتھر کا ہاتھ مل گیا تو سمجھ لو کہ الحمرا کا خزانہ ہمارے ہاتھ لگ گیا — مسلمان بادشاہوں کی سات پشتوں کی دولت ہمارے قدموں میں ہو گی —"

"پھر ہم دنیا کے سب سے امیر آدمی ہوں گے —"

"ہم غرناطہ میں اپنا ایک شاندار محل بنوائیں گے —"

دونوں قہقہہ لگا کر ہنس پڑے — پھر ایک بولا :

"یہ پتھر کا ہاتھ اس عورت نے چھُپا کر رکھا ہوا ہے۔ سُنا ہے اس کی چھوٹی بیٹی کو یہ ہاتھ الحمرا کے ایک محل سے ملا تھا اور جس کے پاس یہ ہاتھ ہو گا، وہ اپنے آپ خزانے تک پہنچ جائے گا —"

"پھر وہ عورت خزانہ کیوں نہیں لاتی ؟"

"کہتے ہیں، وہ ہر مہینے محل میں جاتی ہے اور پتھر کا ہاتھ اُسے ساتھ لے کر خزانے تک جاتا ہے۔ عورت تھوڑے سے جواہرات لے کر آ جاتی ہے اور انھیں بیچ کر گزارا کرتی ہے۔"

"وہ ایک دم سے ساری دولت کیوں نہیں اٹھا لاتی ؟"

"سُنا ہے، عورت کا سوائے اس کی بیٹی کے دنیا میں اور کوئی نہیں اور اس کی بیٹی پتھر کا ہاتھ مل جانے کے بعد ایسی غائب ہوئی ہے کہ آج تک اس کا سراغ نہیں مل سکا —"

"جہنم میں جائے اس کی بیٹی — ہمیں تو خزانہ چاہیے۔ چلو،

ہلاک کر کے اس عورت کا کام تمام کرتے ہیں اور پتھر کا طلسمی ہاتھ اس سے چھین کر خزانہ سمیٹتے ہیں۔"

دونوں ایک بار پھر قہقہے لگا کر ہنس پڑے — ماریا ان کی باتیں سُن کر حیران رہ گئی کہ یہ کم بخت ایک عورت کو ہلاک کر کے کسی خزانے پر قبضہ کرنے جا رہے ہیں — اسے اس لڑکی سے بھی بڑی ہمدردی ہو گئی، جو پتھر کا ہاتھ مل جانے کے بعد الحمرا کے پرانے محل میں گم ہو گئی تھی — اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ سب سے پہلے اس عورت کو ان قاتلوں سے بچائے گی، جس کو یہ لوگ قتل کرنے جا رہے ہیں —

گھوڑا گاڑی دریا کے دوسری طرف جا کر ایک پکی سڑک پر غرناطہ کی طرف اُڑی جا رہی تھی — رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی اور چاند اب آسمان کے درمیان آ کر چمک رہا تھا — ماریا نے کھڑکی میں سے سر باہر نکال کر دیکھا — غرناطہ کی بستی کے مکان سامنے دکھائی دے رہے تھے — اس نے سوچا کہ اسے بھی وہیں چل کر اُترنا چاہیے، جہاں یہ گاڑی جا کر رُکتی ہے۔ گھوڑا گاڑی بستی سے باہر ایک جگہ رُک گئی۔

دونوں ہسپانوی اندر سے باہر نکل آئے — انہوں نے چند سکے گھوڑا گاڑی والے کو دیے اور بستی کی طرف چل دیے — ماریا ان کے پیچھے پیچھے تھی — بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ہی تھوڑے سے فاصلے

پر چل رہی تھی — غرناطہ کے لوگ اپنے اپنے مکانوں میں سو رہے تھے — مکانوں کے دروازے بند تھے — دیواروں پر چڑھی ہوئی بیلیں اور گیلریوں میں ٹنگے گملوں کے سرخ و سفید پھول بھی سو رہے تھے — غرناطہ کی گلیاں پتھر کی بنی ہوئی تھیں اور اونچی نیچی تھیں —

گلیوں میں سے گزرتے گزرتے آخر وہ ہسپانوی ایک پرانے سے حویلی نما مکان کے آگے جا کر رُک گئے — ماریا بھی رُک گئی — گلی سنسان تھی — جہاں گلی بائیں طرف مُڑتی تھی، وہاں کونے پر ایک تیل کا لیمپ جل رہا تھا جس کی روشنی صرف وہیں تک تھی — ایک کتا بھاگتا ہوا اُن کی طرف آیا اور بھونکنے لگا — پھر شاید اُسے ماریا کی موجودگی کا احساس ہوا اور اُس پر کپکپی چھا گئی — وہ لرزنے لگا اور ڈر کر دُم سمیٹ کر ایسا بھاگا کہ پیچھے بھی نہ مُڑ کر دیکھا۔

ہسپانوی قاتلوں میں سے ایک تو دروازے کے ساتھ لگ کر اندھیرے میں چھپ گیا اور دوسرے نے مکان کی دیوار پر کمند پھینکی اور اوپر چڑھنے لگا — چھت پر جا کر دوسرا اندھیرے سے نکلا اور وہ بھی چھت پر چڑھ گیا۔ انہوں نے شاید واپس جانے کے خیال سے کمند کی رسّی وہیں لٹکتی رہنے دی — اس رسّی کی مدد سے ماریا دیوار پر چڑھ گئی — چھت پر ایک چوکور چھوٹا سا بُرج تھا۔ اس

قسم کے بُرج غرناطہ کے اکثر مکانوں کی چھتوں پر بنے ہوتے تھے — جن کے اندر سے سیڑھیاں نیچے مکان میں جاتی تھیں —

بُرج کا دروازہ بند تھا — قاتل ہسپانوی دروازہ اس طرح توڑنا چاہتے تھے کہ شور سُن کر محلے کے لوگ نہ جاگ جائیں — انھوں نے کندھے دروازے کے پٹ سے جوڑ کر آہستہ آہستہ اُسے اندر کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا —

دروازہ اندر سے زنجیر کے ساتھ بند کیا گیا تھا، زور لگانے سے زنجیر اُکھڑ گئی اور دروازہ کھل گیا — وہ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے سیڑھیاں اُتر گئے — ماریا ان کے ساتھ ساتھ تھی — صحن میں ایک گول چھوٹا سا حوض بنا تھا، جس میں فوارہ لگا تھا — فوارے میں سے پانی نہیں گر رہا تھا — صحن کے اردگرد تین چار کوٹھڑیاں تھیں — کوٹھڑیوں کے آگے برآمدہ تھا، جس کی چھت اونچی تھی اور لمبے سفید ستون تھے —

ہسپانوی ایک کوٹھڑی کی طرف بڑھے — ماریا ان سے پہلے اُس کوٹھڑی کے اندر جا چکی تھی — وہ اندر جا کر کیا دیکھتی ہے کہ ایک بڑے بارُعب چہرے والی سرخ و سفید مدبر عورت کونے میں دکھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مورتی کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھی ہے اس کی آنکھیں بند ہیں اور ہونٹوں میں سے یہ لفظ نکل رہے ہیں:

"پاک یسوع مسیح! میری بیٹی ینچیکا کو مجھ سے ملا دے۔ میں اس

کے بغیر روتے روتے مر جاؤں گی"

اور پھر وہ آہستہ آہستہ سسکیاں بھرنے لگی — ماریا کو اس کی حالت پر بڑا ترس آیا — یہی وہ ہسپانوی خاتون تھی، جس کی بیٹی ینچیکا جعفر کے ہاتھ لگ جانے کے بعد غائب ہو گئی تھی۔ وہ بڑے سکون اور وقار کے ساتھ عبادت کر رہی تھی — رو رو کر اپنی کھوئی ہوئی بچی کے حق میں دُعا مانگ رہی تھی اور وہ قاتل اس کا خون کرنے اُس کی کوٹھڑی کے باہر کھڑے بند دروازے کو زور لگا کر اندر کی طرف دھکیل رہے تھے — دروازہ اندر سے لوہے کے بھاری راڈ سے بند کیا گیا تھا —

ماریا کو ایک ترکیب سُوجھی — اس نے جُھک کر عورت کے کان میں آہستہ سے کہا:

"تمہاری بچی ضرور مل جائے گی، گھبراؤ نہیں — میں آسمانی رُوح ہوں — اس وقت تم دوسری کوٹھڑی میں چلی جاؤ۔"

اگر وہ عورت عبادت نہ کر رہی ہوتی تو شاید ماریا کی آواز سُن کر غش کھا کر گر پڑتی — لیکن چونکہ وہ عبادت کر رہی تھی، اس لیے اُسے ماریا کی آواز پر زیادہ گھبراہٹ نہیں ہوئی — یہی سمجھی کہ اس کی دُعا قبول ہو گئی ہے اور آسمان کی نیک رُوح اس سے باتیں کرنے لگی ہے — پھر بھی اس کے ماتھے پر وحشت سے ایک بار پسینہ ضرور آ گیا تھا — وہ جلدی سے اُٹھ کر پچھلی کوٹھڑی

یں چلی گئی — اور دروازہ بند کر دیا۔

اس کے جاتے ہی ماریا نے کیا کیا کہ اس عورت کے پلنگ پر تکیے لگا کر اوپر اس طریقے سے کمبل ڈال دیا کہ معلوم ہوتا تھا، کوئی گہری نیند سو رہا ہے۔

اس دوران میں ہسپانوی قاتلوں نے دروازہ کھول دیا تھا۔ ماریا کوٹھڑی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مُورتی کے پاس کھڑی تھی اور قاتلوں کو دیکھ رہی تھی — انھوں نے اندر آتے ہی پلنگ کی طرف دیکھا اور دونوں نے خنجر نکال لیے — پھر وہ دبے پاؤں چل کر پلنگ کے قریب آ گئے — ایک نے خنجر تان کر کمبل اوپر اٹھا دیا —

نیچے صرف سرہانہ پڑا تھا — وہ چونک کر بولا:

"عورت کہاں بھاگ گئی؟"

"معلوم ہوتا ہے، ہماری سازش کا اُسے پتا چل گیا ہے۔"

"نہیں، اس کوٹھڑی میں جا کر دیکھو۔"

کوٹھڑی کے اندر بیٹھی عورت نے جب باہر دو آدمیوں کی آوازیں سُنیں تو دروازہ کھول کر پوچھنے لگی —

"کون ہو تم؟"

ماریا نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مار لیا — اس عورت نے اس کی ساری سکیم خراب کر دی تھی — وہ ان قاتلوں کو ایک خاص

طریقے سے قابو کرنا چاہتی تھی، لیکن اب سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ عورت کو ان خونیوں کے پنجوں سے بچایا جائے۔ — جوں ہی ان لوگوں نے عورت کو کوٹھڑی کے دروازے پر دیکھا، ان کی خوشی سے باچھیں کھل گئیں — لپک کر ایک ہسپانوی نے اس کی گردن پر چھُرا رکھ دیا اور بولا:

"پتھر کا ہاتھ ہمارے حوالے کر دو — اور یہ بتاؤ کہ الحمرا کے مسلمان بادشاہوں کا خزانہ کہاں دفن ہے؟"

عورت بے چاری تو خوف سے بوکھلا کر رہ گئی کہ ابھی تو آسمان کی نیک روح اس سے باتیں کر رہی تھی اور اب دو ڈاکو اس کے سامنے کھڑے اُسے جان سے مار دینے کی دھمکیاں دے رہے ہیں — پھر بھی اس نے ہمت سے جواب دیا:

"پتھر کا ہاتھ تم بے شک مجھ سے لے لو، مگر الحمرا کے خزانے کا مجھے علم نہیں ہے — میں تو خود اپنی گم شدہ بچی کے غم میں پریشان بیٹھی ہوں — مجھے کسی خزانے سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"تم بکتی ہو۔"

ایک ہسپانوی نے عورت کو زور سے لات مارتے ہوئے کہا۔ بے چاری چیخ مار کر گر پڑی — ماریا سے یہ ظلم دیکھ کر صبر نہ ہو سکا — عورت نے پکار کر کہا:

"اے آسمانی رُوح، میری مدد کر — میں بے گناہ ہوں ۔"
ہسپانوی نے عورت کو زمین پر گرا لیا اور اس کی شہ رگ پر خنجر رکھ کر غرّایا :

" بتا خزانہ کہاں دفن ہے ؟ نہیں تو ابھی تجھے ذبح کیے دیتا ہوں ۔"

دوسرا ہسپانوی بھی خنجر تان کر عورت کے سرہانے کھڑا ہوگیا۔ عورت پر موت کا خوف چھا گیا، کیونکہ وہ تو خود الحمرا کے خزانے کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی — اُسے یقین تھا کہ اب یہ لوگ اُسے ضرور مار ڈالیں گے — اس نے ایک بار پھر "آسمانی رُوح" کو آواز دی — اس پر جو ہسپانوی خنجر تانے کھڑا تھا، قہقہہ لگا کر بولا :

" یہاں کوئی آسمانی روح تمہاری مدد کو نہیں آئے گی — سیدھی طرح سے بتا خزانہ کس جگہ دفن ہے — نہیں تو......"

یہ لفظ اس کی زبان پر ہی رہ گیا، کیونکہ ماریا نے اس کے قریب جا کر دونوں ہاتھوں سے اس کی شہ رگ دبا دی — ہسپانوی کی آنکھیں باہر نکل آئیں — وہ اپنے گلے پر سے ماریا کے وہ ہاتھ کھینچنے لگا جو اُسے دکھائی بھی نہیں دے رہے تھے اور اس کے اپنے ہاتھوں کو محسوس بھی نہیں ہو رہے تھے — دیکھنے پر ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اپنا گلا آپ دبا کر چیخ رہا ہے۔

دوسرے ہسپانوی نے جلدی سے اُسے سنبھالا اور اس کا ہاتھ نیچے کھینچ کر کہا :

" یہ کیا بکواس کر رہے ہو — کیا تم خودکشی کرنا چاہتے ہو؟"
اس کے ساتھی نے خرخر کی آواز میں کہا :

"کوئی — مری گردن — گردن — دبا رہا ہے ۔"

اور آواز خرخرا کر اس کے گلے میں ہی رہ گئی اور وہ چکرا کر زمین پر گر پڑا — اس کے منہ سے جھاگ بہنے لگی اور آنکھیں اُبل کر باہر آگئیں — اُس کا جسم ایک بار اُوپر کو اُچھل کر زور سے تڑپا اور پھر ٹھنڈا ہوگیا — عورت نے پُکار کر کہا :

"آسمانی روح، تمہارا شکریہ ۔"

دوسرا ہسپانوی پہلے تو گھبرایا کہ کہیں سچ مچ وہاں کوئی آسمانی روح تو نہیں آگئی — کہ جس نے اس کے ساتھی کا گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا ہے، لیکن پھر اس نے سر جھٹک دیا اور سوچا کہ اس کے ساتھی پر ضرور کسی بیماری نے حملہ کر دیا تھا۔ آسمانی روحیں بھی بھلا کبھی زمین پر انسانوں کی مدد کو آتی ہیں — اپنے دوست کی موت نے اُسے اور زیادہ خونخوار بنا دیا۔ وہ چھرا لے کر عورت کی طرف تیزی سے بڑھا کہ اسے ایک ہی وار میں ختم کر کے رکھ دے، اچانک جیسے راستے میں اُس کی ٹانگ

کسی سخت چیز سے ٹکرائی اور وہ منہ کے بل فرش پر جا گرا — وہ
وہ اُٹھ رہا تھا کہ ماریا نے اس کے ہاتھ سے گرا ہوا چھُرا پکڑ لیا۔
چھُرا ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو چکا تھا —

مورتی کے آگے موم بتی جل رہی تھی — یہ سارا ڈرامہ
اس کی دھیمی روشنی میں کھیلا جا رہا تھا — ہسپانوی نے جب اپنا
چھُرا گم ہوتے دیکھا تو پھر وہ کچھ گھبرایا کہ کہیں سچ مچ کوئی
آسمانی روح نہ آ گئی ہو — وہ اُٹھ کر باہر بھاگنے لگا تھا کہ
ماریا نے ایک بار پھر اس کے آگے پائی پھینک دی، جس
سے ٹکرا کر وہ گر پڑا —

اب ماریا نے اس کے گلے پر بھی اپنے دونوں ہاتھوں
کی انگلیاں رکھ دیں اور انہیں آہستہ آہستہ دبانا شروع کر دیا۔
ہسپانوی اُچھل کر دُور جا گرا — ماریا ہوا کی لہر کی طرح اس کے
ساتھ ٹکرائی، جس طرح سے ہوا میں روئی کا گالا اُڑ کر اِدھر
سے اُدھر جاتا ہے — اس ہسپانوی کا بھی اپنے ساتھی جیسا ہی حشر
ہوا اور وہ جب فرش پر بے جان ہو کر گرا تو اس کی آنکھیں
باہر کو اُبلی ہوئی تھیں اور منہ سے نیلی جھاگ بہہ رہی تھی —

عورت مورتی کے پاس ہاتھ باندھے بیٹھی خدا کا شکر ادا
کرنے لگی — پھر اس نے بلند آواز میں کہا :

" اے آسمانی روح، میں تمہارا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتی

ہوں — اے خداوند، تیرا شکریہ کہ تو نے ایک آسمانی روح کو
میری مدد کے لیے بھیجا — اب مجھے میری بچی سنچیکا سے بھی ملا
دے —"

اتنا کہہ کر عورت پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگی — ماریا نے
اس کے قریب جا کر کہا :

" نیک دل عورت، خدا کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ ہے۔
اگر خدا نے چاہا تو تمہاری بچی تمہیں ایک نہ ایک دن ضرور
مل جائے گی —"

عورت نے اس طرف دیکھا جس طرف سے ماریا کی آواز
آئی تھی، بولی :

" یہ آواز تو آسمانی روح کی نہیں ہو سکتی — یہ تو کسی لڑکی
کی آواز ہے :"

ماریا نے کہا :

" تم جو چاہو سمجھو — میں حالات میں تمہاری مدد کرنے یہاں
آئی ہوں۔ اس وقت تم سو جاؤ — میں ان لاشوں کو باہر لے
جا کر ٹھکانے لگاتی ہوں — صبح تم سے باتیں ہوں گی —"

عورت نے کہا :

" مجھے نیند نہیں آ رہی — خوف سے میری نیند اُڑ گئی ہے۔

ماریا کو بڑا غصہ آیا کہ یہ عورت اُسے بدروح سمجھ رہی تھی — مگر اس زمانے میں کسی مُردے کی رُوح اگر گھر واپس آ جائے تو اسے بدروح ہی کہتے تھے — خواہ وہ روح کتنی ہی نیک کیوں نہ ہو —

ماریا نے کہا :

"میں بدرُوح نہیں ہوں، بلکہ تم یوں سمجھو کہ میں تمہاری دوست ہوں اور تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں — بس اس سے زیادہ جاننے کی تمہیں ضرورت بھی نہیں ہے — اب تم سو جاؤ —"

عورت خاموشی سے اپنے پلنگ پر جا کر لیٹ گئی — ماریا دونوں لاشوں کو باری باری گھسیٹ کر باہر برآمدے میں لے گئی — پھر اس نے ان دونوں کو اپنے ایک ایک ہاتھ پر اٹھایا اور زمین سے اُچھل کر مکان کی چھت پر آ گئی۔ مکان کے دوسری طرف پہاڑی کی گہری گھاٹی تھی — اس نے دونوں لاشوں کو اس گھاٹی میں پھینک دیا جو بہت نیچے جا کر رات کے اندھیرے میں خدا جانے کہاں غائب ہو گئیں کہ ان کے گرنے کی آواز بھی سنائی نہ دی — چاند اب مشرق کی طرف جُھک گیا تھا اور دن نکلنے والا تھا — صبح کی پہلی روشنی نے اٹھا کر گرجا کے میناروں اور باغ کے درختوں پر دکھائی دینا

شروع ہو گئی تھی — ماریا چھت سے اُتر کر مکان کے صحن میں آئی تو اُسے کوٹھڑی میں سے ہسپانوی خاتون کے سسکیاں بھرنے کی آوازیں سنائی دیں — وہ کوٹھڑی کے اندر گئی تو عورت یسوع مسیحؑ کے مجسمے کے سامنے سر جھکائے رو رہی تھی —

کالا بچھو

ماریا نے کہا:

"اس طرح رونے سے کیا ہوگا خاتون، مجھے بتاؤ تمہاری بچی کہاں کھو گئی تھی — میں تمہاری مدد کروں گی"

ہسپانوی خاتون آنسو پونچھتے ہوئے پلنگ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اور بولی:

"اے آسمانی رُوح، اگر تُو میرے پاس ہی بیٹھی ہے تو سُن، میری پیاری بیٹی کا نام سنچیکا ہے — اس کی عمر دس سال کی تھی — وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ شام کو پُرانے قلعے کے کھنڈر میں کھیلنے جایا کرتی تھی — ایک روز گھر واپس آئی تو اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پتھر کا انسانی ہاتھ تھا جو سیاہ رنگ کا تھا — اس نے بتایا کہ یہ پتھر کا ہاتھ اُسے قلعے کے کھنڈر میں ملا ہے — میں اس ہاتھ کو دیکھ کر ڈر گئی کہ کہیں کوئی جادو کا تعویذ نہ ہو — میں نے بیٹی سے وہ پتھر کا ہاتھ لے کر رکھ لیا — دوسرے روز میں نے وہ ہاتھ بستی کے

ایک بزرگ کو دکھایا تو اُس نے کہا کہ الحمرا پر مسلمان بادشاہوں نے سیکڑوں برس تک حکومت کی تھی — اُن کے پاس بڑے بڑے نجومی ہوا کرتے تھے، جو پتھر کے بُتوں پر آسمانی طلسم بنایا کرتے تھے — یہ بھی کوئی طلسم ہے — مگر ایسا لگتا ہے کہ یہ نیک شگون والا طلسم ہے — اسے اپنے پاس رکھ لیں — کیونکہ میں نے سُنا ہے کہ اس قسم کے طلسم اکثر مسلمان بادشاہوں کے چھپے ہوئے خزانوں کی طرف لے جاتے ہیں — میں نے وہ پتھر کا ہاتھ اپنے پاس رکھ لیا — دو تین دنوں کے بعد ساری بستی میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ میرے پاس بادشاہوں کے خزانے کا طلسم آگیا ہے — لوگ آ کر مجھ سے پوچھتے — میں نے کسی سے پتھر کے ہاتھ کا ذکر نہ کیا — سوچا، شاید مسلمان بادشاہوں کا خزانہ مجھے مل جائے اور میں بیٹی کے ساتھ باقی زندگی آرام سے بسر کر سکوں — ایک ہفتے بعد طلسم نے اپنا منحوس اثر دکھا دیا —

میری بیٹی سنچیکا شام کو قلعے میں کھیلنے گئی تو پھر واپس نہ آئی — اس کے سر کا رومال اور جوتا ایک جگہ پڑا تھا اور وہ غائب تھی — اس کی سہیلیوں نے بتایا کہ وہ لکن میٹی کھیلتے ہوئے ایک بُرج میں جا کر چھُپ گئی تھی — جب اُس کی سہیلیاں وہاں گئیں تو وہ غائب تھی اور پتھروں پر صرف اس کا سرخ رومال

اور نیلے سینڈل پڑے تھے۔"

اتنا کہہ کر ہسپانوی خاتون نے پھر سے رونا شروع کر دیا۔

ماریا نے اُسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا:

"پھر کیا ہوا؟"

خاتون بولی:

"پھر کیا ہونا تھا، اے نیک دل روح، اس بات کو آج چھ مہینے ہوگئے ہیں — میری سنچیکا پھر مجھے نہیں مل سکی — خدا جانے وہ کہاں ہوگی — کس حال میں ہوگی؟"

ماریا نے کہا:

"کیا تم مجھے وہ پتھر کا ہاتھ دکھا سکتی ہو؟"

ہسپانوی خاتون نے ڈرتے ہوئے کہا:

"سنچیکا کے گم ہو جانے کے بعد مجھے اس منحوس پتھر سے خوف آنے لگا تھا — میں نے اُسے محلے کے اندھے کنوئیں میں پھینک دیا۔"

"کیا تم مجھے وہ کنواں دکھا سکتی ہو؟"

"ہماری گلی جہاں جاکر ختم ہوتی ہے، وہاں انگوروں کا باغ ہے — یہ کنواں اس باغ کے اندر ہے۔"

ماریا کہنے لگی:

"تم فکر نہ کرو — میں کنوئیں میں سے پتھر کا ہاتھ لے کر

ابھی آتی ہوں — پھر میں تمہاری بچی کو تلاش کرنے کی پوری کوشش کروں گی۔"

ہسپانوی خاتون نے کہا:

"تم تو آسمانی روح ہو — کیا تم بھی نہیں بتا سکتیں کہ میری بیٹی کہاں پر ہے؟ روحوں کو تو سب باتوں کا علم ہوتا ہے۔"

ماریا کو ہنسی آگئی — اس بے چاری خاتون کو کیا معلوم کہ وہ روح نہیں، بلکہ انسان ہے — اُس جیسی ایک عورت ہے —

"ایسا ہوتا ہے کہ بعض باتوں کی آسمانی روحوں کو بھی خبر نہیں ہوتی؛ بہرحال میں پتھر کا ہاتھ ڈھونڈ لاؤں — ہوسکتا ہے اس ہاتھ کے طلسم سے تمہاری بیٹی تلاش کرنے میں کوئی مدد مل سکے۔"

ماریا ہسپانوی خاتون کے مکان سے نکل کر گلی کے مرے پر آگئی —

اس وقت تک دن کی روشنی پھیل چکی تھی — بستی میں لوگ بیدار ہوگئے تھے — مکانوں سے کہیں چکی میں آٹا پیسنے کی آواز آرہی تھی اور کہیں بچے جاگنے کے بعد شور مچا رہے تھے۔ کسان گھروں سے نکل کر کھیتوں اور باغوں کی طرف چل رہے تھے

ماریا گلی کے سرے والے انگور کے باغ میں آگئی — یہاں باغ میں انگور کی بیلیں پھیلی ہوئی تھیں اور سرخ و سیاہ انگور کے خوشے جگہ جگہ لٹک رہے تھے —

سورج کی روشنی سنہری دھوپ کی شکل میں انگور کی بیلوں میں سے چھن چھن کر آ رہی تھی — باغ کے درمیان میں ایک چوڑے منہ والا کنواں تھا — ماریا نے جھانک کر دیکھا - کافی نیچے جا کر کنوئیں کی تہہ میں سوائے اندھیرے کے اور کچھ نظر نہ آ رہا تھا — ماریا نے کنوئیں کی منڈیر پر کھڑے ہو کر اس کے اندر چھلانگ لگا دی —

ماریا ہلکے پھلکے کبوتر کے پر کی طرح کنوئیں کے اندر اترتے چلی گئی — آخر وہ تہہ میں پہنچ گئی - یہاں پانی کہیں بھی نہیں تھا — خشک جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں، جن کے درمیان لوگوں کا پھینکا ہوا کوڑا کرکٹ پڑا تھا — ماریا نے پتھر کے ہاتھ کی تلاش شروع کر دی — یہ کام بڑا مشکل تھا، کیونکہ سنیچیکا کی ماں نے بتایا تھا کہ پتھر کا ہاتھ چھوٹی بلی کے پنجے جتنا ہے —

انسان کوشش کرے تو اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو جاتا ہے — ماریا نے بھی آخر ایک جھاڑی کی ٹہنیوں میں پتھر کے ہاتھ کو تلاش کر لیا —

یہ چھوٹا سا پتھر کا کالے رنگ کا انسانی ہاتھ تھا — اس کی

پانچ انگلیاں تھیں اور کنوئیں کے اندھیرے میں اس کے انگوٹھے کا ناخن ہیرے کی طرح چمک رہا تھا — ماریا یہ طلسمی ہاتھ لے کر کنوئیں سے باہر آگئی۔

باہر آ کر اس نے غور سے دیکھا — طلسمی ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن سنگِ مرمر کا تھا اور شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔ اس کے درمیان میں سرخ رنگ کا ایک داغ تھا جس میں سے باریک سرخ روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں — ان میں سے ایک کرن سب سے بڑی تھی اور اوپر آ کر بائیں طرف کو گھوم گئی تھی — گویا وہ ماریا کو کسی خفیہ جگہ کا راستہ بتا رہی تھیں۔

ماریا کرن کے پیچھے پیچھے چل دی — یہ روشنی کی کرن اسے واپس سنیچیکا کی ماں، ہسپانوی خاتون کے گھر لے آئی — طلسمی پتھر کے ہاتھ کو دیکھ کر سنیچیکا کی ماں خوفزدہ ہو گئی — ماریا نے طلسمی ہاتھ ہسپانوی خاتون کے سامنے رکھ دیا تھا — اس نے طلسمی ہاتھ کو دیکھ کر چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا:

"اے آسمانی روح، تم نے طلسمی ہاتھ تلاش کر لیا؟"

ماریا نے کہا:

"ہاں خاتون، میں اسے اندھے کنوئیں سے واپس لے آئی ہوں۔"

ہسپانوی خاتون نے سہمی ہوئی آواز میں کہا:

"خدا کے لیے اسے میرے گھر سے لے جاؤ۔ یہ منحوس ہے۔
اس کی وجہ سے میری بچی گم ہوگئی ہے۔ دیکھو' دیکھو' اس
کی سُرخ روشنی دروازے کے باہر کی طرف اشارہ کر رہی
ہے۔"

ماریا نے کہا:

"یہی طلسمی ہاتھ تمہاری بچی کو واپس دلائے گا۔ گھبراؤ
نہیں۔ میں اسے لے کر تمہاری بچی کی تلاش میں جا رہی ہوں۔
دُعا کرو' میں کامیاب واپس لوٹوں۔"

ہسپانوی خاتون آسمان کی طرف آنسو بھری آنکھیں اٹھا کر
کہا:

"خدا تمہیں کامیاب کرے۔"

ماریا نے طلسمی پتھر کا ہاتھ اٹھا لیا۔ ماریا کے ہاتھ میں آتے
ہی طلسمی ہاتھ ہسپانوی خاتون کی نظروں کے سامنے سے غائب
ہوگیا۔ ماریا کا خیال تھا کہ وہ سب سے پہلے الحمرا کے قلعے
کے کھنڈر میں بچی کو تلاش کرے گی۔ کیونکہ وہ اُسی جگہ سے
گم ہوئی تھی' لیکن طلسمی ہاتھ کی سرخ روشنی الحمرا کے
باغوں اور محل کے کھنڈروں کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ بس
ماریا روشنی کی کرن کے پیچھے پیچھے الحمرا کے باغات کی پہاڑی
کی طرف چل پڑی۔

بستی کی اُونچی نیچی گلیوں سے نکل کر وہ الحمرا کی پہاڑی
کے دامن میں آگئی۔

صبح سورج بڑی شان سے نکلا تھا۔ مگر جس وقت ماریا
انگوروں کے باغ میں گئی تھی تو اس وقت سرد ہوا چلنے لگی تھی۔
اور آسمان پر سیاہ بادل اکٹھے ہونا شروع ہوگئے تھے۔ اس وقت
جب ماریا سُرخ کرن کی رہنمائی میں پہاڑی کے دامن میں پہنچی
تو غرناطہ شہر کے اوپر سارا آسمان بادلوں سے ڈھک گیا تھا۔
سورج غائب ہوچکا تھا اور برف ایسی ٹھنڈی ہوا چل رہی
تھی۔ پہاڑی کے اوپر الحمرا کے باغات اور محلات کے سرو و
صنوبر کے درخت تیز سرد ہوا میں جھوم رہے تھے۔

ماریا کو تو نہ سردی لگتی تھی اور نہ گرمی لگتی تھی۔ وہ
برابر پہاڑی کے اوپر چڑھتی چلی گئی۔ وہ ایسے اچھل اچھل
کر کچھ اُڑ کر اور کچھ چھلانگ چھلانگ کر جا رہی تھی کہ جیسے
ہماری فلموں میں لوگوں کو سلوموشن میں بھاگتے دکھایا جاتا ہے۔
اس سے زیادہ ماریا نہیں اُڑ سکتی تھی۔ میدان میں بھی وہ
آدھ فرلانگ سے زیادہ چھلانگ نہیں لگا سکتی تھی۔ زیادہ سے
زیادہ وہ ایک فرلانگ تک اُڑتی اور اس کے بعد پھر اُسے
زمین پر اُترنا پڑتا تھا۔

پہاڑی پر مسلمان بادشاہوں نے الحمرا کے جو باغ اور محل

بنائے تھے — وہ اب ویران ہو چکے تھے، لیکن اب بھی اُن
کے خالی کمرے، برآمدے اور صحن خوب صورت اور رنگین تھے۔
اور کتنی جگہوں پر دیواروں پر بنی ہوئی رنگدار بیلیں اور پھول دیکھ
کر انسان دنگ رہ جاتا تھا — لیکن یہ سب کچھ سنسان اور
اُجڑا ہوا تھا —

سات سو سال تک یہاں حکومت کرنے کے بعد مسلمان
بادشاہ رخصت ہو چکے تھے — دشمنوں نے ان میں کئی بادشاہوں
کو قتل کر دیا تھا اور اُن کی دولت لوٹ لی تھی — مگر آج
بھی ہسپانیہ کے بڑے بوڑھے یہ کہتے سنائی دیتے تھے کہ ان
محلات کے نیچے مسلمان بادشاہوں کے بے بہا خزانے دفن
ہیں —

ایک کہانی تو یہاں بہت مشہور تھی کہ ہر روز آدھی رات کو
الحمرا کے مہندی کے باغ والے محل میں چار گھوڑ سوار آتے ہیں
انہوں نے زرہ بکتر پہن رکھا ہوتا ہے — وہ محل کے فرش پر
تلواریں لیے چاروں طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور
باری باری پکارتے ہیں —

"کوئی ہے کہ ہم اُسے ایک راز بتائیں"

یہ گھوڑ سوار چار چار مرتبہ یہ فقرہ بلند آواز میں دہراتے ہیں۔
جب کوئی جواب نہیں ملتا تو وہ گھوڑوں پر بیٹھ کر رات کے

اندھیرے میں گم ہو جاتے ہیں —

ایک گڈریے نے ان گھوڑ سواروں کو اپنی آنکھوں
دیکھا تھا — اس گڈریے کی بکری گُم ہوگئی — وہ اسے تلاش
کرتا الحمرا کے پُرانے محل تک بھی پہنچ گیا کہ کہیں بکری وہاں
کسی باغ میں نہ آگئی ہو — پھرتے پھراتے اُسے آدھی رات
ہوگئی — اس دوران میں وہ چاروں گھوڑ سوار نمودار ہوگئے۔ شاہی
محل کے باغ میں وہ اُترے — انہوں نے لوہے کا زرہ بکتر
پہن رکھا تھا — ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں — گھوڑے سے اُتر
کر وہ چاروں طرف منہ کر کے کھڑے ہوگئے اور باری باری بلند
آواز میں پکارے —

"کوئی ہے کہ ہم اُسے ایک راز بتائیں"

چار بار اپنا سوال دہرانے کے بعد جب وہاں کوئی نہ آیا۔
تو وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ہوا میں اُڑتے رات کے
اندھیرے میں درختوں کے جھنڈ کی طرف گُم ہوگئے۔

گڈریے پر اس قدر خوف طاری ہوا کہ وہاں سے سر پر
پاؤں رکھ کر اُٹھ دوڑا اور بستی میں آکر دم لیا — اسے کئی روز
تک بخار چڑھا رہا — غرناطہ کے کئی منچلے گھوڑ سواروں کا راز معلوم
کرنے آدھی رات کو الحمرا کے محل میں گئے — مگر نہ تو انہوں نے
گھوڑ سوار دیکھے اور نہ ہی ان کی آواز سُنی — اُن کے بارے ہم

یہ بھی مشہور تھا کہ انہیں صرف وہی لوگ دیکھ سکتے ہیں جو گنہگار نہ ہوں —

ماریا نے ہسپانوی خاتون کی زبانی یہ ساری کہانیاں سُن رکھی تھیں — اُسے شبہ تھا کہ ہسپانوی خاتون کی بیٹی سنیچیکا ضرور اسی محل میں کہیں غائب ہوئی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پُرانے گھوڑ سوار اُسے اُٹھا کر لے گئے ہوں — ماریا نے اس راز کا پورا پورا کھوج لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا —

ٹھنڈی یخ ہوا چل رہی تھی — آسمان کالے سیاہ بادلوں میں چھپ گیا تھا — ایسا لگتا تھا کہ ابھی بارش شروع ہو جائے گی — ماریا پہاڑی کے اوپر الحمرا کے پُرانے محل کے شاہی باغ کے بڑے دروازے پر پہنچ گئی —

جب کبھی اس محل میں مسلمان مُور بادشاہ رہا کرتے تھے تو اس دروازے پر کوئی انسان پر نہیں مار سکتا تھا — محل کے دروازے اور فصیل پر زرہ بکتر والے سپاہی اور جلاد تلواریں لیے ہر وقت پہرے پر رہتے تھے مگر آج یہاں ویرانی ہی ویرانی تھی — شاہی باغ کے دروازے کی چوکھٹ جنگلی گھاس اور بیلوں میں چھپی ہوئی تھی اور پتھروں میں چھپکلیاں رینگ رہی تھیں — تیز ٹھنڈی ہوا میں خشک پتے اُڑتے ہوئے باغ کی روشوں پر چکر کھا رہے تھے —

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس باغ اور باغ کے سنسان غیر آباد شاہی محل میں بھوتوں کا بسیرا ہے — ماریا باغ کی ایک سنگِ مرمر کی روش پر سے گزر رہی تھی — اس کے دونوں جانب سرو کے جھومتے ہوئے درخت، دُور محرابی بارہ دری کی سیڑھیوں تک چلے گئے تھے — محل کا وہ ویران باغ جہاں آدھی رات کو چار گھوڑ سواروں کی روحیں اترتی تھیں — اس بارہ دری کی دوسری جانب نشیب میں تھا —

ماریا وہاں جا رہی تھی —

بارہ دری میں ایک بلی بیٹھی منہ اوپر اٹھائے فضا میں کچھ محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھی — اچانک شاید اس نے ماریا کی موجودگی کو محسوس کر لیا اور اچھل کر بارہ دری کے دوسری جانب کود گئی —

ماریا بارہ دری سے اُتر کر دوسری جانب آ گئی۔ یہاں ایک چھوٹا سا کھلا قطعہ تھا، جہاں جنگلی گھاس خشک ہو گئی تھی اور پتھر روڑے بکھرے ہوئے تھے —

ہسپانوی خاتون کے بیان کے مطابق یہی وہ جگہ تھی جہاں سنیچیکا کو پتھر کا طلسمی ہاتھ ملا تھا — یہ طلسمی ہاتھ ماریا کے پاس تھا — اس میں سے نکلتی سُرخ روشنی نے بھی اسی میدان کی طرف اشارہ کیا تھا — یہاں آ کر طلسمی ہاتھ کی روشنی ایک دم مٹ کر ہاتھ

کے انگوٹھے میں سرخ نقطہ بن گئی — گویا طلسمی ہاتھ نے ماریا کو اس کی منزل تک پہنچا دیا تھا — ماریا نے طلسمی ہاتھ کو جیب میں رکھ لیا اور میدان کے چاروں طرف غور سے دیکھا — ہر طرف خاموشی اور سناٹا تھا —

ایک ویرانی تھی — کوئی انسان نہیں تھا — تیز ہوا اسی طرح چل رہی تھی — بادلوں میں ہلکی ہلکی گرج بھی شروع ہو گئی تھی، جیسے وہ غرّا رہے ہوں — میدان کو مہندی اور سرو کے درختوں نے گھیر رکھا تھا — کونے میں ایک سنگ مرمر کی سیڑھی نیچے اترتی تھی — جہاں سے شاہی محل کے برآمدے اور غلام گردشیں شروع ہو جاتی تھیں —

ابھی آدھی رات میں بہت وقت پڑا تھا اور گھوڑ سواروں کے بھوت آدھی رات کو وہاں اترنے والے تھے — ماریا نے سوچا، کیوں نہ اتنی دیر محل کی سیر کر لی جائے — پس وہ میدان میں سے گزر کر سیڑھیاں اتر گئی — سامنے درختوں کے بیچوں بیچ ایک راستہ سامنے محل کو جاتا تھا — اس راستے میں جگہ جگہ فوارے لگے تھے، جن پر زنگ لگا ہوا تھا — جانے یہ فوارے کب سے خشک پڑے تھے — ارا الحمرا کے شاہی محل کے برآمدے کی سیڑھیاں چڑھی تو ایک چمگادڑ چیختا ہوا اس کے سر کے اوپر سے اڑتا ہوا نکل گیا —

ماریا برآمدے میں چلتی چلتی اس دالان میں آگئی، جہاں سرخ پتھر کا ایک شاندار تخت بچھا تھا، اس کی دونوں طرف نیلے پتھروں کو کاٹ کر مور بنائے گئے تھے — سرد ٹھنڈی ہوا محل کی پتھریلی جالیوں سے ٹکرا کر جیسے رو رہی تھی — جیسے کچھ ہونے والا تھا — ماریا دالان سے نکل کر نیچے ایک چھوٹے سے باغ میں آگئی — جہاں ایک خشک تالاب تھا اور شیروں کا فوارہ لگا تھا — اس فوارے کا پانی بھی خشک ہو گیا تھا — اس فوارے کے نیچے پتھر پر عربی زبان میں لکھا تھا :

" اس جگہ اندلس کے آخری بادشاہ بنو سراج کا سر جلاد نے کاٹا تھا — "

ماریا سوچنے لگی، کیا حال ہوا ہوگا اس بادشاہ کا جس نے اس ملک پر، اس محل پر حکومت کی اور آخر میں جلاد نے اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا —

درخت سے ٹوٹی ہوئی ایک خشک ٹہنی تیز ٹھنڈی ہوا میں چکر کھاتی ماریا کے پاؤں کے پاس آئی اور پھر بڑے زور سے شوں شوں کی آوازیں نکالتی اس کے جسم کے گرد تین چکر لگا کر محل کے برآمدوں کی طرف اڑ گئی — ماریا اپنی جگہ پر کھڑی کی کھڑی رہ گئی —

خدا جانے یہ کیا بلا تھی اور کہاں سے درخت کی ٹہنی کا

رُوپ دھار کر آگئی تھی — ماریا آگے بڑھی تو بادل بڑے
زور سے گرجے — ان کی کڑک سے الحمرا کے ویران محل گونج
اُٹھے — ماریا نے درختوں کی طرف دیکھا — سیاہ بادلوں سے بارش
کے سفید سفید موتی گرنے لگے تھے — ماریا تو بارش میں
بالکل نہیں بھیگ سکتی تھی — وہ بارش میں کھڑی رہی - اُس
کی جگہ کوئی دوسری عورت ہوتی تو سردی میں اکڑ جاتی - مگر
ماریا کو تو نہ سردی لگتی تھی اور نہ گرمی لگتی تھی — ہاں بارش
میں اس کے کپڑے ضرور بھیگ جاتے تھے جو اس کے جسم
تک ٹھنڈک نہیں پہنچا سکتے تھے — اُس کے کپڑے میلے ہو
سکتے تھے اور کوئی نقصان بھی نہیں پہنچا سکتے تھے -
بارش تیز ہو گئی تھی —

ماریا باغ میں سے نکل کر محل کے بڑے دالان میں
تخت کے پاس آکر بیٹھ گئی — سیاہ کالی گھٹا کی وجہ سے
دن کی روشنی کم ہو گئی تھی اور باغ کے بڑے بڑے درختوں
کے نیچے اندھیرا سا پھیل گیا تھا —

ماریا کو ایسا لگا۔ لڑکیوں کے گانے، دف بجانے اور پاؤں
کے گھنگھرو چھنکانے کی آوازیں سنائی دیں — اس نے چونک کر
ادھر اُدھر دیکھا — وہاں کوئی بھی نہیں تھا — بڑی پُراسرار
چیزیں ہو رہی تھیں —

ماریا ہر حرکت، ہر آواز کو بڑے غور سے سُن رہی تھی
اور کوئی نتیجہ نکالنے کی کوشش کر رہی تھی - اُسے معلوم تھا کہ
پرانے قلعوں اور محلوں میں مُردہ بادشاہوں اور شہزادیوں کی
روحیں کبھی کبھی سیر کرنے آجایا کرتی ہیں — اس لیے ہو سکتا
ہے کہ الحمرا کے اس محل کے کھنڈر میں جن مرے ہوئے کسی
بادشاہ یا شہزادی کی روح وہاں چکر لگا رہی ہو —

اتنے میں ایک چمگادڑ شاہی دالان کی چھت سے غوطہ لگا
کر ماریا کے سامنے سے ہو کر باہر نکل گئی — ایسا لگا، جیسے
اس نے اپنے پنجے سے کوئی شے نیچے گرا دی — ماریا نے جھک
کر دیکھا — وہ ایک سیاہ بچھو تھا جو چھوٹے چوہے کے برابر
تھا — بچھو اپنا ڈنک بار بار اُوپر اُٹھا کر ماریا کی طرف بڑھ
رہا تھا — ماریا بڑی حیران ہوئی کہ اس کیڑے نے بھی اُسے
دیکھ لیا ہے — وہ تخت کے اوپر چڑھ گئی — بچھو بھی اپنے
مُڑے ہوئے خنجر ایسے بازو ہلاتا تخت کے اُوپر چڑھ آیا —
ماریا بھاگ کر دوسری طرف چلی گئی -

بچھو ماریا کا پیچھا کر رہا تھا اور اب اُس نے اپنی رفتار
بھی تیز کر دی تھی — دالان سے اُتر کر ماریا شاہی محل کے
اس کمرے میں چلی گئی جو شہزادیوں کا حمام تھا — یہاں کبھی
اندلس کی شہزادیاں غسل کیا کرتی تھیں — یہاں اندھیرا تھا —

باہر بادلوں کی ہلکی ہلکی گرج سُنائی دے رہی تھی — بارش کی
دھیمی دھیمی آواز بھی اندر آ رہی تھی — ماریا نے مُڑ کر پیچھے دیکھا۔
بچھو خدا جانے کہاں غائب ہو چکا تھا —
ماریا باہر نکلنے کے لیے پیچھے مڑی تو کیا دیکھتی ہے کہ
ایک سرخ و سفید لمبی خوب صورت عورت شاہی لباس پہنے شاہی
وقار سے چلتی شاہی حمام کی طرف چلی آ رہی ہے — اس کے
ہاتھ میں شمعدان ہے جس میں موم بتی جل رہی ہے —
ماریا وہیں رُک گئی اور بڑی دلچسپی اور حیرانی سے اُس
عورت کو تکنے لگی — کیا یہ سچ مچ کی عورت تھی یا کسی ملکہ کی
روح تھی — ماریا نے سوچا —
عورت شاہی حمام کے پاس آ کر اچانک رُک گئی — اُس
نے اُس طرف دیکھا' جدھر ماریا کھڑی تھی — صاف لگتا تھا کہ اُس
نے ماریا کو دیکھ لیا ہے — ماریا نے ہمت کر کے پوچھ لیا :
"تم کون ہو؟ اور طوفانی رات میں اس اُجڑے محل
میں کیا کرنے آئی ہو؟"
اس عورت نے کوئی جواب نہ دیا — بس ماریا کو اپنی کالی
کالی شیشے ایسی چمکیلی آنکھوں سے تکتی رہی — ماریا نے جب
دوسری بار اپنا سوال دہرایا تو اس عورت نے بھاری اور پُراسرار
سرگوشیوں ایسی آواز میں کہا :

"میں اندلس کی آخری ملکہ ہوں اور اپنے شاہی حمام میں
غسل کرنے جا رہی ہوں — تم کون ہو؟ تمہیں یہاں آنے کی
کس نے اجازت دی ہے؟"
ماریا سمجھی کہ یہ کوئی پاگل عورت ہے جو ملکہ کا لباس پہن
کر راتوں کو محل کے کھنڈروں میں پھرتی رہتی ہے' مگر اس بات
پر وہ حیران تھی کہ اس پاگل عورت نے اُسے دیکھ کس طرح
لیا؟ اگر اس نے بھی ماریا کو دیکھ لیا ہے تو پھر یقیناً وہ
بھی کوئی روح ہو گی —
ماریا نے کہا :
"میرا نام ماریا ہے — کیا تم ملکہ اُندلس کی رُوح ہو؟"
رُوح کا نام سُنتے ہی ملکہ کے شمع دان کی موم بتی ایکدم
بُجھ گئی اور ملکہ کا لباس اپنے آپ اس کے جسم سے اُتر کر
نیچے گر پڑا اور پھر اس کا سرخ و سفید بدن بھی غائب ہو گیا۔
اب ملکہ کا ایک ڈھانچہ سامنے کھڑا تھا' جس کی گردن پر ایک
کھوپڑی جھول رہی تھی — اس کے بعد کھوپڑی کے منہ سے ایک
چیخ بلند ہوئی اور ہڈیوں کا یہ ڈھانچہ بھی غائب ہو گیا —
ماریا پیچھے ہٹ کر دیوار کے ساتھ لگ گئی — ملکہ کی روح
غائب ہو چکی تھی — شاہی حمام میں چیخ کی آواز دیر تک گونجتی
رہی — پھر ماریا کو ایک آواز سُنائی دی — بھاری، پُراسرار

آواز— یہ ملکہ اُندلس کی روح کی آواز تھی —
" ماریا، اگر تمہیں جان عزیز ہے تو اس آسیبی محل سے
نکل جاؤ — تم جس بچی کی تلاش میں آئی ہو، وہ اس محل
کے سب سے بڑے آسیب گھر میں ہے — بس اس سے
زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتی — بھاگ جاؤ، بھاگ جاؤ۔
یہاں سے بھاگ جاؤ "

اور پھر روح کی آواز آہستہ آہستہ دُور ہوتی چلی گئی۔ یہاں
تک وہ محل کے باہر آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں کی گرج
میں گُم ہو گئی — ماریا نے ایک بار سوچا — کیا وہ واپس چلی
جائے؟

سنچیکا بچی کو تلاش کرنے میں جان کا خطرہ تھا۔ کیونکہ اس
آسیبی محل کا ہر کیڑا، پرندہ اور رُوح اُسے دیکھ سکتی تھی —
اگرچہ ماریا کو کوئی جسمانی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا — یعنی نہ
کوئی اُسے قتل کر سکتا تھا نہ زہر دے سکتا تھا نہ اسے عام انسان
اپنی گرفت میں لے سکتا تھا، لیکن یہاں ایک سے بڑھ کر
ایک جادوگر تھا اور آسیبی روحیں اور پرندے تھے۔ ہوسکتا
ہے ان کا جادو اُسے نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائے
اور ماریا ساری زندگی کے واسطے اس محل کے کسی تہہ خانے
میں قید ہو کر رہ جائے یا اُسے کسی جادوئی منتر سے پھونک مار کر

بھسم کر دیا جائے — پھر ماریا نے سوچا کہ نہیں، وہ سنچیکا کو تلاش
کر کے رہے گی — چاہے اس کے لیے اُسے اپنی جان کا نذرانہ
ہی کیوں نہ پیش کرنا پڑے — اس نے سنچیکا کی ماں سے وعدہ
کیا ہے کہ وہ اس کی بیٹی کو ساتھ لے کر واپس آئے گی۔
اس لیے اب وہ ہرگز اپنے کام کو اُدھورا چھوڑ کر واپس
نہیں بھاگے گی —
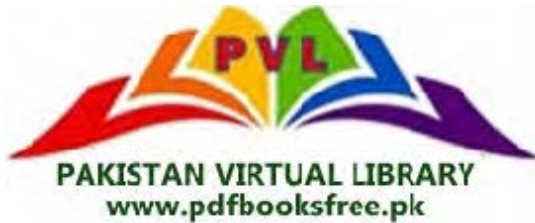
قرطبہ کا قبرستان

ماریا محل کے بڑے دالان میں واپس آگئی—
اُس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ رات بڑی گہری سیاہ تھی۔
بادل چھائے ہوئے تھے۔ بارش ہو رہی تھی— کبھی کبھی بجلی
بھی چمک جاتی تھی— الحمرا کے باغ اندھیرے میں ڈوبے ہوئے
تھے۔ غرناطہ کی بستی میں لوگ اپنے اپنے گھروں میں سو رہے
تھے— اب چار گھوڑ سواروں کی روحوں کے آنے کا وقت
ہو گیا تھا— ماریا دالان سے اُتر کر باغ کے چھوٹے سے
میدان میں آگئی— یہاں سے گزر کر وہ نشیبی ڈھلان سے
اُتری اور اُس قطعے کے کنارے سرو کے درخت کی اوٹ
میں ہو کر کھڑی ہو گئی— جہاں اُسے یقین تھا کہ گھوڑ سوار آسمان
سے اُترنے والے ہیں— وہ اندھیرے میں آسمان کی طرف تک
رہی تھی کہ شاید اُسے گھوڑ سوار بادلوں سے اُترتے دکھائی دیں۔
لیکن آسمان پر سوائے سیاہ بادلوں اور گرتی بارش کے سفید
قطروں کے اور کچھ نہیں تھا—

پھر ایسا ہوا کہ بادل زور سے گرج اُٹھے۔
یہ گرج اس قدر ڈراونی تھی کہ سارا محل گونج اُٹھا—
اس کے بعد گہری خاموشی چھا گئی اور اچانک بارش رُک
گئی— ہوا بھی ساکت ہو گئی تھی— جیسے ہر شے نے سانس
روک لیا تھا اور کسی کا انتظار کر رہی تھی— ماریا نے
آسمان کی طرف دیکھا— بادلوں میں ایک جگہ روشنی پیدا
ہوئی— پھر ایک روشنی کی چھوٹی سی سڑک بادلوں سے چل
کر نیچے باغ تک آگئی— ماریا اس روشنی کی سڑک کو حیرت
سے تک رہی تھی—

بادلوں میں اچانک چار گھوڑ سواروں کے سائے نمودار ہوئے۔
اور انہوں نے روشنی کی سڑک پر سے ہو کر نیچے اُترنا شروع
کر دیا— ماریا سرو کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی اور آنکھیں کھولے
ان گھوڑ سواروں کو نیچے آتا دیکھ رہی تھی— جب یہ گھوڑ سوار
باغ میں آگئے تو روشنی کی سڑک غائب ہو گئی۔ چار گھوڑ سواروں
نے لوہے کا سیاہ زرہ بکتر پہن رکھا تھا، سروں پر خود تھے اور
ہاتھوں میں ننگی تلواریں، تیر، جو کسی وقت چمک جاتی تھیں۔ وہ
گھوڑوں سے اُتر پڑے— انہوں نے اپنے اردگرد گھوم کر
دیکھا— پھر وہ چاروں سمتوں کو منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ سب نے
باری باری بلند آواز میں کہا:

"کوئی ہے جسے ہم ایک اہم راز بتائیں ؟"
پہلے تو ماریا ہچکچائی، لیکن جب آخری گھوڑ سوار نے آواز بلند کی تو اُس نے جیسے اپنے آپ کہہ دیا :
"میں یہاں موجود ہوں، مجھے اہم راز بتاؤ۔"
ماریا کی آواز سُن کر چاروں گھوڑ سواروں نے مُڑ کر اُس درخت کی طرف دیکھا جس کے نیچے ماریا کھڑی تھی — ایک گھوڑ سوار آگے بڑھا اور چند قدم چل کر رُک گیا۔ پھر اُس نے کہا :
"کون ہو تم عورت ؟ سامنے آؤ۔"
ماریا سامنے آگئی — چاروں گھوڑ سواروں نے اُسے دیکھ لیا تھا، جو آگے کھڑا تھا — اس نے تلوار بلند کرلی اور بولا:
"تم آسیبی عورت ہو — تمہیں ہمارے محل میں آنے کی کیسے جرأت ہوئی — میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"
اور وہ تلوار لہراتا ماریا کی طرف بڑھا — ماریا سمجھ گئی تھی کہ اس نے اسے دیکھ لیا ہے، مگر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس کی تلوار اُسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی — پھر اسے خیال آیا۔ کہ یہ آسیبی روحیں ہیں — کیا جانے تلوار سچ مچ اس کی گردن اُڑا دے — وہ بڑی تیزی سے ایک طرف ہٹ گئی — گھوڑ سوار اس کے سر پر پہنچ گیا تھا — اُس نے تلوار کا وار کیا۔ تلوار ماریا

کے بالکل قریب سے ہوتی درخت سے لگی اور اُس کی ایک ٹہنی کٹ کر نیچے گر پڑی — ماریا نے چھلانگ لگائی، وہ اُڑ کر کافی دُور جا گری —
اب چاروں گھوڑ سوار اُس کی طرف بڑھے — وہ بھی ہوا میں اُڑ رہے تھے — ماریا نے دوسری چھلانگ لگائی اور محل کی چھت پر آگئی — گھوڑ سوار بھی اڑ کر چھت پر آگئے —
خود بخود ہی ماریا کو طلسمی پنجے کا خیال آگیا —
اس نے جیب سے طلسمی پنجہ نکال کر گھوڑ سواروں کے سامنے کر دیا — طلسمی پنجے کے انگوٹھے میں سے سرخ رنگ کی شعاع تیزی سے نکل کر ایک گھوڑ سوار پر پڑی اور وہ وہیں آگ کا شعلہ بن کر بھسم ہو گیا، پھر یہ شعاع دوسرے اور تیسرے گھوڑ سوار پر پڑی اور وہ دونوں بھی جل کر راکھ ہوگئے۔
چوتھے گھوڑ سوار نے یہ حالت دیکھی تو تلوار پھینک کر بولا :
"اے طلسمی پنجے کی روح، میں تیری پناہ میں ہوں — مجھے معاف کر دے — میرے ساتھیوں سے غلطی ہوگئی۔"
طلسمی پنجے کی شعاع واپس انگوٹھے کے سُرخ نقطے میں چلی گئی —
ماریا نے کہا :
"مجھے بتاؤ، تم کون ہو ؟ اور وہ بچی کہاں ہے جو اس محل

کے کھنڈر میں گم ہو گئی تھی ؟"
گھوڑ سوار نے کہا :
"ماریا، تم نے مجھ سے ایک ایسا خطرناک سوال پوچھا ہے۔
جس کا جواب میں پورا نہیں دے سکتا — میری بات کو غور
سے سن — میں اس شاہی محل کے نجومی کی رُوح ہوں اور
یہ تینوں میرے شاگرد تھے — ہمیں اس باغ میں بادشاہ کے
حکم سے قتل کر دیا گیا تھا — ہمارا قصور یہ تھا کہ ہم بادشاہ کے
شاہی خزانے کے راز سے واقف ہو گئے تھے — اب ہماری رُوحیں
ہر رات یہاں آکر انسانوں کو آواز دے کر بلاتیں اور جب
کوئی ہماری طرف آتا تو ہم اُسے تلوار سے قتل کر کے غائب
کر دیتے تھے — اس طرح سے ہم لوگوں سے اپنے قتل کا بدلہ
لیتے تھے۔"

ماریا نے پوچھا :
"کیا تم لوگوں نے سنچیکا کو بھی قتل کر کے غائب کر دیا ہے ؟"
گھوڑ سوار کی روح نے کہا :
"نہیں، اس لڑکی کو قتل نہیں کیا گیا تھا، بلکہ میرے ایک
شاگرد کی روح اُسے ساتھ لے کر یہاں سے پانچ سو میل دُور قرطبہ
کے پرانے قبرستان میں لے گئی جہاں ایک چڑیل کے حوالے کر دیا۔"
"وہ کیوں ؟" ماریا نے پوچھا —

"اس لیے کہ چڑیل کو ایک کمسن لڑکی کی تلاش تھی —
وہ اس پر اپنے جادو کا کوئی عمل کرنا چاہتی تھی۔"
"کیا وہ بچی سنچیکا ابھی تک زندہ ہو گی ؟"
"میں کہہ نہیں سکتا ؛ ہاں، میں تمہیں اس قبرستان تک
لے جا سکتا ہوں۔"
ماریا نے کہا :
"چلو، مجھے قرطبہ کے قبرستان تک لے چلو — اس کے بعد
میں خود اس چڑیل سے نمٹ لوں گی۔"
"آؤ، میرے گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔"
گھوڑ سوار کی روح نے ماریا کو گھوڑے پر اپنے ساتھ بٹھایا
اور اُسے لے کر بادلوں میں اُڑنے لگا۔ ماریا گھوڑ سوار کے پیچھے
بیٹھی تھی — گھوڑا بڑی زبردست رفتار کے ساتھ لمبے لمبے ڈگ
بھرتا آدھی رات کے اندھیروں میں سیاہ بادلوں میں قرطبہ شہر
کی طرف اُڑا چلا جا رہا تھا — فاصلہ بڑی تیزی سے طے ہو گیا۔
اور ابھی رات کا اندھیرا اُسی طرح تھا کہ قرطبہ کا شہر آ گیا —
گھوڑا شہر کے اوپر اُڑا جا رہا تھا — شہر کے مکانوں پر تاریکی چھائی
تھا — یہاں آسمان صاف تھا — اور ستارے چمک رہے تھے —
ایک جگہ اُوپر سے ماریا کو گھنے درختوں کے جُھنڈ نظر آئے —
گھوڑ سوار نے کہا :

" یہ قرطبہ کا قبرستان ہے ، میں نیچے جا رہا ہوں"۔ اور اس نے گھوڑے کو نیچے کی طرف غوطہ دیا —

قرطبہ کا یہ قدیم قبرستان جو پانچ سو برس پرانا تھا، اس کے دروازے پر پتھر کی ایک بہت بڑی چٹان تھی، جس کے اوپر کالی بلی کی بہت بڑی مورتی رکھی تھی — دروازہ بند تھا۔ گھوڑ سوار نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا :

" ماریا ، قبرستان کا دروازہ ایک طلسم سے بند کیا گیا ہے۔ اسے کھولنا آسان کام نہیں ہے "

ماریا نے کہا :

" میں اس سے پہلے بڑے بڑے طلسمی دروازے کھول چکی ہوں — میرے لیے اسے کھولنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ میں اسے ابھی کھولے دیتی ہوں — "

گھوڑ سوار نے چیخ کر کہا :

" نہیں نہیں ، ماریا — یہ غلطی نہ کرنا — نہیں تو اس طلسم کے اثر سے بھسم ہو جاؤ گی "

ماریا رک گئی — کہ کہیں واقعی طلسم اسے ہلاک نہ کر دے۔ ایک پل کے لیے سوچ کر اس نے کہا :

" پھر یہ دروازہ کس طرح سے کھلے گا "

گھوڑ سوار بولا :

"اس کی چابی تمہاری جیب میں ہے "

"کیا مطلب ہے تمہارا ؟" ماریا نے پوچھا۔

گھوڑ سوار نے کہا :

" تمہارے پاس جو طلسمی پنجہ ہے — وہ مجھے دو — میں اس کی مدد سے ابھی دروازہ کھولے دیتا ہوں "

ماریا نے سوچے سمجھے بغیر جیب سے سیاہ پتھر کا چھوٹا سا ہاتھ نکال کر گھوڑ سوار کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا :

" یہ لو "

گھوڑ سوار شاید اسی وقت کا انتظار کر رہا تھا — اس نے بلا کی پھرتی سے جھپٹا مار کر طلسمی پنجہ ماریا کے ہاتھ سے چھین لیا۔ گھوڑ سوار نے ایک بلند قہقہہ لگایا اور تلوار لہرا کر بولا :

" اب تم میرے قبضے میں ہو — میں تم سے اپنی ساتھی روحوں کے قتل کا انتقام لوں گا — تم مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتیں — تم جہاں جاؤ گی ، میں تمہارے ساتھ وہیں جاؤں گا — "

اب تو جناب ماریا کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی ، کیونکہ سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ گھوڑ سوار ماریا کو دیکھ رہا تھا — اور اس کی تلوار اسے نقصان بھی پہنچا سکتی تھی۔ ماریا پچھتانے لگی —

کہ اس نے سوچے سمجھے بغیر طلسمی پنجہ اس کے حوالے کر دیا۔
لیکن اب پچھتانے سے کچھ نہیں حاصل ہو سکتا تھا۔ گھوڑ سوار
تلوار سونت کر ماریا کی طرف بڑھا — ماریا اچھل کر کافی فاصلے
پر چلی گئی — تو گھوڑ سوار بھی ہوا میں اڑتا ہوا وہاں آن موجود
ہوا — طلسمی پنجہ گھوڑ سوار کے قبضے میں جا چکا تھا اور اب وہ
ماریا کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا —

ماریا جب ہوا میں اڑ کر دور چلی گئی تو گھوڑ سوار نے طلسمی
پنجہ نکال لیا — اس کی تیز سرخ شعاع نے ماریا کا پیچھا شروع
کر دیا —

یہ تیز شعاع ماریا کو ہلاک کر سکتی تھی —

ماریا جدھر جاتی موت کی شعاع اس کے ساتھ ساتھ جاتی۔
شعاع زمین پر جہاں پڑتی — وہاں ایک دھماکے کے ساتھ
شعلہ بلند ہوتا تھا — ایک بار تو شعاع ماریا پر گرتے گرتے
رہ گئی — ماریا کے بالکل قریب دھماکا ہوا اور شعلہ بلند ہو کر
بجھ گیا — ماریا نے اس شعلے کی گرمی محسوس کی۔ اس کا
مطلب صاف صاف یہی تھا کہ یہ آگ ماریا کو جلا سکتی تھی۔
اب وہ اس شعلے سے اور زیادہ ڈرنے اور گھبرانے لگی — وہ
اچھل اچھل کر بھاگ رہی تھی — اب وہ قبرستان کی دیوار کے
ساتھ ساتھ بھاگ رہی تھی — اس نے کتنی بار دیوار کے اندر سے

گزرنے کی کوشش کی، مگر قبرستان کی دیوار پر کوئی ایسا زبردست
طلسم پھونکا گیا تھا کہ ماریا اس کے پتھروں سے ٹکرا کر رہ جاتی
تھی اور ایک شعاع کی طرح اس کے اندر سے نہیں گزر
سکتی تھی —

دیوار اس قدر بلند تھی کہ وہ چھلانگ لگا کر بھی اس
کے اوپر سے نہیں گزر سکتی تھی — گھوڑ سوار ماریا کے اوپر
سے اڑ کر اس کے سامنے آ گیا — اس نے ایک بلند قہقہہ
لگایا اور طلسمی پنجے کی شعاع کا رخ ماریا کی طرف کر دیا۔
ماریا کے لیے اب بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ وہ موت
کے لیے تیار ہو گئی — اس کی آنکھوں میں اپنے ساتھیوں، عنبر
اور ناگ کو یاد کر کے آنسو آ گئے — کاش، وہ اس وقت وہاں
ہوتے اور وہ انہیں آخری بار دیکھ سکتی —

جونہی سرخ شعاع ماریا کے قریب آئی، اچانک آسمان
سے ایک عورت کا ہیولا نیچے اترا اور اس نے سرخ شعاع کو
اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اوپر اٹھا لیا — شعاع ایک لمبی سرخ
سلاخ کی طرح اس عورت کے ہاتھ میں آ کر اوپر کو اٹھ گئی تھی۔
ماریا نے چونک کر آسمانی عورت کو دیکھا — یہ وہی اندلس کی
ملکہ کی روح تھی — جسے تھوڑی دیر پہلے ماریا نے شاہی حمام
کے برآمدے میں دیکھا تھا — اندلسی ملکہ کی روح نے سرخ شعاع

کی سلاخ کو ہوا میں اچھالا — یہ شعاع ایک نیزہ بن کر گھوڑ سوار
کے زرہ بکتر والے جسم میں دھنس گئی — گھوڑ سوار کے زرہ بکتر
سے ٹکرانے کا دھماکا ہوا، پھر اس کی بھیانک چیخ فضا میں
گونجی اور دوسرے لمحے ماریا نے دیکھا کہ گھوڑ سوار اچھل کر
زمین پر گرا — کچھ دیر تڑپا اور پھر مر گیا — مرنے کے ساتھ ہی
اُس کی لاش غائب ہوگئی — لاش کے غائب ہونے کے ساتھ
ہی گھوڑا بھی غائب ہوگیا — اندھیری رات کے سناٹے میں
دو تین بار گھوڑ سوار کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز آئی اور
پھر خاموشی چھا گئی —

ماریا نے ملکہ کی روح کی طرف دیکھ کر کہا:

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں اُندلسی ملکہ۔"

ملکہ کی روح نے کہا:

"میں تمہاری مدد کے لیے صرف اس لیے آگئی ہوں کہ
تم ایک بچی کی زندگی بچانے کا نیک مقصد لے کر یہاں
آئی ہو۔"

ماریا نے پوچھا:

"ملکہ، کیا تم بچی سینچیکا کے بارے میں میری کچھ مدد
کر سکتی ہو؟"

ملکہ کی روح نے کہا:

"میرے پاس اتنا اختیار نہیں ہے — میں تمہیں صرف اتنا
بتا سکتی ہوں کہ تمہیں اس شاہی قبرستان میں جانا ہوگا — یہاں
ایک بڑی خوفناک چڑیل رہتی ہے — آج تک اس قبرستان
سے کوئی زندہ شخص واپس نہیں آسکا — جو کوئی گیا، اُسے چڑیل
کھا گئی — ہو سکتا ہے تمہیں یہ چڑیل دیکھ بھی نہ سکے — تمہیں قبر
ستان میں اکیلی جا کر قسمت آزمانا ہوگی — میں خواہش کے باوجود
تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی — اب میں جاتی ہوں۔ میرے پاس
اتنا وقت نہیں ہے — اوپر کی دنیا میں روحیں میرا انتظار
کر رہی ہیں — خدا حافظ۔"

ماریا نے جلدی سے کہا:

"ملکہ مجھے قبرستان کے اندر تو پہنچاتی جاؤ۔"

ملکہ کی روح بولی:

"اب تمہیں میری مدد کی ضرورت نہیں — طلسمی پنجے کا
اثر ختم ہو گیا ہے — تم خود بھی قبرستان کے اندر جا سکتی ہو۔
خدا حافظ۔"

اتنا کہہ کر اُندلسی ملکہ کی روح غائب ہوگئی — ماریا قبرستان
کی دیوار کے پاس آکر کھڑی ہوگئی — پھر اس نے آگے بڑھ کر
دیوار کے اندر سے گزرنے کی کوشش کی — وہ یہ دیکھ کر بڑی
خوش ہوئی کہ وہ بڑی آسانی کے

ساتھ پتھروں کی موٹی دیوار کے اندر سے گزر گئی تھی — ماریا بڑی
خوش ہوئی کہ اس کی طاقت واپس آ گئی تھی — اب وہ قرطبہ
کے پُرانے قبرستان میں تھی —

اس قسم کا بھیانک اور ڈراؤنا قبرستان ماریا نے پہلے کبھی نہ
دیکھا تھا — درخت ایسے بینگے ٹیڑھے تھے کہ لگتا تھا، مُردے
قبروں سے باہر نکل کر اکڑ کر کھڑے کے کھڑے رہ گئے ہیں —
کانٹے دار جھاڑیاں ہر قبر پر اُگی ہوئی تھیں — کوئی قبر ایسی نہ تھی
کہ جو چٹخی ہوئی نہ ہو — ہر قبر میں شگاف تھا اور اندر سے مُردے
کی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں — صاف لگتا تھا کہ یہ قبریں مسلمانوں
کے زمانے سے پہلے کی تھیں — کیونکہ ہر قبر پر کسی نہ کسی جانور
کا کالا مجسّمہ بنا ہوا تھا — کسی پر اُلّو، کسی پر مگرمچھ، کسی پر لومڑ،
کسی پر ریچھ اور کسی پر بلّی کا بُت بنا ہوا تھا —

ماریا پھونک پھونک کر قدم رکھ رہی تھی۔ اُسے خطرہ تھا کہ
اس قبرستان پر جس چڑیل کا قبضہ ہے، اگر وہ اُسے دیکھنے میں
کامیاب ہو گئی تو کہیں اُس پر وار نہ کر دے — اندلس میں آکر
اس نے ایسے ایسے جادوگر اور آسیب زدہ لوگ دیکھے تھے کہ
اب وہ بڑی احتیاط سے آگے بڑھ رہی تھی اور اب تو اُس
کے پاس طلسمی پنجہ بھی نہیں تھا، لیکن دیوار اور پتھروں میں سے
گزر جانے کی طاقت کے واپس آ جانے سے اُسے ایک طرح سے

حوصلہ بھی ہو گیا تھا — اور اُسے یقین تھا کہ چڑیل اُسے نہیں
دیکھ سکے گی —

ماریا اچانک رُک گئی — اس نے ابھی ابھی ایک آواز سُنی
تھی — آواز ایسی تھی جیسے کسی نے زور سے لمبا سانس لیا ہو —
ماریا اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تکنے لگی — اس کی نظر
تھوڑے فاصلے پر ایک قبر پر چلی گئی — اُس قبر کی طرف درختوں
میں سے نکل کر ایک سایا بڑھ رہا تھا — ماریا جہاں کھڑی تھی
وہاں ایک بلّی کا بُت بنا ہوا تھا — وہ جلدی سے اس
بُت کے پیچھے چھپ گئی اور سائے کی طرف تکنے لگی جو قبر
کی طرف بڑھ رہا تھا —

قبرستان میں آسمان پر چمکتے ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی آ
رہی تھی — اس روشنی میں ماریا نے دیکھا کہ جو سایا قبر کی طرف
بڑھ رہا تھا، وہ پہلے تو چھوٹا سا تھا مگر قبر کے پاس آکر اتنا لمبا
ہو گیا کہ اس کا سر درختوں کو چھونے لگا — سایا ایک بار پھر
چھوٹا ہونے لگا اور ایک عام انسان جتنا ہو گیا — اس سائے
کے سر کے اندر سے دو سرخ آنکھیں جھانک رہی تھیں۔ سائے
نے اپنا ڈراؤنا چہرہ اُوپر اُٹھا کر زور سے سانس لیا — اس کے
ساتھ ہی درختوں کی شاخیں زور سے ہلنے لگیں —

پھر اس سائے نے ایک تکونے سر والی چڑیل کی شکل

اختیار کر لی' جس کا سر ایک سینگ کی طرح تھا — آنکھیں کانوں
سے باہر کو نکلی ہوئی تھیں — اور سُرخ آنکھوں سے شعلے نکل رہے
تھے — اس کے چار ہاتھ اور چار ٹانگیں تھیں — کندھوں پر
دو نوکیلے سینگ تلواروں کی طرح اُبھرے ہوئے تھے۔ ایسی چڑیل
ماریا نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی — چڑیل کے دو ہاتھ قبر پر جُھکے
تھے اور دو بازو اوپر فضا میں بلند تھے —

پھر چڑیل کے منہ سے ایسی آواز نکلنے لگی' جیسے وہ کوئی
بڑے تیز تیز جادو کے منتر پڑھ رہی ہو۔ اس نے ایک بار زور سے
قبر پر پھونک ماری — اس کی پھونک سے قبر کی اینٹیں اور پتھر
اُڑ کر دُور جا پڑے — قبر ننگی ہوگئی اور اس کے اندر سے
ایک مُردہ باہر نکل آیا — اس مُردے کا گوشت گل سڑ گیا تھا
اور جگہ جگہ سے ہڈیاں باہر جھانک رہی تھیں — اس کی کھوپڑی اور
چہرے پر کھال بالکل نہیں تھی اور ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں — آنکھوں'
ناک اور منہ کی جگہ صرف سوراخ تھے —

چڑیل نے مُردے کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا — مُردہ
قبر میں سے نکل کر چڑیل کے پیچھے پیچھے چل پڑا — چڑیل مُردے
کو لے کر قبرستان کے کونے والے درختوں کی طرف چل دی۔
ماریا اسی چڑیل کی تلاش میں یہاں آئی تھی' کیونکہ اسی چڑیل
کے قبضے میں وہ لڑکی پہنچ چکی تھی — ماریا کو جس کی کھوج تھی۔

ماریا چڑیل سے کچھ فاصلے پر چل رہی تھی — وہ ابھی اُس کے
سامنے نہیں جانا چاہتی تھی — اسے ڈر تھا کہ کہیں چڑیل بھی
اُسے نہ دیکھ لے اور یا وہ انتقامی طور پر لڑکی کو ہلاک نہ
کر ڈالے —

ماریا کو یہ بھی ڈر لگا تھا کہ کہیں اس چڑیل نے لڑکی کو ہلاک
ہی نہ کر ڈالا ہو — وہ چڑیل کے پیچھے پیچھے چلی جا رہی تھی —
چڑیل درختوں میں جا کر رُک گئی — اُس نے مُردے کو ایک طرف
اشارہ کیا — ماریا نے ذرا اوپر اُٹھ کر دیکھا' وہاں ایک پختہ
قبر کا ٹوٹا پھوٹا چبوترہ تھا — مُردہ اس قبر کے چبوترے میں
اُتر گیا — اُس کے پیچھے پیچھے چڑیل بھی قبر کے اندر چلی گئی —
ماریا لپک کر وہاں پہنچی اور اُس نے دیکھا کہ ایک چوکور
قبر کا چبوترہ بنا ہوا تھا جو جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ گیا تھا —
اُوپر قبر کا نشان بنا تھا — ایک جانب قبر میں کافی بڑا سوراخ
تھا —

سوراخ کے اندر اندھیرا تھا —

ماریا بھی بے دھڑک ہو کر قبر کے اندر اُتر گئی —

— قبر کے اندر اندھیرا تھا — اُس نے آنکھیں پوری کھول
کر دیکھنے کی کوشش کی — اُسے کچھ نظر نہ آیا — اُسے خیال آیا
کہ کہیں چڑیل' وہیں کہیں چُھپ کر نہ بیٹھی ہو اور اُسے اپنے

طلسم میں نہ گرفتار کرے — وہ قبر کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئی — قبر کافی گہری تھی — وہ قبر کی دیوار میں سے دوسری طرف گزر سکتی تھی، لیکن اُسے یہ معلوم نہیں تھا کہ قبر کے دوسری طرف کوئی خالی جگہ ہے کہ زمین ہی زمین ہے۔

ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اسے اندھیرے میں دھیمی سی روشنی دکھائی دی — یہ روشنی قبر کی دیوار میں ایک جگہ سے نکل رہی تھی — ماریا روشنی کی طرف بڑھی — یہ ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی، جس کی درزوں میں سے ہلکی روشنی باہر آرہی تھی — ماریا کھڑکی کو کھولنے کی بجائے اس کے بند دروازے میں سے دوسری طرف گزر گئی —

دوسری طرف وہ ایک سُرنگ میں آگئی — سُرنگ تنگ سی تھی، روشنی نہ معلوم کہاں سے آرہی تھی — اس کی دیواروں سے مٹی گر رہی تھی — ماریا آگے بڑھتی گئی — سُرنگ آگے جاکر ایک کنوئیں میں اُترتی چلی گئی — یہ گہرا کنواں تھا۔ اس کی تہہ میں ایک گول بڑا ہال کمرہ سا بنا تھا، جس میں کئی ایک ستون تھے — ماریا ایک ستون کے پیچھے چھپ کر کھڑی ہوگئی۔ اسے چڑیل کے سانس کی آواز سُنائی دی تھی —

یہاں چھت کے اندر سے دھیمی دھیمی نیلی روشنی سی نکل رہی تھی — اتنے میں وہی چار ہاتھ پاؤں والی چڑیل ایک طرف

سے نکل کر کنوئیں کے درمیان میں آگئی — مردہ اس کے پیچھے پیچھے تھا — چڑیل نے مردے کو اشارہ کیا — وہ ایک پتھر پر آ کر بیٹھ گیا — چڑیل نے اس کی کھوپڑی کے اوپر دیا روشن کر دیا۔ پھر چاروں ہاتھوں میں چار انسانی کھوپڑیاں لے کر منتر پڑھنے اور کھوپڑیوں کو مُردے کے سر پر جلتے دیئے کے ارد گرد گھمانے پھرانے لگی —

چڑیل کے حلق سے خرخراہٹ کی آوازیں نکل رہی تھیں — پھر اُس نے چاروں کھوپڑیاں ایک ستون کی طرف اچھال دیں — جدھر کھوپڑیاں گئی تھیں، اُدھر سے ایک اور مُردہ باہر نکلا جس نے کفن پہن رکھا تھا — اس کے بازوؤں پر وہی لڑکی سنچیکا بے ہوش پڑی تھی، جس کی کھوج میں ماریا یہاں تک پہنچی تھی — ماریا بے چین ہوگئی، مگر اُس نے صبر سے کام لیا، کیونکہ اس وقت ذرا سی بے احتیاطی سنچیکا کی جان لے سکتی تھی —

کفن پوش مُردے نے بے ہوش لڑکی کو چڑیل کے سامنے لاکر اُس مردے کے آگے رکھ دیا، جس کی کھوپڑی پر دیا جل رہا تھا — چڑیل نے چاروں ہاتھوں سے لڑکی کے جسم کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا — پھر کفن پوش مردے کی طرف اپنا بھیانک چہرہ اُٹھا کر خرخراہٹ والی آواز میں کہا:

"ابھی میرا منتر پورا نہیں ہوا — سات بار چاند نکلے گا، سات

باد چاند ڈوبے گا — پھر میں اس کا کلیجہ نکال کر کھاؤں گی اور میں چڑیلوں کے ملک کی ملکہ بن جاؤں گی — لے جاؤ، اسے پیچھے لے جا کر قبر میں لٹا دو ۔"

کفن پوش مُردے نے بے ہوش پنجیکا کو بازوؤں پر اٹھایا۔ اور اُسے لے کر واپس ستونوں کے پیچھے اندھیرے میں گم ہوگیا۔ کھوپڑی والا مُردہ خاموش بیٹھا تھا — چڑیل نے اس کی کھوپڑی پر جلتے دیے کو پھونک مار کر بجھا دیا اور مُردے کو باہر کی طرف اشارہ کیا — کھوپڑی والا مُردہ اٹھا اور باہر جاتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھا — جب وہ اس ستون کے قریب سے گزرا جس کے پیچھے ماریا چھپی ہوئی تھی تو وہ اچانک رُک گیا — اس کی کھوپڑی گھوم گئی اور اس کا رُخ ماریا کی طرف ہوگیا — کھوپڑی کا جبڑا ہلنے لگا، پھر کھوپڑی کے جبڑے میں سے ایسی دہشت ناک آواز نکلی کہ ایک بار تو ماریا بھی کانپ گئی —

اس آواز پر چڑیل نے زور سے چیخ ماری اور ماریا والے ستون کی طرف بڑھی — مُردے نے چڑیل کو خبردار کردیا تھا کہ ستون کے پیچھے ایک لڑکی کھڑی ہے — مُردے نے ماریا کو دیکھ لیا تھا۔ ماریا ستون کے عقب سے نکل کر سامنے آگئی ۔

افسوس — ماریا کا خیال غلط نکلا — چڑیل نے بھی اُسے دیکھ لیا تھا — چڑیل اپنے غار میں ایک انسانی نظر نہ آنے والی عورت

کے جسم کو دیکھ کر غضب میں آگئی تھی — اس نے ماریا کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا اور پھر زور سے زمین پر دے مارا۔ اس کے بعد ماریا کو کچھ خبر نہ ہوئی، کیونکہ وہ بے ہوش ہو چکی تھی — چڑیل ماریا کو لے کر ستون کے قریب سے ہوتی ہوئی ایک خاص کوٹھڑی میں آگئی — یہاں دیوار کے ساتھ ساتھ کئی مُردوں کے ڈھانچے کھڑے تھے اور ان کے جسم گھٹنوں گھٹنوں تک زمین کے اندر دھنسے ہوئے تھے — چڑیل نے ماریا کو بھی ایک گڑھے کے اندر گھٹنوں تک گاڑ دیا — ایک منتر پڑھا اور زمین پتھر کی طرح سخت ہوگئی — کفن پوش مُردہ پنجیکا کو دوسری کوٹھڑی میں ایک قبر میں لٹا کر باہر نکل آیا — تو چڑیل نے اس سے کہا :

"نئی لاش ۔"

اور چڑیل نے قہقہہ لگایا — قہقہے کی آواز اس قدر ڈراؤنی تھی کہ کفن پوش مُردے کا رنگ اور سفید ہوگیا —

لاش گم ہوگئی

اب ذرا عنبر کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے؟

اُس نے ناگ کی لاش والی صندوقچی ناگ کے مقدس مندر کے تالاب کے اندر پانی میں جاکر رکھ دی تھی — اس تالاب میں چھ ماہ رہنے کے بعد ناگ کا کٹا ہوا جسم پھر سے جُڑنا تھا اور اُس نے پھر سے زندہ ہونا تھا — عنبر ناگ مندر کی ایک کوٹھڑی میں رہنے لگا تھا۔

قاتل پجاری اور اس کا چیلا لاچونگ مارے جا چکے تھے۔ اُس کی جگہ ایک نیا پجاری آگیا تھا — اُسے بھی خبر ہوگئی تھی کہ عنبر کے پاس کوئی ایسا خفیہ جادو ہے کہ جس کی وجہ سے وہ امر ہوگیا ہے اور اس کے جسم پر کسی شے کا اثر نہیں ہوتا — اس پجاری کو ناگ مندر کے بڑے جوگی کی مدد بھی حاصل تھی۔ یہ جوگی بھی جادو کی طاقت رکھتا تھا اور اپنی لکڑی کی جُوتی پہن کر ہوا میں اُوپر جاکر کھڑا ہو جاتا تھا — ہاں وہ اُڑ نہیں سکتا تھا — اس جوگی نے پجاری کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا تھا اور دونوں

چاہتے تھے کہ کسی طریقے سے عنبر سے وہ جادو معلوم کیا جائے، جس کی وجہ سے اُس کے پاس اتنی طاقت آگئی ہے — انہوں نے عنبر سے کئی طرح سے پوچھنے کی کوشش کی، مگر عنبر نے اُن کے ساتھ سیدھے منہ بات نہ کی — وہ تو صرف وہاں اس لیے بیٹھا تھا کہ چھ مہینے کسی طرح سے گزریں اور وہ اپنے دوست اور زندگی کے ساتھی ناگ کو زندہ سلامت ساتھ لے کر ماریا کی تلاش میں وہاں سے نکل جائے۔ وہ جوگی کے بھیس میں تھا اور ہر روز ناگ مندر کے تالاب میں جاکر دیکھ آتا تھا کہ کسی نے ناگ کی صندوقچی کو نقصان نہیں پہنچایا —

عنبر کو ایک غم ضرور تھا کہ اس کا وہ تعویذ گم ہوگیا تھا جس کو جیب میں رکھ کر یا بازو پر باندھ کر وہ ہوا میں اُڑتا پھرتا رہتا تھا۔ یہ تعویذ خدا جانے کہاں کھو گیا تھا۔

مندر کے جوگی نے ایک روز پجاری کو بلا کر کہا:

"عنبر جوگی ہمیں اپنی طاقت کا راز نہیں بتاتا۔"

پجاری بولا:

"پھر کیا کیا جائے مہاراج — ہم اسے ہلاک بھی نہیں کر سکتے۔"

جوگی نے کہا:

"ہمیں اس کی کوئی شے چُرا کر اپنے پاس لے آنی چاہیے۔ کہ جسے واپس لینے کے لالچ میں وہ ہمیں اپنی طاقت کا راز

بتاوے —"

" ایسی کون سی شے ہو سکتی ہے؟" پجاری بولا۔

جوگی نے کہا:

" یہی تو ہمیں پتہ لگانا ہو گا —"

پھر کچھ سوچ کر جوگی نے کہا:

" تم اس کی نگرانی کرو — دیکھو، وہ کیا کرتا ہے — کہاں جاتا ہے — اُس کے پاس کوئی ایسی شے ہے جسے وہ سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہے —"

" ایسا ہی کروں گا —"

اب پجاری نے عنبر کی جاسوسی شروع کر دی — اس نے دو بھکشو اُس کے پیچھے لگا دیے کہ وہ اس کی خبر گیری کریں اور دیکھیں کہ وہ کیا کرتا ہے؟ کیا کھاتا ہے، کیا پیتا ہے؟ ان بھکشوؤں نے ایک ہفتے بعد آ کر پجاری کو جو رپورٹ دی وہ یہ تھی کہ:

" عنبر جوگی کچھ نہیں کھاتا، کچھ نہیں پیتا — رات کو بالکل نہیں سوتا — ایک رات چھوڑ کر وہ دوسری رات کو بارہ بجے کے بعد مندر کے مقدس تالاب پر جاتا ہے — اس کے اندر غوطہ لگاتا ہے — کچھ دیر تالاب کے اندر رہتا ہے — پھر باہر آ کر کپڑے پہنتا ہے اور واپس اپنی کوٹھڑی میں چلا جاتا ہے۔"

پجاری نے بھکشوؤں کو انعام و اکرام دے کر واپس بھیج دیا۔

وہ جوگی کے پاس گیا اور سارا حال بیان کیا — جوگی سوچ میں یا —

"وہ تالاب کے اندر کیا کرنے جاتا ہے؟"

پجاری نے کہا:

" وہ ایک رات چھوڑ کر مقدس تالاب میں غسل کرتا ہے —"

جوگی نے سر ہلایا:

" نہیں، اس میں ضرور کوئی راز ہے —"

پھر وہ بھنویں سکیڑ کر بولا:

" یہ شخص ضرور مقدس تالاب میں کوئی شے تلاش کرتا ہے — وہاں کوئی خفیہ چیز چھپا رکھی ہے، جسے جا کر دیکھتا ہے اور اپنی ی کرتا ہے —"

پجاری بھی اب غور کرنے لگا، بولا:

" ہو سکتا ہے، تمہارا خیال درست ہو — پھر اب ہمیں کیا نا چاہیے —"

جوگی نے کہا:

" جس رات وہ تالاب پر نہیں جاتا — اس رات ہم وہاں نچ کر معلوم کریں گے کہ اصل راز کیا ہے؟"

بڑی مناسب ترکیب تھی — پجاری اور جوگی دوسری رات جب عنبر کی تالاب پر جانے کی باری نہیں تھی اور وہ اپنی کوٹھڑی

پاس ہی تھا — مقدس تالاب پر پہنچ گئے — آدھی رات گزر چکی
تھی — پجاری تالاب کے کنارے پر بیٹھ گیا اور جوگی تالاب کے
اندر اندر گیا — اس نے پانی میں غوطہ لگایا اور تالاب کی تہہ یا
پانی کو کھنگالنا شروع کیا — کافی دیر کی تلاش کے بعد اُس کے
ہاتھ ایک صندوقچی لگی، جسے لے کر وہ باہر آگیا —

" اسے کھولو — ضرور اس میں کوئی خزانہ ہوگا — ہیرے جواہر
ہوں گے — ہوسکتا ہے یہ ہیرے عنبر جوگی نے ہمارے مقدس
مندر سے چوری کیے ہوں "

جوگی صندوقچی لے کر تالاب سے باہر آگیا — اُن کے آس
پاس کوئی بھکشو یا مندر کا ملازم نہیں تھا — انھوں نے حکم دے
رکھا تھا کہ آدھی رات کے بعد تالاب کی طرف کوئی نہ آئے
جوں ہی جوگی نے صندوقچی کو کھولا، وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ صندوقچی
میں ایک سانپ پڑا تھا جس کے دو ٹکڑے ہو چکے تھے —

" اس میں تو سانپ کے ٹکڑے پڑے ہیں "

پجاری نے آگے بڑھ کر سانپ کی لاش دیکھی اور گردن
کھجلاتے ہوئے کہنے لگا :

" اس کٹے ہوئے سانپ کے لیے عنبر جوگی کو ہر دوسری
رات تالاب میں آکر اتنی تکلیف کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی
ہے — ضرور اس میں کوئی خاص بات ہوگی "

جوگی نے کہا :

" یہ کوئی بڑی اہم بات معلوم ہوتی ہے — میں اس صندوقچی
ے جا کر اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔ تم بھی کسی سے ذکر نہ کرنا
یں گے' عنبر جوگی کیا کرتا ہے — اگر وہ اس کے لیے زیادہ
ہوا تو یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ یہ کوئی بڑا خاص
ہے — ہم یہ صندوقچی اُسے ہرگز واپس نہیں کریں گے۔ اسے
س رکھیں گے اور دیکھیں گے کہ وقت گزرنے کے ساتھ
سے کیا شے برآمد ہوتی ہے "

بڑا اچھا خیال ہے — چلو اب چلتے ہیں "

جوگی نے ناگ کی لاش والی صندوقچی لے جا کر مندر کے
ہ بڑے اور مقدس سانپ کی مورتی کے نیچے جو تہہ خانہ
وہاں جا کر زمین کھود کر اندر چھپا دی —

اگلی رات عنبر تالاب میں غوطہ لگا کر اُترا تو یہ دیکھ کر
ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے کہ ناگ کی لاش والی صندوقچی
ں —

پریشان ہو گیا —

ں نے سارا تالاب دیکھ ڈالا، مگر صندوقچی وہاں ہوتی تو
نت نا امید ہو کر وہ واپس اپنی کوٹھڑی میں آگیا —
لگا کہ صندوقچی کہاں غائب ہو گئی ہے، اسے کوئی

جا سکتا ہے ؟ وہ اس پر جتنا غور کرتا، معاملہ اور زیادہ اُلجھتا
کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی نے اُسے تالاب میں اترتے دیکھ
ہو اور پھر صندوقچی لے کر غائب ہو گیا ہو؟ مگر کسی کو سا
سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے اور وہ بھی ایسا سانپ جس کی لا
کے ٹکڑے صندوقچی میں رکھے ہوں — ہو سکتا ہے، چور
سمجھا ہو کہ صندوقچی میں ہیرے جواہرات ہوں گے اور جب
جا کر اسے کھولا ہو تو وہاں سانپ کی لاش پڑی ہو، لیکن
اسے صندوقچی تالاب میں پھینک دینی چاہیے تھی۔ اسے کیا ف
تھی کہ واپس تالاب پر جاتا — ہو سکتا ہے اُس نے جا
کے ٹکڑے باہر پھینک دیے ہوں — چیل کوّوں نے اسے کھا
اس طرح کی باتیں سوچ سوچ کر عنبر اور زیادہ پریشا
گیا — ناگ کی لاش کا غائب ہو جانا بڑی خطرناک بات
اس کا مطلب یہ تھا کہ ناگ کی لاش اس وقت
سے باہر ہے — اور تالاب کے پانی سے باہر رہ کر ناگ
زندہ نہیں رہ سکتا تھا — تو کیا اس کا بہترین دوست "
ناگ مر جائے گا ؟ سچ مچ مر جائے گا اور وہ اسے اب
نہیں دیکھ سکے گا؟
عنبر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے — ماریا کو جب اس
ہو گی تو اسے کس قدر صدمہ نہیں ہو گا۔ بے چاری کا دل

نڈھال ہو جائے گا — ناگ کی لاش کو ضرور تلاش کرنا چاہیے —
عنبر نے اگلے چار پانچ دنوں میں چپکے چپکے سارے مندر اور
مندر کے آس پاس کے علاقے کو چھان مارا — مگر صندوقچی یا
ناگ کی لاش اُسے کہیں نہ ملی — جوگی اور پجاری بڑی خاموشی
سے دیکھ رہے تھے — کہ عنبر جوگی پریشان پھرتا ہے۔
کبھی مندر کے اندر جاتا ہے اور کبھی تالاب کے اردگرد کی
زمین دیکھتا ہے اور کبھی مندر کے باہر گھومتا پھرتا ہے اور
کسی شئے کی تلاش کرتا رہتا ہے — انہیں اب پکا یقین
ہو گیا تھا کہ صندوقچی میں جو سانپ ہے وہ کوئی بڑی پُراسرار
چیز ہے اور ہو سکتا ہے، کچھ دنوں کے بعد وہ سونے کا بن
جائے یا اس کی جگہ صندوقچی ہیرے جواہرات سے بھر جائے۔
کچھ بھی ہو، وہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ صندوقچی کا راز
کیا ہے — اب وہ عنبر جوگی کی طاقت کا راز معلوم کرنے کی
بجائے صندوقچی کے پیچھے پڑ گئے تھے —
صندوقچی جس کے اندر ناگ کی لاش کے ٹکڑے پڑے
تھے — بڑے ناگ مندر کے تہہ خانے کے نیچے زمین میں
دفن تھی — تالاب کے مقدس پانی سے باہر رہنے کا نتیجہ سوائے
اس کے اور کیا ہو سکتا تھا کہ ناگ مر جاتا — اس کی لاش
کے ٹکڑے تو صرف تالاب کے پانی ہی سے جُڑ سکتے تھے اور

تالاب کا پانی وہاں کہاں سے آ سکتا تھا۔

جس تہہ خانے میں ناگ کی لاش دفن تھی، وہ تالاب سے زیادہ دُور نہیں تھا۔۔۔ کرنا خدا کا کیا ہوا کہ ایک رات ہمالیہ کے پہاڑوں میں زلزلہ آ گیا۔۔۔ مقدس مندر بھی ڈولنے لگا۔ تالاب کی تہہ میں ایک جگہ سے زمین پھٹ گئی اور پانی نے زمین کے اندر جذب ہونا شروع کر دیا۔۔۔ تالاب کے پانی کا دباؤ بہت زیادہ تھا۔۔۔ پتھروں کے نیچے زمین بھربھری تھی۔۔۔ اس وجہ سے پانی بڑی تیزی سے زمین میں داخل ہونے لگا۔ تالاب میں ہمالیہ کے ایک چشمے سے پانی آتا تھا۔ یہ پانی زمین کے اندر ہی اندر جذب ہوتا چلا گیا۔۔۔ مندر کے تہہ خانے کی طرف ڈھلان تھی۔۔۔ پانی تہہ خانے کی طرف چل پڑا۔۔۔ آگے اُسے تہہ خانے کے نیچے قبر کا گڑھا ملا تو اس میں داخل ہو گیا۔ اس گڑھے میں ناگ کی لاش والی صندوقچی دفن تھی۔۔۔ پانی نے گڑھے اور صندوقچی کو بھر دیا۔۔۔ اور وہاں سے آگے کی طرف آہستہ آہستہ جذب ہونے لگا۔۔۔

قدرت نے ناگ کی لاش تک تالاب کا مقدس پانی پہنچانے کا بندوبست کر دیا تھا۔۔۔ ناگ کی لاش مقدس پانی میں ڈوب چکی تھی اور لاش کے ٹکڑوں کے آپس میں جُڑنے کا عمل پھر سے شروع ہو گیا تھا۔۔۔ اگر ہمالیہ کے پہاڑوں میں زلزلہ

نہ آتا اور تالاب کی تہہ نہ پھٹتی تو ناگ دوبارا کبھی زندہ نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔ عنبر اس بات سے بے خبر تھا۔۔۔ وہ بے چارہ اپنی جگہ پر ناگ کی لاش کو تلاش کر کے نا امید ہو چکا تھا۔ اور ناگ کو یاد کر کے اداس اداس رہنے لگا تھا۔۔۔ ایک رات اس کی آنکھ لگ گئی۔۔۔

خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ماریا ایک کنوئیں میں آدھی زمین کے اندر دفن ہے اور گھٹنوں تک پتھروں کا چبوترہ بنا ہوا ہے اور وہ اُسے دکھائی دے رہی ہے۔۔۔ وہ بڑی کمزور ہو گئی ہے۔۔۔ اس کے بال کٹے ہوئے ہیں۔۔۔ سر پر تھوڑے تھوڑے بال اُگے ہوتے ہیں اور وہ بار بار عنبر اور ناگ کو کمزور سی آواز میں پکار رہی ہے۔۔۔ عنبر پریشان ہو کر اٹھ بیٹھا۔۔۔

پہلے وہ ناگ کے لیے پریشان تھا۔۔۔ اب ماریا کی حالت نے اسے بے چین کر دیا۔۔۔ اسے کبھی کبھی خواب آیا کرتے تھے۔ اور جب کبھی کوئی اس قسم کا خواب آتا تو وہ سچا ہوتا تھا۔ اس نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ ناگ کو خدا کے حوالے اور اس کی تقدیر پر چھوڑ کر وہ ماریا کی مدد کو جائے گا۔۔۔ سوال یہ تھا کہ ماریا کس ملک میں تھی؟ وہ کنواں کس ملک میں تھا؟ عنبر سارا دن سوچتا رہا کہ یہ کونسا

ملک ہو سکتا ہے۔ اُسے صرف اتنا یاد تھا کہ ماریا ہندوستان کے
ایک راجہ کی بیٹی راجکماری کو لے کر ہندوستان کی طرف روانہ
ہوئی تھی اور وہ ایک بحری جہاز پر پرتگال کی طرف چلا گیا
تھا —

اس کا مطلب یہ تھا کہ اُسے ہندوستان جا کر ماریا کا
کھوج لگانا چاہیے — اس ریاست کو ڈھونڈنا چاہیے، جس
کی راجکماری کو ماریا نے مصیبتوں سے نکال کر اس کے باپ
کے پاس پہنچا دیا تھا — ہوسکتا ہے وہ راجکماری اُسے ماریا
کے بارے میں بتا سکے کہ وہ وہاں سے کدھر کو گئی تھی —
عنبر بے چین ہو گیا — اُس نے اسی رات ناگ مندر کو
خدا حافظ کہا اور جوگی جی کے بھیس میں واپس ہندوستان کے
ملک کی طرف کوچ بول دیا۔ وہ تبت کے ملک میں تھا جو
ہندوستان کے شمال میں تھا — اس اعتبار سے وہ ہندوستان
سے زیادہ دُور نہیں تھا، بلکہ اس کی سرحد کے پاس ہی تھا۔
اب اُسے وہ تعویذ یاد آ رہا تھا، جو اس سے گم ہو گیا تھا۔
اگر تعویذ اُس کے پاس ہوتا تو وہ اس کی مدد سے بڑے آرام
سے اُڑ کر جلدی سے جلدی ہندوستان پہنچ سکتا تھا۔

بہرحال، اُسے سفر کرنا تھا اور وہ برف پوش میدانوں
میں چلا جا رہا تھا — یہ بھی غنیمت تھا کہ نہ اُسے سردی لگتی

تھی اور نہ تھکان ہوتی تھی: نہیں تو ہمالیہ کے برف پوش میدانوں
میں یوں پیدل سفر کرنا اپنی موت کو اپنے پاس بُلانا تھا
عنبر صرف اس لیے پریشان تھا کہ اس کا وقت ضائع ہو
رہا تھا —

اس کے خواب کے مطابق ماریا سخت مصیبت میں تھی
اور وہ جلد از جلد اس کے پاس پہنچ کر اُسے مصیبت سے
نکالنا چاہتا تھا — یقیناً جس جادوگرنی یا کسی بدروح نے
اسے کنویں کے اندر گھٹنوں تک زمین میں دھنسا دیا تھا۔
ماریا سے زیادہ طاقتور بدروح تھی اور وہ ماریا کو سخت نقصان
پہنچا سکتی تھی — اُس نے ماریا کو دیکھ بھی لیا ہو گا اور
اُسے ہلاک کرنا چاہتی ہو گی اور یا اُسے ادھموا کر کے ا
سے کوئی خطرناک کام لینا چاہتی ہو گی —

عنبر کے لیے یہ بڑا ضروری تھا کہ وہ جتنی جلدی
سکے، اس بدروح کے پاس جا کر اُسے شکست دے کر مار بھگا
اور ماریا کو آزاد کرائے —

عنبر اچھی طرح جانتا تھا کہ خواب میں تو اس نے ماریا
دیکھ لیا ہے، لیکن وہاں جا کر وہ اسے نظر نہیں آئے گی
ماریا نظر نہ بھی آئے تو وہ پہچان لیتا تھا کہ ماریا کہاں ہے
وہ اور ناگ ماریا کو ہاتھ لگا کر محسوس کر سکتے تھے — دُنیا

ور کوئی انسان ماریا کو ہاتھ لگا کر محسوس نہیں کر سکتا تھا۔
عنبر چلا جا رہا تھا۔ دوسرے روز وہ برفانی میدانوں سے
نکل گیا تھا۔ اب اس کے سامنے بنجر پہاڑی سلسلہ تھا جہاں
امت کی سرد اور تیز ہوائیں چل رہی تھیں اور ایک شور
ا ہوا تھا۔ شاید آندھی کا طوفان آ گیا تھا۔ یہ طوفان
بر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ ہاں چلنے میں اس کی رفتار
ور ہلکی ہو گئی تھی۔ ایک بانس اس کے ہاتھ میں تھا،
ے ٹیک کر وہ تیز ہوا کے رخ پر آہستہ آہستہ آگے بڑھ
تھا۔ اسی طرح وہ سارا دن سفر کرتا رہا۔ رات کو
ھی زیادہ تیز ہو گئی اور بارش بھی شروع ہو گئی۔
عنبر کو رات کے پھیلتے ہوئے اندھیرے میں دور پہاڑی
دامن میں ایک جھونپڑی میں چراغ کی روشنی دکھائی دی۔
اس جھونپڑی کی طرف چل پڑا۔ جھونپڑی گھاس پھونس کی
ہوئی تھی۔ باہر بانس کے ساتھ ایک تیل کی بند لالٹین
ن تھی جس کے اوپر بارش سے بچنے کے لیے سائبان بنا
تھا۔ جھونپڑی کا دروازہ کھلا تھا۔
عنبر جھونپڑی کے اندر داخل ہو گیا۔ زمین پر خشک
یا کے گٹھے پڑے تھے اوپر ہرن کی کھال بچھی تھی اور چھ
ت کالے گرم کمبل پڑے ہوئے تھے۔ مگر وہاں کوئی آدمی

دکھائی نہیں دیتا تھا۔ عنبر کو سردی تو بالکل نہیں لگ رہی
تھی۔ لیکن بارش میں اس کے کپڑے بھیگ گئے تھے۔
اس نے کپڑے سکھانے کے خیال سے ایک کمبل اٹھا
کر اپنے گرد لپیٹ لیا اور بیٹھ گیا۔ اس نے بھی جسم کے گرد
کالے رنگ کا کمبل لپیٹ رکھا تھا جو اب گیلا ہو گیا تھا۔
عنبر کا حلیہ جوگیوں والا تھا۔ صرف ترشول کی جگہ اس کے
پاس بانس کا لٹھ تھا۔ جو اس نے جھونپڑی کے باہر ہی رکھ
دیا تھا۔ اتنے میں اسے باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی
دی۔ عنبر اٹھ کر باہر آ گیا۔
اس کے سامنے ایک جٹا دھاری سنیاسی جوگی کھڑا مسکرا رہا
تھا۔

"بچہ تم مسافر لگتے ہو۔ میری جھونپڑی میں آرام کرو۔"
عنبر نے کہا:
"بابا، میں مسافر ہوں۔ ناگ مندر سے آ رہا ہوں۔"
سنیاسی نے کہا:
"کیا تم جوگی ہو؟"
عنبر نے بتایا کہ وہ جوگی نہیں ہے، بلکہ مسافر ہے اور ناگ
مندر کی یاترا کو گیا تھا۔ وہاں اس کا ایک دوست گم ہو گیا۔
اب اس کی تلاش میں ہندوستان کے ملک کو واپس جا رہا ہے۔

اس پر سنیاسی بابا مسکرایا اور جھونپڑی کے اندر جا کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا — عنبر بھی کونے میں لگ کر بیٹھ گیا — سنیاسی نے آنکھیں بند کر لیں — کچھ دیر آنکھیں بند رکھنے کے بعد اس نے آنکھیں کھول کر عنبر کو مسکرا کر دیکھا — اس کی آنکھوں میں بڑی خوبصورت چمک آ گئی تھی — وہ بولا:

"بچہ، دنیا میں رہ کر جھوٹ کبھی نہ بولنا — میں جانتا ہوں تم کون ہو —"

عنبر چونک پڑا:

"کیا مطلب؟"

سنیاسی کہنے لگا:

"تم ہزاروں سال سے سفر کر رہے ہو — موت تم سے بھاگ چکی ہے — بس اس سے زیادہ میں معلوم نہیں کر سکا — دیوتاؤں نے مجھے تمہارے بارے میں صرف اتنا ہی بتایا ہے —"

عنبر اس سنیاسی سے بڑا متاثر ہوا، وہ کوئی پہنچا ہوا بزرگ تھا — اس نے کہا:

"بابا، میرا دوست کھو گیا ہے — کیا مجھے وہ مل جائے گا؟"

سنیاسی کہنے لگا:

"اس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا —"

عنبر نے پوچھا:

"میری ایک بہن ہندوستان کے کسی شہر میں مصیبت میں پھنس گئی ہے — کیا آپ بتائیں گے کہ وہ کس جگہ پر ہے؟"

سنیاسی نے آنکھیں بند کیں اور پھر کھول کر کہا:

"میرا علم اتنا زیادہ نہیں ہے — تم جب شہر بنارس میں جاؤ گے تو وہاں گنگا دریا کے گھاٹ پر تمہیں ایک جٹا دھاری جوگی ملے گا، وہ میرا بھائی ہے — اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کا بایاں ہاتھ کلائی تک ایک حادثے میں کٹ گیا تھا۔ اس کے پاس جانا — وہ تمہیں بتائے گا کہ تمہاری بہن کس جگہ تمہیں مل سکتی ہے —"

عنبر بولا:

"آپ کا بہت بہت شکریہ —"

پھر عنبر نے اسے بتایا کہ دیوی طلاکہ نے اُسے اپنی نشانی ایک تعویذ اُسے دیا تھا جو اس سے کہیں گم ہو گیا ہے۔ اس کی مدد سے وہ ہوا میں اڑ سکتا تھا —

"کیا آپ مجھے میرا کھویا ہوا تعویذ واپس دلا سکتے ہیں بابا؟"

سنیاسی بابا مسکرائے اور بولے:

"میرے بچے، ہوا میں تو پرندے اور پنکھ پکھیرو اُڑتے ہیں۔

تم تو انسان ہو، تم کس طرح ہوا میں اُڑ سکتے ہو؟
عنبر نے کہا:

"نہیں بابا، آپ کو نہیں معلوم — میں ہوا میں اُڑ سکتا تھا — میں نے کئی سمندروں پر اُڑ کر سفر کیا ہے — اگر وہ تعویذ مجھے مل جائے تو میں ابھی ہوا میں اُڑ کر دکھا سکتا ہوں۔"

"اچھا" سنیاسی نے حیرانی سے کہا:

جیسے سنیاسی بابا کو عنبر کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

جب عنبر نے اپنے اُڑنے کی باتوں کو خوب مرچ مصالحے لگا کر بیان کیا — تو سنیاسی بابا نے کہا:

"باہر آندھی اور بارش تھم چکی تھی — آسمان بھی صاف ہو گیا تھا اور چاندنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی — سنیاسی نے اپنی صدری کی جیب سے ایک لکڑی کی چھوٹی سی شیشی نکال کر کہا:

"اس میں ایک سُرمہ ہے — میں اس کی ایک ایک سلائی آنکھوں میں لگاؤں گا۔ پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے۔"

سنیاسی نے سرمے کی ایک ایک سلائی دونوں آنکھوں میں لگائی — شیشی کو بند کر کے صدری میں رکھا اور دونوں ہاتھ پھیلا دیے — ہاتھوں کے پھیلاتے ہی وہ زمین سے اُٹھنے لگا۔

تھوڑی دور اوپر جا کر سنیاسی نے ہوا میں اُڑنا شروع کر دیا — وہ اس طرح سے جھونپڑی کے اوپر چکر لگا رہا تھا، جیسے ہوا میں تیر رہا ہو —

عنبر اُسے منہ کھولے تک رہا تھا کہ وہ تو اپنے تعویذ کو ہی سب کچھ سمجھتا تھا اور یہاں یہ سنیاسی سرمے کی سلائی آنکھوں میں لگا کر ہوا میں اُڑنے لگا ہے —

کچھ دیر ہوا میں اُڑتے رہنے کے بعد سنیاسی نیچے اُتر آیا۔ اس نے عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"کیا اب بھی تمہیں تعویذ کی تلاش ہے؟"

عنبر نے سنیاسی کا ہاتھ چوم لیا:

"بابا آپ نے تو کمال کر دیا — اگر یہ سُرمہ مجھے مل جائے تو مجھے تعویذ کے گم ہو جانے کا کوئی افسوس نہیں ہو گا۔"

سنیاسی عنبر کو جھونپڑی میں لے گیا — اُس نے صراحی میں سے شربت نکال کر عنبر کو دیا —

"میں جانتا ہوں، تمہیں کھانے پینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، لیکن تم کھا پی سکتے ہو — اسے میری خوشی کے لیے پی لو۔"

عنبر نے شربت پی لیا — اسے اپنے جسم میں بڑی تازگی اور فرحت محسوس ہوئی — سنیاسی نے صدری کی جیب سے سُرمے کی

شیشی اور سلائی نکال کر ایک چھوٹی سی تھیلی میں ڈالی اور عنبر کے حوالے کرتے ہوئے کہا :

"یہ سُرمہ تم اپنے پاس رکھو — جب کبھی تمہیں اُڑنے کی ضرورت ہو — اس کی ایک ایک سلائی آنکھوں میں لگا لینا، پھر تم اُڑ کر جہاں چاہو گے جا سکو گے — جب تک یہ سُرمہ تمہاری آنکھوں میں رہے گا، تم ہر وقت اُڑ سکو گے —"

عنبر نے سُرمے والی تھیلی لے کر اپنے کمبل کے اندر باندھ لی اور سنیاسی کا شکریہ ادا کیا — دوسرے روز عنبر سنیاسی سے اجازت لے کر اپنے سفر پر روانہ ہونے لگا تو سنیاسی نے کہا:

"یہ سُرمہ کئی سال تمہارے کام آئے گا — اگر یہ ختم ہو جائے تو مجھے یاد کرنا — دل میں میری شکل کا خیال لا کر مجھے آواز دینا — میں اگر زندہ نہ بھی ہوا تو تمہاری مدد کرنے آ جاؤں گا — اب تم جاؤ، خدا تمہارا نگہبان ہو —"

جب عنبر کافی آگے نکل آیا تو اُس نے ایک لمحہ رُک کر ارد گرد دیکھا — وہاں کوئی نہیں تھا — اب عنبر نے سنیاسی کے اُڑن سُرمے کو آزمانے کا فیصلہ کیا — اُس نے کمبل کے اندر سے سُرمے کی شیشی نکال کر اس کی ایک ایک سلائی دونوں آنکھوں میں لگالی — شیشی اُس نے سنبھال کر رکھ لی اور پھر دونوں ہاتھ پھیلا دیے — سب سے پہلے اُسے یہ محسوس ہوا کہ اس کا بوجھ ہلکا سا

ہوگیا ہے اور اُس کے پاؤں زمین سے اُوپر اُٹھ رہے ہیں۔ عنبر پہلے بھی ہوا میں اُڑتا رہا تھا — لیکن آنکھوں میں سُرمہ ڈال کر ہوا میں اُڑنے کا یہ پہلا موقع تھا —

وہ ہوا میں اُوپر اُٹھتا چلا گیا — جب وہ درختوں سے اُونچا بلند ہوگیا تو اس نے جنوب کی طرف پرواز کرنا شروع کر دی — اس کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی — پھر بھی وہ بڑی آسانی سے راستہ طے کر رہا تھا اور اس کے نیچے سے ٹیلے اور جنگل پیچھے کی طرف بھاگ رہے تھے —

اس علاقے میں جنگل اور ٹیلے ہی تھے — کوئی آبادی نہیں تھی — اس لیے کسی نے بھی عنبر کو ہوا میں اُڑتے نہ دیکھا — عنبر پہاڑوں سے آگے نکل گیا تھا — اب اس کے نیچے گھنے جنگل تھے۔ وہ اُڑتے ہوئے بڑی آسانی محسوس کر رہا تھا — ایک جگہ اُسے درختوں کے درمیان بہتی ندی نظر آئی — وہ کچھ دیر آرام کرنے اور راستہ معلوم کرنے کے خیال سے نیچے اُتر آیا — ندی کے کنارے میں اُس نے منہ ہاتھ دھویا اور سوچنے لگا کہ ابھی تک کوئی شہر کیوں نہیں آیا —

اتنے میں اُسے شیر کی دھاڑ سنائی دی —

ناگ کا بدلہ

عنبر نے بانس کے جُھنڈوں کی طرف دیکھا —
شیر کی دھاڑ اسی طرف سے سنائی دی تھی — وہ آہستہ آہستہ
جُھنڈ کی طرف بڑھنے لگا — اتنے میں ایک عورت کی چیخ
آواز گونجی اور اس کے ساتھ ہی شیر ایک بار پھر زور سے
شیر کوئی آدم خور تھا اور کسی عورت پر حملہ کرنے والا تھا
عنبر جُھنڈ کی طرف بھاگا ہی تھا کہ درختوں کے درمیان سے ایک
عورت بھاگتی ہوئی باہر نکلی — اُس کے بال کُھلے تھے اور کپڑے
پھٹے ہوئے تھے — شیر کچھ فاصلے پر جھاڑیوں پر سے چھلانگیں
تیزی سے اُس کی طرف چلا آ رہا تھا — عنبر نے آگے بڑھ
عورت کو پکڑنا چاہا تو وہ چیخی —

"شیر، شیر —"

شیر اب سر پر آن پہنچا تھا — عورت ٹھوکر کھا کر گر پڑی
شیر غضبناک ہو کر گرجا ۔ اُس نے اُچھل کر عورت پر چھلا
لگائی — عنبر نے بجلی ایسی تیزی کے ساتھ لپک کر عورت کو دو

ھوں سے اٹھایا اور ہوا میں بلند ہو گیا — وہ زمین سے ایک دم
یں فٹ بلند ہو گیا تھا — شیر نے زمین پر گرتے ہی اُچھل کر
پنے شکار کو دبوچنے کی کوشش کی، مگر عنبر شیر کی پہنچ سے بہت
وپر تھا — ایک بار تو شیر بھی چکرا گیا — اس نے آج تک
سی انسان کو یوں ہوا میں بلند ہوتے نہیں دیکھا تھا —

عنبر کے کندھے پر پڑی عورت بھی ششدر رہ گئی کہ یہ
آدمی کوئی جن ہے یا بھوت کہ جس نے اُسے زمین سے اُوپر
اٹھا لیا ہے — شیر بار بار اُچھل کر اپنے شکار کو دبوچنے کی
کوشش کر رہا تھا — عنبر عورت کو اٹھائے اٹھائے درختوں کے
اُوپر آ گیا اور اس نے اُڑنا شروع کر دیا —

وہ جنگل کے اُوپر اُڑتا کافی آگے ایک کچی سڑک دیکھ کر
اتر آیا — عورت پہلے تو گھبرائی ہوئی تھی، اب وہ حیران
ہی تھی کہ یہ نوجوان ہوا میں کس طرح اُڑا —

عنبر نے اُسے زمین پر اتار دیا — عورت دیہاتی تھی اور
ں کے حواس ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئے تھے — عنبر نے
سے حوصلہ دلایا اور کہا :

"گھبراؤ نہیں بہن، اب شیر تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

عورت ذرا سنبھلی تو وہ عنبر کو خوف زدہ نظروں سے تکتی
ہوئی بولی :

"تم — تم بھوت ہو ؟"
عورت کی آواز کانپ رہی تھی اور دہشت کی وجہ سے
اس کے ماتھے پر پسینہ آگیا تھا —
عنبر نے کہا :
"میں بھوت نہیں انسان ہوں — تمہاری طرح کا انسان
ہاں، فرق صرف اتنا ہے کہ میرے پاس ایک جادو ہے، جس
کی مدد سے میں ہوا میں اُڑ سکتا ہوں — تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہ
علاقہ کون سا ہے اور یہاں سے شہر کتنی دُور ہے ؟"
عورت کو کچھ تسلی ہوئی — اُس نے کہا :
"یہ کاٹھ گودام کا علاقہ ہے اور شہر یہاں سے بہت دُور
ان پہاڑوں کے پار ہے — تم — تم کہاں سے آئے ہو ؟"
عنبر نے کہا :
"میں بڑی دُور سے آیا ہوں اور مجھے بڑی دُور جانا ہے
خدا کا شکر ادا کرو کہ میں آگیا اور شیر سے تمہاری جان بچ گئی
اگر تم کہو تو میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آتا ہوں"
عورت بولی :
"نہیں نہیں، شکریہ — تمہارا شکریہ — میں گھر پہنچ جاؤں
گی — میرا گھر یہاں سے قریب ہی ہے"
اصل میں عورت ابھی تک عنبر سے ڈر رہی تھی۔ اسے یقین تھا

کہ یہ کوئی بھوت ہے — وہ اُٹھی اور وہاں سے ایسی بھاگی کہ اُس
نے مُڑ کر بھی عنبر کو نہ دیکھا —
اُس کے جانے کے بعد عنبر وہاں سے اُڑا اور اُن پہاڑوں
کے پار آگیا جن کی دوسری طرف شہر تھا — اُسے کچھ معلوم
نہیں تھا کہ یہ کون سا شہر ہے — وہ اصل میں کسی ریاست
میں جانا چاہتا تھا، تاکہ یہ معلوم کرسکے کہ وہ کون سی شہزادی
تھی جسے مارا بچا کر واپس لائی تھی —
شہر قریب آیا تو عنبر نے دیکھا کہ گاؤں شروع ہوگئے تھے
وہ ایک جگہ درختوں کے درمیان اُتر آیا — کیونکہ وہ نہیں چاہتا
تھا کہ لوگ اُسے ہوا میں اُڑتا دیکھ کر تماشہ بنائیں۔ اُس نے
شہر کی طرف چلنا شروع کر دیا — ابھی تک وہ جوگی کے لباس
میں تھا — وہ جہاں سے گزرتا، دیہاتی لوگ اس کا ادب کرتے
اور سلام کرکے پرے ہٹ جاتے — عنبر ایک سرائے میں آگیا۔
اُس نے سرائے والے سے قریبی ریاست کے بارے میں ضروری
معلومات حاصل کیں اور آدھی رات کے اندھیرے میں شہر کے
مکانوں سے نکل کر اُس ریاست کی طرف پرواز کر گیا۔
ریاست کے راجہ کا محل شہر کے درمیان تھا اور کافی بلند
اور خوب صورت تھا — ایک بزرگ سے اس نے راجکماری کے
بارے میں بات کی تو اُس نے کہا :

"ہاں، پچھلے دنوں راجہ اور رانی سمندر پار گئے تھے —
راجکماری بھی ساتھ تھی — مگر راجہ رانی واپس اکیلے آئے اور
راجکماری بعد میں آئی — کہتے ہیں وہ کسی مصیبت میں پھنس
گئی تھی —"

عنبر کے لیے اتنی معلومات ہی کافی تھی۔ اُسے یقین ہوگیا
کہ یہی وہ راجکماری ہے، جسے اس نے ڈاکوؤں سے بچایا تھا —
اور جسے بعد میں ماریا ریاست میں چھوڑنے آئی تھی۔ عنبر کے
لیے راجکماری تک پہنچنا ایک ناممکن بات تھی، لیکن جب اُس
نے ایک سپاہی کے ہاتھوں راجہ کو یہ پیغام پہنچایا کہ وہ
شخص اس سے ملنا چاہتا ہے، جس نے اُس کی بیٹی کی
ڈاکوؤں سے جان بچائی تھی تو راجہ خود محل سے نکل کر دروازے
پر آگیا — وہ عنبر کو نہ پہچان سکتا تھا — کیونکہ اُس نے
عنبر کو نہیں دیکھا تھا — لیکن راجکماری نے عنبر کو جھٹ پہچان
لیا اور اپنے باپ سے کہا :

"پتا جی، یہی وہ عنبر نوجوان ہے جس نے مجھے سمندری
ڈاکوؤں کے چنگل سے بچایا تھا۔"

راجہ نے عنبر کو گلے لگایا اور کہا :

"تم ہمارے شاہی مہمان ہو اور اگر چاہو تو ساری زندگی
اس محل میں رہ سکتے ہو۔"

عنبر نے کہا :

"میں ایک ضروری کام سے یہاں آیا ہوں مہاراج۔"

راجہ نے پوچھا :

"بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

عنبر نے کہا :

"میں راجکماری سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میری
بہن ماریا اُسے محل میں چھوڑ کر کس طرف گئی تھی؟"

راجکماری نے کہا :

"وہ تمہاری اور ناگ کی تلاش میں مجھے یہاں پہنچا کر
دوسرے روز ہی چلی گئی تھی۔"

عنبر نے پوچھا :

"کیا تمہیں کچھ یاد ہے کہ ماریا کس ملک کو جانے کا ذکر
کر رہی تھی؟"

"ہاں۔" راجکماری بولی : "وہ کہہ رہی تھی کہ ہندوستان
سے سیدھی سپین کے ملک کو جائے گی —"

"یعنی اُندلس؟"

"ہاں، اسی ملک کا نام لے رہی تھی ماریا —"

عنبر نے اطمینان کا سانس لے کر کہا :

"شکریہ بہن، تم نے میرا بہت بڑا بوجھ ہلکا کر دیا، اگر

تم مجھے اس ملک کا نام نہ بتاتیں تو میرے لیے ماریا کو تلاش کرنا بہت مشکل تھا۔"

راجہ نے کہا :

"تم ہمارے مہمان ہو، میرے ساتھ شاھی محل میں چلو۔"

عنبر نے کہا :

"شکریہ مہاراج، لیکن میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ماریا کسی مصیبت میں پھنس گئی ہے، میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں — میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میں جتنی جلدی ہو سکے اُندلس کے ملک میں پہنچ کر ماریا کا کھوج لگانا چاہتا ہوں، تاکہ وہ جس مصیبت میں پھنسی ہوئی ہے اُسے اس میں سے نکال سکوں۔"

راجہ بولا :

"مگر بیٹا، مجھے کچھ تو خدمت کا موقع دو۔"

عنبر نے کہا :

"مَیں آپ کی خوشی کے لیے آپ کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھا لوں گا — اگرچہ مجھے کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ راجکماری جانتی ہے۔"

راجکماری مسکرادی، پھر فکرمند ہو کر کہنے لگی :

"ماریا کی مجھے بھی فکر لگ گئی ہے — بھگوان اس کی

حفاظت کرے — اُس نے میرے لیے بڑے دُکھ اٹھائے اور بڑی مصیبتیں جھیل کر مجھے میرے گھر پہنچایا — میں اس کا اور تمہارا یہ احسان ساری زندگی نہیں بُھلا سکوں گی۔"

عنبر نے دوپہر کا کھانا سب کے ساتھ مل کر شاھی محل میں ہی کھایا، پھر وہ راجہ رانی اور راجکماری سے اجازت لے کر ریاست سے باہر نکل آیا — اُس نے سب کچھ معلوم کر لیا تھا کہ اُندلس جانے کے لیے اُسے کالی کٹ نام کی بندرگاہ سے سمندری جہاز پکڑنا ہوگا جو اُسے سپین یعنی اُندلس پہنچا دے گا — جہاز اگلے ماہ ہندوستان سے روانہ ہونے والا ہے —

عنبر سمندری سفر جہاز میں ہی کرنا چاہتا تھا، کیوں کہ سمندر کے اُوپر اُڑتے ہوئے وہ راستہ بُھول کر کسی دوسرے ملک پہنچ سکتا تھا — وہ یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا کہ سمندری جہاز میں بیٹھ کر سیدھا اندلس پہنچنا چاہتا تھا — دو راتیں اور ایک دن تک ہوا میں اُڑتے رہنے کے بعد آخر عنبر کالی کٹ کی بندرگاہ پر پہنچ گیا — راجہ نے اسے اتنی رقم دے دی تھی، جو اس کے لیے اُندلس پہنچ کر بھی ختم نہیں ہو سکتی تھی —

سمندری جہاز ایسٹ انڈیا کمپنی کا تھا اور ہندوستان سے افریقہ، سپین اور بصرہ سے ہوتا ہوا ولایت جا رہا تھا۔ عنبر

اس جہاز پر سوار ہو گیا — ٹھیک وقت پر جہاز نے لنگر اٹھایا
بادبان کھولے اُندلس کی طرف سمندر میں سفر کرنا شروع کر دیا۔
سب سے پہلے وہ افریقہ کی بندرگاہ پر پہنچا — یہاں کچھ
مسافر اُتر گئے اور نئے سوار ہوئے — یہاں سے اُس نے
اپنا رُخ سپین کی طرف موڑ دیا — ایک مہینے کے سفر کے بعد
جہاز سپین پر آ کر رُک گیا —

عنبر شہر میں آ گیا — خواب میں اس نے ماریا کو ایک
کنویں کے اندر غار میں دیکھا تھا — اُس نے لوگوں سے یہ پتا
لگانا شروع کر دیا کہ یہاں کونسا شہر ایسا ہے جہاں کنویں
زیادہ ہیں اور کنووں کے اندر غار بھی ہیں — پہلے تو اسے بڑی
ناامیدی ہوئی، کیونکہ کسی کو معلوم نہیں تھا — آخر ایک
بوڑھے دکاندار نے عنبر کو بتایا کہ اس قسم کے کنوئیں جن کے
اندر غار بھی ہوں، قرطبہ شہر کے ارد گرد جنگلوں اور کھنڈروں
میں اکثر پائے جاتے ہیں — کیونکہ وہاں بادشاہ رہا کرتے تھے۔
اور اکثر اس قسم کے غار بنوایا کرتے تھے — جہاں وہ خطرناک
سیاسی قیدیوں کو مرنے کے لیے ڈال دیا کرتے تھے —

عنبر ایک قافلے کے ساتھ شامل ہو کر قرطبہ آ گیا —

قرطبہ کا شہر پھولوں اور سنہری دھوپ میں بڑا خوب صورت
لگ رہا تھا — اس نے کنویں کے بارے میں ایک پُرانے بزرگ

سے دریافت کیا تو اس نے کہا :

"یہاں کئی کنویں ہیں — مگر سب سے زیادہ پُراسرار اور
پُرانا کنواں سُنا ہے قرطبہ کے پُرانے قبرستان میں تھا — مگر عرصہ
ہوا وہ بند کر دیا گیا اور آج تک کسی کو معلوم نہیں کہ کنواں
کون سی جگہ پر ہے — اس لیے بہتر یہی ہے، تم اپنے دل سے
وہاں تک پہنچنے کا خیال چھوڑ دو بیٹا —"

بزرگ نے ویسے تو عنبر کو بڑی اچھی نصیحت کی تھی — لیکن
اُسے کیا خبر تھی کہ عنبر کو تو اپنی بہن ماریا کی مدد کو پہنچنا تھا۔
عنبر قبرستان کا راستہ پوچھتا وہاں پہنچ گیا — شام ہو رہی تھی۔
قبرستان کا دروازہ بند تھا — عنبر نے اسے دھکا دے کر کھول دیا۔
اور قبرستان میں داخل ہو گیا —

شام کا اندھیرا وحشت ناک قبرستان کی وحشت میں اضافہ
کر رہا تھا — اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہاں کس
سے پتا کرے کہ پرانا کنواں کس جگہ پر ہوا کرتا تھا — اس
کے چاروں طرف قبریں ہی قبریں تھیں اور مُردے اس کے سوال
کا جواب نہیں دے سکتے تھے —

شام ہو رہی تھی — اندھیرا بڑھ رہا تھا — قبرستان میں سناٹا
تھا — عنبر نے کنویں کو بہت تلاش کیا، مگر اسے کہیں بھی
اس کا کوئی نشان نہ ملا — آخر وہ ناامید ہو کر ایک پرانی قبر

کے چبوترے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا — وہ سوچ رہا تھا کہ یہاں
سے واپس ابھی بزرگ کے پاس جائے اور جا کر پوچھے کہ کنواں
کسی دوسرے قبرستان میں تو نہیں ہے — اُسے بیٹھے بیٹھے رات
ہوگئی —

عنبر نے اپنے خیالات کی دنیا سے چونک کر دیکھا کہ اُس کے
آس پاس قبرستان میں اندھیرا چھا گیا ہے — جھاڑیوں میں بولتے
جھینگر بھی قبرستان کی رات کی دہشت کی وجہ سے چپ ہوگئے ہیں۔
ایسا لگ رہا تھا کہ ابھی قبروں میں سے مُردے نکل کر وہاں
چلنے پھرنے لگیں گے اور جو کوئی زندہ انسان دکھائی دے گا۔
اسے ہلاک کرکے اپنی قبروں میں لے جائیں گے —

عنبر اٹھ کر واپس شہر جانے ہی لگا تھا کہ اس نے زیتون
کے جھکے جھکے درختوں کے اندر ایک قبر میں سے کوئی سفید سفید
شے باہر کو نکلتے دیکھی — وہ ٹکٹکی باندھ کر اس طرف غور سے
تکنے لگا —

قبر میں سے ایک مردہ آہستہ آہستہ باہر نکل رہا تھا — اس
کے جسم پر کہیں کہیں گوشت لٹک رہا تھا — باقی سفید ہڈیاں
چمک رہی تھیں —

مردے نے قبر سے باہر نکل کر چاروں طرف قبرستان پر
ایک نگاہ ڈالی — وہ عنبر کو نہ دیکھ سکا، کیونکہ عنبر چبوترے کے

پیچھے ہوگیا تھا — جب مردے کو یقین ہوگیا کہ اسے کسی نے قبر
میں سے نکلتے نہیں دیکھا تو وہ آہستہ آہستہ ایک طرف کو چل پڑا۔
عنبر کو خیال آیا کہ یہ کیا راز ہے — اس قبر کا مردہ رات
کو اپنی قبر میں سے نکل کر کدھر جا رہا ہے — کہیں ایسا تو نہیں
کہ یہ اسی کنوئیں کی طرف جا رہا ہے، جہاں ماریا مصیبت میں مبتلا
ہے ؟

عنبر نے فیصلہ کیا کہ وہ مردے کا پیچھا کرے گا۔ جب مُردے
کا ڈھانچہ کافی آگے نکل گیا تو عنبر نے اس کا تعاقب شروع کر
دیا — قبرستان کی بہت سی قبروں کے قریب سے گزر کر مُردہ ایک
قبر کے چبوترے میں داخل ہوگیا — عنبر کچھ دیر کے لیے دُور ہی
کھڑا رہا — پھر وہ بھی قبر کی طرف بڑھا —

قبر کے پہلو میں ایک سوراخ تھا — مُردہ اس سوراخ میں
اُترا تھا — عنبر بھی اندر داخل ہوگیا — قبر کے اندھیرا تھا۔ آہستہ
آہستہ اسے ایک دیوار میں ایک جگہ سے روشنی پھوٹتی نظر آئی۔
وہ قریب آیا تو دیکھا کہ یہ ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی جو بند تھی۔
عنبر نے دونوں ہاتھ اس پر رکھ کر آہستہ سے اندر کی طرف
دبایا — کھٹاک کی آواز کے ساتھ کھڑکی کھل گئی — دوسری جانب
اُسے سوائے اندھیرے کے اور کچھ دکھائی نہ دیا — وہ کھڑکی
میں سے دوسری طرف اُتر گیا — یہ سُرنگ تھی جو اُسے اس کنوئیں

تک لے گئی — جس کے اندر یہ سُرنگ اُتر گئی تھی —
راہ میں اُسے کوئی بھی نہیں ملا تھا —

سُرنگ کے کنارے پر پہنچ کر اس نے دیکھا' سُرنگ ایک چوڑے مگر گہرے کنویں کے اندر ڈھلانی راستے میں اُتر گئی ہے — وہ نیچے اُترنے ہی لگا تھا کہ اُسے اپنے پیچھے کسی کے بڑے خوف ناک انداز سے سانس لینے کی آواز سنائی دی۔
عنبر نے پلٹ کر دیکھا تو خوف سے اس کا جسم ٹھنڈا ہوگیا — اُس کے پیچھے وہی چار ہاتھ پیروں والی چڑیل کھڑی تھی۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اور نتھنوں سے دھونکنی کی طرح سانس چل رہا تھا — اس نے اپنے چاروں ہاتھوں سے عنبر کی گردن کو دبوچ لیا — عنبر پر اس کا تو کوئی اثر نہ ہوا لیکن چڑیل کے سانسوں میں خدا جانے کس قسم کی گیس تھی کہ عنبر کا سر چکرایا اور وہ بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑا —

چڑیل سمجھی' یہ اس کے دبانے سے ہوا ہے — اُس نے ایک چیخ ماری —

سُرنگ کے ایک جانب سے وہی مردہ نمودار ہوا — اب اس کی کھوپڑی پر مٹی کا دیا جل رہا تھا — چڑیل نے بے ہوش عنبر کی طرف ایک ہاتھ سے اشارہ کیا — مردے نے آگے بڑھ کر عنبر کو اپنی ہڈیوں والی بانہوں پر اٹھا لیا اور کنویں میں اُترنے

لگا — چڑیل اس کے پیچھے پیچھے تھی —

ستونوں والے دالان میں لے جا کر مُردے نے عنبر کو ایک جگہ زمین میں گاڑ دیا گیا — وہاں پہلے ہی سے ایک گڑھا کھدا ہوا تھا — عنبر کو گھٹنوں تک گڑھے میں گاڑنے کے بعد چڑیل دو ہاتھ پھیلا کر کوئی منتر زور سے پڑھ کر پھونک ماری — عنبر گھٹنوں تک پتھر میں جکڑ کر رہ گیا — وہ چونکہ ابھی تک بے ہوش تھا' اس لیے اس کا باقی آدھا دھڑ دیوار کے ساتھ لگا تھا —

ماریا آخری ستون کے پیچھے گھٹنوں تک پتھر کے اندر دھنسی کھڑی تھی — اُس نے اچانک عنبر کی بُو محسوس کی اور آہستہ سے آواز دی :

"عنبر !"

چڑیل نے ماریا کی آواز سن لی — وہ چیخ کر مارکر مُردے کی طرف دیکھ کر کہا :

"جاؤ پکڑ لو —!"

مردہ اپنی کھوپڑی کا چراغ لے کر قدم قدم ماریا کی طرف بڑھا — اُسے بھی چڑیل کے جادو کی وجہ سے ماریا برابر دکھائی دے رہی تھی — مُردہ ماریا کے قریب جا کر کھڑا ہوگیا — ایسا محسوس ہو رہا تھا — جیسے مُردے کی کھوپڑی کے سوراخوں میں

سے دو آنکھیں ماریا کو گھور رہی ہیں —

ماریا کا حلق خشک ہو گیا — خدا جانے یہ مردہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا تھا — مردے نے دونوں بازو ہوا میں اٹھائے اور پھر ان کے ہڈیوں بھرے ناخنوں نے ماریا کی گردن کو پکڑ لیا —

ماریا نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی — چڑیل نے مردے کو واپس بلا لیا — اور کہا :

" سات بار چاند نکلے گا — سات بار سورج ڈوبے گا — پھر میں ان دونوں کا کلیجہ نکال کر کھاؤں گی اور جادوگروں کے ملک کی ملکہ بن کر راج کروں گی " ۔

مردہ آگے آگے اور چڑیل پیچھے پیچھے — دونوں کنویں میں سے نکل کر قبر کو جاتی سرنگ کے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

* * *

اب ہم ناگ کے پاس چلتے ہیں — اور دیکھتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے —

ناگ جس مقدس مندر کے تہہ خانے میں قید تھا۔ اس کے نیچے بڑے ناگ دیوتا کی مورتی تھی — ناگ کی صندوقچی

میں زلزلے کی وجہ سے مقدس تالاب کا پانی تو پہلے ہی بھر گیا تھا — اب ایسا ہوا کہ ناگ کی مورتی کی وجہ سے اس زمین پر ناگ دیوتا کا زبردست اثر تھا اور اس کے اندر ناگ دیوتا کی شعاعیں ملی ہوئی تھیں — اس کی وجہ سے ناگ کی صندوقچی کے پانی میں اس کا اثر دھل گیا اور ناگ کی لاش کے ٹکڑوں نے بڑی تیزی سے آپس میں دو مہینوں کے اندر اندر ہی مل گئے —

پجاری اور جوگی نے تو عنبر کی صندوقچی کو اسے لیے چھپایا تھا کہ وہ اس کے لیے پریشان ہو کر [illegible] راز بتا دے گا — مگر جب عنبر جوگی مندر سے [illegible] غائب ہو گیا تو ایک روز جوگی نے پجاری سے کہا :

" میرا خیال ہے، اب اس صندوقچی کو نکال کر پھینک دینا چاہیے — اب اس کا کیا فائدہ ؟ عنبر جوگی تو یہاں سے فرار ہو گیا ہے " ۔

پجاری نے کہا :

" سوال یہ ہے کہ عنبر جوگی نے سانپ کی لاش کے ٹکڑے اس میں کیوں چھپا رکھے تھے ؟ اس میں ضرور کوئی گہرا راز ہے — ہمیں اس راز کا پتا چلانا چاہیے " ۔

جوگی بولا :

"تو پھر آج رات ہم تہہ خانے میں جا کر صندوقچی کھول کر دیکھیں گے کہ کہیں اس میں ہیرے جواہرات تو نہیں چھپائے گئے تھے۔"

جوگی کی اس بات پر پجاری نے کہا:

"اس پر تو ہم نے غور ہی نہیں کیا — میں نے بھی صندوقچی کو غور سے نہیں دیکھا تھا — آج رات میں آپ کے پاس آجاؤں گا اور ہم تہہ خانے میں جائیں گے۔"

ادھر یہ پروگرام طے پا گیا اور اُدھر تہہ خانے میں جہاں ناگ کی لاش دفن تھی — اس کے اُوپر مندر کے ناگ دیوتا کی مُورتی کو احساس ہوا کہ اس کے نیچے کوئی اس کے خاندان کا سانپ دیوتا دفن ہے — صندوقچی کے اندر ناگ کا جسم بھی اب جُڑ گیا تھا اور اُس نے پانی میں ہلنا جُلنا شروع کر دیا تھا — اب رات آدھی گزر گئی تو پجاری اپنی کوٹھڑی سے نکل کر جوگی کے پاس آ گیا — جوگی پہلے ہی سے تیار تھا —

دونوں مندر کے برآمدوں سے گزر کر سیڑھیاں طے کرتے ہوئے تہہ خانے کی طرف روانہ ہو گئے —

دوسری طرف ناگ کے جسم میں پھر سے اس کی طاقت واپس آگئی تھی — اُس نے مقدس پانی کے اندر تیرتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ وہ ایک صندوقچی میں بند ہے۔ اب

اُسے یاد آیا کہ اس کا جسم تلوار کے وار سے دو ٹکڑے ہو گیا تھا اور یقیناً عنبر اُسے مقدس تالاب میں لے آیا ہوگا۔ اُسے کوئی خبر نہ تھی کہ وہ مقدس تالاب میں نہیں بلکہ مندر کے تہہ خانے میں دفن ہے —

اس نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی خفیہ طاقت کے زور پر زمین سے باہر آ گیا —

اب اسے معلوم ہوا کہ وہ تالاب میں نہیں بلکہ ایک اندھیرے تہہ خانے میں زمین کے اندر دفن تھا — وہ سوچنے لگا، ایسا سلوک اس کے ساتھ کس نے کیا تھا؟ عنبر کہاں ہے؟ عنبر اُسے زمین کے اندر دفن نہیں کر سکتا تھا۔

اتنے میں اسے سیڑھیوں میں انسانوں کے قدموں کی چاپ سُنائی دی — ناگ دیوار کے اوپر چڑھ گیا — تہہ خانے کا دروازہ کُھلا اور پجاری اور جوگی اندر داخل ہوئے — پجاری کے ہاتھ میں پھاوڑا تھا —

پجاری نے کہا:

"زمین کھود کر صندوقچی باہر نکالو — شاید ہمیں اس میں جواہرات مل جائیں۔"

جوگی نے پھاوڑے کی مدد سے زمین کھودنا شروع کر دی۔ ناگ کچھ کچھ سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے اور ان دونوں

لالچی انسانوں نے اسے تالاب سے نکال کر یہاں دفن کر دیا
تھا — جوگی برابر زمین کھود رہا تھا — جب گڑھا گہرا ہوگیا تو
انہوں نے صندوقچی باہر نکال کر رکھی اور یہ دیکھ کر بڑے حیران
ہوئے کہ اس میں پانی بھرا ہوا تھا — گڑھے میں بھی پانی آگیا
تھا —

جوگی نے کہا :

"اس کے اندر پانی کہاں سے آگیا ؟"

پجاری بولا :

"میں بھی حیران ہوں ۔"

جوگی نے حکم دیا :

"خیر، صندوقچی کھولو اور اچھی طرح سے دیکھو کہ اس میں
ہیرے جواہرات کہاں چھپے ہوئے ہیں ۔"

پجاری نے جوگی کا اشارہ پا کر صندوقچی کو کھولا تو یہ
دیکھ کر دونوں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگا کہ اس کے
اندر سانپ کی لاش غائب تھی —

"یہ کیا ؟ سانپ کی لاش کہاں چلی گئی ؟"

جوگی نے صندوقچی کا پانی باہر پھینک دیا اور صندوقچی
کو اچھی طرح سے الٹ پلٹ کر دیکھا، پھر اُسے پھاوڑے مارکر
توڑ ڈالا اور لکڑی کے اندر بھی کاٹ کر اُسے دیکھا، وہاں

کوئی ہیرے جواہرات نہ تھے — اس نے صندوقچی کے ٹکڑے زور
سے زمین پر دے مارے اور غصے سے بولا :

"کم بخت عنبر جوگی نے ہمیں الّو بنایا — خود فرار ہوگیا —
اور ہمیں یہ کاٹھ کی صندوقچی دے گیا — مگر سوال یہ ہے کہ
اس کے اندر جو سانپ کے ٹکڑے تھے وہ کہاں چلے گئے ؟"

پجاری نے اپنے ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا :

"مجھے تو اس میں کوئی جادو کا کرشمہ لگتا ہے — ہمیں
یہاں سے فوراً نکل جانا چاہیے ۔"

ابھی یہ بات پجاری کی زبان پر ہی تھی کہ انہیں تہہ
خانے میں سانپ کی خوفناک پھنکار کی آواز سنائی دی —
دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا — یہ کیسی
آواز تھی ؟

دونوں کے چہروں پر ایک ہی سوال تھا —

ناگ دیوار پر سے کھسک کر تہہ خانے کے دروازے
کی طرف آگیا —

پجاری نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا :

"ہمیں بھاگ جانا چاہیے — یہاں کوئی سانپ ہے ۔"

وہ دونوں تہہ خانے کے دروازے کی طرف بھاگ کر آئے
تو وہی پھنکار ایک بار پھر سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی

انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ کالا سانپ سیڑھیوں میں اپنا خطرناک پھن اٹھائے اُن کی طرف گھورتا ہوا جھوم رہا تھا —

پجاری اور جوگی کا کیا انجام ہوا؟
ناگ کی ملاقات عنبر اور ماریا سے کہاں ہوئی ؟
عنبر اور ماریا چڑیل کی قید سے کیسے آزاد ہوئے ؟
کیا ماریا معصوم بچی سنچیکا کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوئی ؟
ان سوالوں کا جواب آپ کو اسی سیریز کی اگلی قسط **"طوفانی سمندر کا بھوت"** میں ملے گا —
اپنے قریبی بک سٹال سے خرید کر آج ہی پڑھیے —
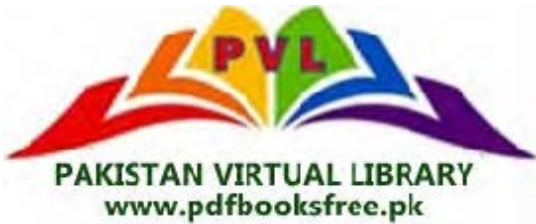
۱۳
ناگ، ماریا اور عنبر کے پانچ ہزار سالہ ....
طوفانی سمندر کا بھوت
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK
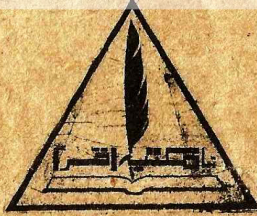
ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

طوفانی سمندر کا بھوت

اے۔ حمید

سرورق، پروڈکشن انچارج
جلال انور

قیمت پانچ روپے

بار اول :
تعداد : دو ہزار
نیا مکتبہ اقراء : ۱۴۲، بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع : السجدہ پرنٹرز لاہور

پیارے دوستو!

آپ اس سے پہلی قسط میں پڑھ چکے ہیں کہ ناگ کی کٹی ہوئی لاش والی صندوقچی مقدس ناگ مندر کے لالچی پجاری نے اس خیال سے کھولی تھی کہ اس میں لعل و جواہرات ہوں گے مگر اس کے اندر سے ناگ پھنکارتا ہوا نکل آیا۔ ناگ نے پجاری اور اس کے ساتھی کو ان کے لالچ کی پوری پوری سزا دی اور وہاں سے عقاب بن کر ملک ہندوستان کی طرف پرواز کر گیا۔ دریائے گومتی کے کنارے اس نے ایک پرانا قلعہ دیکھا تو اس کے محل پر آکر بیٹھ گیا۔ ایک شہزادے نے تیر مار کر ناگ کو زخمی کر دیا۔ ناگ کی مرہم پٹی اسی محل میں ہونے لگی۔ وہاں شہزادے کو قتل کرنے کی سازش کی جا رہی تھی جس کا ناگ کو پتہ چل گیا۔ ایک رات جب سازشی وزیر شہزادے کو لے کر قتل کرنے کی نیّت سے جنگل کی طرف چلا تو ناگ عقاب کی شکل میں محل کی چھت سے اڑا اور ان کے سروں کے اوپر رات کے اندھیرے میں ان کے ساتھ ساتھ پرواز کرنے لگا۔ اس کے بعد ناگ کے ساتھ کیا گزری اور وہ کس طرح سپیروں کی بستی میں پہنچا، یہ آپ خود ہی پڑھ کر لطف اٹھائیں۔
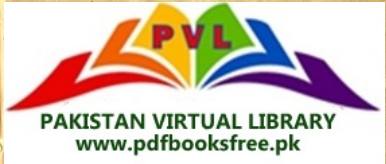
اے۔ حمید

فہرست

سانپ اور سگنل

کالا سانپ اُچھل کر اُن کے سامنے آگیا۔

جوگی اور پجاری کے تو ہوش گم ہو گئے۔ انہیں یہ ہرگز ہرگز امید نہ تھی کہ صندوقچی میں جس کٹے ہوئے سانپ کی لاش پڑی تھی۔ وہ ایکدم سے زندہ ہو کر ان کے سامنے پھن اٹھائے کھڑا ہو جائے گا اب وہ اپنی جان بچانے کی فکر میں تھے۔ جان بچانا انہیں مشکل نظر آ رہا تھا۔ سیڑھیاں ان کے سامنے اوپر مندر کے بڑے دالان کو جاتی تھیں۔ جوگی نے سیڑھیوں کی طرف چھلانگ لگا دی سانپ نے لپک کر اس کے پاؤں پر ڈس دیا۔ وہ گرا اور اس کا جسم کانپنے لگا۔ اس دوران میں موقعہ پا کر پجاری فرار ہو گیا۔ ناگ نے اسی وقت اپنا روپ بدل لیا اور انسان کی شکل میں سامنے آگیا۔ جوگی نے سانپ کو پلک جھپکتے میں سانپ کو انسان کا روپ بدلتے دیکھا تو دنگ سا ہو کر رہ گیا۔ سانپ کا زہر بڑی تیزی کے ساتھ اس کے خون میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کا وقت پورا ہو چکا تھا۔ جوگی کے منہ، ناک اور

کان سے نیلے رنگ کا خون جاری ہوگیا۔ وہ مر کر اکڑ گیا۔
ناگ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آیا۔ تو پجاری چھ سات ہٹے کٹے
آدمیوں کو لے کر وہاں آ گیا۔ ان کے ہاتھوں میں کلہاڑے تھے پجاری
نے ایک نوجوان کو سیڑھیوں پر دیکھا تو حیرانی سے پوچھا۔
"تم کون ہو؟"
ناگ سمجھ گیا کہ یہ پجاری کا بچہ اس کو ہلاک کرنے آیا تھا ہنس
کر کہنے لگا۔
"میں تہہ خانے میں کوئی زیارت سمجھ کر گیا تھا۔ مگر
وہاں تو ایک آدمی کی لاش پڑی ہے۔"
"ہاں۔ وہ ہمارے مندر کا جوگی ہے۔ تم نے کسی
سانپ کو تو یہاں نہیں دیکھا؟"
"سانپ کو؟" ناگ نے مصنوعی حیرانی سے کہا۔ "نہیں
میں نے تو یہاں کسی سانپ کو نہیں دیکھا۔"
اس پر پجاری نے چیخ مار کر کہا۔
"ضرور وہ سانپ اسی نوجوان کا تھا۔ اسے ختم کر دو۔"
ہٹے کٹے پجاری کے غنڈے ناگ پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔
ناگ کے لئے یہ وقت بڑا خطرناک تھا۔ وہ ابھی ابھی ایک
مصیبت سے شفا حاصل کر کے باہر نکلا تھا۔ لیکن وہ مقابلے کے لئے
پوری طرح تیار تھا۔ اس نے ایک سیکنڈ کے اندر اندر زرد

تتلی چڑیا کی جُون بدلی اور پھُرر کی آواز کے ساتھ غائب ہو کر
وہاں سے اُڑ گیا اوپر چھت کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ یہ منظر
دیکھ کر غنڈے تو دنگ ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے کلہاڑے وہیں
پھینکے اور سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگ گئے۔ پجاری بھی
حیران تھا کہ یہ انسان ایکدم چڑیا بن کر کیسے اڑ گیا؟ ناگ وہاں
سے اڑا اور مندر کے بڑے دالان میں سے اُڈاری مار کر باہر چلا گیا۔
اُس نے باہر آکر جائزہ لیا تو اُسے معلوم ہوا کہ وہ ہمالیہ
کے ناگ مندر کے علاقے میں ہے اور عنبر اس کی لاش کو یہاں
لایا تھا اور اب وہ پھر سے صحت مند بلکہ زندہ ہو چکا تھا۔
اب سوال یہ تھا کہ عنبر اور ماریا کہاں تھیں؟ اس سوال کا
جواب ناگ کو چاہیے تھا اور اس کا جواب اُسے مندر کے لوگوں
سے ہی مل سکتا تھا۔ خاص طور پر پجاری کو ضرور معلوم ہوگا کہ
عنبر نام کا کوئی نوجوان وہاں کب آیا تھا اور اب کہاں پر ہے؟
کیونکہ ظاہر ہے ان لوگوں نے وہ صندوقچی چرائی تھی جس میں
ناگ کی کٹی ہوئی لاش سانپ کی شکل میں بند تھی۔
ناگ نے چڑیا کی شکل میں سارے علاقے کا ایک چکر لگا
کر جگہ جگہ دیکھا کہ کہیں عنبر یا ماریا تو نہیں ہیں۔ مگر وہاں وہ
دونوں اُسے کسی جگہ بھی دکھائی نہ دیئے۔ آخر ناگ نے یہی
فیصلہ کیا کہ واپس مندر میں چل کر پجاری سے معلومات حاصل

کی جائیں۔ کم از کم وہ یہ تو بتائے گا کہ اس کی لاش والی صندوقچی اس نے کہاں سے لی تھی ؟

سوال یہ تھا کہ ناگ کو انسانی شکل میں پجاری دیکھ چکا تھا۔ اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ یہ انسان زبردست جادو کی طاقت رکھتا ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں وہ اصل شے کو سزا کے خوف سے چھپا تو نہیں جائے گا ؟ اس کے سوا ناگ کے پاس دوسرا کوئی طریقہ بھی نہیں تھا۔ تو کیا وہ کوئی عورت بن کر اس کے پاس جائے اور صندوقچی کے مالک کا راز معلوم کرنے کی کوشش کرے ؟ یہ خیال ناگ کو اچھا لگا۔ وہ اڑتا اڑتا زمین پر اتر آیا۔ اس نے ایک عورت کی شکل اختیار کی اور مندر میں جا کر ناگ کی مورتی کی پوجا کرنے لگی۔

شام تک یہ عورت پوجا کرتی رہی۔ پھر پجاری کے پاس جا کر اس کو چاندی کے روپوں کا نذرانہ پیش کیا اور ہاتھ باندھ کر کہا۔

"مہاراج ! میرا بیٹا گم ہو گیا ہے۔ اسے ڈھونڈنے میں میری مدد کریں۔"

"میری کوٹھڑی میں آ کر اپنی کہانی بیان کرو۔"

پجاری کا مقصد یہ تھا کہ کوٹھڑی میں وہ اس عورت سے منہ مانگے پیسے بٹور سکے گا۔ سب کے سامنے وہ اس سے ایک دو روپے ہی لے سکتا تھا۔ ناگ پجاری کی کوٹھڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ پجاری

بھی تھوڑی دیر بعد وہاں آیا اور ناگ کی طرف دیکھ کر کھنکار کر بولا۔

"اے عورت ! تیرا لڑکا کہاں گم ہوا تھا ؟"

ناگ نے پلّو سر پر ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔

"مہاراج ! وہ ایک صندوقچی لے کر تالاب کی طرف گیا تھا۔ بس اس کے بعد کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گم ہو گیا۔"

پجاری کو جیسے کسی بھڑ نے کاٹ کھایا۔ وہ اپنی جگہ سے چونک کر اچھلا اور عورت کو گھور کر تکتے ہوئے بولا۔

"کیا بک بک کر رہی ہے۔ بڑھیا ! وہ صندوقچی لے کر تالاب پر کیا کرنے گیا تھا ؟"

ناگ نے آنکھوں میں جھوٹ موٹ کے آنسو لا کر کہا۔

"مہاراج ! مجھے تو اس نے یہی بتایا کہ وہ تالاب پر نہانے جا رہا ہے۔"

پجاری نے بھنویں چڑھا کر پوچھا۔

"کیا تو جانتی ہے اس صندوقچی میں کیا تھا ؟"

"مہاراج مجھ دکھیاری کو بھلا کیا پتہ ہو سکتا ہے میں تو اپنے بیٹے کو ہی دیکھ رہی تھی اور منع کر رہی تھی کہ وہ تالاب پر نہ جائے۔ بھگوان جانے اب وہ کہاں ہے۔"

اور ناگ جو عورت کی شکل میں تھا رونے لگ پڑا۔ پجاری نے
اُسے کرخت آواز میں ڈانٹ کر کہا۔

"بند کر یہ رونا دھونا اور بھاگ جا۔ یہاں سے۔
مجھے کچھ معلوم نہیں ہے تمہارا بیٹا کہاں ہے جا جا کر
اسے تالاب میں تلاش کر۔ مر گیا ہو گا وہاں ڈوب کر۔"

"نا مہاراج ایسا نہ کہیں، میرا بچہ مرا نہیں ہے۔"

اور ناگ سسکیاں بھر بھر کر رونے لگا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے
کہ رونے لگی۔ پجاری نے سوچا کہ اس عورت سے فائدہ اٹھانا
چاہیے۔ جھٹ لہجہ بدلا اور کھنگار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ہم ایک شرط پر تمہارے بچے کا پتہ لگا سکتے ہیں۔"

"کونسی شرط مہاراج؟" عورت نے جلدی سے پوچھا۔

"تم ہمیں ایک ہزار چاندی کے ٹکڑے لا کر دو۔"

ناگ نے سوچا کہ یہ حرامی پجاری اس کی مصیبت کا ناجائز فائدہ
اٹھانا چاہتا ہے۔ اچھا۔ کوئی بات نہیں۔ ایسا بھی کر کے دیکھ
لیتے ہیں۔ شاید عنبر کا کوئی سُراغ مل جائے۔ اپنے آنسو پونچھ کر بولا۔

"میں لا دوں گی مہاراج!"

پجاری کی تو باچھیں کھل گئیں۔ اسے اتنا یقین نہیں تھا کہ یہ
عورت ایکدم سے ایک ہزار چاندی کے ٹکڑوں پر راضی ہو جائے

گی۔ پھر بھی اپنا شک دُور کرنے کے خیال سے اُس نے ناگ سے کہا۔

"کیا تو کل صبح تک چاندی کے ٹکڑے لا کر دے سکتی
ہے؟"

"کیوں نہیں مہاراج! میں ضرور لاؤں گی۔ پھر آپ
میرے بچے کا پتہ بتا دیں گے کہ وہ کہاں ہے؟"

ناگ کے اس سوال پر پجاری بولا۔

"کیوں نہیں۔ ہم ضرور بتائیں گے۔ تم پہلے چاندی
کے ٹکڑے لاؤ۔"

"بہتر مہاراج۔"

عورت نے اٹھ کر مہاراج کے چرن چھوئے اور مندر سے باہر
نکل گئی۔ باہر آتے ہی عورت نے ناگ کا مردانہ روپ بدلا
اور مندر سے دور نکل کر ایک ویرانے میں آگیا۔ یہاں دو
پہاڑیوں کے درمیان ایک تنگ درّہ تھا۔ اس درّے میں کئی
کھنڈر تھے جہاں چھوٹے چھوٹے گڑھے پڑے ہوئے تھے پہاڑیوں
کے اوپر برف جمی ہوئی تھی۔ یہاں پہنچ کر ناگ رُک گیا۔ ایک
گڑھے کے پاس جاکر وہ جھکا اور غور سے دیکھنے لگا۔ اسے اندر
جاتی ہوئی سانپ کی لکیر دکھائی دی۔ ضرور یہاں کوئی سانپ رہتا
تھا۔ ناگ وہاں بیٹھ گیا اور اس نے آنکھیں بند کر کے ایک
خاموش آواز کا سگنل دیا۔ یہ سانپ کا سگنل تھا۔

اس کھنڈر کے نیچے ایک سبز پہاڑی سانپ رہتا تھا۔
اچانک اس نے اپنے جسم کے ساتھ ٹکراتی سگنل کی لہریں محسوس کیں اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سگنل بڑے زبردست تھے اور اُسے باہر بلا رہے تھے۔ سبز سانپ نے سانپوں کے دیوتا کی بو محسوس کر لی تھی۔ وہ اپنے بل سے نکل کر باہر آگیا۔ کھلی فضا میں اس نے ناگ دیوتا کو انسانی روپ میں دیکھا کہ وہ ایک کھنڈر کے پاس آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ سانپ خاموشی سے زمین پر رینگتا ہوا ناگ سے تھوڑے فاصلے پر آکر رُک گیا۔ ادب سے جھک کر سلام کیا۔ تعظیم بجا لایا اور احترام سے گردن زمین پر رکھ دی اور اپنی سگنل کی آواز میں پوچھا۔

"ناگ دیوتا! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائے۔ فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت بجا لاسکتی ہوں۔"

ناگ نے اپنی سرخ سانپوں ایسی آنکھیں کھول کر سبز سانپ کو دیکھا۔ سبز سانپ ناگ کی سُرخ آنکھوں کو تاب نہ لا سکا اور نظریں نیچی کرلیں۔ ناگ نے خموشی کی زبان میں کہا۔

"کیا یہاں کوئی ایسا خزانہ ہے۔ جس میں چاندی کے ٹکڑے ہوں"؟

"ناگ دیوتا! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے

گھر تشریف لائے۔ فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت بجا لاسکتی ہوں۔"

ناگ نے اپنی سرخ سانپوں ایسی آنکھیں کھول کر سبز سانپ کو دیکھا۔ سبز سانپ ناگ کی سرخ آنکھوں کی تاب نہ لا سکا اور نظریں نیچی کرلیں۔ ناگ نے خموشی کی زبان میں کہا۔

"کیا یہاں کوئی ایسا خزانہ ہے۔ جس میں چاندی کے ٹکڑے ہوں؟"

سبز سانپ نے ادب سے کہا۔

"عظیم دیوتا! جہاں آپ کھڑے ہیں اس کے نیچے تبت کے آخری شہنشاہ بھون سایانگ کا خزانہ دفن ہے۔ آپ حکم کریں تو آپ کو وہاں تک لے چلوں۔"

ناگ کہنے لگا۔

"مجھے سارے خزانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مجھے اتنی خبر لا دو کہ اس خزانے میں چاندی کے ٹکڑے ہیں کہ نہیں۔"

سانپ فوراً شگاف کے اندر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد اس نے آکر بتایا کہ خزانے میں چاندی کے ٹکڑے موجود ہیں۔ ناگ نے کہا۔

"تم مجھے وہاں سے ایک ہزار چاندی کے ٹکڑے لادو۔"

"حکم عظیم دیوتا۔"

اور سانپ واپس چلا گیا۔ پہاڑ کے نیچے پتھروں کی سِلوں کے درمیان تبّت کے شہنشاہ کا خزانہ دفن تھا۔ سانپ نے خزانے میں سے ایک ہزار چاندی کے ٹکڑے نکال کر ایک جگہ ڈھیر کئے۔ پھر لکڑی کا ایک ڈبہ جو ہیروں سے بھرا ہوا تھا۔ خالی کر کے چاندی کے ٹکڑے اس میں بھرے۔ ڈبے کو بند کیا اور پھر اسے منہ سے آگے لڑھکاتا ہوا شگاف سے باہر لے آیا۔ ناگ اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"چاندی کے ایک ہزار ٹکڑے حاضر ہیں عظیم ناگ!"

ناگ نے ڈبہ اٹھا کر بغل میں دبایا۔ سانپ کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے واپس روانہ ہو گیا۔ اس نے ناگ مندر کے قریب جا کر دوبارا اسی عورت کی شکل اختیار کیا اور سیدھا پجاری کی کوٹھڑی میں جا کر اس کے آگے ڈبہ رکھ کر کہا۔

"گن لیں مہاراج! اس میں چاندی کے ایک ہزار ٹکڑے ہیں۔"

اس زمانے میں ایک ہزار چاندی کے ٹکڑے جس کے پاس ہوتے تھے وہ لکھ پتی ہوتا تھا۔ پجاری نے ڈبہ کھول کر دیکھا تو اس کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ ناگ نے کہا۔

"اب مجھے بتائیں مہاراج کہ میرا بیٹا کدھر گیا ہے؟"

پجاری کو لالچ نے گھیر لیا۔ کہنے لگا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہ چاندی کے ٹکڑے کہاں سے لائی ہو؟

تم تو ایک غریب عورت لگتی ہو پھر تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آگئی!"

ناگ نے کہا۔

"مہاراج! آپ نے وعدہ کیا تھا کہ چاندی کے ٹکڑے لے کر میرے بچے کا پتہ بتا دیں گے۔ میں نے اپنی شرط پوری کر دی۔ اب آپ اپنی شرط پوری کریں۔"

پجاری کہنے لگا۔

"نہیں، جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گی کہ تم نے یہ دولت کہاں سے لی ہے اس وقت تک میں تمہیں تمہارے بیٹے کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

اب تو ناگ کو سخت غصہ آیا۔ وہ چاہتا تو یہی تھا کہ پجاری کا ابھی خاتمہ کر دے۔ لیکن اس طرح وہ عنبر کا پتہ نہیں لگا سکتا تھا دوسری طرف وہ یہ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تبت کے شہنشاہ کا خزانہ اس کے حوالے کر دے۔ کیونکہ یہ خزانے زمین کے دیوتاؤں کی امانت ہوتے ہیں۔ سانپ اسی لئے خزانے پر بیٹھ کر اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ کسی مجبوری یا سخت ضرورت کی وجہ سے ناگ کو اجازت تھی کہ وہ خزانے کو اپنے استعمال میں لا سکے۔ لیکن وہ ایک ڈاکو کو سارے کا سارا خزانہ نہیں دے سکتا تھا۔ اس نے پجاری کی بڑی منت سماجت کی۔ آخر وعدہ کیا کہ۔

"مہاراج! میں وعدہ کرتی ہوں۔ اگر آپ مجھے میرے بچے کا پتہ بتا دیں تو میں آپ کو اس خزانے کے پاس لے جاؤں گی جہاں سے میں یہ چاندی کے ٹکڑے لائی ہوں۔"

خزانے کا نام سُن کر پجاری کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ اور زیادہ ناز نخرے کرنے لگا۔

"خزانہ؟ ہوں ——— وہ خزانہ تو ناگ مندر کی ملکیت ہے۔ تم کون ہوتی ہو۔ اس میں سے چاندی کے ٹکڑے نکالنے والی؟"

اس کمینے نے اب دوسری طرح سے ضد شروع کر دی تھی اور سارے کے سارے خزانے پر قبضہ کرنے کو اپنا حق سمجھ رہا تھا۔ ناگ عاجز آ گیا تو اس نے پجاری کے ساتھ ایک تماشا کرنے کا فیصلہ کیا اور کہا۔

"تو چلئے مہاراج! میں آپ کو خزانے کے پاس لئے چلتی ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ڈریئے گا نہیں۔"

پجاری کہنے لگا۔

"ڈروں گا کیوں بھلا۔ میں بہادر پجاری ہوں۔ چلو۔ مجھے خزانے کے پاس لے چلو۔"

شام کے وقت ناگ عورت ہی کے بھیس میں پجاری کو لے کر اسی پہاڑی درّے میں آ گیا۔ یہاں کھنڈر کے بیچ رُک کر اُس نے

پجاری سے کہا۔

"یہ جو شگاف آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس کے اندر شہنشاہ تبت کا خزانہ دفن ہے اور میں اسی خزانے سے یہ چاندی لائی تھی۔"

"مجھے اس خزانے کے پاس لے چلو۔"

"مگر حضور اس خزانے پر ایک سانپ کا پہرہ ہے۔"

"سانپ کا پہرہ؟" پجاری نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں مہاراج!"

پجاری پر خزانے کی دولت کا نشہ چھایا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔

"میں بھی ناگ مندر کا پجاری ہوں۔ سانپ مجھے کچھ نہیں نہیں کہہ سکتا۔"

ناگ کہنے لگا۔

"بہتر حضور! میں ابھی سانپ کو بُلا کر کہتی ہوں کہ وہ آپ کے سامنے خزانہ لا کر پیش کرے۔"

ناگ نے ایک گہرا سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں اور خیال کے ذریعے خزانے کے سانپ کو ایک زبردست بلاوے کا سگنل بھیجا۔ سانپ نیچے خزانے کے اوپر پہرہ دے رہا تھا کہ اسے ناگ دیوتا کا زبردست سگنل ملا۔ وہ جھٹ خزانے کے بڑے صندوق سے اتر کر باہر آ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک عورت اور ایک

پجاری کھڑا ہے۔ سانپ حیران ہوا کہ اس عورت کے جسم سے
ناگ دیوتا کی اتنی زبردست خوشبو کس طرح سے آ رہی ہے جب
وہ ناگ نہیں بلکہ ایک عورت ہے۔

اتنے میں ناگ نے سانپ کو دوسرا سگنل دے کر کہا۔

"میں ناگ ہوں۔ صرف میں نے عورت کا روپ بدلا ہوا
ہے۔ یہ شخص مندر کا لالچی پجاری ہے اور مجھے میرے
دوست عنبر کا پتہ بتانے کے بدلے اس خزانے پر
قبضہ کرنا چاہتا ہے۔"

سانپ نے سگنل کی زبان میں پوچھا۔

"عظیم ناگ! جو حکم دیں وہی میں اس لالچی بدروح
کے ساتھ سلوک کروں۔"

ناگ نے سگنل دیا۔

"نہیں۔ تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں خود
اس سے نمٹ لوں گا۔ تم خاموش بیٹھ کر تماشہ دیکھو۔"

ناگ نے آنکھیں کھول کر پجاری کی طرف دیکھا۔ پجاری سانپ کی
وجہ سے کچھ کچھ ڈرا ہوا تھا۔ مگر بہادری دکھانے کی خاطر اکڑ
کر کھڑا تھا۔ ناگ نے کہا۔

"سانپ کہتا ہے کہ میرے ساتھ خزانہ لینے نیچے تہہ خانے
میں چلو۔ کیا آپ نیچے جائیں گے مہاراج؟"

پجاری اکیلا جاتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔ کہنے لگا۔

"کیا تم اس کے ساتھ جا کر خزانہ نہیں لا سکتیں؟"

ناگ نے جواب دیا۔

"مہاراج! سانپ کہتا ہے کہ جس کو خزانے کی ضرورت
ہے صرف وہی خزانے کو حاصل کر سکتا ہے۔"

پجاری نے کہا۔

"لیکن خزانے کی ضرورت تو تمہیں بھی ہے تاکہ تمہارے
بچے کا میں پتہ بتا سکوں۔ تم اس کے ساتھ نیچے جاؤ۔"

اب ناگ پجاری کی بک بک سے تنگ آ گیا۔ اس نے فوراً سانپ
کو سگنل دے کر کہا۔

"ہوشیار رہنا۔ میں اس کو ایک سبق سکھانے والا ہوں۔"

"جو حکم ناگ دیوتا۔"

ناگ نے ایک گہری سانس لیا اور ایک سیکنڈ کے اندر وہاں ناگ
کی بجائے ایک خوفناک لمبے لمبے دانتوں اور لمبی بالوں بھری سونڈ
والا پرانے زمانے کا بھیانک ہاتھی کھڑا تھا۔ پجاری نے جو یہ
جادوگری دیکھی تو اس کی تو سٹی گم ہو گئی۔ جہاں کا تہاں کھڑا
رہ گیا۔ رنگ فق ہو گیا۔ آنکھیں پتھر کی بن گئیں۔ ہاتھی نے
ایک زبردست چنگھاڑ ماری اور لپک کر پجاری کو اپنی سونڈ میں
لپیٹ کر زمین سے اوپر اٹھا لیا۔ پجاری کی گگھی بندھ گئی۔ سارا

جسم دہشت سے کانپنے لگا۔ سانپ سامنے بیٹھا بڑے مزے سے
یہ سارا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ ناگ دیوتا جس جانور
پرندے یا درندے کا چاہے روپ بدل سکتا ہے۔
ہاتھی نے پجاری کو دو تین بار اپنے سر کے اوپر یوں اٹھایا۔
جیسے وہ اُسے زمین پر پٹخ کر چکنا چور کرنے والا ہو۔ لیکن وہ
پجاری کو زمین پر لا کر پھر اوپر لے جاتا۔ پھر ہاتھی نے پجاری
کو زمین پر کھڑا کر دیا اور خود اصلی ناگ کی شکل میں اس
کے سامنے آ کر بولا۔

"لالچی پجاری! اب یقیناً تم مجھے پہچان گئے ہو گے
میں وہی ناگ ہوں جس سے جان بچا کر تم مندر
کے تہہ خانے سے بھاگے تھے اور جو صندوق کے
اندر سانپ کی لاش کی شکل میں پڑا ہوا تھا۔ میرے
دوست عنبر نے وہ صندوقچی تالاب میں رکھی تھی اور
تم وہاں سے اٹھا لائے تھے اب مجھے یہ بتاؤ کہ میرا
دوست، میرا بھائی، میرا جگری یار عنبر کہاں ہے؟"

پجاری پر لرزہ طاری تھا۔ جب اس کے ہوش ٹھکانے لگے تو
حلق کو تر کر کے ہاتھ باندھ کر بولا۔

"اے عظیم ناگ! میں تمہارے دوست عنبر جوگی کے
بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ جوگی کے بھیس

میں یہاں آیا تھا۔ میں نے اس کی صندوقچی اس لالچ
میں اٹھا کر تہہ خانے میں چھپا دی کہ شاید اس میں
زیورات یا ہیرے موتی ہوں۔ اس کے بعد عنبر نے
صندوقچی کی تلاش شروع کر دی اور جب وہ نا امید
ہو گیا تو ایک روز یہاں سے غائب ہو گیا۔"

ناگ نے پجاری کی گردن جھنجھوڑی۔

"کمینے! کیا تم بالکل نہیں جانتے کہ وہ کہاں اور کس
طرف گیا ہے؟"

پجاری کی جان اڑ گئی۔ ناگ کے قدموں پر گرا پڑا اور گڑگڑا کر
کہنے لگا۔

"عظیم ناگ! مجھے معاف کر دو۔ میں اس کے بارے
میں کچھ نہیں جانتا۔ عنبر ایک رات اچانک غائب ہو
گیا تھا۔"

"کیا اس نے کبھی ذکر بھی نہیں کیا تھا کہ وہ کہاں اور
کس طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے؟"

"کبھی کبھی وہ اپنی کسی بہن کا نام لیتا تھا۔"

"ماریا تو نہیں ہے؟" ناگ نے پوچھا۔

"ہاں ہاں۔ یہی نام تھا اس کا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ
اسے اپنی بہن کی تلاش ہے اور وہ شاید ملک سپین

کی طرف جائے گا۔"
ناگ کے لئے اتنی معلومات ہی کافی تھی۔ اسے علم ہو گیا تھا کہ
عنبر وہاں سے سپین کی طرف گیا ہے جہاں اُسے ماریا سے ملنے کی
توقع تھی۔ ناگ نے پجاری کی طرف دیکھ کر کہا۔
"اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں ؟ تمہیں تمہارے
لالچ کی کیا سزا دوں ؟"
پجاری نے ہاتھ باندھ کر کہا۔
"مجھے معاف کر دو عظیم ناگ ! میں اب کبھی لالچ نہیں
کروں گا۔"
ناگ نے سانپ کی طرف دیکھ کر کہا۔
"اے سبز سانپ ! میں اسے معاف کرتا ہوں۔ تم بھی اسے
معاف کر دو۔"
"جو حکم میرے عظیم دیوتا۔"
"اور ہاں۔" ناگ نے کہا "چاندی کے ٹکڑے تمہیں واپس
لا کر سبز سانپ کو واپس کرنے ہوں گے تاکہ وہ دوبارا
تبت کے شہنشاہ کے خزانے میں جمع ہو جائیں خبردار!
خیانت کی تو مارے جاؤ گے۔"
پجاری نے گڑگڑا کر کہا۔
"عظیم ناگ ! میں ابھی چاندی کے سارے ٹکڑے لا کر

یہاں رکھ دوں گا۔"
ناگ نے سانپ سے کہا۔
"یہ شخص خزانے کی امانت واپس کر دے گا۔ اب میں یہیں
سے اپنے دوست عنبر کی اور بہن ماریا کی تلاش میں جاتا
ہوں۔ خدا حافظ !"
سبز سانپ نے کہا۔
"خدا حافظ ! عظیم ناگ۔"
ناگ نے وہیں سے ایک عقاب کی شکل بدلی اور ہوا میں غوطہ
مار کر اُڑ گیا اور ملک ہندوستان کی طرف پرواز کرنے لگا۔
اس کے جانے کے بعد سبز سانپ بھی اپنے کھنڈر کے
شگاف میں واپس چلا گیا۔ پجاری چاندی کے ایک ہزار ٹکڑے واپس
کرنے کا وعدہ کر کے واپس اپنے مندر میں آ گیا۔ وہاں جا کر اس
کی نیت بدل گئی۔ اس نے سوچا اب کون اسے دیکھ رہا ہے۔
ناگ بھی چلا گیا۔ سانپ بھی وہاں نہیں۔ پجاری نے چاندی
کے ٹکڑے اپنی کوٹھڑی میں چھپا کر رکھ دیئے۔ اور بھول گیا کہ
اس نے انہیں واپس سانپ کے پاس لے جانے کا وعدہ کر
رکھا ہے۔
جب دو دن گذر گئے تو سبز سانپ پجاری کی تلاش میں
نکل کھڑا ہوا۔ وہ رات کے وقت کھنڈر میں سے نکلا۔ تاکہ

اندھیرے میں اُسے کوئی دیکھ نہ لے۔ ابھی وہ پہاڑی درے میں
ہی رینگ رہا تھا کہ اس نے دیکھا اندھیرے میں دو آدمی منہ سر
چھپائے کدالیں کندھوں پر رکھے چلے آرہے ہیں۔ سانپ ایک
طرف ہو کر رک گیا۔ اُسے یونہی شک سا گزرا کہ کہیں یہ لوگ
اس کا خزانہ چرانے تو نہیں آرہے۔ قریب آنے پر سانپ نے
پجاری کو پہچان لیا۔ اس کے ساتھ کوئی اجنبی آدمی تھا۔ دونوں
ایک ایک بوری اور کدال کندھے پر رکھے اُس کھنڈر کی طرف
جا رہے تھے جس کے اندر شہنشاہ تبّت کا خزانہ تھا۔

پجاری آگے آگے تھا۔ اس کے ساتھ مندر کا ایک بھکشو تھا
کھنڈر کے شگاف کے پاس جاکر پجاری نے اِدھر اُدھر دیکھکر کہا۔

"یہی وہ جگہ ہے جہاں خزانہ دفن ہے۔ آؤ اِسے
کھودنا شروع کریں۔

دونوں کدالیں چلانے لگے۔ کافی دیر بعد جب رات ہو گئی تو
انہوں نے وہاں ایک گڑھا کھود لیا تھا۔ اس گڑھے کے نیچے سے
پتھر کی سیڑھیاں نکل آئیں۔

پجاری نے کہا۔

"یہ سیڑھیاں خزانے کو جاتی ہیں"

وہ سیڑھیاں اترنے لگا۔ اس کا ساتھی ڈر رہا تھا۔ پجاری نے
اسے ڈانٹا۔

"کم بخت ڈرتا کس لئے ہے۔ میں تیرے آگے آگے
چل رہا ہوں"

یہ خزانے کا وہی تنگ راستہ تھا جہاں سے خزانے کو لاکر شاہی
خاندان نے وہاں دفن کیا تھا۔ اور پھر زلزلوں کی وجہ سے یہ
راستہ بند ہو گیا۔ ایک غار میں سے رینگ کر گزرنے کے بعد وہ
خزانے کے پاس پہنچ گئے۔ ہیرے جواہرات اور سونے سے بھرے
ہوئے تین لکڑی کے صندوق کھلے پڑے تھے۔ پجاری تو خوشی
سے پاگل سا ہو گیا۔ وہ جواہرات اپنی جیبوں میں بھرنے اور رقص
کرنے لگا۔ دوسرے بھکشو نے بھی جلدی جلدی بورے میں سونے
چاندی کے زیورات اور ہیرے موتی بھرنے شروع کر دیئے۔ جب
وہ بوریاں بھر کر وہاں سے جانے لگے تو تنگ غار کے منہ پر سبز
سانپ اپنے جیسے تین سانپوں کے ساتھ پھن پھیلائے کھڑا ان
کا انتظار کر رہا تھا۔ پجاری اور بھکشو کے ہوش گم ہو گئے۔

شہزادے کا سرلاؤ

چاروں سانپ پھنکار رہے تھے۔

پجاری کا خوف کے مارے بُرا حال ہو گیا۔ سانپ موت بن کر ان کے سامنے کھڑے تھے۔ وہاں سے بھاگنے کا دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا کیا کریں؟ کدھر جائیں؟ دولت کے لالچ نے انہیں موت کے منہ تک پہنچا دیا تھا۔ سانپ آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگے۔ بھکشو کی موت پہلے لکھی گئی تھی۔ اس نے زمین پر سے ایک پتھر اٹھا کر سانپوں پر دے مارا۔ پتھر سبز سانپ کے قریب سے ہو کر پیچھے دیوار کو جا لگا۔ پجاری نے سانپ کی توجہ پتھر کی طرف بٹتی دیکھی تو پہلو سے ہو کر نکلا۔ مگر وہاں تیسرا سانپ سامنے آ گیا۔ وہ پیچھے ہٹا۔

اس اثنا میں بھکشو نے دوسرا پتھر پھینکا۔ اب سبز سانپ نے آگے والے سانپ کی طرف دیکھا اور اپنی زبان میں سگنل دے دیا کہ اس شخص کو ختم کر دو۔ یہ موت کی آغوش میں جانے کے لئے بہت بے تاب ہو رہا ہے۔ وہ سانپ جہاں کنڈلی مار کر بیٹھا ہوا تھا وہاں سے دو فٹ اوپر کو اُچھلا اور سیدھا بھکشو کی گردن پر جا کر گرا۔ گردن پر گرتے ہی اس نے بھکشو کو ڈس دیا۔ خدا جانے یہ کس قدر زہریلے سانپ تھے کہ اس کے زہر نے ایکدم بھکشو کا چہرہ سیاہ کر دیا۔ وہ ایک لمحے کے لئے کانپا اور پھر دھڑام سے زمین پر گرا اور مر گیا۔ اس کا سارا بدن کالا پڑ گیا تھا اور منہ سے سبز جھاگ بہنے لگی تھی۔

اپنے ساتھی کا یہ انجام دیکھ کر پجاری وہاں سے بھاگنے لگا کہ اب دوسرے سانپ نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ پجاری گر پڑا اور سانپ کو اپنی ٹانگوں سے ہٹانے کی کوشش میں اس نے سانپ کی گردن پکڑ لی اس وقت سانپ پجاری کو ڈس چکا تھا۔ لیکن اُسے پتہ نہیں لگا تھا۔ سانپ نے اُسے چھوڑ دیا۔ پجاری نے سانپ کی گردن مروڑنے کی کوشش کی مگر یہ دیکھ کر وہ بڑا پریشان ہوا کہ اس کی گرفت سانپ کی گردن پر ڈھیلی پڑ رہی تھی۔ سانپ اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کی انگلیاں اکڑ گئیں اور وہ ٹیڑھا ہو کر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ اب چاروں سانپ اس کے قریب آ گئے۔

انہوں نے باری باری پجاری کے چہرے کو توڑ توڑ کر کھانا شروع کر دیا۔ یہ بڑی دردناک موت تھی۔ پجاری دیکھ رہا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے چہرے کی بوٹیاں توڑ توڑ کر

کھائی جا رہی تھیں اور وہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اس کے جسم کی
طاقت ختم ہو چکی تھی۔ وہ اپنی آنکھ تک نہیں جھپک سکتا تھا
سانپ نے کچھ اس حساب سے پجاری کے جسم میں زہر داخل ک
تھا کہ وہ مر بھی نہیں رہا تھا اور زندہ بھی نہیں تھا۔ اُسے شدید در
ہو رہی تھی لیکن وہ چیخ بھی نہیں سکتا تھا۔ سانپوں نے دیکھتے دیکھ
اس کے چہرے کا سارا گوشت چٹ کر لیا۔ صرف آنکھیں باقی رہنے
دیں۔ چہرے کی سفید ہڈیاں باہر نکل آئی تھیں اور اس کا سارا
جسم خون سے بھر گیا تھا۔

جب سانپ پوری طرح سیر ہو چکے تو بڑے آرام سے غار
میں واپس چلے گئے۔ بھکشو کی لاش خزانے کے پاس پڑی تھی ا
پجاری جواہرات اور سونے کے زیورات کے قریب لیٹا تھا وہ دیکھ
بھی رہا تھا اور اُسے کچھ نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ یہ بڑی تکلیف د
موت تھی۔ پھر اس کا جسم آہستہ آہستہ سُن ہونے لگا۔ ہاتھ
پاؤں اور ٹانگوں کا گوشت ہڈیوں سے الگ ہونا شروع ہو گیا
پجاری نے خوف سے ایک بھیانک چیخ ماری مگر اس کے حلق
سے کوئی آواز نہ نکل سکی۔ ساری رات وہ اسی طرح پڑا تھا
اور صبح آخری ہچکی کے ساتھ مر گیا۔

دو دن گذر چکے تھے۔ ناگ عقاب بن کر اڑتا اڑتا ہندوستان
کے دریا گومتی کے اوپر سے گذر رہا تھا۔ ایک جگہ دُور اسے

دریا کنارے ایک پرانے قلعے کی فصیل نظر آئی۔ ناگ اڑتا اڑتا کچھ
تھک گیا تھا۔ اس نے سوچا قلعے کی بُرجی میں بیٹھ کر کچھ دیر
آرام کرے اور پھر آگے روانہ ہو۔ یہ قلعہ چھوٹا سا تھا۔ اس کے
اوپر اودھ کے بادشاہ کا سبز جھنڈا لہرا رہا تھا۔ یہ غدر سے بہت
پہلے کا زمانہ تھا۔ یاد رہے کہ عنبر ناگ اور ماریا تاریخ میں پیچھے
کی طرف سفر کر رہے ہیں اور اس وقت وہ سترھویں صدی
میں ہیں جبکہ ہندوستان میں مغل بادشاہ اورنگ زیب کی حکومت ہے۔
یہ لکھنؤ شہر کا ایک قلعہ تھا جو دریا کنارے تعمیر ہوا تھا تاکہ
دریا کی طرف سے دشمن کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اس کی بُرجیوں میں
مغل سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ ان کے سروں پر مغلئی پگڑیاں
تھیں اور ہاتھوں میں خم دار تلواریں تھیں۔ ناگ اس سے بھی آگے
سفر کر چکا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ کچھ سالوں بعد یہاں غدر پڑے گا۔
مسلمانوں کا قتل عام ہو گا اور اس قلعے پر انگریزوں کا جھنڈا لہرا
دیا جائے گا۔ ناگ ایک بُرج کے اوپر اترا۔ بُرج کا ایک چکر
لگایا اور بیٹھ گیا۔

اتفاق سے قلعے کی چھت پر ایک شہزادے نے عقاب کو
بُرج پر اترتے دیکھ لیا۔ اس نے اناڑی پنے میں جو نشانہ باندھ
کر تیر مارا وہ سیدھا ناگ کی ران میں آ کر لگا۔ عقاب پھڑپھڑاتا
ہوا نیچے قلعے کے صحن میں آن گرا۔ ناگ نے اپنے آپ کو بڑا

کوساکہ وہ کیوں **خوامخواہ** اس کم بخت قلعے کی بُرجی پر آ کر
بیٹھ گیا۔ وہ زخمی ہو گیا تھا۔ اب اگر وہ سانپ کی شکل بد
آجائے تب بھی اپنا علاج نہیں کر سکتا تھا۔ انسان کی شکل
اختیار کرتا تو بھی علاج کے لئے اُسے حکیم کے پاس کون لے
اس نے یہی فیصلہ کیا کہ عقاب کی شکل میں ہی رہے ا
دیکھے کہ یہ الو کی دُم شہزادہ اس کا علاج کروانے کا بندوبس
کرتا ہے کہ نہیں۔ اگر اسے ذبح کرنے کی کوشش کرے گ
وہ انسان بن جائے گا۔

شہزادے نے جلدی سے عقاب کو اٹھایا اور کپڑے
پکڑ کر اس کی ران سے تیر باہر کھینچ لیا۔ اس کی بہن شہزاد
نیلوفر بھی وہاں آگئی۔ اُس نے عقاب کو زخمی دیکھ کر کہا۔

" بھائی جان یہ آپ نے کیا کیا ؟ کتنا خوبصورت عقاب
ہے۔ جلدی سے اسے حکیم کے پاس لے چلیں"۔

وہ عقاب کو لے کر شاہی حکیم کے پاس گئے جس نے زخمی ٹانگ
مرہم لگائی اور پٹی باندھ دی۔ عقاب واقعی بڑا شاندار تھا۔ مح
میں اس کی ہر جگہ تعریف ہونے لگی کہ شہزادے نے بڑا خوبص
شاہی عقاب پکڑا ہے۔ اس سفید عقاب کی بڑی دیکھ بھال ہو
رہی۔ زخم بڑی تیزی سے اچھا ہو رہا تھا۔ اس دوران ناگ
خاموشی سے محل کے اندر ہونے والے تماشے دیکھتا رہا۔ یہاں باد

کے خلاف بڑی زبردست سازشیں ہو رہی تھیں۔ یہ انگریزوں کے
جاسوس تھے۔ جو بادشاہ کے ولی عہد کو قتل کروانے کی فکر میں تھے۔

ایک وزیر انگریزوں سے ملا ہوا تھا۔ وہ بادشاہ کے بہت منہ
چڑھا ہوا تھا۔ بادشاہ اُس پر بڑا بھروسہ کرتا تھا۔ انگریزوں نے اس
سے طے کیا کہ وہ اُسے ایک لاکھ روپیہ نقد اور دو گاؤں جاگیر میں
دیں گے اگر اس نے ولی عہد شہزادہ تاج بخت کو ہلاک کر دیا۔ وزیر
نے بہت سوچ کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ شہزادے کو زہر دے کر
مروائے گا تاکہ اس پر شبہ بھی نہ کیا جا سکے۔ ناگ عقاب کی
شکل میں ایک سونے کے پنجرے میں بند تھا۔ وزیر نے انگریزوں کے
آدمی کے ساتھ اس کے سامنے یہ خطرناک سازش کی تھی۔ ناگ کو
ساری سازش کا علم ہو گیا۔

اس نے شہزادے تاج بخت کو بچانے کا فیصلہ کر لیا۔

شہزادے کا ناشتہ اس کی خواب گاہ میں جایا کرتا تھا۔ وزیر نے
ایک جوگی سنیاسی سے بڑا تیز زہر منگوایا۔ صبح صبح وہ باورچی
خانے میں چلا گیا اور جس طشتری میں شہزادے کے لئے زعفرانی
کھیر رکھی ہوئی تھی اس میں زہر کا سفوف چھڑک کر اوپر ڈھکن
دے دیا۔ یہ زہر سفید تھا۔ اور ذائقے میں بالکل پھیکا تھا۔
شہزادہ اگر ساری کھیر بھی کھا جاتا تو اُسے ذرا احساس نہیں ہو سکتا
تھا کہ اُس نے زہر بھی ساتھ ہی کھا لیا ہے۔ عقاب نے وزیر کو

باورچی خانے سے دبے پاؤں باہر نکلتے دیکھ لیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ سازشی وزیر اندر کچھ کر آیا ہے اور آج شہزادے کی زندگی خطرے میں ہے۔

اس وقت دن ابھی پوری طرح نہیں چڑھا تھا۔ شاہی باورچی بھی نہیں آیا تھا۔ عقاب نے پنجرے میں ہی سانپ کا روپ بدلا اور رینگتا ہوا پنجرے سے نکل کر نیچے آگیا۔ شاہی خواب گاہ میں صرف ایک شمع روشن تھی۔ شہزادہ شاہی پلنگ پر مزے سے سو رہا تھا۔ سانپ ایرانی قالینوں پر رینگتا ہوا باورچی خانے میں داخل ہو گیا۔ اس کی چھٹی حس اور جادو کی طاقت نے اسے فوراً بتا دیا کہ زہر کی بُو ایک طشتری سے اٹھ رہی ہے جس کو اوپر چاندی کے سرپوش سے ڈھانپا گیا ہے۔

سانپ نے طشتری کے پاس جاکر سرپوش کو الٹ دیا۔ ناگ کی تیز آنکھوں نے فوراً کھیر میں ملے ہوئے سفید بے داغ مگر بڑے ہی خطرناک زہر کو پہچان لیا۔ اس نے کھیر کی طشتری کے ساتھ منہ لگا کر زور سے سانس کو اندر کھینچا اور سارا زہر چُوس لیا۔ اب کھیر بالکل پاک ہو چکی تھی۔ اس نے سرپوش کو طشتری کے اوپر رکھا اور باورچی خانے سے رینگتا ہوا باہر نکل آیا۔

سامنے سے شاہی باورچی چلا آ رہا تھا۔ اس کی نظر جو سانپ

پر پڑی تو اس نے شور مچا دیا۔ سانپ سانپ سانپ! سارا محل جاگ پڑا۔ محل میں کبھی سانپ نہیں آیا تھا۔ وہاں سانپ آ بھی نہیں سکتا تھا۔ پہرے دار تلواریں اور نیزے لے کر سانپ کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔ لیکن سانپ تو پھر سے عقاب بن کر پنجرے میں آرام سے بیٹھ چکا تھا۔ شہزادہ بھی اٹھ بیٹھا۔ سانپ کو بہت تلاش کیا گیا مگر کہیں نہ ملا۔ سب نے یہی کہا کہ وہ محل سے نکل چکا ہے۔ بادشاہ نے حکم دے دیا کہ آئندہ اگر محل میں سانپ دیکھا گیا تو داروغہ صفائی کو قید کر دیا جائے گا۔

ناشتے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اتفاق سے بلکہ جان بوجھ کر وزیر بھی شہزادے کے کمرے میں آگیا اور شکار کی باتیں کرنے لگا۔ عقاب اپنے پنجرے میں بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وزیر نے کہا۔

"شہزادۂ عالم! شکار کا موسم شروع ہو رہا ہے۔ آپ حکم کریں تو جنگل میں شکار کا انتظام ابھی سے شروع کروا دیا جائے۔"

"ہاں ہاں۔ وزیر صاحب! کیوں نہیں کیوں نہیں۔"

اتنے میں شاہی کنیزیں ناشتہ لے کر آگئیں اور شہزادے کے آگے سجانا شروع کر دیا۔ وزیر نے اس طشتری کو دیکھا جس

کے اندر اس نے خطرناک زہر ملایا ہوا تھا۔ وہ زیرِلب مسکرایا اور شہزادے سے اجازت لے کر باہر نکل گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ شہزادے کی موت اس کے سامنے ہو اور وہ اس قتل کا گواہ بنے۔ شہزادہ ناشتہ کرنے لگا۔ اس نے کھیر کی طشتری کا ڈھکنا اٹھا کر کہا۔

"ارے واہ! یہ تو ٹھنڈی کھیر ہے واللہ کمال ہے۔"

ناگ اپنے پنجرے میں اطمینان سے بیٹھا تھا۔ شہزادہ اسے اچھا لگتا تھا۔ اس نے عقاب کو غلطی سے زخمی ضرور کر دیا تھا مگر اب بڑی محبت سے اس کا علاج بھی کیا تھا۔ عقاب اب تندرست ہو رہا تھا۔ وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ پوری طرح تندرست ہو کر عنبر اور ماریا کی تلاش میں ملک سپین کا رُخ کرے۔ شہزادہ بڑے مزے سے چاندی کے چمچ کے ساتھ کھیر کھانے لگا۔

وزیر دروازے کے باہر پردے کی اوٹ سے لگا تھا۔ اس نے جو شہزادے کو کھیر کھاتے دیکھا تو اطمینان سے سر ہلایا اور وہاں سے کھسک گیا۔ اس کی جاگیر اور ایک لاکھ کا انعام پکا ہو گیا تھا۔ وہاں سے وہ سیدھا شاہی باغ میں پہنچا جہاں انگریز کا ایک جاسوس مالی کے بھیس میں گلاب کی کیاریوں کو پانی دے رہا تھا۔ وزیر نے اس کے قریب سے گذرتے ہوئے کہا۔

"ریذیڈنٹ صاحب کو کہہ دینا کہ مُرغا مر گیا۔"

یہ اس کا خفیہ اشارہ تھا کہ شہزادہ زہر سے ہلاک ہو گیا ہے۔ مالی نے سر ہلایا کر کہا۔

"جو حکم حضور!"

وزیر اپنی طرف سے شہزادے کو زہر دے کر ہلاک کر چکا تھا۔ مگر جس کو اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔ اُسے کون مار سکتا ہے بھلا۔ شہزادہ ساری کھیر بڑے مزے سے کھا گیا اور اس پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وزیر محل میں آکر بادشاہ سلامت کی خدمت میں پیش ہوا اور سلطنت کے مختلف کاموں کے بارے میں گفتگو کرنے لگا۔

وزیر کو پورا یقین تھا کہ ابھی شہزادے کی موت کی خبر آئے گی اور محل میں کہرام مچ جائے گا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ بلکہ اس کے بالکل الٹ ہوا اور کچھ دیر بعد شہزادہ اچھا بھلا ہنستا مسکراتا بادشاہ سلامت کے پاس آکر تخت پر بیٹھ گیا، اور شکار کی باتیں کرنے لگا۔

"ابا حضور! وزیر صاحب ہمارے شکار کا اہتمام کر رہے ہیں۔ ہم اب کی جلدی شکار پر جائیں گے۔"

بادشاہ نے کہا۔

"جیسے تمہارے مرضی شہزادہ عالم! تمہیں اختیار ہے ہمیں پوری امید ہے کہ وزیر صاحب تمہاری حفاظت کا

خاص خیال رکھیں گے۔"

"کیوں نہیں عالم پناہ!"

وزیر نے جھک کر کہا اور دل میں پریشان ہوا کہ یہ کیا ہو گیا؟ زہر کا اثر کیوں نہیں ہوا۔ وہ تو بڑا خطرناک زہر تھا۔ سنیاسی نے اس کے سامنے شیشی میں سے تھوڑا سا زہر ایک کُتے کو دہی میں ملا کر کھلایا تھا اور وہ تڑپ کر وہیں مر گیا تھا پھر شہزادہ کس طرح سے زندہ ہے؟ اس کی جاگیر اور ایک لاکھ روپے ڈوب گئے تھے۔ بلکہ انگریز ریذیڈنٹ کی نظروں میں وہ ذلیل ہونے والا تھا۔

رات کو انگریز ریذیڈنٹ بہادر نے وزیر کو قلعے کے خفیہ بُرج میں بلوایا اور پوچھا کہ شہزادہ مرا کیوں نہیں؟ وزیر نے یہی کہا کہ ایسا لگتا ہے زہر نے اثر نہیں کیا۔ ریذیڈنٹ بولا۔

"وزیر صاحب! ہم آپ کو دس لاکھ روپیہ اور ایک جاگیر زیادہ انعام میں دیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دو دن کے اندر اندر شہزادے کا سر ہمارے سامنے لایا جائے۔"

وزیر اتنا زیادہ انعام کا سن کر بڑا خوش ہوا۔ کہنے لگا۔

"میں شہزادے کا سر خود کاٹ کر لاؤں گا۔"

وزیر نے آتے ہی محل کے ایک پرانے جلاد کو اپنے ساتھ

ملا لیا۔ اس جلاد سے بادشاہ خوش نہیں تھا۔ چنانچہ اُسے کام سے ہٹا دیا گیا تھا۔ اسے بھی بادشاہ سے ناراضی تھی۔ وزیر نے اسے پچاس ہزار روپے کا لالچ دیا تو وہ شہزادے کا سر کاٹنے کو تیار ہو گیا۔ طے یہ پایا کہ اگلے روز شام کو وزیر شہزادے کو شکار گاہ میں شکاری خیموں کے معائنے کے لئے لے جائے گا اور وہیں جھاڑیوں میں وہ چھپ کر بیٹھا ہو اور شہزادے کا سر تلوار مار کر کاٹ ڈالے۔

"پھر میں اس کا سر بوری میں بند کر لوں گا اور دھڑ دریائے گومتی میں بہا دیا جائے گا۔ اس کے بعد میں مشہور کر دوں گا کہ شہزادہ شکار پر نکل گیا ہے۔"

ناگ اس سازش سے بے خبر تھا۔ اب وہ پوری طرح تندرست ہو گیا تھا اور وہاں سے چلے جانے کا سوچ رہا تھا۔ جس روز وزیر نے جلاد کے ساتھ مل کر شہزادے کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا، اس روز ناگ اپنے پنجرے سے باہر نکل کر سونے کی چوکی پر بیٹھا تھا جو خاص طور پر اس کے لئے بنوائی گئی تھی کہ وزیر شہزادے کے پاس آ کر بولا۔

"شہزادہ عالم! چل کر ذرا شاہی شکار گاہ کے خیموں کا معائنہ فرما لیجئے۔"

"کیا سب کچھ تیار ہو گیا ہے؟"

"جی ہاں حضور! آپ تشریف لے چلئے اور خود معائنہ فرمائیے۔"

"واللہ آپ نے کمال کر دیا، چلئے۔ ہم ابھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔"

اس وقت رات کا اندھیرا شام کے بعد دریا کنارے کے جنگلوں پر اترنا شروع ہو گیا تھا۔ لکھنؤ شہر پر اندھیرا چھا رہا تھا۔ محل کے اندر شمعیں روشن کر دی گئی تھیں۔ وزیر نے شہزادے کو ساتھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر دونوں شکار گاہ والے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ناگ فوراً سمجھ گیا کہ یہ وزیر کی دوسری سازش ہے۔ اور وہ شہزادے کو ہلاک کرنے کی خاطر جنگل لے جا رہا ہے۔ ناگ کو اب اس محل سے چلے جانا تھا۔ اس نے سوچا جاتے جاتے شہزادے کی جان بچاتا جائے۔

بس یہ سوچ کر وہ خواب گاہ والی سونے کی چوکی سے نیچے اتر آیا۔ وہاں سے اڑ کر وہ باہر نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ محل میں جگہ جگہ بھاری کمخواب کے پردے گرے ہوئے تھے وہ ایک بار پھر سانپ بن گیا۔ اس دفعہ وہ کالے رنگ کا چھوٹا سانپ بنا۔ تاکہ ایک تو رات کے اندھیرے میں نظر نہ آئے دوسرے چھوٹا ہونے کی وجہ سے جلدی سے نکل جائے شہزادے

کی خواب گاہ سے نکل کر وہ بڑے دالان والی راہ داری میں آ گیا۔ یہاں فرش پر بھاری قالین بچھے تھے۔ وہ دیوار پر آ گیا جہاں پردے لگے تھے۔ پردوں پر سے رینگتا وہ بڑے بڑے اونچے ستونوں والے ہال کمرے میں آ گیا۔

اتفاق سے ایک کنیز کی اس پر نظر پڑ گئی۔ بس پھر کیا تھا۔ اُس کے ہاتھ سے طشت نیچے گر پڑا اور وہ چیخ اٹھی۔

"سانپ!"

محل میں ایک بار پھر شور مچ گیا۔ مگر ناگ اس بار وہاں سے نکل چکا تھا۔ وہ محل کی چھت پر آ گیا۔ یہاں سے وہ بُرجی کی طرف گیا۔ آسمان پر رات کے پہلے ستارے طلوع ہو کر جھلملا رہے تھے۔ ناگ نے بُرجی میں پہنچ کر دوبارا عقاب کا روپ بدلا اور اڈاری مار کر فضا میں اُڑ گیا۔ وہ دریا کے پل کے اوپر آیا تو اس نے دیکھا کہ دو گھوڑ سوار پل پر سے گزر رہے تھے۔ عقاب ذرا نیچے آ گیا۔ ان میں سے ایک وزیر اور دوسرا شہزادہ تھا۔ انہوں نے عقاب کو نہیں دیکھا تھا۔ عقاب انکے سروں سے بلند ہو کر اڑا جا رہا تھا۔ پل کے پار سامنے جنگل آ گیا۔ اسی جنگل میں ایک جگہ وہ جلاد تلوار لئے جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا جس نے شہزادے کا سر قلم کرنا تھا۔ ناگ کو اس جلاد کا علم نہیں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وزیر جنگل میں جا کر

خود تلوار سے شہزادے کو ہلاک کرے گا۔ اب وہ چوکس ہو گیا تھا۔ جونہی گھوڑ سوار جنگل کے اندھیرے میں داخل ہوئے عقاب غوطہ لگا کر نیچے اتر آیا۔

زمین پر آتے ہی اس نے دوبارا پھن دار زہریلے سانپ کا روپ بدل لیا۔ اور بڑی تیزی سے ایک طرف سے ہو کر شہزادے کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ بھاگنا شروع کر دیا۔

ایک جگہ پہنچ کر وزیر نے گھوڑا روک لیا اور کہا۔

" شہزادہ عالم ! یہاں سے ہم پیدل چلیں تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ آگے جنگل گھنا ہے "۔

شہزادے نے اندھیرے میں درختوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

" مگر اس جگہ تو ہم نے کبھی شکار گاہ نہیں دیکھی یہ آپ ہمیں کہاں لے آئے ہیں ؟ "

وزیر نے مکاری سے مسکرا کر کہا۔

" حضور ! اس دفعہ میں نے بالکل نئی جگہ پر خیمے لگوائے ہیں۔ یہاں آپ کو بڑا شکار ملے گا۔ میرے ساتھ آئیے۔ میں آپ کو شکار گاہ دکھاتا ہوں "۔

شہزادہ کچھ ڈر سا گیا تھا۔ نوجوانی کی عمر تھی۔ جنگل بڑا بھیانک تھا وہ کبھی اکیلا ایسے جنگل میں نہیں آیا تھا۔ وزیر اُسے ساتھ لے کر اُن جھاڑیوں کی طرف آ گیا۔ جہاں اُس نے جلاد کو چھپنے کے لئے کہا

ہوا تھا۔ جلاد سیاہ کپڑے پہنے ہاتھ میں بڑی تیز دھار والی تلوار پکڑے جھاڑیوں کے پیچھے دبک کر بیٹھا شہزادے کا انتظار کر رہا تھا۔ جونہی اس نے وزیر اور شہزادے کے قدموں کی چاپ سنی وہ ہوشیار ہو گیا اور تلوار کے دستے پر ہاتھ کی گرفت مضبوط کر لی۔

وزیر نے بلند آواز سے کہا۔

" کوئی نوکر ہے یہاں تو حاضر ہو۔ شہزادہ عالم آئے ہیں "۔

یہ اشارہ تھا جلاد کو کہ آ کر شہزادے کا سر قلم کر دو۔ جلاد نے وزیر کی آواز سنی تو جھاڑیوں میں سے نکل آیا۔ شہزادے نے اندھیرے میں ایک سیاہ پوش آدمی کے ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلوار دیکھی تو وزیر کے ساتھ لگ گیا اور سہم کر کہا۔

" یہ ——— یہ ڈاکو کہاں سے آ گیا۔ اِسے پکڑ لیں وزیر صاحب "۔

وزیر ہنسا اور شہزادے کو جلاد کی طرف دھکیل کر بولا۔

" شہزادے صاحب ! آپ کی زندگی کے دن پورے ہو چکے "۔

پھر جلاد کی طرف دیکھ کر چلایا۔

" کم بخت کام تمام کر، کس کا انتظار کر رہا ہے "۔

اچانک جھاڑیوں کے پیچھے سے ناگ انسان کی شکل میں نک
کر سامنے آیا اور بولا۔
"یہ میرا انتظار کر رہا ہے۔"
وزیر نے حیرانی سے ناگ کی طرف دیکھا۔ ایک نوجوان اس کے
سامنے کھڑا تھا۔ شہزادہ اس کی طرف بھاگا۔
"مجھے بچاؤ۔ میں شہزادہ تاج بخت ہوں۔"
وزیر نے چیخ کر جلاد سے کہا۔
"ان دونوں کے سر قلم کر دو۔"
جلاد نے تلوار لہرائی اور ناگ پر ٹوٹ پڑا۔ مگر ناگ غائب
چکا تھا۔ جلاد کی تلوار درخت سے ٹکرا کر اس میں کھب گئی
وہ تلوار نکال رہا تھا کہ وزیر نے خنجر نکال لیا۔ اسکی ساز
ناکام ہو رہی تھی۔ وہ حیران تھا کہ یہ تیسرا نوجوان کون تھا
وہاں آکر اچانک غائب ہوگیا۔ کیا وہ کوئی بھوت تھا؟ کیا و
کسی کی بدروح تھی؟ جو کچھ بھی تھا وزیر اس بار ناکامی
منہ نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ جلاد تلوار کھینچ رہا تھا اور وزیر
خنجر سے شہزادے پر حملہ کر دیا۔
ناگ ایک سیکنڈ میں انسانی شکل میں نمودار ہوا اور اس نے
وزیر کے آگے اپنی ٹانگ کر دی۔ وزیر اُچھل کر منہ کے بل گرا
اس دوران میں جلاد درخت کے تنے میں سے تلوار نکال چک

تھا۔ وزیر نے زمین پر سے اٹھتے اٹھتے حکم دیا۔
"بدبخت! اپنا کام فوراً ختم کر۔"
جلاد نے تلوار دوسری بار لہرائی اور شہزادے کی طرف لپکا۔ لیکن
اُسے یوں لگا جیسے اس کی ٹانگ پر کسی چیونٹی نے کاٹ کھایا
ہے۔ جلاد نے کوئی پرواہ نہ کی او جھاڑیوں کی طرف بھاگتے
ہوئے شہزادے کی طرف دوڑا مگر اس بار اسے محسوس ہوا کہ
اس کی ٹانگوں سے جان نکل رہی ہے۔ پنڈلیاں کانپنے لگی ہیں
اور پاؤں من من بھاری ہو گئے ہیں۔ وہ اسی جگہ کھڑے کا کھڑا
رہ گیا۔ اس نے وزیر کی طرف پلٹ کر کہنا چاہا کہ اس کے
ساتھ کیا ہو رہا ہے مگر اس کی آواز حلق سے نہ نکل سکی۔
اس کا گلا بند ہو چکا تھا۔ پھر اس کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر
پڑی اور منہ ناک اور کانوں سے خون جاری ہو گیا اور وہ
لڑکھڑا کر نیچے گر پڑا۔
شہزادہ ایک درخت کے پیچھے سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا
وزیر نے مرے ہوئے جلاد کی تلوار لے کر شہزادے پر حملہ
کرنے کا ارادہ کیا اور وہ درخت کی طرف آیا۔ یہاں آکر
اسے یوں لگا جیسے کوئی شے اس کی گردن پر دھپ سے گری
ہے۔ وزیر نے شہزادے کو دیکھ لیا تھا۔ وہ ہر حالت میں شہزادے
کو ہلاک کر دینا چاہتا تھا۔ جونہی وہ آگے بڑھا اس کی گردن

جیسے ٹوٹ کر ڈھلک گئی۔ ٹھیک اس وقت درخت کے پیچھے
چھپے ہوئے شہزادے نے دیکھا کہ ایک کالا سانپ وزیر کی پیٹھ
پر سے اچھل کر نیچے گرا اور جھاڑیوں میں گم ہو گیا۔

وزیر کی گردن کیا ڈھلکی کہ اس کے سارے جسم سے جان
ہی نکل گئی۔ وہ کھڑے کھڑے ٹوٹے ہوئے درخت کی طرح دھڑام
سے جھاڑیوں پر اوندھے منہ گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ شہزادہ
درخت کی اوٹ سے باہر آگیا۔ اس کے سامنے اس کے
دونوں قاتلوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ وہ اسے اپنی خوش قسمتی
سمجھ رہا تھا کہ اتفاق سے وہاں سانپ نکل آیا جس نے
دونوں قاتلوں کو ڈس کر ہلاک کر دیا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ
اس کی جان اس ناگ نے اللہ کے حکم سے بچائی ہے جو عقاب
کی شکل میں اس کی خواب گاہ میں بیٹھا تھا۔

شہزادہ جنگل سے باہر نکل آیا۔ وہاں دونوں گھوڑے اسی
طرح کھڑے گھاس کھا رہے تھے۔ شہزادہ گھوڑے پر سوار ہوا تو
سامنے سے عقاب پھڑپھڑاتا ہوا آکر اس کے ساتھ والے گھوڑے
پر بیٹھ گیا۔ شہزادہ بڑا حیران ہوا کہ یہ عقاب رات کو یہاں
کیسے آگیا۔ اس نے عقاب کی طرف دیکھا تو اب وہاں عقاب
نہیں بلکہ ناگ انسان کی شکل میں بیٹھا تھا۔ شہزادہ تو دہشت
سے گرتے گرتے بچا۔ ناگ نے کہا۔

"شہزادے! گھبراؤ نہیں۔ میں عقاب کے روپ میں
انسان تھا جو تمہارے محل میں رہ رہا تھا۔ تم نے
مجھے زخمی کر دیا تھا۔ لیکن جس طرح تم نے میری دیکھ
بھال کی اس سے میں بڑا خوش ہوا اور جب وزیر
نے تمہارے قتل کا منصوبہ بنایا تو میں نے فیصلہ
کیا کہ تمہاری جان ہر حالت میں بچاؤں۔"

ناگ نے شہزادے کو زہریلی کھیر کا بھی سارا واقعہ سنا دیا۔
شہزادہ ناگ کا بیحد شکر گزار ہوا۔ وہ ناگ کو لے کر محل کی
طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں ناگ نے کہا کہ وہ ملک سپین
کی طرف جانا چاہتا ہے کیا وہ اسے بتا سکتا ہے کہ سپین جانے
کے لئے اسے کسی جگہ سے سفر شروع کرنا چاہیے۔ شہزادے
نے ناگ سے کہا۔

"عزیز بھائی! تمہیں ہندوستان کی بندرگاہ کلکتے
سے بحری جہاز میں سوار ہونا ہوگا۔ جو سپین یا پرتگال
کی طرف جا رہا ہو۔ ملک سپین کو سمندری جہاز ہی
جاتے ہیں۔ ادھر خشکی کے راستے قافلے نہیں جاتے۔"
ناگ نے کہا۔

"شکریہ شہزادے! اب مجھے اجازت دو۔ کیونکہ میرا
سفر بڑا لمبا ہے۔"

شہزادے نے ایک بار پھر ناگ کا دلی شکریہ ادا کیا اور کہا کہ وہ ساری زندگی اس کے احسان کو یاد رکھے گا۔ ناگ شہزادے سے اجازت لے کر دریائے گومتی کے کنارے کنارے بنگال کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات ابھی کافی باقی تھی۔ دریا بڑی خاموشی سے بہہ رہا تھا۔ دریا کے پانی میں ستاروں کا دُھندلا دُھندلا عکس نظر آ رہا تھا۔ ملک سپین وہاں سے بہت دور تھا لیکن اُسے یقین تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن وہاں پہنچ کر عنبر اور ماریا کو ضرور تلاش کر لے گا۔

باقی ساری رات ناگ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا سفر کرتا رہا۔ جب دن نکلا تو وہ اودھ کے صوبے سے نکل کر بنگال کے صوبے میں داخل ہو چکا تھا۔ یہاں آم کے درختوں کی بجائے اب ناریل اور کیلے کے درختوں کے جھنڈ آنا شروع ہو گئے تھے۔ دریا آدھی رات کو ہی اس سے الگ ہو کر ہمالیہ کے پہاڑوں کی جانب مڑ گیا تھا۔ ناگ کو گھوڑے کی سواری بہت پسند تھی۔ ورنہ وہ اڑ کر بھی سفر کر سکتا تھا۔ اُڑ کر سفر کرنے میں ایک مصیبت تھی کہ ہوا میں بڑا پرندہ حملہ کر دیتا تھا۔ ہاں وہ خود بڑا پرندہ بن کر اڑے تو بچ سکتا تھا۔ بڑا پرندہ بن کر اُڑتے میں یہ مصیبت تھی کہ نیچے سے شکاری کا تیر اسے لگ کر زخمی یا ہلاک کر سکتا تھا۔ اس لئے ناگ بڑی مجبوری کی حالت میں پرندہ بن کر اڑتا تھا۔

خونی کھیل

کلکتے کی بندرگاہ پر سمندری جہاز کھڑے تھے۔

ناگ عام انسانی شکل وصورت میں ایک طرف جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑا جہازوں کو دیکھ رہا تھا۔ ایک جہاز پر سامان لادا جا رہا تھا۔ ناگ نے ایک مزدور سے پوچھا کہ یہ جہاز کس ملک کو جانے کی تیاری کر رہا ہے۔ مزدور نے بتایا کہ یہ جہاز افریقہ جا رہا ہے۔

"نوجوان لڑکے تم کہاں جانا چاہتے ہو؟" مزدور نے پوچھا۔

ہم آپ کو ایک بار پھر بتا دینا چاہتے ہیں کہ ناگ عنبر اور ماریا کی عمریں پندرہ پندرہ بیس بیس سال کی تھیں۔ ناگ بمشکل اٹھارہ انیس سال کا نوجوان لگتا تھا۔ عنبر بھی جب آج سے پانچ ہزار برس پہلے مصر کے اہراموں سے نکل کر اپنے ناختم ہونے والے سفر پر روانہ ہوا تھا تو اس کی عمر بیس سال تھی اور ابھی تک اس کی عمر میں ایک دن، بلکہ ایک گھنٹے کا بھی اضافہ نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ وہ امر ہو چکا تھا۔ اور اس پر عمر کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ ناگ نے مزدور کو بتایا کہ وہ ملک سپین جانا چاہتا ہے۔ مزدور کی زبانی اُسے معلوم

ہوا کہ سپین کو ایک جہاز دس روز بعد جانے والا ہے۔

"اگر تم افریقہ چلے جاؤ تو وہاں سے بھی تمہیں سپین جانے والا جہاز مل سکتا ہے۔"

مگر ناگ یہاں سے سیدھا سپین جانا چاہتا تھا۔ وہ دس روز کے لئے کلکتہ میں رک گیا۔ اس کے کپڑے بڑے گندے اور پرانے ہو گئے تھے۔ وہ سب سے پہلے اپنا حلیہ انسانوں والا بنانا چاہتا تھا۔ اس کے پاس پیسے بہت کم تھے۔ بمشکل سپین تک کا کرایہ ہی تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے پاس اتنی رقم جمع ہو کہ وہ بڑی آسانی سے سفر طے کر سکے۔ دس دنوں میں وہ اتنی رقم نہیں کما سکتا تھا۔

آخر وہ شہر سے باہر محلات کے کھنڈروں کی تلاش میں نکل پڑا کیونکہ عام طور پر بادشاہوں کے خزانے محلات کے کھنڈروں میں ہی دفن ہوتے ہیں۔ اس کا ارادہ تھا کہ کسی خزانے کے سانپ کو بلا کر اس خزانے میں سے اپنی ضروریات کی رقم نکلوالے گا۔ کلکتہ شہر کے باہر دریائے ہگلی کے کنارے ایک پرانا گھاٹ اسے دکھائی دیا جس کے ساتھ ہی آم کے گھنے درختوں کے جھنڈ میں کسی پرانے محل کا کھنڈر تھا جس میں اس وقت صرف محل کی بارہ دری اور ایک دریچہ ہی سلامت رہا تھا۔ یہ کھنڈر مغلوں سے بھی پہلے کا تھا۔

ناگ نے کشتی کے ذریعے دریا پار کیا اور گھاٹ پر آ کر دور سے کھنڈر کا جائزہ لیا۔ دن کا وقت تھا۔ دھوپ خوب چمک رہی

تھی۔ گرمی اور تپش اس قدر زیادہ تھی کہ لوگ گھروں میں آرام کر رہے تھے۔ مزدور اور کسان جھونپڑوں میں پڑے تھے۔ صرف وہی مسافر نظر آ رہے تھے۔ جو کشتی سے اتر کر کھیتوں میں سے ہو کر اپنے اپنے گاؤں کو جا رہے تھے۔ ناگ آم کے درختوں کے پاس آیا اور کھنڈر کی طرف چلا۔ کھنڈر میں ایک کانٹے دار جنگلی گلاب کی بیل تھی جو اوپر ٹوٹے ہوئے دریچے تک چڑھ گئی تھی۔

اس بیل پر کہیں کہیں سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے گلاب کھلے تھے جن کی پتیاں سخت تپش میں مرجھا رہی تھیں۔ دریا کی طرف سے کبھی گرم ہوا آ جاتی اور کبھی ٹھنڈی جھونکا آ جاتا تھا۔ لیکن ناگ ان باتوں سے بے نیاز خاموشی سے کھنڈر کا جائزہ لے رہا تھا۔ اسے ابھی یقین نہیں تھا کہ یہاں کوئی خزانہ ہے بھی کہ نہیں۔ اس لئے آنکھیں بند کر کے اپنی سانپوں کی آواز میں سگنل دیا۔ یہ سگنل بڑا طاقتور تھا۔

ایک کالے رنگ کا کوبرا سانپ کھنڈر کے پیچھے انجیر کے درخت تلے گھاس میں چھپا آرام کر رہا تھا کہ عظیم ناگ کا سگنل اس کے جسم سے ٹکرایا اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ سانپوں میں اس سانپ کو دیوتا کا درجہ مل جاتا ہے جو پانچ سو سال تک زندہ رہنے کے بعد اس لائق بن جاتا ہے کہ وہ چاہے تو انسان جانور یا پرندے کا روپ بدل لے۔ ایسا سانپ مقدس

ہو جاتا ہے۔

ناگ نے ابھی دوسرا سگنل دیا نہیں تھا کہ کوبرا ناگ کے حضور آکر جھک گیا اور آداب بجا کر بولا کہ حضور عظیم ناگ نے کس خدمت کے لئے یاد فرمایا ہے ؟ ناگ نے اُسے اپنا مقصد بیان کیا تو کوبرا بولا۔

"عظیم ناگ ! اس کھنڈر میں تو کوئی خزانہ نہیں بلکہ اس سارے علاقے میں کسی بھی جگہ خزانہ نہیں ہے۔ ہاں یہاں سے قریب ہی اچھوتوں کا گاؤں ہے۔ اس گاؤں میں ایک برہمن جاگیردار کی حویلی ہے۔ یہ برہمن جاگیردار بڑا ظالم ہے۔ اچھوتوں سے سارا سارا سال اپنی زمینوں پر کام لیتا ہے۔ انہیں کچھ نہیں دیتا بس آپ ہی ساری دولت جمع کر لیتا ہے۔ اس کے پاس بڑی دولت جمع ہے۔ اگر حکم کریں تو میں وہاں سے آپ کو سونے کے سکّے لا دیتا ہوں "

ناگ نے کہا۔

"نہیں دوست شکریہ ! اگر یہ بات ہے تو وہاں سے میں خود اپنی ضرورت کے سکّے لے لوں گا تم جا سکتے ہو"

کوبرا نے سلام کیا اور چلا گیا۔ اصل میں ناگ نے سوچا کہ ابھی اُسے اس شہر میں دس روز گذارتے ہیں۔ وہ خود بھی ذرا مصروف رہے

پس وہ کوبرا کے بتائے ہوئے پتے پر دوسرے قصبے کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ گاؤں دریا کے کنارے ہی آباد تھا۔ ایک طرف اونچا پہاڑ تھا اور دوسری طرف دریا۔ بیچ میں چاول کے سرسبز کھیت تھے اور قصبہ آباد تھا۔ یہاں وہاں اچھوتوں کی ٹوٹی پھوٹی جھونپڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ لیکن ان کے درمیان ایک بڑی خوبصورت حویلی کھڑی تھی۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہی وہ حویلی ہے جہاں ظالم جاگیردار رہتا ہے ناگ چھپ کر یا کسی دوسرے بھیس میں جاگیردار کے ظلم کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔

وہ زرد رنگ کی چھوٹی سی بنگالی چڑیا بن کر پھُر سے اڑ گیا۔

کھیتوں اور اچھوتوں کی خستہ حال ٹوٹی پھوٹی گندی جھونپڑیوں کو دیکھنے کے بعد وہ جاگیردار کی حویلی میں آ گیا۔ حویلی کا دروازہ ساگوان کی قیمتی لکڑی کا بنا ہوا تھا اور کافی بڑا تھا۔ اندر صحن تھا جس میں دیوار کے ساتھ ساتھ کیلے اور شریفے کے درخت لگے تھے۔ بیچ میں بڑی سی چارپائی پر مولسری کے درخت کی چھاؤں میں موٹی توند اور بھینسے ایسی گردن والا جاگیردار صرف تہمند باندھے بڑی مٹکی ایسی توند آگے رکھے دراز تھا۔ دو نوکر اُسے پنکھا کر رہے تھے، دو ملازم اس کے پاؤں داب رہے تھے۔ چار اچھوت ایک طرف اور چار اچھوت ایک طرف سامنے زمین پر ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

• ناگ چپکے سے مولسری کے درخت کی ٹہنی پر جا کر بیٹھ گیا۔ یہاں سے وہ سارا سین دیکھ سکتا تھا۔ جاگیردار نے ہاتھ کے اشارے سے ایک اچھوت کو کچھ کہا۔ اچھوت ہاتھ جوڑ کر پہلے کھڑا ہوا۔ پھر جھکا۔ پھر اس نے جاگیردار کے قریب آ کر زمین پر بوسہ دیا اور دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور بولا۔

"مہاراج! آپ ہمارے مائی باپ ہیں۔ آپ کا جھوٹا کھا کر ہم بڑے ہوئے۔ میری ایک ہی بچی ہے۔ یہ شخص اس پر جھوٹی تہمت لگاتا ہے کہ میری بچی نے اس کے گھر سے لکڑیاں چرائی ہیں۔"

جاگیردار کے قریب ہی ایک لمبا چمڑے کا ہنٹر پڑا تھا۔ اس نے وہیں سے ہنٹر لہرا کر زور سے اچھوت کو دے مارا۔ اچھوت تڑپ اٹھا مگر اس نے اف تک نہ کی۔

"حرامی! جھوٹ بکتا ہے۔ ہم تمہاری بچی کا جھوٹ سچ درگا دیوی کے سامنے معلوم کریں گے۔ آج شام دیوی کے سامنے گاؤں کے تمام زہریلے سانپ لا کر تمہاری بچی کے سامنے رکھے جائیں گے۔ تمہاری بچی کو حکم دیا جائے گا کہ تمام زہریلے سانپوں کو ایک ایک کر کے اپنے گلے میں ڈالے۔ اگر کسی سانپ نے تمہاری بچی کو نہ کاٹا تو تمہاری بچی بے قصور ہو گی۔ اسے

چھوڑ دیا جائے گا۔ اور اگر سانپ نے کاٹ لیا تو وہ مر جائے گی اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ چور تھی جاؤ۔ کل اس امتحان کے لئے اپنی لڑکی کو تیار کرو۔"

اتنا سُن کر اچھوت دھاڑیں مار کر رونے لگا۔

"مائی باپ معاف کر دیں۔ میری بچی پر رحم کریں وہ بے گناہ ہے۔"

جاگیردار پلنگ پر بیٹھ گیا اور پورے زور سے اچھوت کی پیٹھ پر ہنٹر برسانے شروع کر دیئے۔

"حرامزادے! بکواس کرتا ہے۔ بک بک کرتا ہے۔ اگر وہ بے گناہ ہے تو کل ثابت ہو جائے گا۔ دفع ہو جا یہاں سے۔"

جاگیردار نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ اس کو اٹھا کر جھونپڑی میں پھینک آؤ۔

"اور اس کے گھر کے اردگرد تلوار کا پہرہ لگا دو کہ یہ کہیں بچی کو لے کر بھاگ نہ جائے۔"

جاگیردار کے نوکر اس سے زیادہ ظالم تھے۔ انہوں نے اچھوت بوڑھے کو نیزے چبھو چبھو کر اٹھایا اور اس طرح اسے جھونپڑی میں لے جا کر بچی سمیت بند کر کے باہر تلوار والے سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا ناگ درخت کی ٹہنی پر بیٹھا یہ سارا ظلم کا کھیل دیکھتا رہا۔

یہ بات اس پر ثابت ہو گئی کہ جاگیردار بے حد پتھر دل اور
ظالم ہے۔ خود عیش سے رہتا ہے اور اچھوتوں پر بڑا ظلم کرتا
ہے۔ اب وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اچھوت کی بچی کون ہے؟
ناگ وہاں سے اڑ کر جھونپڑی میں آ گیا۔

جھونپڑی میں اچھوت سسکیاں بھر رہا تھا۔ اس کی چھ سات
سال کی سانولی سی پیاری پیاری بچی اس کی گود میں تھی اور
وہ اُسے بار بار پیار بھی کر رہا تھا۔

"بیٹی کوشلیا! مجھے معاف کر دینا۔ میں باپ ہو کر
بھی تیری حفاظت نہ کر سکا۔ جاگیردار کے سانپ تجھے
زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ سانپ کا تو کام ہی ڈسنا ہے
وہ تو ہر ایک کو ڈس دیتے ہیں۔ بھگوان! میری
مدد کر! میری بچی بے گناہ ہے۔ اسے بچا لے۔"

سانولی لڑکی کوشلیا بھی رو رہی تھی۔ مگر ایک زرد بنگالی چڑیا
کو پھُرر کرکے جھونپڑی کے اندر آتے دیکھ کر اس نے اپنے
آنسو کہنی سے پونچھے اور بڑی معصومیت سے اُسے تکنے لگی
زرد چڑیا جھونپڑی کے اندر ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی کے اوپر
بیٹھی تھی۔ کوشلیا نے اپنے باپ کی توجہ زرد چڑیا کی طرف
دلائی مگر اس کے باپ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ چکا تھا۔ اسے روتا
دیکھ کر کوشلیا پھر رونے لگی۔ بے چاری چھوٹی تھی۔ موت کا

خوف ابھی اتنا زیادہ نہیں تھا۔ مگر اس کے غریب مزدور باپ
کی تو دنیا اندھیر ہو گئی تھی۔ وہ اُسے لے کر وہاں سے فرار
بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر فرار بھی ہوتا تو غریب آدمی کہاں جا
سکتا ہے۔ جاگیردار کے گھوڑ سوار اور جاسوس اُسے جہاں وہ جاتا
پکڑ کر لا سکتے تھے۔

ناگ جھونپڑی سے باہر نکل آیا اور پہاڑی کے دامن میں کھیتوں
اور درختوں کی سیر کرنے لگا۔ وہ غوطہ کھا کر کبھی آسمان کی طرف
جاتا اور کبھی اڈاری مار کر کھیتوں اور آموں اور شریفے کے جھنڈوں
کی طرف نکل جاتا۔ اُدھر سارے گاؤں میں بلکہ دوسرے گاؤں میں
بھی اعلان کروا دیا گیا کہ اچھوت کی بیٹی کوشلیا سانپوں کو گلے
میں ڈالے گی۔ شام سے پہلے ہی جاگیردار کی حویلی کے باہر دیہاتی
لوگوں کا جمگھٹا لگ گیا۔ ابھی سورج نہیں غروب ہوا تھا۔ بس
دھوپ کی تپش کم ہو گئی تھی۔

تین سپیرے اپنی اپنی زہریلے سانپوں کی پٹاریاں لے کر آن
موجود ہوئے۔ جاگیردار ایک اونچے چبوترے پر پلنگ ڈالے بیٹھ گیا۔ سامنے
خالی جگہ پر آمنے سامنے تین سپیرے بیٹھ گئے۔ پرے پرے لوگ
ایک دوسرے کے اوپر چڑھ کر بیٹھے تھے۔ کچھ پیچھے قطاریں
باندھے کھڑے تھے۔ جاگیردار نے حکم دیا۔

"اچھوت کی بیٹی کوشلیا کو لایا جائے۔"

لڑکی کے باپ کا غم کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا۔ اسے ایک طرف ہٹے کٹے نوکروں نے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ دو نوکر اس کی بچی کوشلیا کو لے کر میدان میں آ گئے۔ کوشلیا بے چاری کا دہشت کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا اور اس کی رو رو کر ہچکی بندھی ہوئی تھی۔ سپیرے ذرا پرے پرے ہو گئے۔ انہوں نے زہریلے سانپوں کی پٹاریاں اپنے سامنے رکھ لیں اور بین نکال کر بجانے شروع کر دیئے۔ اس خیال سے کہ بچی کہیں ڈر کر بھاگ نہ جائے اس کے دونوں پیر ایک لوہے کی میخ زمین میں ٹھونک کر اس کے ساتھ باندھ دیئے گئے تھے۔

سپیروں نے بین بجاتے بجاتے پٹاریوں کے منہ کھول دیئے۔ تینوں پٹاریوں میں سے دو دو کالے ناگ گردنیں باہر نکال پھن پھیلا کر جھومنے لگے۔ سانپوں کو پھن اٹھائے دیکھ کر لوگوں نے تالیاں بجائیں۔ کوشلیا کے باپ نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا اُسے وہاں سے اٹھا کر حویلی کی ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔

کالے سانپوں کو دیکھ کر کوشلیا بھی رونے لگی۔ وہ ڈر کر بھاگی مگر اس کے دونوں پاؤں لوہے کی میخ سے بندھے ہوئے تھے۔ بے چاری گر پڑی۔ جاگیردار نے پکار کر کہا۔

" سن لڑکی! ان سانپوں کو گلے لگا لے اگر تو بے گناہ ہے تو سانپ تجھے کچھ نہیں کہیں گے۔"

مگر کوشلیا کی تو گھگھی بندھی تھی۔ بے چاری کا خوف کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا۔ سپیروں نے چھ کے چھ سانپوں کو پٹاریوں سے باہر نکال لیا۔ وہ بین کی لے پر جھوم رہے تھے۔ یہ بنگال کے سب سے زہریلے سانپ تھے۔ اور جس کسی کو کاٹتے تھے وہ دیکھتے دیکھتے مر جاتا تھا اور اس کا جسم پھٹ جاتا تھا۔ لوگ ڈر کر دو دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔

سپیرے سانپوں کو لے کر کوشلیا کے قریب آ گئے۔ لڑکی اب اس قدر دہشت زدہ ہو گئی تھی کہ وہ رو بھی نہیں رہی تھی۔ بس دونوں بند مٹھیاں منہ کے پاس رکھے بار بار ہچکی لے رہی تھی۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھی۔ رنگ مردہ ہو گیا تھا اور ہونٹ مٹی کی طرح خشک تھے۔ وہ ٹکٹکی باندھے سانپوں کو دیکھے جا رہی تھیں۔ سانپ اب دو طرف سے تین تین کی شکل میں اس کی طرف پھن لہراتے آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے۔

ناگ ابھی تک زرد بنگالی چڑیا بن کر درخت کی شاخ پر بیٹھا تھا۔ جونہی اس نے محسوس کیا کہ اب وقت آ گیا ہے تو وہ درخت سے نیچے اتر آیا۔ اور جھٹ انسانی شکل اختیار کر کے لوگوں کے ہجوم کو چیرتا ہوا اگلی قطار میں آ کر کھڑا ہو گیا۔

سانپ کوشلیا کی طرف اپنی زبانیں پھنکارتے بڑھ رہے تھے کہ اچانک جیسے کسی نے انہیں وہیں پیچھے سے کھینچ کر روک لیا۔

وہ وہیں جم کر رہ گئے۔ انہیں فوراً پتہ چل گیا کہ اس ہجوم میں
کہیں عظیم ناگ موجود ہے۔ انہوں نے اپنے پھن ہجوم کی طرف
پھیر دیئے۔ لوگ سانپوں کا رُخ اپنی طرف ہوتا دیکھ کر ایک
ایک قدم اور پیچھے ہٹ گئے۔ سانپ آہستہ آہستہ ہجوم میں
اس طرف چلے جہاں ناگ کھڑا تھا۔ سانپوں نے سب کے درمیان
کھڑے ناگ دیوتا کو دیکھ لیا تھا۔ جونہی وہ ناگ کی طرف آئے
لوگ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور کافی پیچھے اونچی جگہ پر
رک کر تماشہ دیکھنے لگے۔ جاگیردار بھی پریشان ہو گیا۔ اس نے
چلّا کر سپیروں سے کہا۔

" یہ تمہارے باپ کدھر جا رہے ہیں۔ انکو سنبھالتے
کیوں نہیں ؟ "

سپیرے خود پریشان تھے کہ ان کے سانپ آج ان کا حکم کیوں
نہیں مان رہے اور بین کی آواز کو چھوڑ کر یہ ہجوم کی طرف کیا
لینے جا رہے ہیں۔ انہوں نے جاگیردار سے ہاتھ باندھ کر کہا۔

" سرکار! ہماری بھی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ ہم ابھی
انہیں پکڑتے ہیں "

" ابے حرامیو! پکڑنا نہیں۔ انہیں اس اچھوت لڑکی پر
چھوڑ دو۔ درگا دیوی کا بچن پورا نہ ہوا تو اس
گاؤں پر آفت آ جائے گی "

سپیرے آگے بڑھے۔ سانپ اب ناگ سے کوئی دس پندرہ
فٹ کے فاصلے پر زمین پر اپنی گردنیں لگائے ہوئے تھے۔ سپیروں
نے انہیں لکڑی کے بڑے بڑے چمٹوں سے زبردستی اٹھا کر کوشلیا
لڑکی کے پاس لا کر ڈال دیا۔ عین اس وقت ناگ نے چھ کے چھ
سانپوں کو خاموش آواز میں کہا۔

" خبردار! اس بچی کو ہرگز مت ڈسنا۔ اس کے گلے
میں موتیوں کی مالا لاکر پہناؤ "

سب سے زہریلے سانپ نے جو سانپوں کا سردار تھا سر جھکا کر
خاموش سگنل کی زبان میں کہا۔

" جو حکم عظیم ناگ "

اتنا کہہ کر پانچ سانپ تو لڑکی کے اردگرد جا کر ڈانس کرنے لگے
اور چھٹا سردار سانپ نے اتنی زور اور طاقت کی چھلانگ لگائی کہ وہ ہجوم کے
کے پیچھے جا گرا اور وہاں سے رینگتا ہوا گم ہو گیا۔ اب وہاں
منظر ہی کچھ اور ہو گیا تھا۔ اب وہاں منظر ہی کچھ اور ہو گیا تھا۔
جاگیردار حیران اپنے پلنگ پر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی موٹی
توند بار بار سانس لینے سے ہل رہی تھی۔ سپیرے زور زور
سے بین بجا کر سانپوں کو مجبور کر رہے تھے کہ وہ لڑکی کو ڈس
کر ہلاک کر دیں۔ ایک سپیرا چھٹے بھاگے ہوئے سانپ کی تلاش
میں وہاں سے نکل گیا تھا۔ لوگوں پر دہشت اور سنسنی چھائی

تھی۔ وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ دلچسپ کھیل دیکھ رہے تھے۔

وہاں کسی کو ناگ پر ابھی تک شک نہیں ہوا تھا کہ یہی وہ شخص ہے جس کے حکم پر سانپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ کوشلیا بے چاری پریشان خوف زدہ کھڑی کانپ رہی تھی اور سانپ اس کے اردگرد خوشی کے ساتھ رقص کر رہے تھے۔ مگر وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ ابھی اسے کاٹ کھائیں گے اور وہ مر جائے گی۔

اتنے میں ہجوم اِدھر اُدھر پھٹ گیا اور شور سا مچا۔ معلوم ہوا کہ سانپوں کا سردار منہ میں نیلے موتیوں کی مالا پکڑے پھن اٹھائے بھاگا چلا آرہا ہے۔ لوگ ڈر کے اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ سانپ درمیان میں سے نکل کر میدان میں آ گیا۔ ایک سپیرا بین بجاتا ہوا اس کے قریب آیا کہ اس کے منہ سے قیمتی مالا چھین لے کہ دوسرے سانپ نے اتنی زور سے پھنکار ماری کہ سپیرا ڈر کر دس قدم پرے ہٹ گیا۔

سردار سانپ بڑے ادب سے سہمی ہوئی بچی کے پاس گیا اور نیلے موتیوں کی مالا اس کی گردن میں پہنا دی۔ لوگ زور زور سے تالیاں بجانے اور نعرے لگانے لگے کہ لڑکی بے گناہ ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ یہ دیوی ہے۔ جاگیردار نے بلند آواز میں کہا۔

" خبردار! بکواس بند کرو۔ ابھی سانپ اسکی گردن

سے نہیں گزرے ـــــ اگر سانپوں نے اسے نہ ڈسا تو لڑکی بے گناہ ثابت ہو جائے گی۔"

ناگ نے جاگیردار کے یہ الفاظ سنے تو سانپوں کو خاموش آواز کی لہروں کا سگنل دیا۔

" ایک ایک کر کے لڑکی کی گردن پر سے رینگتے ہوئے گزر جاؤ۔"

سانپوں نے ناگ کا حکم سن لیا۔ وہ قطار بنا کر پھن اٹھائے لڑکی کے قریب آ گئے۔ لڑکی کا خوف ہار پہنانے سے کچھ دور ہو گیا تھا۔ پھر بھی وہ سہمی ہوئی تھی کہ کہیں کوئی سانپ اُسے ڈس نہ لے۔ اب جو اس نے چھ کے چھ سانپوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو خوف کے مارے رونے لگی۔ مگر سانپوں نے اس کے رونے کی کوئی پروا نہ کی۔ انہیں تو اپنے عظیم ناگ دیوتا کا حکم پورا کرنا تھا۔ سانپ کوشلیا کے جسم پر چڑھ کر رینگتے ہوئے اس کی گردن پر سے ہو کر دوسری طرف سے نیچے اتر آئے۔ یہ وقت کوشلیا بے چاری کے لئے موت سے کم نہیں تھا اور وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

جب سارے سانپ نیچے اتر آئے اور کسی نے کوشلیا کو نہ ڈسا تو لوگوں نے ایک بار پھر نعرے لگانے شروع کر دیئے۔

" کوشلیا بے گناہ ہے، کوشلیا دیوی ہے۔"

جاگیردار کو بڑی خار آئی۔ کیونکہ اس کی سُبکی ہو گئی تھی۔ وہ نہیں
چاہتا تھا۔ کہ سانپ اُسے نہ ڈسیں۔ وہ پلنگ پر سے اپنا بھدا پھولا
ہوا پیٹ سنبھالتا اٹھ کر چبوترے پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے نوکر پیچھے
دیوار بنا کر کھڑے ہو گئے۔ جاگیردار نے سپیروں سے کہا۔
"حرامی کتو! تم نے سانپوں کا زہر نکال رکھا ہے تم
نے لوگوں سے پیسے وصول کر لئے ہیں۔ میں ابھی دیکھتا
ہوں کہ ان سانپوں میں زہر ہے کہ نہیں۔"
جاگیردار نے حکم دیا کہ کوشلیا کے باپ کو لایا جائے۔ سپیروں نے
ہاتھ باندھ کر عرض کی۔
"مہاراج! ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ بنگال کے سب
سے زہریلے سانپ ہیں۔ ناحق کسی کی جان نہ لیں۔"
جاگیردار نے ہنٹر لہرا کر کہا۔
"نہیں۔ ہم اس بچی کے باپ پر سانپوں کا زہر آزمائیں
گے۔ اس کے کمینے باپ کو لایا جائے۔"
بچی کوشلیا کے باپ کو ہوش آ چکا تھا۔ بے چارے کو پکڑ کر وہاں
لایا گیا۔ اس نے جب دیکھا کہ اس کی بچی زندہ ہے تو وہ بہت
خوش ہوا لیکن جب اسے بتایا گیا کہ اب اُسے سانپوں سے
ڈسوایا جائے گا تو وہ پریشان ہو گیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔
"مہاراج! یہ ظلم نہ کریں۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے

ہیں۔ مجھ پر رحم کریں۔"
جاگیردار گرجا۔
"بکواس بند کر کمینے کتے! ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان
حرامی سپیروں نے ان سانپوں کا زہر نکالا ہے کہ نہیں۔"
جاگیردار کے حکم پر کوشلیا کو کھول کر وہاں اس کے باپ کو باندھ
دیا گیا اور سب پیچھے ہٹ گئے۔ سانپ سپیروں کے پاس پھن
اٹھائے کھڑے تھے اور سپیرے بین بجا کر انہیں قابو میں کئے ہوئے
تھے۔ جاگیردار نے حکم دیا۔
"سانپوں کو چھوڑ دیا جائے۔"
سانپ لے کر سپیرے کوشلیا کے بے گناہ باپ کی طرف بڑھے
تو عین اُس وقت لوگوں میں کھڑے ناگ نے سانپوں کو ایک بار
پھر حکم دیا کہ اس آدمی کو کچھ نہ کہا جائے۔ سانپ ناگ کے حکم
کے مطابق اچھوت کے پاس جا کر اس کے جسم پر رینگ کر
اتر گئے اور انہوں نے اسے کچھ نہ کہا۔ اس پر تو جاگیردار کا
پارہ اور زیادہ چڑھ گیا۔ لوگوں نے اچھوت کے حق میں بھی
نعرے لگائے۔ جاگیردار چبوترے سے نیچے اتر آیا۔
"تم سب آپس میں ملے ہوئے ہو۔ میں تم سب کی
گردنیں مار دوں گا۔ میں تمہیں اپنے بھوکے شکاری
کتوں کے آگے ڈال دوں گا۔"

اب سب سے بوڑھا سپیرا آگے بڑھا۔ وہ ایک پرانا اور تجربہ کار سپیرا تھا۔ وہ کچھ کچھ معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے ایک نظر ہجوم پر ڈالی اور پھر جاگیر دار کی طرف ہاتھ باندھ کر دیکھا اور کہا۔

"مہاراج! نہ یہ سانپ بغیر زہر کے ہیں اور نہ ہم کسی سے ملے ہوئے ہیں۔"

جاگیردار نے کڑک کر کہا۔

"پھر انہوں نے لڑکی کے باپ کو کیوں چھوڑ دیا ہے؟"

بوڑھے سپیرے نے کہا۔

"مہاراج! اس جگہ لوگوں میں کوئی ایسا آدمی موجود ہے جو ان سانپوں پر اپنا حکم چلا رہا ہے۔"

"کیا مطلب ہے؟" جاگیردار نے تعجب سے پوچھا۔

بوڑھا سپیرا بولا۔

"مہاراج! کسی نے یہاں سانپوں کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔"

"یہ جرأت یہاں کس کو ہو سکتی ہے؟"

بوڑھے سپیرے نے کہا۔

"میں ابھی آپ کو معلوم کر کے بتاتا ہوں۔"

اور سپیرا لوگوں کے قریب گیا اور اس نے ایک ایک کر کے سب کو دیکھنا شروع کر دیا۔ گویا کسی خاص آدمی کی شناخت کر

کر رہا ہو۔ لوگ بڑے حیران تھے کہ یہ کیا ڈرامہ ہو رہا ہے۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ناگ اپنی جگہ پر خاموش کھڑا تھا۔ وہ وہاں سے غائب ہو سکتا تھا۔ چڑیا بن کر اڑ سکتا تھا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا اور جان بوجھ کر وہاں کھڑا رہا۔ چلتے چلتے جب سپیرا ناگ کے سامنے آیا تو اس کے ہاتھ سے بین نیچے گر پڑی۔ وہ کانپنے لگا اور ہاتھ باندھ کر اس نے سر جھکا دیا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ بولا گیا۔

سب لوگ ناگ کی طرف تکنے لگے۔ جاگیردار نے پکار کر کہا۔

"کون ہے یہ جس نے ہمارے کھیل کو بگاڑنے کی جرأت کی؟ اسے سامنے لایا جائے۔"

بوڑھا سپیرا ہاتھ باندھے اسی طرح پیچھے ہٹتا گیا۔ پھر وہ جاگیردار کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔

"مہاراج! اگر آپ کو اپنی جان عزیز ہے تو اس شخص کے ساتھ گستاخی سے پیش نہ آئیں۔"

جاگیردار تھوڑا آگے آ کر بولا۔

"یہ حرامی کون ہے۔ اسے سامنے لاؤ۔"

بھلا اپنی یہ بے عزتی ناگ کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ وہ جاگیردار کے سامنے میدان میں آ گیا۔ اس نے جاگیردار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"تم نے اپنی موت کو خود آواز دی ہے۔"
اس کے ساتھ ہی ناگ نے پلٹ کر سانپوں کے سردار سب سے زہریلے سانپ کی طرف دیکھا اور خاموش زبان میں کہا۔

"اس شخص نے تمہارے دیوتا کو گالی دی ہے۔"
اتنا سننا تھا کہ زہریلے سانپ کے منہ سے آگ کے شرارے نکلنے لگے۔ وہ اپنی جگہ سے پانچ فٹ اوپر اچھلا اور لپک کر جاگیردار کی گردن کے ساتھ چمٹ گیا۔ جاگیردار کے نوکر اسے بچانے کے لئے آگے بڑھے تو باقی پانچوں سانپ اچھل کر ان کی گردنوں سے لپٹ گئے۔ لوگ چیختے چلاتے وہاں سے بھاگ گئے اور دور دور کھڑے ہو کر یہ تماشہ دیکھنے لگے۔ موت کا خونیں تماشہ! سردار سانپ نے جاگیردار کی گردن کو زور سے دبایا تو اس کا منہ کھل گیا۔ جونہی سردار کا منہ کھلا سانپ نے اپنا منہ اس کے منہ کے اندر ڈالا اور اس کے حلق میں ڈس لیا۔

ایک بھیانک غرغراہٹ کی آواز جاگیردار کے منہ سے نکلی اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پکڑے دھم سے اپنی بھاری بھرکم توند سمیت زمین پر گر پڑا۔ سانپ ابھی تک اس کی گردن سے لپٹا ہوا تھا اور منہ باہر نکال کر اس کی کھلی آنکھوں کو نوچ رہا تھا۔ جاگیردار کا یہ حشر دیکھ کر باقی پانچ نوکروں پر بھی لرزہ طاری ہو گیا۔ سانپ پھانسی کا پھندا بن کر ان کی گردنوں

میں پڑے ہوئے تھے۔ تینوں سپیرے ناگ کے آگے سجدے میں گر گئے۔ ناگ نے پانچوں سانپوں کو حکم دیا کہ نوکر غریب ہیں۔ انہیں چھوڑ دیا جائے۔ پانچوں سانپ نوکروں کی گردنوں سے اتر کر ناگ کے آگے آ کر ادب سے بیٹھ گئے۔ سردار سانپ بھی جاگیردار کی گردن سے اتر کر ناگ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ناگ کے حکم پر کوشلیا اور اس کے باپ کو چھوڑ دیا گیا۔ دونوں ناگ کے قدموں میں گر گئے۔ ناگ نے کوشلیا کو پیار کیا اور کہا۔

"میری بچی! یہ موتی تمہیں ساری زندگی کے لئے کافی ہوں گے۔"

آدھی رات کا سانپ

بچی اپنے باپ کے ساتھ چلی گئی۔
بوڑھے سپیرے نے ناگ کے آگے ہاتھ باندھ کر کہا۔
"بیٹا! میری خوش قسمتی ہے کہ تمہارے درشن ہوئے ناگ انسان تو ہزاروں سالوں میں بھی کہیں دکھائی نہیں دیتا۔"
دوسرے سپیرے بھی ناگ کی خدمت میں بڑے ادب سے کھڑے تھے۔
ناگ نے کہا۔
"بابا! اگر اس بچی کی زندگی اور موت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں اپنا آپ کبھی ظاہر نہ کرتا۔ لیکن مجھے اس بچی کی زندگی بچانے کے لئے ایسا کرنا پڑا۔"
بوڑھے سپیرے نے کہا۔
"بیٹا! تم ناگ دیوتا ہو۔ ہم سپیرے لوگ ہیں ساری زندگی سانپ پکڑتے گذر گئی مگر آج تک سانپ کا اصلی منکا ہاتھ نہ آیا۔ کیا تم ہم پر اتنی مہربانی کر سکتے ہو کہ ہمیں یہ بتادو کہ سانپ کا اصلی منکا کہاں ملے گا؟"

ناگ مسکرایا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے ایک سانپ کو اشارہ کیا سانپ پٹاری میں سے نکل کر ناگ کے سامنے آگیا۔ ناگ نے اس سے منکے کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں سے ملے گا۔ سانپ نے بتایا کہ منکا اس وقت دریا کے کنارے ایک سرخ چٹان کے نیچے موجود ہے اتنا کہہ کر ناگ وہاں سے واپس شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔
ناگ جس کام کی تلاش میں نکلا تھا وہ ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ یعنی اس کے پاس پیسے بالکل نہیں تھے کہ جن سے وہ اپنے کپڑے وغیرہ خرید سکتا اور سپین کے لئے کچھ رقم بچا کر رکھتا۔ جاگیردار کے گھر سے چاندی کے روپے لینا اس نے پسند نہ کیا۔ وہ کسی بادشاہ کے چھپے ہوئے خزانے سے اپنے خرچ کی رقم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دریا اس نے کشتی میں بیٹھ کر پار کیا۔ کلکتہ شہر بڑا گنجان آباد شہر تھا۔ مگر آج کے شہر سے بڑا مختلف تھا۔ نہ کاریں تھیں۔ نہ بسیں اور نہ ٹرام کاریں اور ریل گاڑیاں تھیں۔ نہ اونچی اونچی عمارتیں تھیں۔ شام ہونے والی تھی۔ اسے رات سرائے میں بسر کرنی تھی اور اس کے پاس سرائے میں ٹھہرنے کے لئے بھی کرایہ نہ تھا۔
وہ شہر کی ایک قدیم بستی میں سے گذر رہا تھا۔ یہاں ایک باغ تھا کیلوں کا۔ ایک بارہ دری بنی ہوئی تھی۔ جو ویران ہو چکی تھی۔ ایک امیر آدمی ہاتھی پر سوار ناگ کے قریب سے گذرا تو ناگ نے دیکھا کہ اس آدمی کا رنگ زرد تھا اور نوکر اسے پنکھا کر رہے تھے

دس بارہ نوکر ہاتھی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اس نے ایک
نوکر سے پوچھا۔

"کیوں بھائی! یہ کون امیر ہے اور اسے کیا تکلیف ہے
کیا یہ بیمار ہے؟"

نوکر نے کہا۔

"ہاں بھائی! یہ اس بستی کا مالک ہے۔ مگر ایک عرصے
سے اس کا اکلوتا بیٹا ایک ایسے مرض میں مبتلا ہے کہ
جس کا کوئی علاج نہیں اپنے بیٹے کے غم میں یہ بھی
موت کے کنارے پہنچ گیا ہے اور اب ایک حکیم صاحب
سے دوائی لے کر واپس آیا ہے۔"

ناگ نوکر کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اس نے نوکر سے پوچھا کہ اس
امیر کے اکلوتے بیٹے کو کونسا مرض لاحق ہے۔ نوکر نے کہا۔

"تم جان کر کیا کرلوگے۔ اگر جاننا چاہتے ہو تو سنو
اس کے بچے کو ہر روز رات کو ایک سانپ آکر ڈس
جاتا ہے۔ جس کے زہر سے اس پر نشہ چھا جاتا ہے۔
اس زہر سے وہ روز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے۔
اور ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا ہے۔ بچے کو جہاں
کہیں بھی لے گئے وہاں سانپ آن موجود ہوتا ہے اس
سے پیچھا نہیں چھٹتا۔ اُسے مارنے کی کوشش کی جائے

تو وہ غائب ہو جاتا ہے۔

ناگ مسکرایا۔ نوکر غصّے سے بولا۔

"تم ہمارے مالک کے بیٹے کی بیماری پر ہنس رہے ہو؟"

ناگ نے کہا۔

"میں تمہارے مالک کے بیٹے کا علاج کروں گا۔"

نوکروں نے ناگ کے پھٹے پرانے حُلیے کو دیکھ کر اُسے ایک طرف
دھتکار دیا۔

"چلو جاؤ اپنا راستہ لو۔"

ناگ کے لئے کچھ رقم کمانے کا یہ بڑا جائز موقع تھا۔ اس نے بلند
آواز سے ہاتھی کے اوپر بیٹھے ہوئے امیر سے کہا۔

"اے امیر! میری بات سنو! میں تمہارے بچے کا
علاج کر سکتا ہوں۔"

ڈوبتے کو تنکے کا بھی بڑا سہارا ہوتا ہے۔ امیر نے اپنا اداس اور
زرد چہرہ اٹھا کر نیچے دیکھا۔ اسے ایک دبلا پتلا غریب سا نوجوان
دکھائی دیا۔ ناگ نے ایک بار پھر کہا۔

"ہاں! میں تمہارے بچے کو اللہ کے حکم سے ٹھیک کردونگا
مجھے اپنے گھر لے چلو۔"

امیر نے اسی وقت حکم دیا۔

"اس نوجوان کو محل میں لے چلو۔"

امیر کا محل شہر کے دریا والے کنارے پر تھا۔ اور بڑا شاندار تھا۔ مگر
وہاں اداسی چھائی ہوئی تھی۔ کنیزیں اور نوکر چاکر سر جھکائے اِدھر
اُدھر گھوم پھر رہے تھے۔ امیر کو ہاتھی پر سے اتارا گیا۔ اُس نے
ناگ کی طرف دیکھا۔ ناگ نے بھی دیکھا کہ وہ واقعی بیٹے کی بیماری
کی وجہ سے اس کی حالت بڑی خراب ہو رہی تھی۔ چہرہ زرد تھا
اور آنکھیں رو رو کر سُوجی ہوئی تھیں۔

"بیٹا! تم خود ابھی ناتجربہ کار نوجوان ہو۔ میرے بیٹے کا
علاج تو بڑے بڑے تجربہ کار حکیم بھی نہیں کر سکے۔ تم
کیسے اسے ٹھیک کر لوگے؟"

ناگ بولا۔

"آپ مجھے اس کے پاس لے چلیں۔"

امیر ناگ کو لے کر اپنے بیٹے کے کمرے میں آ گیا۔ ناگ نے دیکھا کہ
شاندار طریقے سے سجے سجائے کمرے میں چاندی کے پلنگ پر ایک لاغر
سا لڑکا لیٹا تھا۔ اس کی ہڈیاں نکل آئی تھیں۔ باپ نے آنکھوں میں
آنسو بھر کر اپنے بیٹے کے ماتھے کو چوما اور ناگ سے کہا۔

"یہ میرا اکلوتا بچہ ہے۔ خدا کے لئے اس کی جان بچا سکتے ہو
تو بچا لو۔ میں تمہیں اپنی ساری دولت دے دوں گا۔"

ناگ نے کہا۔

"کیا سپیرے بھی اس سانپ کو نہیں پکڑ سکے جو اسے ہر

روز رات کو آکر ڈس جاتا ہے؟"

امیر نے آہ بھر کر کہا۔

"نہیں بیٹا! کوئی سپیرا اس موذی سانپ کو نہیں پکڑ
سکا۔ سپیرے آتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ ناگ
دیوتا ہے۔ اگر ہم نے اسے کچھ کہنے کی کوشش کی تو وہ
ہمارے بچوں کو ہلاک کر دے گا۔ ہندو جوگی کہتے ہیں کہ
اس بچے کی قربانی دینی ضروری ہے۔ میں مسلمان ہوں۔ میں
ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ میں تو بس خدا سے دن
رات یہی دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! میرے بچے کو شفا
عطا کر دے۔"

یہ کہہ کر امیر رونے لگا۔ ناگ نے اُسے حوصلہ دیا اور کہا۔

"خدا کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ ہے۔ خدا اگر چاہے
تو آپ کا بچہ ایک دن میں اچھا ہو سکتا ہے۔"

امیر کا بیٹا ناگ کو دیکھ کر ابھی تک خاموش تھا۔ پھر اس نے
کمزور آواز میں کہا۔

"بھائی جان! کیا میں اچھا ہو جاؤں گا؟"

"ضرور ضرور۔ خدا نے چاہا تو تم کل سے ہی
صحت مند ہونا شروع ہو جاؤ گے۔"

ناگ نے لڑکے کے جسم پر وہ جگہ دیکھی جہاں ہر روز رات کو آکر

سانپ ڈسا کرتا تھا۔ یہ جگہ پنڈلی پر تھی اور وہاں نیلا زخم ہو گیا تھا ناگ نے زخم کو ہاتھ لگایا تو وہ سخت تھا۔ لڑکے نے درد کی وجہ سے ٹانگ کھینچ لی۔ ناگ نے پوچھا۔

"جب سانپ یہاں آ کر ڈستا ہے تو درد نہیں ہوتا"

"نہیں۔ مجھے اس وقت نیند آ جاتی ہے"

ناگ نے لڑکے کے باپ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آج رات میں لڑکے کے کمرے میں رہوں گا۔ آپ لوگ بھی اسی جگہ چھپ کر بیٹھیں اور پھر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھیں"

امیر کو کچھ یقین آ رہا تھا کچھ نہیں آ رہا تھا۔ بھلا جس مرض کا علاج ملک کے بڑے بڑے حکیم اور بوڑھے سپیرے نہیں کر سکے۔ اسے یہ دبلا پتلا خستہ حال لڑکا کیسے ٹھیک کر سکے گا۔ یہی خیال امیر کے ذہن میں بار بار آ رہا تھا۔ لیکن وہ اس لئے راضی ہو گیا کہ چلو یہ علاج بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں۔ مگر وہ سانپ کا سامنا کرتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔

"کیا۔ کیا وہ سانپ ہمیں تو کچھ نہیں کہے گا؟"

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں۔ بس آپ خود دیکھ لیں گے کہ آج رات اس سانپ پر کیا گذرتی ہے"

سارے محل میں یہ بات پھیل گئی کہ ایک فقیر قسم کا لڑکا امیر کے بیٹے کا علاج کرنے والا ہے۔ کسی نے کہا۔ بھلا یہ بھکاری کیا علاج کرے گا کسی نے کہا یہ محض امیر کی دولت بٹورنا چاہتا ہے کسی نے کہا۔ امیر کو خود سانپ کے قریب نہیں جانا چاہئے۔ کیا خبر وہ بیٹے کے ساتھ باپ کو بھی ڈسنا شروع کر دے۔

"ہاں بھائی! سانپ کا انتقام تو مشہور ہے"

غرض محل میں جتنے منہ اتنی باتیں ہو رہی تھیں۔ ناگ خاموش تھا اور ایک نوکر کی مدد سے وہ راستہ دیکھ رہا تھا۔ جدھر سے ان کا خیال ہے کہ سانپ آدھی رات کو آتا تھا۔ سانپ دریا کی طرف سے آتا اور محل کی دیوار چڑھ کر بارہ دری سے ہوتا امیر کے بیٹے کے کمرے میں داخل ہوتا تھا۔ جس کسی نے سانپ پر حملہ کیا وہ خود بے ہوش ہو کر گر پڑا اور سانپ غائب ہو گیا۔ ایک نوکر نے کچھ زیادہ وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سانپ پر تلوار چلا دی۔ سانپ کو تو کچھ نہ ہوا۔ وہ غائب ہو گیا۔ لیکن اگلے روز اس نوکر کا باپ مر گیا۔ اس کے بعد تو سب ڈر گئے اور کسی کی جرات نہ ہوئی کہ سانپ کے راستے میں آئے۔ سانپ آدھی رات کو دندناتا ہوا آتا اور لڑکے کی پنڈلی پر ڈس کر جھومتا جھامتا واپس چلا جاتا۔

رات ہوئی تو ناگ نے کمرے کی گیلری میں باریک پردہ ڈال

کر پیچھے لڑکے کے باپ اور دو نوکروں کو بیٹھا دیا تاکہ گواہی
رہے کہ ناگ نے کیا کارنامہ انجام دیا تھا۔ ناگ خود ایک پردے
کے پیچھے بیٹھ گیا اور سانپ کا انتظار شروع ہو گیا۔ جب رات
کے ٹھیک بارہ بجے تو دریا کی طرف گہری خاموشی میں ایک
لمبی سیٹی کی آواز سنائی دی۔ اس آواز کو سُن کر پلنگ پر
لیٹے ہوئے بچے کی طبیعت بے چین ہونے لگی۔ وہ یوں پہلو
بدلنے لگا جیسے کسی شے کو ملنے کے لئے بے چین ہو رہا ہو۔

سانپ دریا کی طرف سے محل کی دیوار عبور کر کے محل میں
داخل ہو چکا تھا۔ اب اس کی سیٹی کی باریک آواز قریب سے
آنے لگی تھی۔ گیلری میں باریک پردے کے پیچھے بیٹھے ہوئے
امیر کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ اُسے ایک ہی ڈر تھا کہ کہیں
سانپ غصّے میں آکر اس کے بچے کو ہلاک ہی نہ کر دے۔ کیونکہ
سانپ ہر رات بچے کے جسم میں آکر بہت تھوڑا زہر ڈالتا تھا۔
بچے کے پلنگ کے سرہانے شمع جل رہی تھی۔ اس کی روشنی میں
بچے کا باپ باریک پردے میں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ناگ بھی
پردے کے پیچھے تھا اور ذرا سا پردہ ہٹا کر کمرے میں ہر شے پر
نظر دوڑا رہا تھا۔

سیٹی کی آواز اب بڑی ہی قریب آگئی۔

ناگ نے دیکھا کہ کمرے کے کھلے دروازے کی دہلیز پر سے

ایک سانپ رینگ کر اندر داخل ہو رہا ہے۔ اس سانپ کا رنگ
زرد تھا۔ سر اس کا سرخ اور سیاہ دھاریوں والا تھا اور پھن پھیلا
ہوا تھا۔ وہ دو شاخ زبان بار بار باہر نکال رہا تھا۔

ناگ مسکرایا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ سانپ کو اس کے وجود کی
خبر ہو چکی ہے۔ سانپ کمرے میں آکر بچے کے پلنگ کی طرف بڑھا۔
تو اچانک وہیں رک گیا اور پھن گھما کر اس پردے کو دیکھا جس
کے پیچھے ناگ چھپا ہوا تھا۔ گیلری میں بیٹھے امیر نے جب یہ
صورت دیکھی تو اس کا دل بیٹھ گیا۔ کیونکہ اس کے خیال میں سانپ
غصّے میں آچکا تھا۔ اور اب وہ نہ صرف ناگ کو بلکہ اس کے بچے
کو بھی ہلاک کرنے والا تھا۔ لیکن وہاں کچھ اور ہی معاملہ ہو گیا۔

زرد سانپ کا پھن کانپنے لگا۔ وہ پلنگ سے ہٹ کر رینگتا
ہوا ناگ والے پردے کے سامنے آکر پھن سکوڑ کر بڑے ڈر
خوف کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جیسے اُسے اپنے جان کا خطرہ پڑ گیا
ہو۔ گیلری میں بیٹھا امیر اور اس کے نوکر اس منظر کو بڑے
تعجب اور دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ اب اچانک پردہ ہٹا
اور ناگ باہر آگیا۔

پلنگ پر لیٹا ہوا امیر کا بچہ بھی خاموش ہو گیا تھا اور پھٹی
پھٹی آنکھوں سے سانپ اور کبھی ناگ کو تک رہا تھا۔ ناگ نے
سانپ کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا

"کون ہو تم ؟"

زرد سانپ نے اپنی زبان میں کہا۔

"عظیم ناگ! میں ملک چین کا زرد سانپ ہوں اور مجھے انسانی خون کی چاٹ پڑ گئی ہے۔ جب تک روز رات کو کسی نوجوان لڑکے کے خون کے دو گھونٹ نہ پی لوں چین نہیں پڑتا۔"

ناگ نے کہا۔

"اور وہ نوجوان لڑکا چاہے مر جائے۔"

زرد سانپ بولا۔

"عظیم ناگ! مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے کیا خبر تھی کہ یہ نوجوان آپ کا اپنا آدمی ہے۔ اگر مجھے علم ہوتا تو کبھی ادھر کا رخ نہ کرتا۔ مجھے معاف کر دو عظیم ناگ!"

ناگ نے سانپ کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ انسانوں کو ناحق تنگ کرتے ہو۔ فوراً جا کر ابھی اس بچے کا وہ سارا زہر چوس لو جو تم نے اس کے بدن میں داخل کیا ہے۔"

"جو حکم میرے آقا۔"

گیلری میں بیٹھے امیر اور نوکروں کو سانپ کی آواز سنائی نہیں دے سکتی تھی۔ وہ صرف ناگ کی آواز سن رہے تھے۔ پہلے تو وہ سمجھے

کہ شاید ناگ شعبدہ بازی سے کام لے رہا ہے۔ لیکن جب سانپ پھن اٹھا کر پلنگ کی طرف چلا تو وہ اپنی جگہ پر دم بخود ہو کر بیٹھ گئے۔ پلنگ پر لیٹا ہوا لڑکا بھی حیران آنکھوں سے سانپ کو تکنے لگا۔ کیونکہ پہلے تو سانپ گردن اکڑا، پھن پھیلائے بڑے غرور اور شان سے اس کی طرف آیا کرتا تھا۔ لیکن اب وہ بڑے ادب سے اور عاجزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

سانپ نے پلنگ کے پاس جا کر اپنا منہ لڑکے کی پنڈلی کے نیلے زخم پر رکھ دیا۔ لڑکے کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ ادھر وہ بے ہوش ہو گیا۔ اپنے بیٹے کی چیخ سن کر گیلری میں بیٹھے اس کے باپ نے بھی چیخ مار کر کہا۔

"خدا کے لئے میرے بچے کو اس موذی سے بچا لو۔"

سانپ نے پلٹ کر گیلری کی طرف دیکھا۔ اس کا پھن غصے سے کانپنے لگا۔ ناگ نے اسے ڈانٹ کر کہا۔

"ادھر مت دیکھو۔ اپنا کام ختم کرو نہیں تو ابھی جلا کر راکھ کر دوں گا۔"

زرد سانپ نے ناگ کی طرف اپنا پھن جھکایا جیسے کہہ رہا ہو "جو حکم میرے آقا" اور دوبارہ لڑکے کی پنڈلی پر منہ رکھ دیا۔ پانچ منٹ تک وہ لڑکے کے جسم میں سے زہر چوستا رہا۔ جب سارا زہر جسم میں سے نکل کر سانپ کی ہتھیلی میں واپس چلا گیا تو سانپ

نے اپنا منہ اٹھالیا اور واپس ناگ کے قدموں میں آکر بیٹھ گیا اور بولا۔
"آپ کے حکم کی تعمیل کرلی گئی میرے آقا!"
ناگ نے زرد سانپ کو اٹھا لیا اور اس کا پھن اپنی آنکھوں کے آگے لاکر کہا۔
"اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"
زرد سانپ نے گڑگڑا کر کہا۔
"مجھے معاف کر دو میرے عظیم دیوتا! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی انسان کو تنگ نہیں کروں گا۔"
ناگ نے غصے سے کہا۔
"نہیں تم پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ تمہیں انسانی خون کی چاٹ پڑ گئی ہے۔ میرے بعد تم پھر انسانوں کا خون چوسنا شروع کر دو گے۔ انسانیت کی بھلائی اسی میں ہے کہ تمہیں ختم کر دیا جائے۔"
یہ سُن کر زرد سانپ کا تو سارا جسم کانپنے لرزنے لگا۔ اس نے کہا۔
"عظیم ناگ! مجھے معاف کر دو۔"
ناگ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر سانپ کو ہوا میں اُچھال کر اُس پر زور سے پھونک ماری۔ زرد سانپ کو ہوا میں ہی آگ لگ گئی اور آگ کا گولا بن کر نیچے فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔ ناگ نے اس پر دوسری بار پھونک ماری تو

اُسے اور آگ لگ گئی۔ اس کے بعد وہ جل کر راکھ ہو گیا اور زمین پر زرد سانپ کی صرف راکھ پڑی رہ گئی۔
گیلری سے اتر کر بچے کے باپ نے ناگ کو سینے سے لگا لیا۔ اسی وقت محل میں روشنیاں کر دی گئیں۔ بچے کو ہوش آچکا تھا۔ اُس نے مسکرا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا اور کہا۔
"ابا جان! اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔"
باپ نے بیٹے کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو گرنے لگے۔ ناگ نے کہا
"اب اسے آرام کرنے دیں۔ صبح میں خود اسے دودھ پلاؤں گا۔"
ساری رات محل میں چراغاں رہا۔ دوسرے روز ناگ نے چاندی کے پیالے میں بکری کا دودھ ڈالا۔ اس پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری اور بچے کو پلا دیا۔ تین دن تک وہ اسے خود دودھ پلاتا رہا۔ چوتھے روز لڑکا پلنگ سے اتر آیا۔ وہ بڑی تیزی سے صحت مند ہو گیا تھا۔ اس کا باپ ناگ کے آگے بچھا جا رہا تھا۔ محل میں ہر کوئی ناگ کی عزت کرنے لگا تھا۔
امیر نے ناگ سے کہا۔
"تم میرے پاس رہ جاؤ تو میری خوش قسمتی ہوگی۔ میں تمہیں اپنا دوسرا بیٹا بنا کر رکھوں گا میری آدھی جائیداد

کے تم وارث ہو گئے "۔
ناگ نے کہا۔
" نہیں میرے محترم ! میں آپ کے پاس نہیں رہ سکتا
مجھے ابھی بہت دور جانا ہے۔ میرا سفر بڑا لمبا ہے
اتنا لمبا کہ آپ اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے "۔
امیر بولا۔
" تو پھر تم جتنی دولت چاہے لے جا سکتے ہو "۔
امیر نے ناگ کے سامنے دولت کے ڈھیر لگا دیئے اور ان صندوقوں
کے پاس لے گیا جو زر و جواہرات سے بھرے ہوئے تھے۔ ناگ نے
ہنس کر کہا۔
" میرے محترم ! مجھے دولت کا لالچ نہیں ہے۔ ہاں
مجھے صرف ایک ہزار چاندی کے سکّے چاہیں۔ اس سے
زیادہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے "۔
امیر بہت مایوس ہوا۔ وہ ناگ کو دولت سے مالا مال کر دینا چاہتا
تھا۔ لیکن آپ تو جانتے ہیں کہ ناگ کو خزانوں کی کمی نہیں تھی۔
امیر نے چاندی کے سکّوں کی تھیلی بھر کر ناگ کو پیش کر دی۔ ناگ نے
امیر کے اصطبل سے ایک گھوڑا لیا اور شہر کی طرف چل پڑا۔
شہر میں آ کر اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک دکان
سے جا کر نئے کپڑے خرید کر پہنے۔ کچھ روپیہ غریبوں اور مسکینوں
میں تقسیم کر دیا۔ اس کے پاس صرف اتنی رقم بچ گئی جو اس کے
سپین تک کے کرائے اور کچھ ضروری اخراجات کے لئے کافی تھی۔
وہاں سے وہ گھوڑے پر سوار سیدھا بندرگاہ پر پہنچا۔ معلوم ہوا کہ
سپین جانے والا جہاز دوسرے روز صبح صبح روانہ ہو رہا ہے۔
ناگ جہاز کے کپتان سے ملا اور اس کو سپین تک کا کرایہ ادا کر کے
واپس سرائے میں آ گیا۔ یہاں اس نے گھوڑا ایک ضرورت مند
کو دے دیا اور سو گیا۔

سونا کیا تھا بس رات بھر عنبر اور ماریا کے بارے میں سوچتا
رہا کہ سپین میں وہ انہیں کہاں کہاں تلاش کرے گا ؟ خدا کرے
کہ وہ اُسے مل جائیں تاکہ ایک ساتھ واپسی کا پانچ ہزار سالہ سفر ختم
ہو۔ ناگ خود بھی یہی چاہتا تھا کہ یہ لمبی زندگی اب ختم ہو اور
وہ پھر سے سانپ بن کر سمندر کے نیچے اپنی پانچ ہزار سالہ
پرانی سلطنت میں واپس چلا جائے۔

ابھی دن نہیں نکلا تھا کہ ناگ سرائے کو چھوڑ بندرگاہ کی طرف
روانہ ہو گیا۔ بندرگاہ پر سپین جانے والے جہاز پر سامان لادا
جا رہا تھا۔ مسافر سوار ہو رہے تھے۔ یہ ایک لکڑی کا کافی بڑا
مگر آج کے زمانے کے مقابلے میں چھوٹا جہاز تھا جس کے مستولوں
کے ساتھ بادبان لپٹے ہوئے تھے۔ یہ جہاز بادبانی تھا اور ہوا کے
زور سے چلتا تھا۔ آج سے ڈیڑھ دو سو سال پہلے ایسے ہی

جہاز سمندروں میں چلا کرتے تھے۔ ان جہازوں میں مسافروں کے
لئے کیبن نہیں ہوتے تھے کیبن میں صرف جہاز کا کپتان رہتا تھا
مسافر اوپر کے عرشے یا نیچے کے عرشے پر سفر کرتے تھے۔ اوپر کے
عرشے کا کرایہ زیادہ تھا۔ ناگ نے اوپر کے عرشے کا کرایہ ادا کیا
تھا۔ وہ بھی دوسرے مسافروں کے ساتھ جہاز کے اوپر آ گیا۔
اس کے پاس کوئی سامان نہیں تھا۔ مسافروں کی تعداد زیادہ نہیں
تھی۔ اوپر کے عرشے پر یہی کوئی پچاس ایک مسافر تھے۔ کپتان
بھاری بھرکم چوڑے شانوں والا ہسپانوی تھا اور اپنی نگرانی میں
سامان لدوا رہا تھا۔ اس کے بعد جہاز کے بادبان کھول دیئے گئے
لنگر اٹھا دیا گیا اور جہاز ہوا کے زور پر سمندر کی طرف چل پڑا

طوفانی سمندر کا بھوت

چوتھے روز جہاز پر ایک افواہ پھیل گئی۔
ہر کوئی اسی افواہ کے بارے میں چہ میگوئیاں کر رہا تھا۔ اور
خوف زدہ تھا۔ افواہ یہ تھی کہ جہاز جس سمندر کی طرف جا رہا ہے۔
اس کے اندر ایک خوفناک بلا رہتی ہے جس کی گردن اتنی اونچی اور
موٹی ہے کہ وہ سالم جہاز کو کھلونے کی طرح اٹھا کر پھینک سکتی ہے۔
مسافر پریشان ہو رہے تھے۔ یہ افواہ کپتان تک پہنچی تو اس نے سب
مسافروں کو جمع کر کے کہا کہ جس کسی نے یہ افواہ پھیلائی ہے وہ جھوٹا
اور سازشی ہے۔

"میں کئی بار ان سمندروں میں جہاز لے کر گزرا ہوں۔
مجھے آج تک کسی بلا کا سامنا نہیں ہوا خوامخواہ پریشان
ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ لوگ اطمینان سے رہیں
اگر خدانخواستہ راستے میں خطرے کی کوئی بات ہوئی تو
میرے جہاز پر دو توپیں لگی ہوئی ہیں۔ میں گولہ باری
کر کے دشمن کو تہس نہس کر دوں گا۔"

کپتان کی باتوں سے مسافروں کو وقتی طور پر تو بڑا حوصلہ ہو گیا۔ لیکن دل کے اندر ہر کوئی ڈر رہا تھا۔ جوں جوں جہاز آگے بڑھ رہا تھا مسافروں کی پریشانی بڑھ رہی تھی۔ وہ آنکھوں کے اوپر ہاتھوں کا چھجہ بنا کر دور سمندر میں دیکھتے کہ کہیں کسی جگہ سے کوئی بلا تو نمودار نہیں ہو رہی۔ موسم بڑا خوش گوار تھا۔ خوب دھوپ نکلی تھی۔ ہوا بڑی موافق تھی اور جہاز بڑی مناسب رفتار کے ساتھ اپنی منزل کی طرف جا رہا تھا۔

یہ افواہ ناگ نے بھی سن رکھی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ سمندری بلا کا خیال لوگوں کو کیوں آیا ہے افواہ میں تھوڑی بہت سچائی کبھی کبھی ضرور ہوتی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آگے جو سمندر آ رہا ہے اس کے اندر واقعی کوئی قدیم زمانے کی بھیانک بلا رہتی ہو ہے اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ دو ہزار سال پہلے بھی افریقہ کے سمندر میں ایک بلا اچانک نمودار ہوئی تھی جس کا سر بہت بڑا تھا اور گردن اتنی لمبی تھی کہ آسمان کو چھوتی تھی۔ اس زمانے میں بھی بلا نے کئی جہازوں کو ٹکریں مار کر غرق کر دیا تھا اور ہزاروں مسافر سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے تھے کہیں ایسا تو نہیں کہ وہی بلا پھر نمودار ہو گئی ہو۔

ناگ کا ذہن اس بارے میں کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکا سمندر میں بادبانی جہاز کا سفر جاری رہا۔ پندرہ دن سمندر میں گزر گئے

ابھی سات روز کا سفر باقی تھا۔ مسافر تھک گئے تھے۔ لیکن مجبور تھے۔ وہ جہاز سے اتر کر اور کہیں نہیں جا سکتے تھے۔ سمندر میں سفر کرتے جہاز کو جب اٹھارہ روز بیت گئے تو ایک دن صبح صبح مسافر عرشے کے جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑے خوف زدہ اشاروں سے ایک دوسرے کو دُور سمندر میں کچھ دکھا رہے تھے۔

ناگ نے بھی دیکھا۔ دور سمندر میں کوئی سیاہ رنگ کی چٹان سی اُبھر رہی تھی اور پھر نیچے جا رہی تھی۔ مسافروں میں خوف پھیل گیا۔ ہر کسی کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا کہ سمندری بلا آ گئی کپتان پریشان ہو گیا۔ اس نے بھی دُوربین لگا کر دیکھا۔ یہ کوئی سیاہ پتھریلی شے تھی جو کبھی سمندر میں جاتی اور کبھی باہر کو نکل آتی تھی۔ یہ سوچ کر وہ بھی فکرمند ہوا کہ کہیں سچ مچ یہ کوئی بلا ہی نہ ہو۔ لیکن اس نے مسافروں کو یہ کہہ کر تسلّی دی کہ ایسی کوئی بات نہیں۔

"یہ مونگوں کی چٹانیں ہوتی ہیں جو ایسے ہی سمندروں میں ڈوبتی اُبھرتی رہتی ہیں"

لیکن اسی روز دوپہر کے بعد یہ راز بھی کھُل گیا۔

مسافر دوپہر کا کھانا کھا کر آرام کر رہے تھے کہ ایک ایسی آواز سنائی دی جیسے کسی آتش فشاں پہاڑ میں سے بڑے زور کے ساتھ آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوں۔ مسافر ہڑبڑا کر

اُٹھ بیٹھے ۔ اب جو ان کی نگاہ سمندر پر گئی تو چیخیں نکل گئیں۔ کئی
تو خوف کے مارے بے ہوش ہو گئے۔ ناگ نے دیکھا کہ جہاز سے
کوئی ایک فرلانگ کے فاصلے پر سمندر میں سے ایک لمبی گردن
اور بہت بڑے بھیانک سر والی بلا باہر نکل کر اپنی موٹی گردن
لہرا رہی تھی۔ اس کے سر پر دو سینگ تھے اور چوڑے نتھنوں
سے گرج دار آواز کے ساتھ بھاپ خارج ہو رہی تھی۔ ناگ
بھی اس خوفناک سمندری بلا کو دیکھ کر کپکپا گیا۔ کیونکہ اس کے
سامنے مسافروں کا حسرت ناک انجام آگیا۔

کپتان نے فوراً توپچیوں کو حکم دیا کہ بلا پر گولہ باری کی جائے
پرانی طرز کی توپوں میں گولے بھرے گئے۔ توپ کے گولے بڑی
مشکل سے بلا کے پاس پہنچ سکے۔ کپتان نے جہاز کا رُخ موڑ کر
اس کی رفتار تیز کر دی۔ مگر کوئی فرق نہ پڑا۔ جہاز کا اور کئی
مسافروں کا آخری وقت آن پہنچا تھا۔ موت اپنا کام کرنے کے
لئے آستین چڑھا کر تیاری کر رہی تھی۔ بلا نے ڈبکی لگائی اور
دوبارہ سمندر سے سر باہر نکالا تو وہ جہاز کے سر پر تھی۔

مسافر چیخیں مارتے نیچے کی طرف بھاگے۔ کئی ایک سیڑھیوں
میں الجھ کر گر پڑے اور دوسرے مسافر انہیں روندتے ہوئے
گذر گئے۔ کپتان نے توپ کا رخ بلا کی گردن کی طرف کر کے
خود دو گولے پھینکے۔ یہ گولے گیند کی طرح بلا کی گردن کو

لگ کر سمندر میں گر پڑے۔ بلا نے ایک ہیبت ناک کانوں کو
پھاڑ دینے والی چیخ ماری اور جہاز کے نیچے گردن ڈال کر
اُسے ننھے سے کھلونے کی طرح اوپر اٹھا لیا۔ جہاز بلا کے سر پر
ٹیڑھا ہو گیا اور کئی مسافر لڑھک کر سمندر میں گر کر ڈوب
گئے۔ خوفناک بلا نے جہاز کو ایک چکر دے کر سمندر میں پھینک
دیا۔ جہاز زور سے اُچھلا اور لہروں پر ٹیڑھا ہو کر بہنے لگا۔
جہاز کا اگلا حصّہ ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ بادبان گر پڑے تھے۔
کئی مسافر بادبانوں کے نیچے آ کر ہلاک ہو گئے۔ ناگ سانپ
بن کر ایک دیوار کے ساتھ لگ گیا تھا۔ بلا نے نیچے سے جہاز
کو زور سے سر مارا۔

"ٹکر" اس قدر زور دار تھی کہ جہاز ایک دھاکے کے ساتھ ٹوٹ
پھوٹ کر اوپر کو کئی فٹ اُچھلا اور مسافر کاغذ کے پُرزوں کی
طرح بلا کی طرف گرے۔ بلا نے اپنا لمبے دانتوں والا غار جتنا
بڑا منہ کھول لیا۔ انسان چیختے چلاتے ہاتھ پاؤں مارتے بلا کے منہ
میں گرتے چلے گئے اور گم ہوتے چلے گئے۔ ان کی چیخیں بلا کی گردن
کے غار میں جا کر ڈوب گئیں۔ ان میں ناگ بھی سانپ کی شکل
میں اوپر کو اُچھلا تھا اور اب نیچے بلا کے منہ میں آ رہا تھا۔

اُس نے نیچے دیکھا۔ بلا کا منہ ایک جوالا مکھی کے منہ کی طرح
کھلا تھا اور لمبے لمبے تیز بڑے بڑے دانت اسے چبا ڈالنے کو

بے تاب تھے۔ ناگ سانپ کے روپ میں تھا اور نیچے گرتا چلا آرہا تھا۔ عین جب وہ بلا کے جبڑوں اور لمبے نوکیلے دانتوں کے قریب آیا تو اس نے زور سے پھنکار ماری اور پلک جھپکنے میں عقاب بن کر اوپر کو اُڈاری مار کر اُڑ گیا۔ اگر چند سیکنڈ اور دیر ہو جاتی تو پھر ناگ کا زندہ بچنا مشکل تھا۔ کیونکہ اس چٹان جتنی بڑی بلا کے منہ میں تو پورے کا پورا جہاز جا سکتا تھا۔

ناگ نے سمندر کے اوپر چکّر لگا کر نیچے دیکھا۔

سمندر میں بڑی بڑی لہریں اوپر نیچے اٹھ رہی تھیں۔ بلا سمندر میں غوطہ لگا کر غائب ہو چکی تھی۔ جہاز کے ٹکڑے لہروں پر بکھرے ہوئے تھے۔ ناگ اس عبرت ناک منظر کو دیکھ کر کانپ اٹھا۔ اس نے ایک لمبے دائرے کی شکل میں سمندر کے اوپر چکّر لگایا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ کوئی مسافر زندہ بھی بچا ہے کہ نہیں۔ سمندر پر موت کا عالم تھا۔ کہیں کسی انسان کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

ناگ اور زیادہ بلند ہو کر کافی اوپر اڑتا ہوا چلا گیا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہاں کوئی جزیرہ قریب ہے کہ نہیں۔ کیونکہ ابھی سمندر میں چار دن کا سفر باقی تھا کہ جہاز کو سمندری بلا نے آن لیا۔ ناگ چونکہ عقاب کی شکل میں پرواز کر رہا تھا اس لئے اُس کی نظر بڑی تیز ہو گئی تھی۔ اس نے دیکھا کہ دور سمندر میں ایک سیاہ دھبّہ سا نظر آ رہا ہے۔ ضرور یہ کوئی جزیرہ تھا۔ ناگ نے

اس کی طرف اُڑنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ چار روز تک اڑنے کا خطرہ ابھی مول نہیں لے سکتا تھا۔ وہ ابھی ابھی صحت مند ہوا تھا۔

کوئی آدھ گھنٹے کی اڑان کے بعد ناگ اس جزیرے کے اوپر پہنچ گیا جو اس کو دور سے سیاہ دھبّہ نظر آ رہا تھا۔ ناگ نے جزیرے کا ایک چکّر لگایا۔ یہ ایک چھوٹا سا بیضوی جزیرہ تھا اور گھنے درختوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ آسمان پر اڑتے ہوئے ناگ کو وہاں کوئی انسان نظر نہ آیا۔ سمندر کے کنارے کہیں کوئی کشتی بھی نہیں تھی۔ شاید یہ بے آباد جزیرہ تھا۔ ناگ نے سوچا اور نیچے اتر آیا۔

ساحل کے ساتھ ساتھ چند ایک گول بھورے رنگ کی چٹانیں کھڑی تھیں۔ ناگ ان چٹانوں پر آکر رُکا تو اس کے پنجے پھسل گئے۔ چٹانوں پر خدا جانے کس چیز کا زنگار جما ہوا تھا اور پھسلن تھی۔ ناگ ناریل کے ایک درخت پر آکر بیٹھ گیا اور نظریں گھما پھرا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس کے نیچے ساحل پر ریت ہی ریت تھی۔ سمندر کی لہریں کافی آگے آکر واپس چلی جاتی تھیں ان کا سفید جھاگ ایک طرف جم گیا تھا۔ اور وہاں بھورے رنگ کی ایک لمبی لکیر ساحل کے ساتھ ساتھ چلی گئی تھی۔ درختوں پر پھل بھی لگے تھے۔

ناگ نے سوچا کہ جنگل میں ضرور پانی بھی ہوگا۔ پھر یہاں

آبادی کیوں نہیں ہے۔ اگر کوئی قبیلہ یہاں آباد ہوتا تو اُن کی کشتیاں ضرور سمندر میں موجود ہوتیں۔ مگر یہاں تو کشتی بھی کوئی نظر نہیں آتی تھی۔ اچانک ناگ کی نظر کھلے سمندر پر گئی تو اُسے ایک کشتی جزیرے کی طرف آتی نظر آئی۔ پہلے تو وہ حیران ہوا کہ یہ کشتی کہاں سے چلی آ رہی ہے؟ پھر اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے یہ تباہ شدہ جہاز کے بچے ہوئے مسافر ہوں جو کسی نہ کسی طرح کشتی پر سوار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔

ناگ نے درخت سے اڈاری ماری اور کھلے سمندر میں کشتی کے اوپر آ کر اڑنے لگا۔ اس نے دیکھا۔ کشتی میں آدھا پانی بھرا ہوا ہے۔ اور وہ سمندر میں تقریباً آدھی ڈوب چکی ہے۔ اس پر دو آدمی سوار تھے۔ دونوں تقریباً نیم بے ہوش تھے۔ ایک ہٹا کٹا گوریلا قسم کا حبشی تھا اور دوسرا دبلا پتلا خوش شکل نوجوان تھا۔ حبشی آدمی نے خوش شکل نوجوان کی گردن میں رسّی ڈال کر اپنے ہاتھ میں تھام رکھی تھی اور اس مصیبت کے وقت بھی وہ اس سے غافل نہیں تھا۔

ناگ یہی اندازہ لگا سکا کہ اس حبشی وحشی انسان نے اس نوجوان کو اپنا قیدی بنا رکھا ہے۔ موت کے قریب پہنچ کر بھی حبشی اپنے قیدی سے بے خبر نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہی نکلتا تھا کہ قیدی بڑا قیمتی ہوگا۔ ناگ واپس اڑتا ہوا جزیرے پر آ گیا اس نے کشتی کو کنارے پر آنے دیا۔

دونوں بدقسمت انسانوں نے جزیرے کی جھلک دُور ہی سے دیکھ رکھی تھی اور اب بڑی بے تابی سے کشتی کے کنارے پر لگنے کا انتظار کر رہے تھے۔ جونہی کشتی ریت کے اوپر چڑھی حبشی اچھل کر ساحل پر اترا اور اس نے قیدی نوجوان کی رسّی کھینچ کر اُسے بھی وہاں کھینچ لیا۔ قیدی نوجوان کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ چہرہ جہاز کی تباہی کے صدمے سے زرد ہو رہا تھا۔ مگر نقش بتا رہے تھے کہ کوئی خاندانی نوجوان ہے اور مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ اس کے خلاف حبشی پر طوفان اور جہاز کی تباہی کا اتنا اثر نہیں ہوا تھا۔ جزیرے پر اترتے ہی وہ ہوشیار ہو گیا تھا۔ اس نے ایک درخت دیکھ کر اس کو اس درخت کے ساتھ باندھا اور خود کمر کی پیٹی میں لگا ہوا خنجر ہاتھ میں لے کر سامنے ریت پر لیٹ گیا۔

ناگ یہ سارا نظارہ اوپر سے دیکھ رہا تھا۔

دن ڈوب رہا تھا۔ حبشی نے اٹھ کر گرے پڑے ناریل توڑ کر خود بھی اس کا میٹھا پانی پیا اور قیدی کو بھی پلایا۔ پھر وہ کہیں سے جنگلی پھل لے آیا۔ خود بھی کھائے اور قیدی کے آگے بھی پھینک دیئے جیسے وہ کوئی جانور ہو۔ قیدی نوجوان نے بڑے سکون سے پھل اٹھا کر اپنے پھٹے ہوئے کپڑوں سے صاف کئے اور کھانے لگا۔ شام ہوئی تو جزیرے پر رات کا پہلا پہلا اندھیرا اتر آیا۔ قیدی نوجوان کا ایک پاؤں بُری طرح سے درخت سے بندھا

ہوا تھا اور حبشی خنجر لئے تھوڑے فاصلے پر بیٹھا اس کی برابر نگرانی کر رہا تھا۔ جب رات ہونے کو آئی تو حبشی نے قیدی نوجوان کے دونوں ہاتھ بھی اس کی پُشت پر باندھ دیئے۔ اس کے بعد وہ ٹھنڈی گیلی ریت پر کافی پرے ہٹ کر سو گیا۔ یہاں تک قیدی کے پاؤں میں بندھی ہوئی رسّی نہیں آ سکتی تھی۔

اب وقت تھا کہ ناگ اس قیدی نوجوان سے کچھ گفتگو کرنے کی کوشش کرتا۔ ناگ درخت سے اتر آیا۔ چٹان کی اوٹ میں جا کر اس نے عقاب سے انسان کا روپ بدلا اور سیدھا اس درخت کے پیچھے آ گیا جس کے ساتھ قیدی نوجوان مضبوط رسّی سے بندھا ہوا تھا ناگ نے آہستہ سے "سی" کی آواز نکالی۔ قیدی نے پلٹ کر پیچھے اندھیرے میں دیکھا۔ اسے اندھیرے میں دو سرخ سرخ آنکھیں چمکتی نظر آئیں وہ سمجھا یہ کوئی جزیرے کی چڑیل یا بھوت ہے جو اُن دونوں کو کھانے آیا ہے۔

ناگ نے جلد ہی اس کا یہ وہم دُور کر دیا اور آہستہ سے کہا۔

"میں بھی انسان ہوں اور تباہ شدہ جہاز کا مسافر ہوں۔"

قیدی نے بڑی حسرت سے ناگ کی طرف دیکھا۔ کیونکہ وہ قید تھا اور ناگ آزاد ——— ناگ بڑی احتیاط سے جھاڑیاں ہٹاتا قیدی کے قریب آ گیا اور سرگوشی میں پوچھا۔

"کیا تم قیدی ہو؟ یہ کون ہے؟"

قیدی نے آہستہ سے آہ بھر کر کہا۔

"یہ ایک لمبی کہانی ہے دوست! پھر کبھی سناؤں گا۔ یہ بتاؤ کہ تم جہاز سے کیسے بچ کر یہاں پہنچے۔ ہم نے تو تمہیں نہیں دیکھا تھا۔"

ناگ نے کہا۔

"بس میں بھی کسی طرح پہنچ ہی گیا ہوں۔"

اتنے میں حبشی کی آنکھ کُھل گئی۔ اس نے ڈانٹ کر غراتے ہوئے کہا۔

"کس سے بات کر رہے ہو؟"

اور ساتھ ہی خنجر لے کر قیدی کی طرف لپکا۔ اس نے ناگ کی ایک جھلک دیکھ لی۔ ناگ اس کے بعد جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔ حبشی ناگ کے پیچھے اٹھ دوڑا۔ ایک تیسرے آدمی کی وہاں موجودگی حبشی کے لئے بڑی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ حبشی جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان بھاگا چلا جا رہا تھا۔ ناگ بھی آگے آگے انسانی شکل میں بھاگ رہا تھا۔ حبشی نے ناگ کو دیکھا تو اس کی طرف خنجر پھینکا۔ خنجر ایک درخت کے تنے میں جا کر کُھب گیا۔ حبشی نے قریب جا کر خنجر نکالا اور ناگ کو آواز دی۔

"بدنصیب! تم اس جزیرے سے کہیں نہیں فرار ہو سکتے میرے پاس خنجر ہے۔ تم اپنا آپ میرے حوالے کر دو۔ تم میرے غلام بن جاؤ۔ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ اگر میرا

کہا نہ مانا تو میں خنجر سے تمہارا کام تمام کر دوں گا۔"

ناگ نے آواز دی۔

"میں اپنا آپ تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں مگر وعدہ کرو کہ تم مجھے ہلاک نہیں کرو گے اور میری جان بخشی کر دو گے۔"

حبشی نے کہا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ میں صرف تمہیں اپنا قیدی بناؤں گا۔"

ناگ بولا۔

"تم قیدی بنا کر کیا کرو گے؟"

حبشی غرایا۔

"بکواس بند کرو۔ تم مجھ سے یہ سب کچھ پوچھنے والے کون ہو۔ بولو۔ اپنا آپ میرے حوالے کرتے ہو کہ نہیں اگر نہیں تو مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تم مجھ سے بچ نہیں سکو گے۔"

ناگ نے کہا۔

"میں تیار ہوں۔"

اور ناگ درختوں کے پیچھے سے نکل کر حبشی کے سامنے آ گیا۔

حبشی نے اندھیرے میں غور سے ناگ کو دیکھا اور کہا۔

"تم جہاز پر سوار تھے نا؟ ہندوستان سے روانہ ہوئے تھے؟"

"ہاں۔ میں اسی بدنصیب جہاز کا مسافر ہوں"

حبشی نے پوچھا۔

"تم کس طرح یہاں پہنچے؟ میں نے تو تمہیں سمندر میں نہیں دیکھا۔ کیا تم ہوا میں اڑ کر یہاں پہنچے ہو؟"

ناگ نے کہا۔

"بھلا میں اڑ کر کیسے پہنچ سکتا ہوں جناب! میں کوئی پرندہ تھوڑے ہوں۔ میں تو ایک ٹوٹے ہوئے تختے سے لگ کر یہاں تک آیا ہوں۔"

حبشی نے پیچھے سے آ کر ناگ کو ٹھوکر ماری اور آگے کو دھکیل کر کہا۔

"ٹھیک ہے چلو۔"

حبشی ناگ کو دوسرے درخت کے پاس لے گیا اور ایک رسی کا ٹکڑا اپنی کمر سے کھول کر ناگ کو بھی باندھ دیا۔ پھر وہ ریت پر بے فکر ہو کر سو گیا۔ قیدی نوجوان اور ناگ کے درخت ذرا فاصلے پر تھے۔ اس لئے وہ آسانی سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ سویرا ہوا۔ بجرا ابھی تک ... حبشی نے اٹھ کر ناریل تلاش کئے۔ پر پلیلوں کے گچھے رکھے ہوئے تھے۔ جو گودا کھایا۔ باقی ناگ ... دیئے اور بولا۔

"یہ جزیرہ ... ی نہیں ہے۔ ہم ایک درخت کاٹ کر خود کشتی

خبر دار اگر تم دونوں نے بھاگنے کی کوشش کی تو میرا خنجر تمہارا کام تمام کر دے گا۔"

حبشی چلا گیا تو ناگ سے قیدی نوجوان نے کہا۔

"دوست تم نے ناحق میری خاطر اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا دیا۔ میں تو قسمت کا مارا ہوں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتے۔"

ناگ کہنے لگا۔

"ہم دونوں ایک ہی مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں اور پھر تمہاری مدد کرنا میرا فرض تھا۔ اسی لئے میں تمہارے پاس آگیا اب یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور اس حبشی کی قید میں کیسے آئے؟"

قیدی نوجوان نے بتایا کہ وہ ملک شام کے ایک سوداگر کا بیٹا ہے۔ وہ اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ ملک ہندوستان کی سیر کرنے آیا تھا۔ کہ مدراس میں ایک رات وہ جنگل میں راستہ بھول گئے۔ وہاں کچھ لٹیروں نے ان پر حملہ کر دیا اور وہ اس کی بیوی زرتاج کو اٹھا کر لے گئے۔ وہ کئی روز تک اپنی بیوی کی تلاش میں جنگل میں بھٹکتا رہا۔ آخر دو مہینے بعد اسے ایک ... نسنہ ... اا تھا۔ آکر بتایا کہ اس نے اس کی بیوی خرطوم کے ایک جادوگر کی

"میں تیار ہوں"

اور ناگ درختوں کے پیچھے سے نکل ...

حبشی نے اندھیرے میں غور سے ناگ کو د...

...انے کے لئے

بنگال کی بندرگاہ پر آگیا۔ یہاں میری ملاقات اس حبشی سے ہوگئی۔ میرا دوست بن کر اس نے مجھ سے میرا راز اگلوا لیا کہ میں اپنی بیوی کی تلاش میں خرطوم جا رہا ہوں۔ یہ شخص سپین میں غلاموں کی تجارت کرتا ہے۔ ہندوستان اور افریقہ سے غلام پکڑ کر لے جاتا ہے اور سپین جا کر انہیں فروخت کر دیتا ہے۔ ہم دونوں جہاز پر سوار ہو گئے۔ اس نے جہاز کے کپتان سے بھی ساز باز کر رکھی تھی۔ میں ان کی قید میں آگیا۔ پھر سمندری بلا نے جہاز کو غرق کر دیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تم بھی جانتے ہو۔"

ناگ نے اس کی ساری کہانی سن کر کہا۔

"فکر نہ کرو۔ میں تمہیں اس حبشی کی قید سے آزاد کرا لوں گا اور پھر ہم دونوں تمہاری بیوی کی تلاش میں جائیں گے۔"

"تم تو خود میری طرح قید ہو۔ تم کیسے مجھے آزاد کراؤ گے۔"

اس پر ناگ ہنسا اور بولا۔

"یہ تم خود دیکھ لو گے۔"

عین اس وقت حبشی درختوں کے پیچھے سے نمودار ہوا۔ خنجر ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا اور کندھے پر کیلوں کے گچھے رکھے ہوئے تھے۔ جو اس نے لا کر زمین پر ڈال دیئے اور بولا۔

"یہاں کوئی کشتی نہیں ہے۔ ہم ایک درخت کاٹ کر خود کشتی

بنائیں گے۔

چھ روز تک وہ تینوں ایک درخت کو کاٹ کر اس کے تنے کو کھوکھلا کر کے کشتی بناتے رہے۔ اس عرصے میں ناگ نے حبشی کو کچھ نہ کہا۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ حبشی بھی کشتی بنانے میں اُن کے ساتھ مل کر کام کرے ساتویں روز جب کشتی تیار ہو گئی تو حبشی نے ان دونوں کو رسّی سے باندھنے کے لئے آگے بڑھا۔ قیدی نوجوان جس نے اپنا نام ہُرمز اور اپنی بیوی کا نام زرتاج بتایا تھا۔ خود بخود ہی رسّی سے اپنا ہاتھ باندھ کر کہنے لگا۔

”میں تمہارے ساتھ لڑائی جھگڑا نہیں کروں گا۔ میں تمہارا قیدی ہوں۔ لو میرا دوسرا ہاتھ بھی باندھ دو۔“

حبشی نے ہُرمز کا دوسرا ہاتھ باندھ دیا۔ پھر وہ رسّی لے کر ناگ کی طرف بڑھا تو ناگ نے کہا۔

”کیا خیال ہے اگر ہم تمہیں باندھ کر اس جزیرے پر چھوڑ کر خود کشتی میں سوار ہو کر یہاں سے چلے جائیں ؟“

یہ ایک ایسا سوال تھا کہ جس پر ہُرمز نے حیران ہو کر ناگ کی طرف دیکھا کہ کہیں اس کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ اور حبشی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

”احمق نوجوان! کیا تو میرے ہاتھوں مرنا چاہتا ہے جو ایسی نادانی کی باتیں کر رہا ہے۔ کیا میرے ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر نہیں دیکھ رہا ہے ؟“

ناگ نے اس جزیرے میں آس پاس ایک بڑے خطرناک سانپ کی بُو پہلے روز ہی محسوس کر لی تھی۔ لیکن اس نے اسے ابھی تک بلایا نہیں تھا اور نہ کوئی سگنل ہی دیا تھا۔ اب اس کا وقت آ گیا تھا۔ ناگ نے گہرا سانس لے کر زہریلے سانپ کو سگنل دے دیا۔ یہ سگنل بڑا زبردست تھا چنانچہ بمشکل ایک منٹ گذرا ہو گا کہ ناگ نے دیکھا جہاں حبشی کھڑا تھا۔ اس کے پیچھے ایک سرخ رنگ کا لمبی لمبی مونچھوں والا سانپ زمین سے تین فٹ اوپر اٹھا پھن پھیلائے اس کی طرف تیزی سے چلا آ رہا تھا۔

قیدی نوجوان ہُرمز کی سانپ پر نظر پڑی تو اس کی چیخ نکل گئی۔

”سانپ ——!“

اس کے حلق سے اپنے آپ یہ لفظ نکلا اور حبشی نے پلٹ کر دیکھا سرخ سانپ اس کے سر پر آ گیا تھا۔ حبشی نے خنجر سانپ کی طرف زور سے پھینکا۔ نشانہ خطا گیا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے پاس ایک ہی خنجر تھا اور اب سرخ سانپ کے حملہ کرنے کی باری تھی۔ اور سرخ سانپ کا نشانہ کبھی خطا نہیں گیا تھا۔ ناگ نے وہیں خاموشی کی زبان میں سانپ کو سگنل دیا کہ سیاہ حبشی کو زندہ نہیں چھوڑنا۔

سانپ نے ایک چھلانگ لگائی۔ وہ ہوا میں اُچھلا اور حبشی کے سر پر آ کر گرا۔ حبشی نے سانپ کو گردن سے پکڑنے کی کوشش کی۔ سانپ نے اپنی دم کا ہنٹر اتنی طاقت سے حبشی کی آنکھوں پر مارا کہ اس کی دونوں آنکھوں سے خون جاری ہو گیا۔ وہ اندھا ہو کر ادھر ادھر ہاتھ مارنے لگا۔ ٹھیک اس وقت سرخ سانپ نے حبشی کی کلائی پر ڈس دیا اور اس

کے سیاہ جسم میں اپنا سارا زہر داخل کر دیا۔ حبشی کب کا مر چکا تھا۔
ہُرمز نے اسے حسن اتفاق سمجھ کر ناگ سے خوش ہو کر کہا۔

" دوست! خدا کا شکر ہے کہ اس نے عین وقت پر ہماری مدد کی۔ اگر یہ سانپ نہ آتا تو ہمارا اس ظالم کے پنجے سے بچنا ناممکن تھا۔"

ناگ نے ہرمز کے بازو کی رسّیاں کھول کر اُسے آزاد کر دیا۔ ہرمز بولا۔

" اب ہمیں کشتی میں بیٹھ کر اس جزیرے سے نکل جانا چاہیئے۔"

پھر اچانک اس کی چیخ نکل گئی اور وہ اُچھل کر مارے خوف کے ناگ کے پیچھے آ گیا۔

" سانپ ! "

سرخ سانپ ناگ کی طرف بڑے احترام کے ساتھ رینگتا چلا آ رہا تھا۔ ناگ نے سانپ کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے ہرمز سے کہا کہ وہ بالکل نہ گھبرائے سانپ اُسے کچھ نہیں کہے گا۔ نوجوان ہرمز سہمی ہوئی نظروں سے سانپ کو تکنے لگا۔ کیا دیکھتا ہے کہ سانپ ناگ کے سامنے آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا ہے۔ اگرچہ اس نے اپنا سرخ پھن پھیلا رکھا ہے مگر ذرا ذرا جھکا ہوا ہے۔ سانپ ناگ کی طرف اور ناگ سانپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی آنکھیں ملیں ہوئی تھیں۔ دونوں ایک دوسرے سے خاموش سگنل کی زبان میں باتیں کر رہے تھے لیکن نوجوان ہرمز کو اس کا علم نہیں تھا۔ سرخ سانپ نے ناگ کو بتایا کہ اس پراسرار جزیرے پر ایک

جنّ کی حکومت ہے جو چاند کی پہلی تاریخ کو یہاں آتا ہے اور تمام پرندوں کو کھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں پرندوں نے آنا بند کر دیا۔ ناگ نے پوچھا کہ وہاں سے افریقہ کا شمالی ساحل کتنی دور ہے۔ سرخ سانپ نے کہا کہ وہ یہ نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ وہ خود اس جزیرے سے کبھی باہر نہیں گیا۔ پھر سانپ نے کہا۔

" بدقسمتی سے آج چاند کی پہلی تاریخ ہے۔ اور آج رات کسی وقت جنّ جزیرے میں آ سکتا ہے۔ وہ آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

ناگ نے کہا۔

" تم جاؤ۔ میں ضرورت پڑی تو تمہیں بُلا لوں گا تم جا کر زمین کے نیچے چھپ جاؤ اور جنّ سے اپنی جان بچاؤ۔"

سانپ چلا گیا تو نوجوان ہرمز نے ناگ سے کہا کہ وہ خاموشی کے ساتھ اتنی دیر سانپ کی طرف کس لیئے دیکھتا رہا ہے؟ اس کا ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُسے بس ایک ہی فکر تھی کہ اگر آج رات جزیرے پر جنّ آ گیا تو وہ اس نوجوان کو ہرگز زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ناگ اُسے کشتی میں بٹھا کر وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا مگر کشتی کے چپو ابھی تیار نہیں ہوئے تھے اور سمندر کی بڑی بڑی لہریں کشتی کو پھر جزیرے پر لا پھینکتیں۔ آخر اس نے نوجوان ہرمز کو ساتھ لیا جزیرے کے جنگل سے نکل کر سمندر کے اندر ایک پہاڑی ٹیلے کی غار

میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس نے نوجوان ہرمز کو صرف اتنا بتایا کہ شاید رات کو درندے حملہ کر دیں اس لئے یہاں رات بسر کرتے ہیں۔ دوسرے روز کشتی کے چپو بنا کر یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ نوجوان ہرمز غار کے شگاف میں دبکا بیٹھا تھا۔ رات آ گئی۔ جزیرے پر اندھیرا چھا گیا۔ اور جب آدھی رات ہوئی تو جزیرے کے گھنے تاریک جنگل کی طرف سے ایک آواز آئی۔

ڈراؤنی ——— دہشت ناک!

یہ ڈراؤنی آواز کس کی تھی؟

عنبر اور ماریا کے ساتھ قرطبہ کی چڑیل نے کیا سلوک کیا؟

ناگ کی ملاقات عنبر اور ماریا سے کہاں ہوئی؟

کیا ناگ خرطوم کے جادوگر سے مقابلہ کر سکا؟

ان سوالوں کے جواب کے لیے موت کے تعاقب کی واپسی کی اگلی قسط "ڈائنا سور سے کا جزیرہ" میں پڑھیں گے۔

اپنے قریبی بک سٹال سے آج ہی طلب کریں۔

موت کے تعاقب کی واپسی
آپ کے جانے پہچانے سلسلے
عنبر ناگ ماریا
کے ۵ ہزار سالہ سفر کی پُراسرار اور سنسنی خیز داستان
۱ لاش سے ملاقات
۲ جہاز ڈوب گیا
۳ سمندر کی چڑیل
۴ پُراسرار غار کی مورتی
۵ ناگ لندن میں
۶ تابوت میں سانپ
۷ موت کا دریا
۸ سانپ کا انتقام
۹ سانپ کی آواز
۱۰ ناگ کا قتل
۱۱ شاہ بلوط کا خزانہ
۱۲ پتھر کا ہاتھ
۱۳ طوفانی سمندر کا بھوت
۱۴ ڈائنا سورس کا جزیرہ
۱۵ سیاہ پوش سایہ
۱۶ اِنسانی بلّی
۱۷ سانپوں کا جنگل
۱۸ ماریا اور بن مانس
مصنّف: اے حمید
اپنے قریبی بک سٹال / ہاکر سے طلب کیجیے
یا براہ راست ہم سے منگوائیے!
نیا مکتبہ اِقرأ - ۱۴ - بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

۱۴
ناگ، ماریا اور عنبر کے پانچ ہزار سالہ ....
ڈائنا سورس
کا جزیرہ
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK
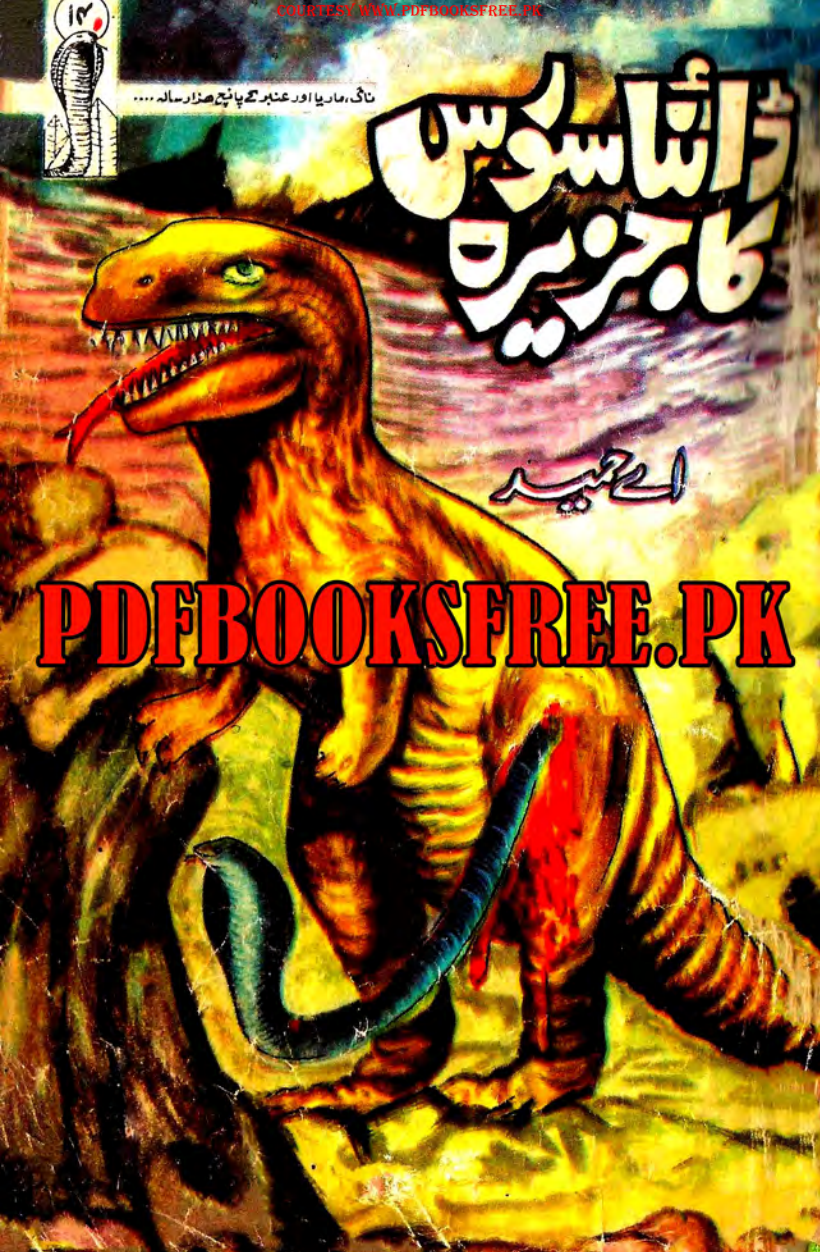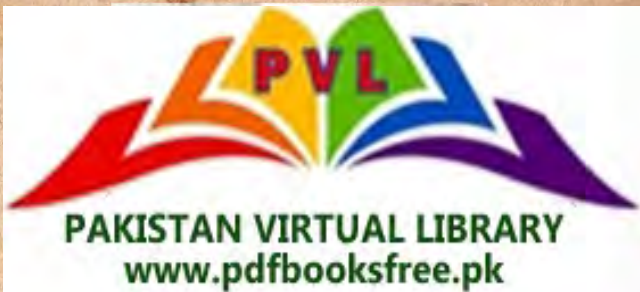
ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

ڈائنا سورس کا جزیرہ

اے۔ حمید

سرکولیشن، پروڈکشن انچارج
جلال انور

قیمت پانچ روپے

بار اوّل :
تعداد : دو ہزار
ناشر : مکتبہ القراء [illegible]

پیارے دوستو!

پچھلی قسط میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ناگ ایک ایسے جزیرے میں پہنچ گیا ہے کہ جہاں سُرخ سانپ کے بیان کے مطابق کسی جنّ کی حکومت ہے جو آدھی رات کو اپنی غار سے باہر نکلتا ہے اور جو کوئی اس کے سامنے آتا ہے اسے زندہ نہیں چھوڑتا اور سانس کھینچ کر اسے کھا جاتا ہے۔ ناگ کے ساتھ اس کا ایک دوست ہرمز بھی ہے۔ آدھی رات کو ناگ سمندری چٹان کے شگاف میں بیٹھا ہے اس کا دوست سو رہا ہوتا ہے کہ اسے ایک آواز سنائی دیتی ہے۔ یہ آواز بڑی ڈراؤنی اور وحشت ناک ہے۔ ناگ کو ایک تیز بُو محسوس ہوتی ہے۔ وہ تاروں بھری سنسان رات میں چٹان کے شگاف سے نکل کر جزیرے کے جنگل کی طرف دیکھتا ہے جو تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے۔ آواز اسی جنگل سے آئی تھی۔ پھر کیا ہوتا ہے، اب آپ یہاں سے آگے خود پڑھیں۔

اے۔ حمید

فہرست

ڈائناسورس کا جزیرہ

ڈراؤنی آواز آہستہ آہستہ قریب آرہی تھی۔

یہ آواز ایسی تھی جیسے کوئی چلتا پھرتا پہاڑ سانس لے رہا ہو۔ جیسے کسی آگ اور لاوا اگلنے والے جوالا مکھی کے دہانے سے لمبی لمبی سسکاریں بلند ہو رہی ہوں۔ جیسے پہاڑ میں جان پڑ گئی ہو اور وہ آگ کی تپش سے کراہتا ہوا سمندر کی طرف بڑھ رہا ہو۔ قیدی نوجوان ہرمز سو رہا تھا۔ اندھیرے میں سمندری چٹان کے شگاف کے اندر وہ پتھریلی دیوار سے ٹیک لگائے بے سدھ پڑا تھا۔ ناگ کی اندھیرے میں آنکھیں پوری کھلی تھیں۔ وہ نتھنے پھلا کر ہوا میں اس بلا کی بُو سونگھنے کی کوشش کر رہا تھا جو آدھی رات کو جزیرے پر نمودار ہو چکی تھی اور جس کے بارے میں جزیرے کے سرخ سانپ نے اُسے بتایا تھا کہ وہ کوئی جن ہے۔ جو اپنے سامنے آئی ہوئی ہر شے کو ایک ہی سانس سے اندر کھینچ کر ہڑپ کر جاتا ہے۔

ناگ کو ایک تیز قسم کی بُو محسوس ہونے لگی تھی۔ ڈراؤنی آواز ایکدم رُک گئی۔ جزیرے پر گہری خاموشی چھا گئی۔ تیز بُو اسی طرح آرہی تھی ناگ کو خاموشی سے وحشت ہونے لگی۔ اس نے باہر نکل کر جزیرے

کے جن کو دیکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ قیدی نوجوان ہرمز کو سوتا چھوڑ کر وہ شگاف سے باہر آیا۔ اس نے جنگل کی طرف نگاہ دوڑائی۔ جنگل کے درخت اندھیرے میں خاموش کھڑے تھے۔ سمندر کے اوپر تاریک آسمان تھا جس پر ستارے چمک رہے تھے۔ تیز بو آہستہ آہستہ دور ہو رہی تھی۔ ناگ نے گہرا سانس لے کر عقاب کا روپ بدلا اور اڈاری مار کر اوپر اڑ گیا۔ وہ ہوا میں اڑتے ہوئے نیچے جزیرے کی بلا کو دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ آخر کیا شے ہے۔ اُس نے اس جگہ کا ایک چکر لگایا جہاں سے جنگل شروع ہوتا تھا۔ اُسے ایک جگہ درختوں کی طرف جاتا ایک عجیب سا دیو ہیکل سایہ دکھائی دیا۔ وہ غوطہ لگا کر نیچے آیا تو سایہ جنگل میں غائب ہو گیا۔ وہ اڑتا ہوا درختوں میں آ گیا۔ سارے جنگل میں گہری موت ایسی خاموشی تھی۔ اب وہاں نہ کوئی بُو تھی اور نہ جن کی ڈراؤنی آواز تھی۔

ناگ بڑا سٹ پٹایا کہ یہ پُراسرار شے اچانک کہاں غائب ہو گئی؟ اس نے سارے جزیرے کے اوپر دو تین بار چکر لگائے۔ اسے کوئی جن یا جزیرے کی بلا نظر نہ آئی۔ وہ ناکام ہو کر واپس چٹان کی طرف جانے لگا تھا کہ اچانک جزیرہ دو آوازوں سے دہل اٹھا۔ ایک آواز تو وہی جوالا مکھی پہاڑ کے پھٹنے کی آواز تھی اور دوسری کسی درندے کی لمبی اذیت ناک چیخ کی آواز تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی بلا نے اس درندے کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ناگ فوراً اس طرف اڑا جدھر سے یہ دونوں آوازیں آئی تھیں اور جہاں دو تین چیخوں کے بعد اب خاموشی چھا گئی تھی۔

جنوب کی جانب سمندر میں زرد گول گول چاند نکل آیا۔ زرد چاندنی جزیرے پر پھیل گئی۔ درختوں کے نیچے جھاڑیوں میں دھیمی دھیمی روشنی سی ہو گئی۔ ناگ درختوں سے کوئی پانچ فٹ اوپر اُڑا جا رہا تھا۔ ایک جگہ اُس نے درندے کی دردناک آخری بار کراہنے کی آواز سنی۔ وہ جھپک کر وہیں اتر آیا۔

کیا دیکھتا ہے کہ ایک جگہ کتنے ہی درخت ٹوٹے پڑے ہیں۔ ان کے بیچ میں جھاڑیاں مَسلی ہوئی ہیں جیسے ابھی ابھی وہاں سے بے شمار مست ہاتھیوں کا قافلہ گزرا ہوا اور ان کے درمیان ایک ہاتھی مردہ پڑا ہے ناگ ہاتھی کی لاش کے قریب ایک ٹوٹے ہوئے درخت کے تنے پر بیٹھ گیا۔ درختوں میں سے چاند کی روشنی آ رہی تھی۔ ناگ نے دیکھا کہ ہاتھی کا پیٹ کھلا ہوا ہے۔ گردن آدھی کٹی ہوئی ہے۔ سونڈ غائب ہے تین ٹانگیں بھی جیسے کوئی نوچ کر کھا گیا ہے۔ کھلے پیٹ کے اندر سوائے خون آلود پسلیوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ ہاتھی کی انتڑیاں، جگر، معدہ، پھیپھڑے، دل اور اندر کی ہر شے کوئی جن جیسے زبان سے کھرچ کھرچ کر کھا گیا تھا۔ ہاتھی کے جسم سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا تھا کہ ابھی ابھی یہ خونیں کھیل کھیلا گیا تھا۔

سوال یہ تھا کہ وہ جن یا بلا کہاں چلی گئی تھی؟ جس نے اتنے بڑے ہاتھی کے آدھے جسم کو کھا لیا تھا وہ خود کتنی بڑی بلا ہو گی! ناگ نے آس پاس جنگل کا کونہ کونہ چھان مارا۔ مگر اُسے بلا یا جزیرے کے

جن کا کوئی نشان نہ مل سکا۔ اب وہ تیز بُو اور لمبے لمبے سانس لینے
کی سسکاریں بھی سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ ناگ کو پیچھے ہرمُز
کی فکر بھی تھی کہ کہیں وہ اٹھے اور پریشان ہو کر اس کی تلاش میں جنگل کی
طرف نہ نکل آئے۔

ناگ واپس چٹان کے پاس آ گیا۔ یہاں اس نے ایک بار پھر انسان
کا روپ بدلا اور شگاف کے اندر داخل ہوا۔ ہرمُز جاگ رہا تھا اور
بےحد پریشان تھا کہ ناگ کدھر چلا گیا۔ درندے کی آخری چیخ اس نے
بھی سنی تھی اور وہ سخت گھبرایا ہوا تھا۔ ناگ کو دیکھ کر بولا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے؟ یہ چیخ کی آواز کس کی تھی؟ میں
تو یہی سمجھا کہ درندے نے تم پر حملہ کر دیا ہے۔"

ناگ نے اُسے بتایا کہ درندہ مر چکا ہے۔

"مگر یہ معمہ حل نہیں ہو رہا کہ جس عفریت نے ہاتھی
جیسے درندے کو آدھا ہڑپ کر لیا وہ کہاں غائب
ہو گیا؟"

اس کے بعد ناگ نے ہرمُز کو ساری داستان سنائی۔ مگر اُسے یہ نہ بتایا
کہ وہ پرندہ بن کر جنگل کی سیر کر رہا تھا۔ ہرمُز کا رنگ خوف کے مارے
زرد ہو گیا۔

"ناگ بھیا! یہاں سے جس طرح بھی ہو سکے نکل چلو۔
نہیں تو یہ جزیرے کی بلا ہمیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

ناگ نے اسے حوصلہ دیا اور کہا۔

"نوجوان یوں نہیں گھبرایا کرتے۔ زندگی اور موت تو
اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم کشتی کے چپو آج ہی تیار
کر کے یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ لیکن ڈر کر نہیں
بھاگیں گے۔"

ہرمُز نے کہا۔

"جیسے بھی ہو ہمیں یہاں ٹھہرنے کا خطرہ ہرگز ہرگز
مول نہیں لینا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے ہم آج شام یہاں سے چلے جائیں گے لیکن
ہمیں دس پندرہ دنوں کی خوراک اور پانی کشتی میں جمع
کرنا ہو گا۔ پانی ہمیں جنگل کے اندر ناریل کی شکل میں
ملے گا اور خوراک خشک پھل بھی ہمیں وہیں ملیں گے۔"

ناگ کے اس خیال پر ہرمُز نے کہا۔

"بھائی میں تو ہرگز ہرگز جزیرے کے اندرونی جنگل میں
نہیں جاؤں گا چاہے بھوکا مر جاؤں۔ یہ کام تو تم ہی
کرو گے۔"

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا بھائی میں ہی کر لوں گا یہ کام۔ لیکن تم ایک وعدہ
کرو کہ جب تک میں واپس نہ آ جاؤں تم اسی جگہ چھپے

رہو گے "
ہرمز جھٹ بولا ۔
" اور اگر جزیرے کی بلا ادھر آنکلی تو کیا یہاں بیٹھے
بیٹھے اس کی خوراک بن جاؤں "
" ارے بھئی اگر بلا ادھر آ ہی گئی تو پھر بے شک تم
سمندر میں چھلانگ لگا دینا "

اسی طرح باتیں کرتے صبح ہو گئی ۔ ناگ نے کمزور دل ہرمز کو چٹان
کی شگاف کے اندر بیٹھے رہنے کو کہا اور باہر آکر جنگل سے کچھ
ناریل اور گرے پڑے جنگلی پھل اکٹھے کر کے اُسے دیئے اور خود
پودوں کی لکڑی اور دس پندرہ دنوں کی خوراک کی تلاش کا بہانہ
کرکے اس جگہ کی طرف چل دیا جہاں رات اس نے ایک بھیانک
منظر دیکھا تھا ۔

جنگل رات کی طرح سنسان اور خاموش تھا ۔ ناگ اب انسان
کی شکل میں چلا جا رہا تھا ۔ وہ جنگل کے کنارے کنارے آگے بڑھتا
اس علاقے میں آگیا جہاں آدھی رات کو خوفناک بلا نے ہاتھی کو
چیر پھاڑ کر آدھا کھا لیا تھا ۔ یہاں درخت اسی طرح ٹوٹے پڑے
تھے اور جھاڑیاں مسلی ہوئی تھیں جیسے ان کے اوپر سے ریل
گاڑی گزر گئی ہو ۔

ہاتھی کی کٹی پھٹی غیر مکمل لاش جنگلی مُردار خور چیونٹیوں سے

ڈھکی ہوئی تھی ۔ سیاہ رنگ کی چیونٹیوں نے ساری لاش کو سیاہ کر رکھا تھا
اور اسے دھڑا دھڑ کھائے جا رہی تھیں ۔ وہاں مکھیوں کی زبردست
بھنبھناہٹ گونج رہی تھی ۔ ناگ ایک درخت کے ساتھ لگا کھڑا ہاتھی
کی لاش کو دیکھ رہا تھا ۔ جیسے چیونٹیوں نے تقریباً ختم کر رکھا تھا ۔ ناگ
نے گھاس کو دیکھا ۔ خشک گھاس مسلی ہوئی تھی اور ایک مسلی ہوئی چھوٹی
سی سڑک ایک طرف کو جا رہی تھی ۔ خون کے بڑے بڑے دھبے
بھی اُدھر ہی کو جا رہے تھے ۔

ناگ سمجھ گیا کہ جزیرے کی بلا ہاتھی کو چٹ کر کے خون آلود جبڑوں
پر زبان پھیرتی اسی طرف گئی ہو گی اور یہ نشان اس کے جبڑوں سے
ٹپکنے والے ہاتھی کے خون کے ہیں ۔ ناگ مسلی ہوئی گھاس کا سراغ
لگاتا آگے چل پڑا ۔ خون کے دھبے کچھ دُور جانے کے بعد ختم ہو
گئے ۔ گھاس یوں مسلی ہوئی تھی کہ صاف لگتا تھا کہ خوفناک بلا
کوئی جن نہیں ہے بلکہ کوئی بھیانک قسم کا زمانہ قبل از تاریخ کا کوئی
درندہ ہے ۔ جواب دنیا میں کہیں نہیں پائے جاتے اور اس کے چار
بڑے بڑے پیر ہیں ۔ جو اتنے بڑے ہیں کہ ان پر اگر چار ہاتھی بھی
کھڑے ہو جائیں تو پھر بھی جگہ باقی بچی رہے ۔

ناگ جزیرے کے عفریت کی ٹوہ میں چلتے چلتے ایک ایسی جگہ
پہنچ گیا ۔ جہاں زمین ایکدم سے نیچے ڈھلان کی طرف اتر گئی تھی اور وہاں
آگے جا کر ایک غار کا منہ کھلا ہوا تھا ۔ یہ جنگل کا پراسرار دہشت ناک

راستہ اس غار کے اندر چلا گیا تھا۔

یقیناً وہ بلا اسی غار میں رہتی تھی۔

ناگ غار کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ اس کی سخت غلطی تھی۔ اگر اس کی جگہ عنبر یہ غلطی کرتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ کیونکہ وہ مر نہیں سکتا تھا۔ لیکن ناگ مر سکتا تھا۔ اس کا جسم کٹ سکتا تھا اور اس کے بعد اگر تین ماہ کے اندر اندر اسے ہمالیہ پہاڑوں کے مقدس ناگ والے سمندر میں تالاب کے پانی میں چھ ماہ تک نہ رکھا جاتا وہ زندہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن ناگ مہم جوئی کے جذبے اور شوق میں اس غار میں داخل ہو گیا جہاں خوفناک بلا آدھے ہاتھی کو ہڑپ کر جانے کے بعد سو رہی تھیں۔

غار میں ناگ کو وہی تیز بو محسوس ہوئی۔ یقیناً بلا اندر تھی۔ ناگ کا خیال تھا کہ جونہی خطرہ ہوا وہ جانور یا پرندہ بن کر اڑ جائے گا اسے یہ خیال ہی نہیں آیا تھا۔ کہ جس خوفناک عفریت نے ہاتھی کو نگل لیا ہے وہ اُسے کب وہاں سے جانے دے گی۔

ناگ جوں جوں اندر جا رہا تھا تاریکی بڑھ رہی تھی۔ غار آگے جا کر کافی کشادہ ہو گئی اور پہاڑ کی درزوں سے آتی روشنی میں ناگ نے پھر وہی تیز تیز سانس لینے اور جوالامکھی کے منہ سے اٹھنے والی سسکار کی آوازیں سنیں۔ وہ رک گیا۔ درندے کی بُو تیز سے تیز تر ہو گئی تھی۔ درندہ کہیں آس پاس ہی تھا۔

ناگ دیوار کے ساتھ لگ کر آگے بڑھنے لگا۔ اس کو ایک دوبارہ خیال آیا کہ وہ پرندہ بن کر یا سانپ بن کر آگے بڑھے۔ لیکن پھر یہ سوچ کر اس نے ایسا نہ کیا کہ پرندے کے روپ میں رہ کر وہ درندے کا پوری طرح جائزہ نہ لے سکے گا۔

اچانک غار میں ایک کان پھاڑ دینے والی چیخ گونجی۔ سارا غار لرز اٹھا۔ ناگ بھی سہم کر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک اونچی لمبی پہاڑ ایسی بلا سامنے دیوار کے چوڑے شگاف میں سے نمودار ہوئی۔ اس کی گردن بے تحاشہ لمبی اونچی تھی۔ اس کے منہ سے جو سانس نکل رہا تھا اس میں سے شرارے ٹپک رہے تھے۔ اس کا بیضوی جسم گویا دس ہاتھیوں کو ملا کر بنایا گیا تھا۔ اس کی ٹانگیں گینڈے کی طرح چھوٹی تھیں اور پاؤں بہت بڑے بڑے تھے۔ اوپر کے لمبے لمبے نوکیلے دانت بے حد خطرناک تھے۔

ناگ کو ان ارضی درندوں کا خیال آ گیا جو آج سے لاکھوں سال پہلے ہماری زمین پر زبردست زلزلے آنا شروع ہوئے اور زمین جگہ جگہ سے پھٹنے لگی تو یہ پہاڑوں جتنے بڑے بڑے درندے بھیانک چیخوں کے ساتھ اس میں گر کر فنا ہو گئے۔ ان کو ڈائنا سورس کہا جاتا تھا۔ یقیناً یہ کوئی لاکھوں برس پہلے کا ڈائنا سورس درندہ تھا جس کی نسل کسی نہ کسی طرح اس جزیرے

پر زندہ چلی آ رہی تھی۔

ناگ اپنی خیالوں میں گم تھا۔ کہ خوفناک بُلانے اپنی سرخ اور
زرد ڈراونی آنکھوں سے اُسے دیکھ لیا اور اس سے پہلے کہ ناگ
اپنا بچاؤ کر سکے اس پر اپنی لمبی گردن اٹھا کر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ
اس قدر اچانک تھا کہ ناگ کو اتنی بھی فرصت نہ مل سکی کہ وہ
گہرا سانس لے کر انسان سے سانپ یا پرندہ بن کر وہاں سے اڑ سکتا۔ درندے
ڈائناسورس نے اپنا منہ کھول کر لمبی زبان ناگ پر ماری اور اسے اُچک کر
زبان میں لپیٹا اور آن کی آن میں اپنے منہ میں ڈال لیا۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا کہ ناگ جب سنبھلا تو وہ ڈائناسورس
درندے کے حلق سے نیچے اتر رہا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ اندھیرے
میں کسی لجلجی پھسلن والی سڑک پر سے نیچے ہی نیچے پھسلتا جا رہا ہے
پھر وہ جیسے دھم سے کسی اندھیرے کنوئیں میں جا گرا اور اس کے دونوں
پاؤں کسی نرم نرم گدیلے ایسے گوشت میں ٹخنوں تک دھنس گئے اور
اس کا سانس تیز بُو سے رُکنے لگا۔ یہ ڈائناسورس بُلا کا معدہ تھا۔ اس
نے ہاتھ پاؤں مارے تو اس کے ہاتھ ہاتھی کی ٹانگ کی بڑی بڑی درخت
کے تنوں ایسی ہڈیوں سے ٹکرائے۔ ہاتھی کی یہ ٹانگیں ڈائناسورس بُلانے
ابھی ابھی ہڑپ کی تھیں۔

ناگ سمجھ گیا کہ وہ شاید زندگی کی سب سے بڑی مصیبت میں پھنس
چکا تھا۔ اس کے دماغ نے بڑی تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ پہلی

بات جو اس کے ذہن میں آئی وہ یہ تھی کہ انسان بن کر وہ ایک یا
ڈیڑھ منٹ سے زیادہ اس تیز گیس کی بُو میں زندہ نہیں رہ سکے گا۔
اگر وہ سانپ بن جائے تو کم سے کم آکسیجن میں بھی زیادہ سے زیادہ
زندہ رہ سکے گا۔ ناگ نے جھٹ گہرا سانس لیا اور افریقی صحراؤں کا
وہ کالا سانپ بن گیا جس کے جسم پر مچھلی کی طرح سے سخت جلد ہوتی
ہے۔ اس طرح کی سخت کھال پر ڈائناسورس بُلا کے معدے کے تیزاب
زیادہ اثر نہیں کر سکتے تھے۔

سانپ بنتے ہی ناگ بُلا کے معدے کے پانی پر تیرتا ہوا اس کی
پسلیوں میں آ گیا۔ پسلیوں پر چربی کی موٹی تہہ چڑھی ہوئی تھی۔ یہاں سے
رینگ کر وہ بُلا کے دل کی طرف بڑھا۔ مگر دل کے اردگرد ہڈی کی
ایک پتھر سے بھی زیادہ سخت دیوار کھڑی تھی جس کو ناگ کم از کم
سانپ بن کر نہیں توڑ سکتا تھا۔ وہ رینگتا ہوا واپس بُلا کی پسلیوں
پر سے ہوتا اس کی پیٹھ کے اندر آ گیا۔

سانپ ہونے کے باوجود ناگ کا دم گھٹنے لگا تھا۔ آکسیجن کی کمی
کے ساتھ ساتھ ڈائناسورس بُلا کے معدے میں خدا جانے کس قسم کے
گیس اور تیزاب بھرے ہوئے تھے کہ اندر سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا۔
ناگ کا ذہن سانپ کے روپ میں بھی بڑی تیزی سے اور ہوش و حواس
کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ ایک بات کا اسے پوری طرح سے یقین ہو چکا
تھا کہ اگر اس نے پانچ منٹ کے اندر اندر اس خوفناک درندے کے

پیٹ سے رہائی حاصل نہ کی تو پھر اس کا جسم اندر ہی گل سڑ جائے گا اور عنبر اور ماریا اس سے ہمیشہ ہمیشہ کے بچھڑ جائیں گے۔

ناگ نے اپنی سانپ کی دو شاخ زبان نکال کر ڈائناسورس کی پیٹھ کی اندرونی دیوار کے گوشت کو ٹٹولا۔ گوشت اندر سے نرم تھا۔ سانپ نے بجلی ایسی تیزی کے ساتھ گوشت کو توڑ توڑ کر معدے کے اندر ہی پھینکنا شروع کر دیا۔ ایکدم سے معدے میں جیسے بھونچال آگیا۔ ڈائنا سورس کو شدید درد ہوا اور وہ غار میں درد سے اچھلنے اور کراہنے لگا۔ کوئی اس کے پیٹ کے اندر چھریاں چلا رہا تھا۔ ایک بہت بڑی آنت کسی کارخانے کی بڑی گول چمنی کی طرح سانپ کے قریب سے نیچے جا رہی تھی۔ سانپ اس چمنی نما آنت کے ساتھ چمٹ گیا اور گوشت کی دیوار کی بوٹیاں توڑ توڑ کر پھینکتا رہا۔

ڈائناسورس بلا نے اندر ہی اندر معدے کو سکیڑنا شروع کر دیا۔ معدے کی دیوار سکڑ کر کبھی ناگ کے قریب آتی اور کبھی دُور چلی جاتی۔ لیکن ناگ اپنے کام میں لگا رہا۔ تین منٹ کے اندر اندر سانپ نے ڈائنا سورس بلا کے جسم کے اندر سے سوراخ کر دیا اور بڑی پھرتی سے رینگ کر باہر اس کے جسم کے اوپر بالوں میں آگیا۔ ڈائناسورس کو جیسے سکون سا آگیا۔ اس نے اچھلنا کودنا بند کر دیا۔ اس کے جسم کے چھوٹے سوراخ میں سے خون کی نالی بہہ رہی تھی۔ لیکن اسے اس کا احساس نہیں رہا تھا۔ البتہ بلا نے اپنے جسم پر سانپ کے رینگنے کو ضرور محسوس کیا تھا۔ ایسے ہی

جیسے ہاتھی کے بدن پر کوئی ٹڈا چل رہا ہو۔

ڈائناسورس نے اپنی لمبی گردن پیچھے کر کے اپنی زبان سے رینگتی ہوئی شے کو چاٹ لینا چاہا مگر ناگ نے اب اسے موقع نہ دیا۔ وہ بڑی تیزی سے رینگ کر ڈائناسورس بلا کی دم کی طرف نکل گیا۔ یہاں تک بلا کی زبان نہیں پہنچ سکتی تھی۔ بلا کے جسم سے باہر نکل کر سانپ ناگ نے سکھ کا سانس لیا۔ اندر کی نسبت غار کی ہوا بہت تازہ تھی۔ اگرچہ اس ہوا میں بھی ڈائناسورس کے سانس اور جسم کی بے حد تیز بُو رچی ہوئی تھی لیکن اب سانپ کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔

ناگ کسی طرح غار سے باہر نکلنا چاہتا تھا۔ اس کا ایک ہی طریقہ تھا کہ جب ڈائناسورس بلا غافل ہو یا سو جائے تو وہ اس کے جسم سے اتر کر رینگتا ہوا غار سے باہر بھاگ جائے۔ کیونکہ دوسری صورت میں وہ بلا کی خوفناک آنکھ اور لمبی قاتل زبان سے نہیں بچ سکتا تھا۔ یہ لمبی خوفناک زبان سانپ کو پچاس فٹ سے بھی ہڑپ کر سکتی تھی۔

سانپ ڈائناسورس کی دم کے بالوں میں چھپا چپ چاپ لیٹا تھا۔ ڈائنا سورس کو بھی اب جیسے کچھ سکون سا آگیا تھا۔ ہاتھی نگلنے کے بعد اس پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔ وہ غار کی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ سانپ آہستہ سے رینگ کر کچھ اوپر آگیا۔ ڈائناسورس بلا کی گردن پہاڑ کی چھت سے ٹکرا رہی تھی اور اس نے اپنا نوکیلے آرے ایسے دانتوں والا بڑا سر زمین کے ساتھ لگا رکھا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ نیند

کی دنیا میں چلا گیا اور اس کے زبردست خراٹے گونجنے لگے۔

سانپ ان خراٹوں کا ہی انتظار کر رہا تھا۔ وہ ڈائنا سورس بلا کی پیٹھ پر رینگتا ہوا نیچے اتر آیا۔ اس قوی ہیکل بلا نے ساری کی ساری غا کو گھیر رکھا تھا۔ آدھی سے زیادہ دیواریں بھی اس کے پہاڑ جتنے بڑے جسم میں غائب ہو گئی تھیں۔ سانپ کو بڑی مشکل سے بلا کے نیچے سے ایک ایسا راستہ مل گیا جہاں چیونٹیوں کی ایک قطار پہلے ہی سے جا رہی تھی۔ سانپ نے چیونٹیوں کے ساتھ ساتھ آگے کو رینگ شروع کیا۔ کئی ایک چیونٹیاں اس کے اوپر چڑھ آئیں۔ سانپ نے جسم کو جنبش دے کر انہیں نیچے گرا دیا۔ کیونکہ یہ چیونٹیاں بڑی خطرناک بھی ثابت ہو سکتی تھیں۔

سانپ ڈائنا سورس بلا کے جسم کے نیچے سے نکل کر اس جگہ پر آ گیا جہاں سے بلا کی گردن شروع ہوئی تھی۔ اس کی گردن سانس کے ساتھ آہستہ آہستہ اوپر نیچے ہو رہی تھی۔ جیسے کوئی بہت بڑا استون جو ہولے سانس لے رہا ہو۔ سانپ ناگ گردن کی بلند ڈھلانی دیوار کے ساتھ ساتھ رینگتا اس کے منہ کی طرف بڑھا۔ اس بلا سے چھٹکارا پانے کے لئے اس کے زبردست دانتوں اور خطرناک لمبی زبان والے منہ کے پاس سے گزرنا ضروری تھا۔

ناگ یہاں سے پرندہ بن کر بھی نہیں اڑ سکتا تھا۔ کیونکہ پرندے کے پھڑ پھڑانے سے ڈائنا سورس کی آنکھ کھل سکتی تھی اور وہ اڑتے

...ے پر زبان کی کمند پھینک کر بڑی آسانی سے ہڑپ کر سکتا تھا۔ ناگ سانپ ہی کی شکل میں آہستہ آہستہ رینگتا آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ بڑا ہوشیار ہو گیا تھا۔ کیونکہ ڈائنا سورس بلا کا منہ اب قریب آ رہا تھا اس کے منہ اور ناک سے نکلنے والے خراٹوں کا شور صاف سنائی دے رہا تھا۔ سانپ کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی ایسی جگہ آ گیا ہے جہاں سمندر کی غضبی موجیں ساحل کی چٹانوں سے ٹکرا رہی ہیں۔

ڈائنا سورس کی تھوتھنی جہاں پڑی تھی۔ وہاں آگے جانے کا راستہ بند ہو گیا تھا۔ اب ایک ہی طریقہ تھا کہ ڈائنا سورس کی تھوتھنی کے اوپر سے رینگ کر وہاں سے نکلا جائے۔ ناگ رک گیا۔ کچھ دیر وہ غور کرتا رہا کہ کوئی دوسری تدبیر بھی ہو سکتی ہے کہ نہیں ہے دوسری تدبیر کوئی نہیں تھی۔ ڈائنا سورس کی تھوتھنی نے سانپ کے اوپر اور آگے کے دونوں راستے بند کر رکھے تھے۔

اچانک ڈائنا سورس کی تھوتھنی نے جیسے ایک چھینک ماری۔ غار میں زمین پر سے مٹی کا گرد و غبار اڑا۔ سانپ گردن کے نیچے ہو گیا۔ کیونکہ تھوتھنی نے زبان باہر نکال کر ایک دائرے میں گردش کی تھی۔ ایک منٹ کے بعد ڈائنا سورس دوبارا خراٹے لینے لگا۔ سانپ اس کی گردن کے نیچے سے نکل آیا اور تھوتھنی کی طرف چلا۔ اس کے چھینک دینے سے تھوتھنی کا رخ بدل گیا تھا۔ اور اب وہ اور زیادہ اونچی ہو گئی تھی۔

سانپ عاجز آ گیا۔ اس نے ایک ایسا کام کیا جو بڑا خطرناک تھا اور جس میں اس کی موت کا خطرہ بے حد زیادہ تھا۔ لیکن موت ویسے بھی اس کے سامنے کھڑی تھی۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ رینگ رہی تھی۔ سانپ نے ایک پھنکار ماری اور ایک پل میں وہ سانپ سے چیونٹی بن گیا۔ ناگ آج تک کبھی اتنا چھوٹا کیڑا نہیں بنا تھا۔ کیونکہ اس میں ہر لمحے خطرہ رہتا تھا کہ کوئی بڑا کیڑا یا جانور یا درندہ یا مینڈک "ڈڈّو" وغیرہ اسے نگل کر ختم نہ کر دے۔ مگر یہاں بڑی مجبوری تھی۔

ناگ چیونٹی بن کر چیونٹیوں کی ایک چھوٹی سی قطار میں شامل ہو گیا جو غار سے باہر جا رہی تھی۔ چیونٹیوں کی عادت ہے کہ وہ چلتے چلتے آپس میں اپنی زبان میں باتیں کرتی جاتی ہیں اور یوں ایک دوسری کو درست راستہ بتا دیتی ہیں۔ ناگ چیونٹی بن کر ان کی قطار میں شامل ہوا تو ایک چیونٹی نے اس کے قریب سے گذرتے ہوئے کہا۔

"سیدھا جا کر بائیں ہاتھ کو مڑ جانا۔ اس خوفناک بلا کے منہ سے بچنا"

ناگ چونکہ جادو کے زور سے چیونٹیوں کی زبان جانتا تھا۔ اس لئے اس نے کہا۔

"اچھا بی بی"

چیونٹی نے چونک کر ناگ کو دیکھا اور بولی۔

"بی بی تو یہاں کوئی کسی کو نہیں کہتا۔ ہم تو ایک

دوسری کو ہمیشہ بہن کہتی ہیں۔ سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

ناگ سٹ پٹا سا گیا۔ بولا۔

"بہن! میں چیونٹی ہی تو ہوں تم مجھے دیکھ نہیں رہی بالکل تمہارے جیسی ہوں"

چیونٹی نے کہا۔

"تمہارا رنگ بھی ہم سے مختلف ہے اور تمہاری زبان بھی اجنبی ہے۔ اچھا بتاؤ ہمارا آج کا کوڈ ورڈ کیا ہے؟"

چیونٹیاں جب باہر نکلتی ہیں تو خطرے کے پیش نظر اپنا ہر روز ایک خفیہ لفظ رکھتی ہیں۔ اس روز ان کا خفیہ لفظ "گھوڑا" تھا۔ ناگ یہ لفظ نہیں جانتا تھا۔ اب وہ گھبرا گیا۔ کیا جواب دے۔ دوسری چیونٹیاں بھی وہاں جمع ہو گئیں۔ انھوں نے شور مچا دیا۔ یہ دوسرے قبیلے کی چیونٹی ہمارے علاقے میں آ گئی ہے۔ چیونٹیوں کی سردار نے کہا۔

"اسے ختم کر دو"

ایکدم سے ساری چیونٹیوں نے ناگ پر حملہ کر دیا۔ اس کے لئے جان بچانی مشکل ہو گئی۔ ایک طرف چیونٹیوں کی فوج ہے جو اس کو ایک سیکنڈ میں چٹ کرنے والی تھیں اور دوسری طرف لاکھوں سال پہلے کی خوفناک بلا ہے جو سانس اندر کھینچ کر اسے ہڑپ کر سکتی تھی۔ ناگ پر جونہی چیونٹیوں نے حملہ کیا وہ ایکدم سے کایا پلٹ کر سانپ بن گیا۔ چیونٹیوں نے جو یہ عالم دیکھا تو بھوت بھوت

کہہ کر شور مچاتی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئیں۔ ناگ نے خدا کا شکر ادا کیا اور ڈائنا سورس کی زمین پر رکھی ہوئی گردن کے نیچے سے ہو کر غار سے باہر نکل آیا۔

جنگل میں موت ایسی خاموشی تھی۔ اس ویران جزیرے کے جنگل میں کوئی ایسا جانور یا پرندہ بھی نہیں نظر آ رہا تھا۔ جو بول کر خاموشی کو توڑے۔ خدا جانے وہ ہاتھی کہاں سے نکل آیا تھا جس کو ڈائنا سورس نے ہڑپ کیا۔ ناگ سانپ کی شکل میں غار سے نکل کر رینگتا ہوا جنگل میں اس راستے پر چل پڑا جو باہر سمندر کی طرف جاتا تھا۔ اسے سرخ سانپ کا خیال آ رہا تھا۔ جس نے کہا تھا کہ اس جزیرے میں کوئی جن رہتا ہے جو آدھی رات کو اپنی گپھا سے نکل کر چیخ مارتا ہے اور جو کوئی زندہ شے اس کے سامنے آئے اسے کھا جاتا ہے۔ ناگ نے سوچا کہ سُرخ سانپ نے اسی ڈائنا سورس کی آواز کو جن کی آواز سمجھا ہوگا۔

سانپ بن کر ناگ کی رفتار سست ہو گئی تھی۔ وہ انسان کی شکل میں آ گیا اور جھاڑیوں کی شاخیں ہٹاتا تیز تیز چلنے لگا۔ اسے اپنے کمزور دل دوست ہرمز کی فکر تھی جسے وہ سمندری چٹان کے شگاف میں چھوڑ آیا تھا۔ جلدی میں وہ جنگل میں راستہ بھول گیا اور جزیرے کی دوسری جانب جا نکلا۔ اس طرف سمندر میں چٹان کوئی نہیں تھی۔ ناگ جنگل کے درختوں سے نکل کر

ریت پر آ گیا۔ اچانک اس کی نظر بائیں جانب گئی ادھر ایک کشتی کھڑی تھی۔ کسی نے اُسے سمندر میں سے گھسیٹ کر ریت پر لا کھڑا کیا تھا۔ اس میں دو چپو بھی تھے۔ ناگ کو تعجب ہوا کہ یہ کشتی کس کی ہو سکتی ہے۔ کیا جزیرے پر ادھر کوئی جنگلی لوگ رہتے ہیں؟ وہ چل کر کشتی کے قریب آیا۔ یہ کشتی جنگلی لوگوں کی نہیں لگتی تھی۔ اس پر نیلی اور سفید رنگ کی دھاریاں تھیں۔ ایسی کشتیاں اس زمانے کے بادبانی سمندری جہازوں میں رکھی جاتی تھیں۔ تو کیا جزیرے پر کسی سمندری جہاز کے مسافر آ گئے ہیں؟

ناگ نے دیکھا کہ ریت پر کسی کے قدموں کے نشان بنے ہوئے تھے۔ یہ دو انسانوں کے پاؤں کے نشان تھے جو ساحل کی ریت پر سے ہوتے ہوئے جنگل کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف چلے گئے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ دو انسان ہیں اور وہ کشتی سے اُتر کر جنگل کی طرف گئے ہیں۔ اُدھر کو ہی وہ سمندری چٹان تھی جس کے اندر ناگ کا ساتھی ہرمز پناہ لئے ہوئے تھا۔

ناگ قدموں کے نشان کے ساتھ ساتھ روانہ ہو گیا۔

یہ نشان کچھ دور تک جنگل کے ساتھ ساتھ چلتے گئے پھر دونوں انسانوں کے پاؤں کے نشان ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہو گئے۔ جیسے وہاں آ کر ان میں ہاتھا پائی ہونے لگی ہو۔ ذرا آگے

جاکر نشان پھر الگ الگ ہو گئے اور پھر جنگل کی طرف مڑ گئے۔ جنگل میں گھاس اور جھاڑیاں تھیں۔ یہاں قدموں کے نشان غائب ہو گئے۔ ناگ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ درختوں کی شاخیں جھکی ہوئی تھیں جن میں سے دھوپ کی کرنیں جھاڑیوں اور گھاس پر پڑ رہی تھیں۔

سارا جنگل سنسان تھا۔ جنگل کے اندر درختوں تلے اندھیرا اندھیرا سا تھا۔ ناگ سوچنے لگا کہ وہ ان لوگوں کو کہاں تلاش کرے جو ان درختوں میں آکر گم ہو گئے تھے ؟ یہ لوگ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں۔ اس ویران اور خونخوار جزیرے پر انہیں کیا چیز کھینچ کرلے آئی ہے۔ ضرور وہ کسی سمندری جہاز سے اترے اور ان کے سامنے کوئی خطرناک مشن ہے۔ کہیں وہ کسی خفیہ خزانے کی تلاش میں تو نہیں ہیں ؟ پہلے اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ ان لوگوں کو بھول جائے اور جاکر اپنے ساتھی کی خبر لے اور اس کشتی پر بیٹھ کر یہاں سے فرار ہو جائے۔ پھر اُسے خیال آیا کہ یہ لوگ اس کے ساتھی ہرمز کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس لئے ان کا کھوج لگانا ضروری ہے۔ آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ پہلے چل کر ہرمز کو دیکھا جائے اور اگر موقع ملے تو اس اجنبی لوگوں کی کشتی میں بیٹھ کر یہاں سے نکل جائے۔ ناگ یہ سوچ کر جنگل سے باہر آگیا۔

خزانے کے چور

ابھی وہ درختوں میں ہی تھا کہ ایک دھماکہ ہوا۔
دھماکے کی آواز کافی تھی۔ جیسے سمندری جہاز کی کوئی توپ چلی ہو۔ درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے پھڑ پھڑا کر اڑ گئے۔ آواز سمندر کی طرف سے آئی تھی۔ ناگ کو خیال آیا کہ ضرور کوئی جہاز سمندر میں کھڑا ہے۔ جس نے توپ چلا کر اپنے آدمیوں کو واپس بلایا ہے وہ سمندر کی طرف آنے ہی لگا تھا کہ اُسے کسی عورت کی چیخ سنائی دی۔ یہ آواز دور جنگل کے اندر سے آئی تھی۔ ناگ آواز کی طرف جھاڑیاں ہٹاتا تیز تیز چلنے لگا۔ وہ ان درختوں ...ڑھے
آگیا۔ جہاں اندھیرا اندھیرا سا تھا۔ یہاں زمین ... لڑکی کو دیکھا
دلدل ہو۔ ناگ درختوں کے تنوں ...
تھا۔ اُسے کسی آدمی کی آواز
کچھ کہہ رہا تھا ... ہوئی تھی۔ بدمعاش کی لاش اس کے پاس
وہ آگے بڑھی۔ اس کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ناگ
اب زمین ... بڑھتے ہوئے کہا۔

کے موٹے موٹے درختوں کے پیچھے سے آ رہی تھی۔ ناگ نے فوراً
سانپ کا روپ بدل لیا اور بڑی تیزی سے رینگتا ہوا درختوں
کے پاس آگیا۔

سامنے پتھروں کی بڑی بڑی سلیں بکھری پڑی تھیں۔ یہاں
بارود کی بُو پھیلی تھی۔ ضرور کسی نے پتھر کی سلوں میں بارود دبا
کر دھماکہ کیا تھا۔ چند ایک قد آدم پتھر ٹیڑھے ہو کر پڑے تھے۔
کُدال کی آواز ان پتھروں سے پیچھے سے آ رہی تھی۔ پھر آواز رک
گئی اور ایک آدمی نے بھاری تھکی ہوئی مگر غصیلی آواز میں کہا۔

"چلو اس کے اندر"

"نہیں نہیں۔ خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو۔"

یہ عورت کی آواز تھی۔ سانپ لپک کر ایک پتھر کے اوپر پہنچا اور
جھانک کر دیکھا۔ پتھروں کے درمیان تھوڑی سی کھلی جگہ تھی۔ یہاں ایک
دو لمبی مونچھوں والے اونچے لمبے دیونما آدمی نے ایک سنہری
اس کشتی پر بیٹھ کر یہاں کے دونوں ہاتھ رسی سے باندھ رکھے
لوگ اس کے ساتھی ہرمز کو ستنا۔ قریب ہی ایک لکڑی کا چھوٹا
کھوج لگانا ضروری ہے۔ آخر اس ہیرے اور سبز زمرد
ہرمز کو دیکھا جائے اور اگر موقع ملے تو اس اجنبی باہر پتھروں
میں بیٹھ کر یہاں سے نکل جائے۔ ناگ یہ سوچ کر بھی پڑی
آگیا۔ آگے

پیچھے ہل رہا تھا۔ سنہری بالوں والی لڑکی کا چہرہ موت کے خوف
سے زرد ہو رہا تھا۔ وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ مرد نے غراتے
ہوئے کہا۔

"یہ تمہاری قبر ہے جسے میرے بارود کے دھماکے نے
تمہارے لئے بنایا ہے۔ یہ خزانہ میرا ہے۔ میں نہیں چاہتا
کہ اس خزانے کا کوئی عینی گواہ بھی اس دنیا میں میرے
ساتھ زندہ رہے۔"

لڑکی نے گڑگڑا کر کہا۔

"میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔ مجھے جان سے نہ مارو
میں کسی کو کچھ نہ کہوں گی۔ میرا چھوٹا بھائی مجھ سے بڑا
پیار کرتا ہے۔ وہ میری موت کے بعد زندہ نہ رہے گا
ہم بہن بھائیوں پر رحم کرو۔"

سنگدل آدمی نے زور سے لڑکی کے منہ پر طمانچہ مارا رہے

"بک بک بند کر اور خاموش مریدن لڑکی کو دیکھا
جا۔ میں تمہیں اٹھا کر بہ
ہوں۔ مگر۔"

اور وہ بڑ رہی ہوئی تھی۔ بدمعاش کی لاش اس کے پاس

"مگر ی۔ اس کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ناگ
سے چلاتے ہوئے کہا۔

میں یہ ساری مٹی اور ملبہ تمہارے اوپر ڈال کر تمہیں
زندہ دفن کر دوں گا۔ اس لئے مجھے بڑی خوشی ہوگی۔"
اور وہ ظالم آدمی قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ اس نے لڑکی کو رسّی
سے آہستہ آہستہ کھدی ہوئی قبر کی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔
لڑکی نے اپنے پیر زمین پر جمالئے۔ لیکن نرم و نازک لڑکی بے چاری
ہٹے کٹے بھالو کا بھلا کس طرح مقابلہ کر سکتی تھی۔ وہ اپنی قبر کی
طرف کھسکنے لگی۔ سنگدل بدمعاش آہستہ آہستہ غرّاتے ہوئے قہقہے
بھی لگا رہا تھا۔

ناگ پتھر کے اوپر سانپ بن کر بیٹھا سر اٹھائے یہ سارا دردناک
ڈرامہ دیکھ رہا تھا۔ ایکدم سے آدمی نے رسّی کو جھٹکا دیا اور لڑکی
بے چاری گڑھے میں گر گئی۔ اس کے ساتھ ہی لڑکی کی چیخ
بلند ہوئی۔ اس بدمعاش نے بیلچے سے قبر میں مٹی پتھر پھینکنے
شروع کر دیئے۔ گڑھا نما قبر اتنی گہری تھی کہ لڑکی باہر نہیں
اس کشتی پر بیٹھ مر ناگ زیادہ انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے
لوگ اس کے ساتھی ہرمز کو شہ آدمی کی موٹی گردن پر چھلانگ لگا
کھوج لگانا ضروری ہے۔ آخر اس کے گوشت میں اپنے دانت گاڑ کر
ہرمز کو دیکھا جائے اور اگر موقع ملے تو اس اجنبی سانپ بنتا تھا۔
میں بیٹھ کر یہاں سے نکل جائے۔ ناگ یہ سوچ کر کے دو
آگیا۔
یتے تھے اور

ہاں تو اس نے اپنا پورا زہر ڈال دیا تھا۔
اونچا لمبا ریچھ ایسے بدمعاش آدمی نے زور سے اپنی گردن پر
ہاتھ مارا۔ اس عرصے میں سانپ اُچھل کر سامنے والی جھاڑی میں
جا گھسا۔ بدمعاش آدمی نے سانپ کو دیکھ لیا اور کدال لے کر اسکی
طرف بڑھا۔ مگر ناگ کا زہر اسے قدم اٹھانے کی مہلت کہاں دے
سکتا تھا بھلا؟ بس پہلا قدم ہی اٹھایا تھا کہ اس کا سارا جسم گویا
سُن ہوگیا۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ کدال اس کے
ہاتھ سے گر پڑی۔ پھر اس نے ایک چکر کھایا۔ گردن ایک طرف کو
ڈھلک گئی اور وہ ایک قلابازی کھا کر دھڑام سے اس قبر میں گر
گیا جو اس نے ریشمی بالوں والی بے گناہ لڑکی کے لئے کھودی تھی۔

لڑکی ایکدم پرے ہٹ گئی۔ اس کا دشمن مر چکا تھا اور اس کا
جسم پھٹنے لگا تھا اور منہ ناک سے سبز رنگ کا پانی بہنا شروع
ہو گیا تھا۔ ناگ جھاڑیوں کے پیچھے سے انسان کی شکل بدل کر گڑھے
کے اوپر آگیا اور گڑھے کے اوپر سے جھک کر یوں لڑکی کو دیکھا
جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔

"کون ہو تم بہن؟"

لڑکی خوف سے سہمی ہوئی تھی۔ بدمعاش کی لاش اس کے پاس
اوندھی پڑی تھی۔ اس کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ناگ
نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں بہن! مجھے اپنا بھائی سمجھو اور اوپر آجاؤ
لو۔ اس رسّی کو پکڑ لو۔"
ناگ نے اوپر سے رسّی لٹکا دی۔ لڑکی کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے
تھے پھر بھی اس نے کسی نہ کسی طرح ناگ کی لٹکائی ہوئی رسّی کو
مضبوطی سے پکڑ لیا۔ ناگ نے آہستہ آہستہ اُسے باہر نکال لیا۔
"اب مجھے بتاؤ یہ کون تھا جس کی لاش گڑھے میں پڑی ہے
اور یہ ——— یہ خزانہ کس کا ہے اور تم کون ہو؟ یہاں
تم لوگ کیسے آگئے ہو؟"
لڑکی کے حواس کچھ ٹھیک ہوگئے تھے۔ اب اُسے جان کا خوف نہیں
رہا تھا۔ اس نے اپنے سنہری بالوں پر سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہا۔
"یہاں سے دور ایک بہت بڑا جزیرہ ہے۔ میرا باپ اس
جزیرے میں رہتا تھا۔ اس کے چائے کے باغ تھے۔ اس
جگہ میرے باپ نے اپنا خاندانی خزانہ دفن کر رکھا تھا جس
کا صرف مجھے علم تھا۔ یہ شخص ہمارے باغ میں کام کرتا تھا
اسے کسی طرح پتہ چل گیا کہ ہمارا خاندانی خزانہ اس جزیرے
میں دفن ہے اور اس کا نقشہ مجھے زبانی یاد ہے۔ بس
ایک روز یہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ہمارے گھر میں آن
گھسا۔ اور مجھے اغوا کر کے اس جزیرے میں لے آیا اور
اس شرط پر مجھ سے خزانے کا راز معلوم کر لیا کہ وہ مجھے

میرے گھر چھوڑ آئے گا۔ لیکن خزانے کو حاصل کرنے کے
بعد اس کی نیت بدل گئی۔ خدا نے میری مدد کی اور
ایک سانپ نے اس ظالم کو ڈس دیا اور یہ مر گیا نہیں
تو یہ مجھے اس گڑھے میں زندہ دفن کرنے والا تھا۔"
ناگ نے کہا۔
"کیا اس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی ہیں؟"
لڑکی بولی۔
"ہاں۔ وہ بڑی کشتی میں سمندر میں ہی اس کا انتظار کر
رہے ہیں۔ وہ بھی ڈاکو ہیں۔ یہ انہیں خزانے میں سے
حصّہ دینے کا لالچ دے کر ساتھ لایا ہے۔"
پھر لڑکی نے ناگ سے پوچھا۔
"مگر تم کون ہو؟ کیا تم اس جزیرے پر رہتے ہو؟
لیکن تم جزیرے کے جنگلی آدمی نہیں لگتے۔"
ناگ نے کہا۔
"میں اپنے ایک دوست کے ساتھ اس جزیرے پر پناہ
لئے ہوئے ہوں۔ ہمارا جہاز طوفان میں غرق ہوگیا تھا۔
آؤ میرے ساتھ۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ یہ
جزیرہ بیحد خوفناک ہے۔"
"میں اپنے جزیرے پر جاؤں گی۔ میری کشتی کنارے پر

کھڑی ہے۔ میں یہ خزانہ اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔"
ناگ کہنے لگا۔
"لیکن اس بدمعاش کے آدمی تجھے اس خزانے کے ساتھ زندہ نہ جانے دیں گے۔"
"پھر میں کیا کروں؟" لڑکی نے عاجزی سے کہا۔
ناگ بولا۔
"اسی لئے میں نے تمہیں اپنے ساتھ آنے کو کہا تھا ہم نے ایک محفوظ جگہ ڈھونڈھ رکھی ہے۔ وہاں میرا دوست ہرمز بھی چھپا ہوا ہے۔ پہلے میں اس بدمعاش کے آدمیوں سے نمٹ لوں۔ پھر تمہیں تمہارے جزیرے پر خزانے سمیت پہنچا دوں گا۔ آؤ۔"
"اور یہ خزانہ؟"
ناگ نے خزانے پر ایک نظر ڈالی اور کچھ سوچ کر کہا۔
"ابھی یہ اسی جگہ پڑا رہے گا۔ اسے بعد میں اٹھا کر ساتھ لیتے چلیں گے۔"
"کیا کہا؟ اس جنگل میں پڑا رہے گا یہ خزانہ؟"
"ہاں بابا۔ اور کیا کہا ہے میں نے۔"
لڑکی نے حیرت سے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔
"تم چاہتے ہو کہ میرے باپ دادا کا خزانہ وہ ڈاکو لوٹ

کر لے جائیں؟"
ناگ ہنس دیا۔ اور بولا۔
"ارے میری بھولی بہن! گھبراؤ نہیں۔ اس جنگل میں اسے کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ بے شک کل جب ہم یہاں سے جانے لگیں گے تو آ کر دیکھ لینا۔"
"اور جو اسے ڈاکو لے گئے تو کون ذمہ دار ہوگا؟"
ناگ نے کہا۔
"میں تمہیں پھر اس سے دگنا خزانہ لا کر دیدوں گا۔"
"تم کہاں سے لاؤ گے؟" لڑکی نے طنز کے ساتھ پوچھا۔
ناگ کہنے لگا۔
"یہ ایک راز ہے جو میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ ابھی جس طرح میں کہتا ہوں اسی طرح کرو۔ نہیں تو میں تمہاری جان کا ذمہ نہیں لیتا۔ میں جا رہا ہوں۔ تم جانو۔ تمہارا خزانہ جانے!"
سنہری بالوں والی لڑکی اس سنسان جزیرے کے جنگل میں گڑھے میں پڑی ہوئی لاش کے ساتھ اکیلی رہ جانے کے خیال ہی سے ڈر گئی اور جلدی سے بولی۔
"نہیں۔ نہیں۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ مجھے یہاں اکیلی مت چھوڑنا۔"

لڑکی ناگ کے ساتھ جاتے جاتے ایک بار پھر رک گئی اور خزانے کی طرف دیکھ کر بولی ۔

"کیا یہ خزانہ یہاں کھلا پڑا رہے گا ؟ اسے گڑھے میں نہ دبا دیں ؟"

ناگ نے کہا ۔

"نہیں ۔ یہ خزانہ یہاں کھلا نہیں رہے گا ۔ اسکی حفاظت ایک بڑا زہریلا پھنیئر ناگ یعنی سانپ کرے گا ۔"

"ہائے اللہ سانپ ؟"

"ہاں ۔"

"مگر یہاں تو مجھے کوئی سانپ دکھائی نہیں دیتا ۔"

"ابھی آجائے گا ۔ تم آنکھیں بند کرو اور جب تک میں نہ کہوں کھولنا مت ۔"

"کیا کوئی جادو کرو گے تم ؟"

"شش ___ جلدی سے آنکھیں بند کرو ۔ وقت بڑا نازک ہے ۔"

لڑکی نے آنکھیں بند کرلیں ۔ ناگ نے خاموشی کی زبان میں جزیرے کے سب سے خطرناک سرخ سانپ کو ایک تیز سگنل دیا اور کہا ۔

"فوراً یہاں پہنچو اور یہاں گڑھے کے باہر جو خزانہ کھلا پڑا ہے اس کی حفاظت کرو اور جب تک میں واپس نہ آؤں یہاں سے مت جاؤ ۔"

ایک سانپ وہاں سے تھوڑے فاصلے پر زمین کے نیچے آرام کر رہا تھا کہ اس کے جسم سے ناگ دیوتا کے سگنل ٹکرائے ۔ وہ تڑپ کر اٹھ بیٹھا ۔ تیزی سے بل میں سے نکل کر باہر آیا اور جدھر سے ناگ دیوتا کے سگنل آرہے تھے اُدھر کو دوڑا ۔ وہ جھاڑیوں میں سے ہوتا ہوا خزانے کی جگہ پر پہنچ گیا ۔ لڑکی ابھی تک آنکھیں بند کئے کھڑی تھی ۔ ناگ نے سانپ کو خزانے کے پاس کنڈلی مار بیٹھتے دیکھ لیا تھا ۔ اس نے لڑکی سے کہا ۔

"اب آنکھیں کھول دو ۔"

جونہی لڑکی نے آنکھیں کھولیں سامنے خزانے کے پاس ایک مونچھوں والے بڑے سرخ سانپ کو دیکھا جس کا پھن بیحد ڈراؤنا تھا اور جو بار بار اپنی دو شاخہ زبان نکال کر پھنکار رہا تھا ۔ لڑکی ڈر کر ناگ کے ساتھ لگ گئی ۔

"یہ ___ یہ تو بڑا خوفناک سانپ ہے ۔"

ناگ نے کہا ۔

"یہ تمہارے خزانے کی حفاظت کرے گا ۔ اب آؤ میرے ساتھ ۔"

دونوں جنگل سے نکل کر باہر آگئے ۔ لڑکی نے ناگ کو بتایا کہ بدمعاش ڈاکو کے ساتھی سمندر کی دوسری جانب ہوں گے ۔ ناگ درختوں

کی قطار کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ جب وہ ایک موڑ گھوما
اس نے دیکھا کہ تھوڑے فاصلے پر سمندر میں ایک بادبانی بڑ
کشتی کھڑی تھی۔ دو آدمی کشتی پر کھڑے جنگل کی طرف دیک
رہے تھے۔ لڑکی نے گھبرا کر کہا۔

"چھپ جاؤ۔ چھپ جاؤ۔ وہ لوگ اوپر کھڑے دیکھ
رہے ہیں۔"

ناگ کا بازو کھینچ کر لڑکی اسے درختوں کے پیچھے لے گئی۔ ناگ
ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر اُسے دوسری طرف
لے کر جزیرے کے مغرب کی جانب نکل آیا۔ سامنے سمندر
وہ چٹان تھی جس کے شگاف میں وہ اپنے ساتھی ہرمز کو چھ
آیا تھا۔ ہرمز ابھی تک شگاف کے اندر چھپا بیٹھا تھا۔ ا
نے ناگ کو دیکھتے ہی کہا۔

"ایک دھماکہ ہوا تھا ابھی ابھی۔ وہ کیسا تھا؟ کیا
توپ چلی تھی؟"

ایک ہی سانس میں اس نے ناگ سے کئی سوال کر ڈالے۔
اس کے ساتھ سنہرے بالوں والی لڑکی کو دیکھ کر اور بھی حیران ہو

"یہ ـــــ یہ کون ہے؟"

ناگ نے اُسے لڑکی کی ساری کہانی سنائی اور آخر میں کہا۔

"تم دونوں اس جگہ ٹھہرو گے۔ اب تمہارا کوئی کام نہیں

میں کشتی لے کر یہاں آؤں گا۔ اس کشتی میں ہم خزانہ لاد
کر اس بہن کے جزیرے کی طرف نکل جائیں گے۔"

کی نے کہا۔

"کیا تم اکیلے اتنے آدمیوں کا مقابلہ کرو گے؟ ـــ نہیں
نہیں۔ میں تمہیں اکیلے نہیں جانے دوں گی۔"

گ نے سنہری بالوں والی لڑکی کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا۔

"پیاری بہن! میری فکر نہ کرو۔ خدا میری حفاظت کریگا۔"

مز نے پوچھا۔

"وہ ـــــ وہ رات والی خوفناک آواز کس کی تھی؟"

نے ٹالتے ہوئے کہا۔

"یہ میں تمہیں پھر بتاؤں گا۔ تم ہماری اس بہن کو لے
کر اسی جگہ رہنا۔ باہر نکلنے کی ہرگز ہرگز کوشش نہ
کرنا۔ وقت کم ہے اور کام بہت ہے۔ میں جاتا ہوں۔"

ہہ کر ناگ شگاف سے باہر نکل کر سمندر کنارے ریت پر
ا اور جلدی سے بھاگ کر سامنے والے جنگل کے درختوں میں
ب ہو گیا۔

جنگل میں جب ناگ دور نکل آیا تو اس نے عقاب کا روپ
ا اور اڑاری مار کر درختوں سے نکل اوپر کھلے آسمان میں آگیا
مندر میں اس جانب آگیا جہاں اس نے بدمعاش بھالو کے

ساتھیوں کی بڑی بادبانی کشتی دیکھی تھی۔ کشتی تو سمندر میں اسی
جگہ کھڑی تھی مگر آدمی وہاں نہیں تھے۔ ضرور وہ جنگل میں اپنے
ساتھی کی تلاش کو گئے ہوں گے۔ ناگ نے سوچا اور درختوں کے
اوپر جاکر ذرا آگے ایک چکر لگایا۔ گھنے درختوں کی وجہ سے اُ
نیچے کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ ناگ نیچے اتر آیا۔

زمین پر آتے ہی وہ پھر سے انسان کی شکل میں آگیا۔ اسے
خیال آیا کہ اس طرف چلنا چاہئے جہاں خزانے پر سانپ کا پہرہ
لگایا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اپنے سردار بدمعاش کی تلاش میں ضرو
اُدھر ہی کو گئے ہوں گے۔ ناگ جھاڑیوں اور درختوں کی ٹہنی
گنجان بیلوں میں سے گذرتا خزانے والی جگہ کی طرف بڑھ ر
تھا کہ اچانک کسی نے اُسے پیچھے سے دبوچ لیا۔ ناگ ابھی سنبھ
بھی نہیں تھا کہ اس کے سر پر کوئی بھاری شے زور سے لگی او
وہ بے ہوش ہوگیا۔

یہ اُس بدمعاش کے چھ ساتھی ڈاکو تھے جو خزانے میں سے
اپنا حصہ لینے اس کے ساتھ اس جزیرے پر آئے تھے۔ انہوں
نے بے ہوش ناگ کو رسیوں سے درخت کے ساتھ باندھ دیا۔
یُں ان کے ایک ساتھی نے جو خزانے اور اتنے بدمعاش سردا
کی تلاش میں آگے آگے جا رہے تھے۔ دور سے آواز دی۔

"خزانہ مل گیا"

باقی ساتھی بھی اُدھر کو بھاگے۔ وہاں جاکر دیکھتے ہیں کہ خزانہ کھلا
پڑا ہے۔ گڑھے میں ان کے سردار کی لاش اوندھی پڑی ہے اور سنہری
بالوں والی لڑکی غائب ہے۔ ایک نے کہا۔

"وہ ہمارے سردار کو مار کر بھاگ گئی ہے۔"

"مگر خزانہ یہاں کھلا کس لئے چھوڑ گئی؟"

"ارے جہنم میں جائے سردار اور لڑکی۔ ہم خزانہ آپس
میں بانٹتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ خزانے کی دولت برابر برابر تقسیم کرو۔"

وہ سارے ایکدم سے خزانے کی طرف بڑھے تو ایک نے کہا۔

"ذرا پرے ہٹ کر بیٹھ جاؤ بھائیو۔ ہم سے کوئی
خزانہ چھین کر نہیں لے جائے گا۔ ہماری قسمت کھل گئی
ہے۔ اب ذرا صبر سے کام لو۔"

دوسرا بولا۔

"پرے ہٹو۔ میں خزانہ تقسیم کرتا ہوں۔"

جونہی وہ خزانے کے قریب آیا۔ سرخ سانپ پھنکار مار کر پتھروں
کے نیچے سے نکلا اور اُسے ڈس کر پھن اٹھائے وہیں لہرانے
لگا۔ وہ آدمی تو تڑپ کر گرا اور وہیں اس کے ناک منہ سے
سبز خون جاری ہوگیا۔ باقی ساتھی گھبرا کر پرے پرے ہٹ
گئے۔ مگر اتنا بڑا خزانہ بھلا کون چھوڑتا ہے۔ انہوں نے

سانپ پر پتھر مارنے شروع کر دیئے۔ سانپ پتھروں میں واپس جاکر
چھپ گیا۔ اب وہ خزانے کی طرف جاتے ڈرتے تھے۔ آخر ایک
آدمی نے ہمت کی۔ جونہی وہ خزانے کے صندوق کے قریب آیا۔
اس بار سرخ سانپ نے پیچھے سے نکل کر اسے پنڈلی پر ڈس دیا
اور چھپ گیا۔ وہ آدمی بھی گرا اور گرتے ہی مر گیا۔ اب وہاں
چار باقی رہ گئے۔ انہوں نے سانپ جہاں چھپا تھا وہاں پتھروں
کی بارش کر دی۔

لیکن سانپ زمین کے اندر جا چکا تھا۔

اُدھر ناگ کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو فوراً رسیّوں سے
آزاد کیا اور خزانے کی طرف آیا۔ وہاں نقشہ ہی کچھ اور تھا۔ دو
آدمیوں کی لاشیں زمین پر پڑی تھیں اور باقی ایک جگہ پر پتھروں
کی بارش کر رہے تھے۔ ناگ سارا ماجرا سمجھ گیا۔ ان کے قریب جاکر
بولا۔

"یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟"

انہوں نے دیکھا کہ جس آدمی کو وہ رسیّوں سے باندھ کر آئے تھے
وہ ان کے سامنے کھڑا ہے۔ تو ناگ پر پتھر برسانے لگے۔ دو تین
پتھر ناگ کو آکر لگے تو اس نے ایک لمبا سانس لیا اور ایک
سیکنڈ میں جون بدلی عقاب بن کر اڑا اور درختوں کے اوپر
منڈلانے لگا۔ ایک جیتے جاگتے آدمی کو اپنی آنکھوں کے سامنے

پرندہ بن کر اڑتا دیکھ کر ان کے تو ہوش گم ہو گئے۔ پہلے تو
ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے پھر آسمان کی طرف منہ اٹھالئے
عقاب ان کے اوپر چکر لگا رہا تھا۔

"یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک آدمی پرندہ بن جائے۔"

"تمہارے سامنے تو ہوا ہے۔"

"یہ تو جادوگری ہے۔"

"بھاگو یہاں سے۔ نہیں تو کسی مصیبت میں پھنس جائیں گے"

"یہ خزانہ یہیں چھوڑ جائیں۔"

"جس کو جان پیاری نہ ہو وہ خزانہ لے جائے۔"

ابھی یہ لوگ اس قسم کی باتیں کر ہی رہے تھے کہ جزیرے میں ایک
بھیانک آواز بلند ہوئی۔ جس سے درختوں کے پتے لرز اٹھے۔ ناگ
سمجھ گیا کہ یہ چیخ اسی ڈائنا سورس کی ہے اور وہ اپنے غار
سے نکل آیا ہے۔ اس نے غوطہ مارا اور جدھر سے آواز آئی تھی
ادھر کو لپکا۔ ڈائنا سورس غار سے نکل کر جنگل میں آدمیوں کی
طرف بھاگا آ رہا تھا۔ اس نے انسانوں کی باتیں کی آواز سن لی
تھی اور اب ان کو ہڑپ کرنے چلا آ رہا تھا۔

ابھی وہ لوگ خزانے کے پاس ہی کھڑے تھے کہ ڈائنا
سورس نے انہیں جا لیا۔ ایک ایسا زور دار سانس اندر کو کھینچا
کہ اس کے ساتھ ہی دو آدمی تنکوں کی طرح اڑ کر اس کے

حلق کے اندر چلے گئے۔ باقیوں نے جو ایک بھیانک عفریت کو اپنے
سامنے اور اپنے دو ساتھیوں کو اس کے پیٹ میں جاتے دیکھا تو
سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔
صرف دو آدمی باقی رہ گئے تھے جو دہشت کے مارے ایسے بگٹٹ
بھاگے یا درختوں کے اوپر چڑھ گئے دم سادھے بیٹھ گئے کہ ڈائنا
سورس انہیں تلاش نہ کر سکا۔ ڈائنا سورس پر دیوانگی سوار ہو
چکی تھی۔ اس نے درختوں کو اپنی لمبی سونڈ نما گردن سے پکڑ
پکڑ کر اکھاڑنا اور توڑنا شروع کر دیا۔ جزیرے پر اس کی چیخ
دھاڑ سے ایک قیامت خیز زلزلہ آ گیا۔ زمین ہلنے لگی۔ درخت
لرزنے لگے۔ جڑوں سے اکھڑ اکھڑ کر گرنے لگے۔ ناگ درختوں
کے اوپر اڑ کر یہ سارا خونیں ڈرامہ دیکھ رہا تھا۔
اُسے اپنے ساتھیوں کی فکر ہوئی۔ ہرمز اور سنہری بالوں والی
لڑکی کا کیا حال ہو رہا ہوگا۔ وہ غوطہ مار کر سمندر کی طرف لپکا۔
چٹان سے کچھ دُور وہ ریت پر اُترا اور جھٹ عقاب سے انسان
بن گیا۔ ہرمز اور لڑکی گھبرا کر چٹان کے شگاف سے باہر آ گئے
تھے۔ ناگ کو دیکھ کر وہ چیخ پڑے۔
"یہ کیا ہو رہا ہے۔ جزیرہ زلزلے کی وجہ سے پھٹ
جائے گا۔ یہاں سے بھاگ چلو۔"
ناگ نے انہیں ساتھ لیا اور سمندر کے کنارے کنارے بڑی بادبانی

کشتی کی سمت بھاگا۔ دُور سمندر میں کشتی اسی طرح کھڑی تھی۔
چونکہ یہ زلزلہ نہیں تھا اس لئے اس کا اثر سمندر پر نہیں ہو رہا
تھا۔ لہریں بڑے سکون سے کنارے تک آ کر واپس جا رہی تھیں
ہرمز اور لڑکی کو ناگ نے کہا کہ وہ تیر کر کشتی تک پہنچیں۔
"اور تم کہاں جا رہے ہو؟" ہرمز نے پوچھا۔
ناگ نے کہا۔
"میں یہاں کھڑا رہوں گا۔ تم کشتی تک پہنچ گئے تو آؤں گا۔"
پھر اُس نے انہیں بتایا کہ اس کے خیال میں ابھی دو دشمن زندہ ہیں
باقیوں کو جنگل کی بلا نے ہڑپ کر لیا ہے۔ لڑکی بڑا اچھا تیرنا جانتی
تھی۔ ہرمز بھی تیر سکتا تھا۔ انہوں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی
اور ذرا دور کھڑی بادبانی کشتی کی طرف تیزی سے تیرنے لگے۔

کِنگ کانگ سے مقابلہ

ناگ ساحل پر کھڑا جزیرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔
جنگل کی جانب سے ڈائنا سورس کی وحشیانہ گرج برابر سنائی دے رہی تھی۔اس کے پاگلوں کی طرح حرکت کرنے سے زمین ہل رہی تھی اور جنگل کے اندر درختوں کے ٹوٹنے کے تڑاخے گونج رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ ڈائنا سورس پاگل ہو چکا تھا اور اب سارے جزیرے کو تہس نہس کر کے دم لے گا۔جب ہرمز اور لڑکی بادبانی کشتی کے لنگر والے رسّے کی مدد سے کشتی پر سوار ہو گئے تو ناگ بھی سمندر کی لہروں میں تیرتا ان کے پاس پہنچ گیا۔لڑکی نے گھبرا کر کہا۔

"میرا خاندانی خزانہ کہاں ہے؟"

ناگ نے کہا۔

"اب اُسے بھول جاؤ اور اپنی جان بچاؤ۔"

مگر لڑکی نے تو زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ وہ بچوں کی طرح اونچی اونچی آواز میں رو رہی تھی۔ ہرمز اور ناگ دونوں ہی گھبرا گئے کہ

یاخدا یہ کس نئی مصیبت سے سامنا پڑ گیا۔ناگ نے کہا۔

"ارے بابا رونا دھونا بند کرو۔ میں جا کر لے آتا ہوں تمہارا خزانہ۔"

فوراً ہی لڑکی خاموش ہو گئی اور ناگ کی طرف دیکھ کر بولی۔

"خدا تمہیں سلامت رکھے۔تم میرے بڑے اچھے بھائی ہو وہ ہمارا خاندانی خزانہ ہے۔ اگر وہ ہمارے گھر واپس نہ آیا تو ہمارا خاندان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مصیبتوں کا شکار ہو کر ختم ہو جائے گا۔"

ہرمز نے کہا۔

"مگر تم اکیلے کیسے جاؤ گے؟ جزیرے میں تو خوفناک بلا نے طوفان مچا رکھا ہے۔ وہ تو درختوں کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہی ہے تمہیں کیسے زندہ چھوڑے گی۔"

ناگ بولا۔

"تم میری فکر نہ کرو ہرمز بھائی۔ بس ذرا کشتی پر سنبھل کر رہنا۔ دو آدمی ابھی میرے خیال میں زندہ ہیں۔ کہیں وہ حملہ کر کے لڑکی کو ہلاک نہ کر دیں۔ کیونکہ اُن کے سارے ساتھی محض اس لڑکی کے خزانے کی وجہ سے مارے جا چکے ہیں۔"

"میں اس کا خیال رکھوں گا۔"

نہ جانے لڑکی کی حفاظت کے لئے ہرمُز میں اتنی بہادری کہاں
سے آگئی تھی۔ کیونکہ ویسے تو وہ بڑا بزدل تھا۔ ان لوگوں کو
وہیں چھوڑ کر ناگ نے کشتی کے عرشے پر سے ہی دریا میں چھلانگ
لگا دی۔ وہ جلدی جلدی تیرتا ہوا اوپر سے ہو کر جزیرے کے
پرلے کنارے پر جا کر نکل آیا۔ یہاں سے خزانے تک کا راستہ
صاف اور قریب تھا۔ ناگ ریت پر سے ہوتا ہوا جنگل کے درختوں
میں آ گیا۔ اب بادبانی کشتی اس کی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی
وہ ایک بار پھر عقاب بن کر اوپر اٹھ آیا۔

ڈائنا سورس کی گرج اور چیخیں کم ہو گئی تھیں۔ اب صرف
اس کے تھوڑی تھوڑی دیر بعد خرخرا خرخرا کر سانس لینے کی
وحشت انگیز آوازیں آتی تھیں۔ ناگ اڑتا اڑتا اس مقام پر آ گیا
جہاں اُسے خزانہ اسی طرح لاشوں کے پاس کھلا پڑا دکھائی دیا وہ
نیچے اتر آیا۔ اس نے انسانی روپ بدلا اور سگنل دے کر سانپ
کو بلا لیا۔ سرخ سانپ زمین کی تہوں میں جا کر بیٹھا ہوا تھا۔ ناگ
دیوتا کا سگنل وصول کرتے ہی اوپر آ گیا۔

ادب سے جھکا اور بولا۔

"عظیم ناگ! آپ خریت سے ہے ناں۔ اس جزیرے
کے جنّ نے بڑا اودھم مچایا ہے۔ درختوں کے درخت
اکھاڑ کر رکھ دیئے ہیں۔"

ناگ نے کہا۔

"اور خزانہ چوروں کو بھی نگل گیا ہے۔"

سرخ سانپ بولا۔

"یہ تو بڑا اچھا ہوا۔ لالچ کا انجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہے
ان دو کو تو میں نے ہلاک کر دیا تھا۔"

"تم نے بھی اچھا کیا۔"

سرخ سانپ نے پوچھا۔

"ابھی تک آپ جزیرے پر ہی ہیں؟ میرا خیال ہے آپ
کسی محفوظ مقام پر چلے جائیں۔ یہ بلا کسی شے کو زندہ
نہیں چھوڑے گی۔"

ناگ نے کہا۔

"میں یہ خزانہ واپس لینے آیا ہوں۔ تمہیں اس لئے بلایا
ہے کہ تمہاری خریت دریافت کرتا جاؤں۔ کیونکہ میں نے
ان آدمیوں کو تم پر پتھر برساتے دیکھ لیا تھا۔"

سرخ سانپ نے جھک کر کہا۔

"یہ میری خوش قسمتی ہے عظیم دیوتا کہ آپ نے میری خریت
دریافت کی۔ اُن کے پتھر زمین کے اوپر برس رہے
تھے اور میں زمین کے اندر جا چکا تھا۔ فرمائیے تو میں
خزانہ اٹھا کر لے چلوں۔"

ناگ مسکرایا۔

" نہیں ۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ خزانہ تھوڑا تھوڑا کرکے کشتی تک پہنچاؤں ۔ میں خود اسے اٹھا کر لے جاؤں گا۔ تمہارا شکریہ۔ میں اب جا رہا ہوں "

" جیسے آپ کی مرضی عظیم ناگ ! خدا حافظ ! "

سرخ سانپ ادب سے خدا حافظ کہکر زمین کے اندر چلا گیا۔ ناگ نے اِدھر اُدھر دیکھ کر اپنی عادت کے مطابق جب اندازہ کر لیا کہ وہاں کوئی دوسرا نہیں ہے تو وہ انسان سے ایکدم ریچھ بن گیا ۔ کالا سیاہ بالوں بھرا بھدا ریچھ ـــــ اس نے دونوں اگلے پنجوں سے خزانے کا صندوق اٹھا کر سینے سے لگایا اور واپس سمندر کی طرف روانہ ہوگیا۔ خزانہ اس قدر وزنی تھا۔ کہ ایک انسان اُسے نہیں اٹھا سکتا تھا۔ ناگ ریچھ بنا خزانہ سینے سے لگائے جنگل میں سے گذر رہا تھا ۔ وہاں بھی کئی جگہوں پر درخت اکھڑے پڑے تھے ۔ ڈائنا سورس نے اِدھر بھی حملہ کیا تھا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد اچانک ڈائنا سورس کی چیخ ایک بار پھر بلند ہوئی ۔ ریچھ جہاں تھا وہیں رک گیا نہ وہ آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ پیچھے ہٹ سکتا تھا۔ چیخ کی آواز پیچھے سے آئی تھی۔

ریچھ نے پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو اسے ڈائنا سورس کا بھیانک منہ لمبی گردن اور دس ہاتھیوں کے برابر دیوہیکل جسم دکھائی دیا۔

اس کے ہوش گم ہوگئے ۔ ریچھ بن کر بھاگتا ہے تو ڈائنا سورس کا لقمہ بن جاتا ہے۔ کیونکہ وہ زیادہ تیز نہیں بھاگ سکتا تھا اور اگر عقاب بن کر اپنی جان بچاتا ہے تو خزانہ اُسے وہیں پھینکنا پڑتا ہے ۔ ریچھ اسی شش و پنج میں تھا کہ اسے ڈائنا سورس کے سانس لینے کی پھنکار سنائی دی ۔ اس کے ساتھ ہی اس کے قدم زمین سے اکھڑنے لگے اور وہ پیچھے کی جانب اپنے آپ کھسکنے لگا ۔

ڈائنا سورس نے حملہ کر دیا تھا اور وہ ریچھ کو سانس کی مدد سے کھینچ کر کھا جانا چاہتا تھا۔ ناگ نے خزانہ وہیں پھینکا اور عین جب وہ ریچھ کی شکل میں ڈائنا سورس کے کھلے ہوئے بھیانک منہ کے پاس پہنچا تو عقاب بن کر پھڑپھڑا کر اڑ گیا اور اوپر درخت پر جا کر بیٹھ گیا۔ ایک پل کے لئے ڈائنا سورس ایسا بھدا بھاری بھرکم بخت کند ذہن درندہ بھی سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کیا سے کیا ہوگیا ؟ ریچھ ایکدم سے پرندہ کیسے بن گیا ۔

مگر فوراً ہی اس کا درندہ پن غالب آگیا اور اس نے اس درخت کو زور سے سونڈ ماری جس پر عقاب بیٹھا تھا ۔ عقاب اڑ کر دوسرے درخت پر جا بیٹھا اور پہلے والا درخت ایک زبردست دھماکے کے ساتھ ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا ۔ ڈائنا سورس نے دوسرے درخت پر حملہ کر دیا۔ دوسرا درخت بھی ٹوٹ کر دھماکے سے گر پڑا ۔ عقاب وہاں سے دوسری سمت کو نکل گیا ۔ اس کی کھوج

میں ڈائنا سورس وہاں سے دُور چلا گیا۔

جب ذرا سا موقع ملا اور ڈائنا سورس دور ہوا تو عقاب لپک کر خزانے والی جگہ پر اترا۔ اس بار اس نے شیر کا روپ بدلا اور خزانے کا صندوق منہ میں اٹھا کر تیزی سے بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ گرے پڑے درختوں کے اوپر سے چھلانگیں لگاتا بہت جلد جنگل سے نکل کر سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ بادبانی کشتی دوسری جانب اوٹ میں تھی۔ شیر خزانے کو لے کر جب اس جگہ آیا جہاں کشتی نظر آجانی چاہیئے تھی تو وہ یہ دیکھ کر دھک سے رہ گیا کہ سمندر میں بادبانی کشتی کہیں بھی نہیں تھی۔

وہ یکدم سے انسان کی شکل میں آگیا۔ سمندر میں بادبانی کشتی کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ ناگ پریشان ہو گیا۔ اس نے کنارے پر شروع سے آخر تک دیکھا۔ کشتی کہیں نہیں تھی۔ ڈائنا سورس کی گرج دار آوازیں قریب سے قریب آ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس نے ناگ کو پہچان لیا ہے اور اب اس کو زندہ نگل جانے کے لئے اس کے پیچھے پیچھے بھاگا چلا آ رہا ہے۔ جزیرے کی زمین ایک بار پھر ہلنے لگی تھی۔ ناگ فوراً سمجھ گیا کہ خزانے کے جو دو چور زندہ بچے تھے وہی بادبانی کشتی میں لڑکی اور ہرمز کو اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ وہ خزانہ چھوڑ کر عقاب بن کر بادبانی کشتی کی طرف جا سکتا تھا۔ مگر وہ خزانہ وہاں چھوڑنا

نہیں چاہتا تھا۔

اچانک اسے اس کشتی کا خیال آیا جس میں ان چوروں کا بدمعاش سردار لڑکی کو بٹھا کر جزیرے میں لایا تھا۔ ناگ کو یاد تھا کہ کشتی ذرا ہی دور جھاڑیوں میں کھڑی تھی۔ وہ اس طرف بھاگا۔ کشتی کے قریب آیا تو ڈائنا سورس کم بخت اُدھر کو ہی آرہا تھا۔ کشتی بھی ناگ کو سامنے ہی نظر آرہی تھی۔ وہ کشتی کی طرف لپکا کہ اسے جلدی سے کھینچ کر کنارے پرلے آئے گا۔ مگر موت سر پر آن پہنچی تھی۔ ڈائنا سورس کے آندھی جیسے خوفناک طاقت والے سانس نے ناگ کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا تھا۔ ناگ کے پاؤں اکھڑنے لگے۔

اسے اس ڈائنا سورس پر ایکدم سے غصہ آگیا۔ وہ اگر چاہتا تو عقاب بن کر اڑ سکتا تھا۔ لیکن وہ اس بار بار کے اڑنے اور پھر نیچے اتر کر انسان بننے سے تنگ آگیا تھا۔ ایک بار پہلے بھی یہ بلا اسے اپنے اندر نگل چکی تھی۔ اب ناگ اسے زبردست مزا چکھانا چاہتا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے ایک بہت ہی گہرا سانس کھینچا اور پل بھر میں انسان کی جگہ وہاں ایک ایسا ہیبت ناک زمین سے ستر فٹ اونچا چھ منزلہ بلڈنگ جتنا کنگ کانگ کھڑا تھا کہ ڈائنا سورس نے ایسا زبردست درندہ لاکھوں سال پہلے بھی نہ دیکھا ہوگا۔

کنگ کانگ کو ڈائنا سورس ایک بلی کے بچے کی طرح نظر آرہا تھا۔ ناگ کو اپنی طرف کھینچنے کی بجائے اب وہ خود اس کی طرف کھنچا چلا رہا تھا۔ جس طرح کہ جب ہم کسی بانس کے کھمبے کو دونوں ہاتھوں سے اپنی طرف کھینچتے ہیں تو الٹا ہم اس کی طرف کھنچ جاتے ہیں ڈائنا سورس بھی اپنے سامنے ایک کنگ کانگ کو دیکھ کر گھبرا گیا اور بھیگی بلی بن کر ایک طرف سمٹ گیا۔ پھر گردن سکیڑ کر پیچھے ہٹا اور ایک طرف کو بھاگا۔ مگر کنگ کانگ یعنی ناگ اب اُسے اتنی مہلت نہیں دے سکتا تھا۔ اس نے ناگ کو اس جزیرے پر بہت تنگ کیا تھا۔ کنگ کانگ نے ایک چیخ ماری اور دونوں لمبے لمبے بازو بڑھا کر ڈائنا سورس کو چھوٹے سے ریچھ کے بچے کی طرح اوپر اٹھا لیا۔

ڈائنا سورس خوف سے سہما ہوا کنگ کانگ کی ہتھیلی پر بیٹھا تھا۔ کنگ کانگ نے ڈائنا سورس کو اپنے سر پر سے اوپر اٹھایا، اور پوری طاقت سے زمین پر دے مارا۔ اس کے زمین پر پٹخنے سے ایسا بھیانک دھاکہ ہوا کہ زمین کئی جگہوں سے پھٹ گئی اور ڈائنا سورس اس کے اندر گم ہو گیا۔ زمین کے اندر دور نیچے ڈائنا سورس کی چیخیں گونج رہی تھیں۔ کنگ کانگ اپنا چٹان ایسا پاؤں مار کر اوپر سے زمین برابر کر دی۔ ڈائنا سورس کی آواز ہمیشہ کے لئے گم ہو گئی۔

ناگ اسی وقت انسان کی شکل میں آگیا۔ یہ پہلا موقع تھا

کہ وہ اپنی پانچ ہزار سالہ زندگی میں اتنا بڑا کنگ کانگ بنا تھا۔ اور یہ بھی پہلا ہی موقع تھا کہ دوبارا انسان کی شکل میں آنے کے بعد اس کا سر چکرا رہا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے اس کے کندھوں پر اپنا بوجھ ڈالا ہوا ہے۔ ڈائنا سورس کا مقابلہ وہ کنگ کانگ بن کر ہی کر سکتا تھا۔

بہت جلد ناگ کی طبیعت سنبھل گئی۔ وہ کشتی کے پاس آیا۔ اُسے ریت پر گھسیٹتا خزانے کے پاس لے گیا۔ خزانہ اس میں رکھا اور کشتی کو سمندر میں دھکیل کر چپو چلاتا کھلے سمندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ دن کی روشنی اب کم ہونے لگی تھی۔ سورج دور سمندر میں غروب ہو رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ناگ کشتی کو کھیتا بہت جلد جزیرے سے دور نکل گیا۔ خزانے کا صندوق اس کے آگے کشتی میں پڑا تھا۔ اس میں کروڑوں روپے کے ہیرے جواہرات تھے۔ لیکن ناگ کو دولت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ زمین کے اندر جتنے بھی خزانے دفن تھے وہ سب اگر چاہتا تو نکلوا کر حاصل کر سکتا تھا مگر ناگ دولت سے بے نیاز تھا۔ وہ تو اس خزانے کو سنہری بالوں والی لڑکی تک پہنچانا چاہتا تھا۔ یہ خزانہ اس لڑکی کی خاندانی نشانی اور امانت تھی۔ ابھی ناگ نے ہرمز کو اس کی بیوی سے چھینا تھا جس پر طلسم کیا گیا تھا اور اس کے بعد سپین جا کر عنبر

اور ماریا کو بھی تلاش کرنا تھا۔

اس وقت سب سے پہلا اور ضروری کام اس کشتی کا کھوج لگانا تھا۔ جس میں ہرمز اور سنہرے بالوں والی لڑکی سوار تھی اور جسے خزانے کے دو چوروں نے اغوا کر لیا تھا۔ جزیرہ کافی پیچھے رہ گیا۔ شام کے سائے سمندر پر پھیل گئے۔ سورج غروب ہو گیا۔ پھر رات کی سیاہی نے سمندر کو اپنی کالی چادر میں لے لیا۔ آسمان پر بیشمار ستارے نکل آئے۔ ناگ کی کشتی اب اپنے آپ مغرب کی طرف سمندری لہروں پر بہی چلی جا رہی تھی۔ لہریں بڑی پُرسکون تھیں۔ ہوا بڑے مزے سے چل رہی تھی۔ ناگ کشتی میں ٹیک لگائے لیٹا تھا ستاروں کو تک رہا تھا۔ پھر اس نے دور سمندر میں دیکھنے کی کوشش کی کہ شاید اغوا شدہ کشتی کا سفید بادبان دکھائی دے۔ لیکن سمندر پر اندھیرا زیادہ گہرا ہو گیا تھا۔ ناگ نے آنکھیں بند کر لیں۔ اب وہ دوسرے دن سورج کی روشنی میں کشتی کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔

رات ناگ نے کبھی جاگ کر اور کبھی سو کر گذار دی۔ صبح ہو گئی سورج نکل آیا۔ سمندر پر سنہری دھوپ پھیل گئی۔ ہر طرف روشنی ہو گئی۔ ناگ نے کشتی میں کھڑے ہو کر گہرا سانس لیا اور سفید عقاب بن کر ہوا میں اُڑ گیا۔ وہ سمندر کے اوپر مغرب کی طرف چلا جا رہا تھا۔ دور تک سمندر خالی

تھا۔ سوائے بڑی بڑی سمندری لہروں کے اور کوئی شے نظر نہ آتی تھی۔ کہیں کہیں کوئی شارک مچھلی ایک پل کے لئے اچھل کر لہروں سے اوپر آتی اور پھر واپس چلی جاتی۔

ناگ عقاب کی شکل میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔

اچانک اُسے سمندر میں دُور سفید سی چیز نظر آئی۔ عقاب نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ وہ سفید چیز بڑی ہوتی گئی پھر اس نے بادبان کی شکل اختیار کر لی۔ ناگ نے اسے پہچان لیا۔ یہ وہی بادبانی کشتی تھی۔ جسے ہرمز اور سنہری بالوں والی لڑکی سمیت اغوا کر لیا گیا تھا اور جس کی ناگ کو بڑی شدت سے تلاش تھی۔

تھوڑی دیر میں وہ کشتی کے اوپر پہنچ گیا۔ کشتی پر وہی دونوں چور موجود تھے۔ ایک بادبان کی رسّی کو کھینچ کر بانس سے باندھ رہا تھا اور دوسرا خنجر لئے بیٹھا ناریل کاٹ رہا تھا۔ دونوں کی شکلیں جلادوں سے ملتی جلتی تھیں۔ ہرمز اور سنہری بالوں والی لڑکی وہاں کہیں نہیں تھی۔ عقاب کشتی کے اوپر چکر لگانے لگا۔ ایک چور کی نگاہ اوپر اٹھ گئی۔ اس نے سفید عقاب کو دیکھا تو اپنے ساتھی سے کہا۔

"یہ سفید عقاب سمندر میں کہاں سے آ گیا؟ ادھر تو ایسا پرندہ کبھی دیکھنے میں نہیں آتا۔"

دوسرا چور ناریل کاٹتا ہوا رُک گیا اور آنکھیں اوپر اٹھا کر عقاب

کو تکنے لگا۔ ناگ بھی دیکھ رہا تھا کہ وہ اُسے دیکھ رہے ہیں۔ وہ اڑتا اڑتا
نیچے آیا اور بادبان کے بانس پر بیٹھ گیا۔ پہلا چور بولا۔

"اسے پکڑنا چاہئے۔ سفید عقاب بڑا مہنگا بکتا ہے۔"

دوسرا چور کہنے لگا۔

"میں نے تو سنا ہے کہ جو کوئی سفید عقاب کے کباب بنا کر
کھائے وہ کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ میں تو اس کے کباب بنا
کر کھاؤں گا۔"

پہلے چور نے کہا۔

"یار پہلے اسے قابو تو کر لینے دو۔ پھر بے شک کباب بھی
بنا لیں گے۔"

ناگ نے بھی ان کی گفتگو سن لی تھی۔ پہلے اس کا خیال تھا کہ وہ
ان لوگوں کے پنجرے میں پھنس جائے اور پھر رات کو سانپ بن کر
ہرمز اور سنہری بالوں والی لڑکی کو تلاش کرے۔ اب جو اُس نے
سنا کہ وہ اس کو ذبح کر کے اس کے کباب بنانے کا پروگرام بنا رہے
ہیں تو ناگ نے اپنا فیصلہ بدل لیا۔ دونوں چوروں نے عقاب کو پکڑنے
کے جتن کرنے شروع کر دیئے۔ انہوں نے عرشے پر گوشت کے چھوٹے
چھوٹے ٹکڑے پھیلا دیئے۔ مگر ناگ کچی گولیاں نہیں کھیلا تھا۔ ویسے بھی
وہ کوئی جانور تھوڑے تھا۔ جو ان کے فریب میں آ جاتا۔ وہ تو یہ سوچ
رہا تھا کہ لڑکی اور ہرمز کو ان چوروں نے کہیں قتل تو نہیں کر دیا۔

وہ ایکدم سے اڑ گیا۔ چور اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ عقاب سمندر
کے اوپر اڑتا اڑتا کشتی سے دور نکل گیا۔ پھر اس نے سمندر میں غوطہ
لگایا اور جونہی وہ پانی کے ساتھ ٹکرایا اس نے ایکدم سے سمندر میں
رہنے والے پانی کے سانپ کی شکل بدل لی۔ یہ ایک چھوٹا سا بھورے
رنگ کا پتلا سانپ تھا جو بڑی تیزی سے لہراتا ہوا سمندر کی لہروں پر
تیرتا کشتی کی طرف جا رہا تھا۔ اس سمندری سانپ کو کشتی پر بیٹھے ہوئے
چور نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ لہروں کے ساتھ لہر ہی لگ رہا تھا۔
کشتی کے قریب آ کر سمندری سانپ نے اپنا رخ کشتی کے پچھلے حصے
کی طرف موڑ لیا۔ پیندے کے پاس پہنچ کر سمندری سانپ اچھل کر کشتی
کی دیوار کے ساتھ چمٹ گیا اور پھر رینگتا ہوا اوپر چڑھ گیا۔ سانپ نے
اپنی گردن اوپر اٹھا کر دیکھا۔ دونوں چوروں میں سے کوئی بھی
اوپر نہیں تھا۔ یہ بادبانی کشتی جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے عام کشتی
سے بڑی اور جہاز سے بہت چھوٹی تھی۔ اس کے عرشے کے نیچے بھی ایک
کمرہ تھا۔ جہاں رسّی کی سیڑھی جاتی تھی۔ سانپ عرشے پر آ گیا اور
جنگلے کے ساتھ ساتھ رینگتے ہوئے اس جگہ پہنچا جہاں ایک چوکور سوراخ
کے اوپر لکڑی کا تختہ ذرا سا ہٹا ہوا تھا اور نیچے رسّی کی سیڑھی
لٹک رہی تھی۔

سانپ نے نیچے سے آتی آوازوں کو سننے کی کوشش کی کہ شاید

ہرمز یا سنہری لڑکی کی آواز سنائی دے۔ مگر نیچے سے کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک چور کی آواز آئی۔ وہ کچھ کھاتے ہوئے اپنے ساتھی چور کو پکار رہا تھا۔

"ارے ادھر آؤ۔ یہ ناریل کا پانی ان دونوں کو پلا دو۔ آخری بار ناریل کا پانی ہی پی لیں بے چارے۔"

ناگ کا ماتھا ٹھنکا۔ پھر رسّی کی سیڑھی ہلنے لگی۔ نیچے سے کوئی اوپر آرہا تھا۔ سمندری سانپ جلدی سے عرشے کے کونے میں پڑے ہوئے رسّوں کے گٹھے کے پیچھے چھپ گیا۔ اتنے میں عرشے کا تختہ نیچے سے کسی نے پرے کر دیا اور پھر پہلے ایک چور اوپر آیا۔ اس کے بعد ہرمز اور سنہری بالوں والی لڑکی کو اوپر لایا گیا۔ ان دونوں کے ہاتھ مضبوطی سے ان کے پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ آخر میں دوسرا چور باہر نکلا۔

دونوں چوروں کے ہاتھوں میں خم دار تیز دھار والے بڑے خنجر تھے۔ کشتی کھلے سمندر کی بڑی بڑی ہیبت ناک موجوں پر تیرتی جا رہی تھی۔ ایک چور نے لکڑی کا ایک تختہ جنگلے پر ڈال دیا اور پھر ہرمز اور سنہری لڑکی کو اس تختے پر کھڑا کیا اور چلنے کا حکم دیا۔ اس تختے پر چلنے کا مطلب یہ تھا کہ چھ قدم چلنے کے بعد وہ سمندر میں گر جاتے اور بپھری ہوئی سمندری موجیں انہیں نگل جاتیں یہ قیدیوں کو مارنے کا پرانا طریقہ تھا۔ بحری ڈاکو اپنے

دشمنوں کو اسی طرح ہلاک کیا کرتے تھے۔

ہرمز بے چارے کا موت کے خوف سے بُرا حال ہو رہا تھا۔ سنہری لڑکی بھی ڈر کے مارے کانپ رہی تھی۔ موت سامنے سمندر میں منہ کھولے کھڑی تھی۔ وہاں انہیں بچانے والا کوئی بھی نہیں تھا۔ دونوں چور خنجر لئے ان کے پیچھے کھڑے تھے۔ اگر وہ ان کا حکم نہیں مانتے تو خنجر اُن کے سینوں میں اتر جاتے ہیں اور اگر تختے پر آگے جاتے ہیں اور سمندر میں خونخوار جبڑوں والی شارک مچھلیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ایک چور نے حکم دیا۔

"چلو۔ آگے چلو۔ میں دس گنوں گا۔ اگر تم سمندر میں نہ کودے تو یہ تیز خنجر تمہاری گردنوں میں گھونپ دیئے جائیں گے اور پھر تمہاری لاشیں سمندری شارکوں کا تر نوالہ بن جائیں گی۔"

چور نے گنتی کرنی شروع کر دی۔

ناگ سمندری سانپ کے روپ میں ابھی تک یہ سارا بھیانک تماشہ دیکھ رہا تھا۔ ہرمز سب سے آگے تھا۔ اس کے پاؤں ابھی تک تختے پر جمے ہوئے تھے۔ سنہری بالوں والی لڑکی اس کے پیچھے تھی۔ وہ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل رہی تھی۔ چور کی گنتی آٹھ تک پہنچ چکی تھی۔ معاملہ بڑا نازک تھا۔ ناگ رسّے کے گٹھوں سے

باہر نکل آیا۔ وہ عرشے کے تختے پر رینگتا ہوا اس چور کی طرف
بڑھا جو گنتی گن رہا تھا۔ دوسرا چور خنجر لئے بالکل تیار کھڑا تھا
کہ جونہی دس کی گنتی پوری ہو تو وہ لڑکی کی پیٹھ میں خنجر گھونپ
کر اسے ہلاک کردے اور اس کے بعد ہرمز کو سمندر میں دھکا
دے دے۔

گنتی نو تک پہنچی تو سمندری سانپ گنتی کرنے والے چور کے
پیچھے پہنچ چکا تھا۔ ابھی چور کے منہ سے دس کا لفظ نہیں نکلا تھا
کہ اُسے اپنی پنڈلی پر چبھن سی محسوس ہوئی اور اس کے ساتھ ہی
اس کا حلق خشک ہو گیا اور اس کی آواز بند ہو گئی۔ اس نے
دس کا لفظ بولنے کی بہت کوشش کی مگر اس کے گلے سے آواز
نہ نکل سکی۔ سانپ کے زہر نے اس کا گلا بند کر دیا تھا۔ دوسرے
چور کا منہ سمندر کی طرف تھا۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ اس کا ساتھی
نو کے ہندسے پر آکر رُک کیوں گیا ہے۔ وہ دس کا لفظ کیوں
نہیں ادا کر رہا۔ اس نے مڑ کے پیچھے دیکھا کہ معاملہ کیا ہے۔

اس کے پیچھے معاملہ یہ تھا کہ اس کا ساتھی کھڑے کھڑے
پتھر ہو گیا تھا۔ سمندری سانپ کے زہر نے اس کے جسم میں خون
کو جما کر اس کے جسم کو پتھر کی طرح سخت بنا دیا تھا اور وہ
جس حالت میں کھڑا تھا مرنے کے بعد بھی ویسا ہی کھڑا رہ گیا تھا
دوسرے چور نے سمجھا کہ شاید اس کا ساتھی سو گیا ہے۔ مگر یہ کیسے

ہو سکتا تھا۔ اس نے قریب جاکر اپنے ساتھی کے کندھے پر
ہاتھ رکھا ہی تھا کہ وہ دھڑام سے پتھر کے بُت کی طرح عرشے
پر گر پڑا اور پتھر کے بت کی طرح اس کا جسم ٹوٹ کر کرچی
کرچی ہو گیا۔ دہشت کے مارے دوسرے چور کے منہ سے
چیخ نکل گئی۔ اس نے آج تک کسی انسانی لاش کو اس طرح
ٹوٹ کر بکھرتے نہیں دیکھا تھا۔ چور کی چیخ کی آواز سن کر ہرمز
اور سنہری لڑکی نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ ایک چور کی لاش ٹکڑے
ٹکڑے ہو کر عرشے پر کانچ کے ٹکڑوں کی طرح بکھری ہوئی تھی
اور دوسرا چور پھٹی پھٹی سہمی ہوئی آنکھوں سے لاش
کو تک رہا تھا۔ اُن دونوں کے ہاتھ بندھے تھے۔ چور کے ہاتھ
میں ابھی تک خنجر تھا۔ وہ چور کی طرف بڑھے ہی تھے کہ وہ ہوشیار
ہو گیا اور خنجر لہراتا ہوا ان کی طرف بڑھا۔

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تمہاری وجہ سے
میرا دوست بھیانک موت مر گیا۔"

جونہی وہ خنجر لہراتا ہرمز اور لڑکی کی طرف بڑھا سمندری سانپ
یعنی ناگ بھی حرکت میں آ گیا۔ وہ گٹھے کے پیچھے سے اچھلا اور
چھلانگ لگا کر ہوا میں اڑتا ہوا دوسرے چور کی گردن سے چمٹ
گیا اور ایک سیکنڈ میں اسے بھی ڈسا اور پھر تیزی سے رینگتا
ہوا سمندر میں کود گیا۔ ہرمز اور لڑکی نے سانپ کو دیکھ لیا

تھا۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ دوسرا چور بھی ویسے ہی اپنی جگہ پر
رُک گیا۔ اس کا بھی گلا بند ہوگیا۔ دوڑنے کے لئے اس نے
ایک ہاتھ اوپر اٹھایا۔ ایک پاؤں آگے بڑھایا۔ مگر اس کے بعد
وہ ایک انچ نہ ہل سکا۔ یہ اس کی زندگی کی آخری حرکت تھی
وہ پتھر کا بت بن چکا تھا۔ ہرمز اور لڑکی نے ایک دوسرے کو
دیکھا۔ پھر ایک دوسرے کی طرف پیٹھ کرکے انہوں نے ایک
دوسرے کے ہاتھوں کی رسّیاں کھول ڈالیں۔

"یہ سانپ کہاں سے آگیا؟" ہرمز نے کہا۔

لڑکی بولی۔

"سمندری سانپ تھا۔ تیر کر کشتی میں آگیا ہوگا۔ خدا
نے اسے ہماری مدد کے لئے بھیجا تھا۔ اس کا زہر بڑا
خطرناک ہوتا ہے۔ ہمارے سمندر میں اس قسم کے سانپ
اکثر پائے جاتے ہیں کہ جن کے ڈسنے سے انسان کا
جسم پتھر بن جاتا ہے۔"

اور پھر سنہری لڑکی نے آگے بڑھ کر دوسرے چور کی کھڑی
لاش کو ذرا سا ٹھوکا دیا۔ لاش عرشے پر گری اور اپنے ساتھی
چور کی طرح گرتے ہی کانچ کے ٹکڑوں کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر
بکھر گئی۔ ہرمز ایسی دہشت ناک موت سے اور زیادہ خوف
زدہ ہوگیا تھا۔ لڑکی نے کہا۔

"اس طرح کھڑے رہنے سے کیا ہوگا۔ جلدی سے
بادبان کا رُخ موڑو تاکہ پیچھے جزیرے پر جاکر اپنے
ساتھی ناگ کا پتہ کریں۔ وہ ہمارا خزانہ لئے وہیں
ہوگا۔"

ہرمز نے کہا۔

"خدا خیر کرے۔ جزیرے پر تو خونخوار بلا ڈائنا سورس
نے تباہی مچا رکھی تھی۔"

"کچھ بھی ہو ہمیں واپس جاکر ناگ کو لانا ہوگا یہ اس
کی زندگی اور ہمارے خاندانی خزانے کا سوال ہے۔
جلدی سے بادبان کا رُخ موڑو۔"

ہرمز نے کشتی کا رخ جزیرے کی طرف کر دیا۔ وہ بھی یہی چاہتا تھا
کہ ناگ سے ملا جائے۔ کیونکہ ناگ کے بغیر وہ اپنی بیوی کو تلاش نہیں
کر سکتا تھا۔ بادبانی کشتی جزیرے کی طرف جا رہی تھی۔ دوسری
طرف ناگ جب سانپ کی شکل میں سمندر میں گرا تو پانی کی سطح
تک پہنچتے ہی وہ پھر سے سفید عقاب بن کر ہوا میں پرواز کر گیا
وہ واپس اپنی کشتی میں جاکر خزانہ ساتھ لے کر ہرمز اور سنہری لڑکی
سے ملنا چاہتا تھا۔ اس خیال سے وہ مطمئن تھا کہ اب سمندر میں ان
لوگوں کو کوئی خطرہ نہیں۔

کوکلاں جادوگر

ناگ سمندر میں اپنی چھوٹی کشتی کو تلاش کر رہا تھا۔
وہ سفید عقاب کی شکل میں سمندر کے اوپر پرواز کرتا چاروں
طرف تیز نظروں سے تک رہا تھا۔ آخر دُور اسے اپنی کشتی نظر آگئی
وہ سمندر کی موجوں پر بہی جا رہی تھی۔ ناگ کشتی میں اتر گیا اور پھر
سے انسان کی شکل میں آکر بادبانی کشتی کی طرف چلانے لگا دوسری
طرف سے بادبانی کشتی بھی ناگ کی طرف بڑھی چلی آ رہی تھی۔ آخر
دونوں ایک جگہ مل گئے۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر بڑے خوش
ہوئے۔ خزانے کو دیکھ کر سنہری لڑکی خوشی سے جھوم اٹھی۔ خزانے کے
صندوق کو بڑی کشتی پر لادا گیا۔ چھوٹی کشتی سمندر میں چھوڑ دی گئی۔
سنہری لڑکی بادبانی کشتی کو لے کر ایک دن کا سفر طے کرنے
کے بعد اپنے جزیرے میں آگئی۔ یہ کافی بڑا جزیرہ تھا اور آبادی
بھی کافی تھی۔ سنہری لڑکی ناگ اور ہرمز کو اپنے پرانے محل نما
مکان میں لے گئی۔ وہاں وہ سات روز تک مہمان رکھا۔ ان
کی بڑی خدمت کی۔ اپنے بھائی سے ملایا۔ ہرمز کی صحت بھی

ٹھیک ہو گئی۔ جب ایک ہفتہ گذر گیا تو ہرمز نے ناگ سے
کہا کہ وہ اپنی بیوی کو تلاش کرنا چاہتا ہے اس لئے اب انہیں
وہاں سے نکل جانا چاہیے۔

" میں اپنی بیوی کے بغیر سخت پریشان ہوں۔ تم تو
جانتے ہو کہ وہ خرطوم کے جادوگر کی قید میں ہے اور
اس پر جادوگر نے طلسم کر رکھا ہے۔ خدا جانے وہ کس
حال میں ہے "

ناگ نے کہا۔

" فکر نہ کرو۔ ہم کل ہی یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔
میں نے ایک روز پہلے سنہری لڑکی سے بات کی تھی۔
اس نے بتایا ہے کہ شمالی افریقہ کو جانے والا جہاز
کل یہاں سے روانہ ہو گا ہم اسی میں سفر کریں گے "

ہرمز بڑا خوش ہوا۔ پھر ناگ سے کہنے لگا۔

" بھائی! میں سوچتا ہوں کہ اگر عین وقت پر سانپ
آکر ہماری مدد نہ کرتا تو خزانے کے چوروں نے
ہمیں سمندر میں پھینک دیا تھا۔ ناگ بھائی کیا سمندری
سانپ کشتیوں میں آ جاتے ہیں؟ میں نے تو ایسا
واقعہ پہلے کبھی نہیں سُنا "

ناگ اُسے کیا جواب دیتا۔ کیونکہ ابھی تک ناگ نے ہرمز پر

اپنی خفیہ طاقت ظاہر نہیں کی تھی۔ وہ ظاہر کرنا بھی نہیں چاہتا
تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھا کہ جن کے پاس کوئی طاقت
یا دولت آجائے تو جگہ جگہ اس کا ذکر کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔
ناگ تو بڑا سنجیدہ نوجوان تھا۔ اور سمندر پی کر بھی خاموش
رہنے والا انسان تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہرمز نے سانپ
کی تعریف کی تو ناگ نے اسے بالکل نہ کہا کہ سانپ کی شکل
میں خود اس نے اُن کی جان بچائی ہے۔

دوسرے روز وہ ایک عرب بادبانی جہاز پر سوار ہوئے اور
شمالی افریقہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ سنہری بالوں والی لڑکی اور
اس کا بھائی انہیں چھوڑنے بندرگاہ تک آئے تھے۔ جب تک
جہاز ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا وہ بندرگاہ پر ہی
کھڑے رہے۔ ناگ نے اُن کے خزانے سے ایک پائی تک
نہیں لی تھی۔ سنہری لڑکی نے اُسے بہت کچھ دینا چاہا تھا۔ مگر
ناگ کی خودداری نے گوارا نہ کیا کہ وہ ایک لڑکی سے
راستے کے اخراجات کے لئے رقم لے۔ اس کے علاوہ اس
کے پاس ابھی چاندی کے کچھ ٹکڑے موجود تھے۔ اس سارے تماشہ
میں ناگ کو اگر افسوس تھا تو اس بات کا کہ وہ تو عنبر اور ماریا کی تلاش میں نکلا تھا
کہ راستہ میں کن بلاؤں سے واسطہ پڑ گیا لیکن اس کے ساتھ خوش بھی تھا کہ چلو
میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دو انسانوں کو نئی زندگی دی۔ اگر میں کسی نہ کسی

طرح اس جزیرے میں نہ پہنچتا تو ہرمز اور لڑکی دونوں ختم ہو چکے ہوتے۔
اب اُسے ایک ہی سوچ تھی کہ وہ جلد از جلد ہرمز کی بیوی کو جادو کے
طلسم سے آزاد کروائے اور عنبر، ماریا کی تلاش میں سپین چلا جائے۔

عرب سمندری جہاز بڑے سکون کے ساتھ شمالی افریقہ کی
طرف سفر طے کر رہا تھا۔ جہاز میں زیادہ تر افریقہ کے حبشی مسافر تھے
کچھ عرب اور مصری مسلمان بھی تھے۔ یہ مسلمان تاجروں کا جہاز تھا
اور مسافر بھی زیادہ مسلمان تھے۔ صبح شام جہاز پر اذان دی جاتی
اور مسلمان نماز پڑھتے۔ ناگ بھی مسلمان ہو چکا تھا اور اس نے
ایک ہزار سال پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس لئے وہ بھی
ان کے ساتھ ہی نماز ادا کرتا۔ ہرمز پارسی تھا۔ وہ اپنے طریقے
پر عبادت کرتا۔

جزیرے سے افریقہ کے ساحل تک کا فاصلہ زیادہ لمبا نہیں
تھا۔ سمندری جہاز چھٹے روز شمالی افریقہ کی بندرگاہ سے جا لگا۔
یہاں سے وہ خرطوم کے شہر کی جانب روانہ ہو گئے۔ آج سے
دو سو برس پہلے خرطوم کا شہر اسلامی تہذیب کا مرکز تھا۔ اور
مسلمان تاجر یہاں سوداگری کرنے دُور دُور سے آتے تھے عیسائی
پارسی اور دوسرے مذہبوں کے لوگ بھی یہاں آباد تھے۔ بڑا صاف

ستھرا گنجان اور خوبصورت مشرقی شہر تھا۔ حبشی مسلمان بڑے محنتی اور دیانت دار تھے۔ ہرمز اور ناگ ایک سرائے میں جا کر ٹھہر گئے۔

اب انہیں اس جادوگر کو ڈھونڈنا تھا۔ جو خرطوم شہر میں کہیں ایک سوداگر کے بھیس میں رہتا تھا اور جس نے ہرمز کی بیوی تاج پر ظلم کر کے اُسے قید کر رکھا تھا۔ دو تین روز دونوں خرطوم شہر کی آوارہ گردی کرتے رہے۔ انہوں نے ایسے سوداگر کا ہر جگہ پتہ کیا جو جادو بھی جانتا تھا۔ لیکن کسی نے کچھ نہ بتایا۔ کسی کو کچھ معلوم بھی نہیں تھا۔ چوتھے روز ناگ نے ہرمز سے کہا۔

"تم سرائے میں ٹھہرو۔ میں شہر سے باہر کی بستی میں جا کر سراغ رسانی کرتا ہوں۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔" ہرمز نے کہا۔

"ابھی تمہارے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں پہلے مجھے پتہ لگا لینے دو۔"

صبح صبح ناگ خرطوم شہر سے دُور ایک بستی میں چلا گیا۔ یہاں کچھ ایسے امیر حبشی رہتے تھے۔ جن کے پھلوں کے باغات تھے۔ ناگ ایک باغ میں آیا اور سوڈانی مزدور سے کہا کہ وہ بھی مصر کا رہنے والا عرب ہے اور یہاں کام کی تلاش میں آیا ہے۔ سوڈانی مزدور نے کہا۔

"تم شکل صورت سے اچھے خاندان کے لگتے ہو یہاں

کی سخت مزدوری تم سے نہیں ہو سکے گی۔"

ناگ بولا۔

"پھر کیا کروں۔ میں کوئی کام کر کے روزی کمانا چاہتا ہوں۔"

سوڈانی مزدور نے کہا۔

"تم سامنے والی پہاڑی کی جھیل کی طرف جاؤ وہاں ایک سوڈانی امیر کا محل ہے۔ اس کا ہیرے جواہرات کا کاروبار ہے اور اس کے محل میں بڑے ملازم کام کرتے ہیں۔ شاید تمہیں بھی وہاں کوئی اچھا سا کام مل جائے۔"

ناگ نے یونہی پوچھ لیا۔

"کیا اس سوڈانی امیر کے پاس کوئی جادوگر بھی رہتا ہے؟"

سوڈانی مزدور نے کہا۔

"شی! آہستہ بات کرو۔"

"کیوں کیا بات ہے بھائی؟" ناگ نے سرگوشی میں کہا۔

سوڈانی مزدور بولا۔

"بات یہ ہے کہ اس سوڈانی امیر کی شہرت سوڈان میں اچھی نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بڑا زبردست جادوگر ہے اور اس کے پاس کوہ قاف سے جن اور چڑیلیں آتی ہیں۔"

بس ناگ کے لئے اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ اب تو وہ سوڈانی

امیر کے محل میں اڑ کر پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے سوڈانی مزدور سے کہا۔

"نہیں بھائی۔ میں ایسے جادوگر کے پاس ملازمت نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر میں اپنے ہاں ہی تمہارے لئے نوکری کا بندوبست کرتا ہوں۔"

"نہیں بھائی شکریہ! میں نے ارادہ بدل لیا ہے اب میں کوئی اور کام کروں گا۔"

اور یہ کہہ کر ناگ وہاں سے چل دیا۔ وہ سیدھا واپس سرائے میں آیا اور ہرمز کو ساری بات بتا کر بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ یہی وہ جادوگر ہے جس کے قبضے میں تمہاری بیوی ہے۔"

ہرمز نے بے تاب ہو کر کہا۔

"خدا کے لئے میری بیوی کو اس جادوگر کی قید سے رہائی دلاؤ۔ میں تمہارا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گا۔"

"ہرمز بھائی صبر کرو۔ تھوڑا صبر کرو۔ میں اسی کام کے لئے تو اتنی تکلیفیں اٹھا کر یہاں آیا ہوں۔ لیکن ہمیں بڑی سمجھ داری سے کام لینا ہوگا۔"

"میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

اپنی بیوی کا سن کر کہ اس کا سراغ مل گیا ہے۔ ہرمز بے چین اور بےتاب

بھی ہو گیا تھا۔ مگر ناگ اُسے ساتھ لے جانے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ وہ پہلے خود جا کر حالات کو دیکھنا چاہتا تھا اور یہ تسلی بھی کر لینا چاہتا تھا کہ ہرمز کی بیوی وہاں اگر ہے تو کس حال میں ہے؟ اور اس کی کس طریقے سے مدد کی جا سکتی ہے۔ اس نے ہرمز سے کہا۔

"نہیں بھائی۔ تمہیں میرے ساتھ جانے کی ابھی ضرورت نہیں۔ پہلے مجھے اکیلا وہاں جا کر حالات کا جائزہ لینے دو۔"

ہرمز نے خدشہ ظاہر کیا۔

"کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جائزہ لیتے رہ جاؤ۔ اور وہ جادوگر میری بیوی کو کسی دوسری جگہ پہنچا دے۔"

ناگ بولا۔

"نہیں۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

"تم بھلا ایک جادوگر کا کیسے مقابلہ کر سکو گے۔"

"یہ تم نہیں جانتے کہ میں کس طرح سے ایک جادوگر کا مقابلہ کر سکوں گا۔ کیا میں نے جزیرے میں اتنی خوفناک بلا ڈائنا سورس کا اکیلے مقابلہ نہیں کیا؟"

"ہاں یہ تو ہے۔" ہرمز شرمسار ہو کر بولا۔

"تو پھر میں اس جادوگر کا مقابلہ بھی کر لوں گا۔ انسان کے دماغ میں عقل ہونی ضروری ہے۔ پھر وہ ہر مصیبت کا مقابلہ

کر سکتا ہے۔ اب میں جاتا ہوں۔ تم اسی سرائے میں رہ کر
میرا انتظار کرنا۔ خبردار یہاں سے ہرگز ہرگز کسی دوسری
جگہ مت جانا۔"

"نہیں ناگ بھائی۔ میں اس سرائے میں رہوں گا۔"

ناگ نے جاتے جاتے سرائے کے حبشی مالک کو کہہ دیا کہ اس کا
بھائی ہرگز سرائے میں رہے گا۔ اسے جس چیز کی ضرورت ہو
فوراً مہیا کر دی جائے۔

"اس کی ساری رقم میں خود ادا کروں گا۔"

ناگ نے سرائے کے مالک کو چاندی کا ایک قیمتی "ٹکڑا" پیشگی بھی
دیا۔ سرائے والا بڑا خوش ہوا۔ بولا۔

"جناب آپ بالکل فکر نہ کریں۔ آپ کے بھائی کو
یہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔"

سوڈانی تاجر جادوگر کا چھوٹا سا پراسرار محل پہاڑیوں میں شہر
سے باہر جھیل کنارے واقع تھا۔ ناگ ایک ایسے غریب الوطن
نوجوان کے بھیس میں وہاں گیا جس کو نوکری کی تلاش تھی۔ محل
کے اردگرد پرانے شاہی محل کی طرح ایک گہری کھائی بنائی گئی
تھی جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ محل کے دروازے تک ایک
پل عبور کر کے جانا پڑتا تھا جو کھائی کے اوپر بنایا گیا تھا۔
دروازے پر دائیں بائیں دو حبشی غلام پہرہ دے رہے تھے

پل سے ہو کر ناگ دروازے پر پہنچا تو پہرے دار حبشی نے پوچھا کہ وہ
کون ہے اور کس سے ملنا چاہتا ہے۔ ناگ نے کہا۔

"میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ کبھی اپنے باپ کے ساتھ سوداگری
کرتا تھا۔ ہمارا تجارت کے مال سے لدا ہوا جہاز سمندر میں
غرق ہو گیا۔ میرا باپ بھی سمندر میں ڈوب گیا۔ اب میں
دنیا میں اکیلا ہوں چاہتا ہوں یہاں کوئی چھوٹا موٹا کام
مل جائے۔ تو زندگی کے دن پورے کر لوں۔"

حبشی پہرے دار نے دوسرے پہرے دار کو دیکھا۔

"کیا خیال ہے؟"

دوسرے پہرے دار نے کہا کہ اسے محل کے داروغے تک پہنچا دیا جائے
شاید بے چارے کو کوئی کام مل جائے۔ پہرے دار نے ایک نوکر ناگ
کے ساتھ کر دیا۔ محل کے داروغے کی بارہ دری محل کے باغ کے
کونے میں تھی۔ وہ اپنی بارہ دری میں تہہ خانے کی سیڑھیوں کے
قریب آرام کرسی پر بیٹھا تھا اور دو حبشی نوکر اس کی پنڈلیاں دبا رہے
تھے۔ "کون ہو تم؟" اس نے ناگ کو دیکھتے ہی رُعب سے پوچھا
ناگ نے بڑے ادب اور عاجزی سے سلام کیا اور سارا حال بیان کیا
داروغے نے کہا۔

"جاؤ مال گودام میں جا کر مال کی بوریاں درست کرو۔"

"شکریہ جناب۔"

ناگ نے جھک کر شکریہ ادا کیا اور نوکر اسے مال گودام میں لے آیا۔

"تم خوش قسمت ہو جو داروغہ نے تمہیں کام دے دیا نہیں
تو وہ کسی کو یہاں نہیں لگنے دیتا۔"

مال گدام کالی مرچ اور الائچی کی بوریوں سے بھرا ہوا تھا۔ دوسری طرف
خشک پھلوں کے ڈھیر لگے تھے۔ ناگ دن بھر یہاں کام کرتا رہا۔ رات
کو وہ اپنے گھر والوں سے ملنے کا بہانہ کر کے شہر میں ہرمز کے پاس آیا۔
اور اُسے سارا ماجرا بیان کیا۔

"میں دو ایک روز میں تمہاری بیوی تاج کا پتہ لگا لوں گا
تم فکر نہ کرنا۔"

رات ناگ نے سوڈانی جادوگر کے محل کے نوکر خانے میں بسر کی۔
اس کے دل میں خیال آیا کہ آدھی رات کو چوری چوری محل کا چکر لگائے
اور حالات معلوم کرنے کی کوشش کرے لیکن کچھ سوچ کر اُس نے
ایسا نہ کیا اور سو گیا۔ صبح اٹھ کر اس نے دوسرے نوکروں کے ساتھ
ناشتہ کیا اور کام شروع کر دیا۔ گودام میں اس کے ساتھ ایک مصری
مسلمان مزدور بھی کام کر رہا تھا۔ ناگ نے اس سے باتیں شروع کر دیں
وہ جادو اور ٹونے کی باتیں کرنے لگا مصری مزدور نے آہستہ سے کہا۔

"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ اس محل میں جادو کی بات کرنے
کی مناہی ہے۔ اگر نوکری عزیز ہے تو آئندہ کبھی جادو ٹونے
کی بات نہ کرنا۔"

ناگ خاموش ہو گیا۔ خدا جانے کہیں یہ ہی سوڈانی جادوگر کا جاسوس
نہ ہو۔ صرف ایک سوال کا ناگ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا کہ
اتنے امیر سوداگر کو کیا پڑی ہے کہ وہ جادو ٹونے اور طلسم کے
پیچھے بھاگتا پھرے اور پھر ایک عورت پر طلسم کر کے اسے گھر
میں ڈال لے ؟ اس سوال کا وہ کھوج لگانا چاہتا تھا۔ ہرمز کی
بیوی بھی اُسے نوکرانیوں اور کنیزوں میں ابھی تک دکھائی نہیں
دی تھی۔ وہ کسی سے اُس کے بارے میں پوچھنا بھی نہیں چاہتا
تھا۔ کہ کہیں کسی کو اُس پر شک نہ پڑ جائے۔ اتفاق سے
وہاں ایک ایسا حادثہ ہو گیا کہ جس کی وجہ سے ناگ کو طلسمی
سوداگر کے قریب جانے کا بڑا قیمتی موقع مل گیا۔

سوڈان کے پہاڑی علاقے میں بڑے زہریلے سانپ ہوتے
ہیں سوڈانی سوداگر کی بیٹی محل کے باغ میں شام کے وقت سیر
کرتے کرتے ندی کی جھاڑیوں کے پاس گئی تو اچانک ایک کالے
سانپ نے اس کی پنڈلی پر ڈس دیا۔ محل میں شور مچ گیا۔ سوداگر
نے اپنی بچی کو بچانے کے لاکھ جتن کئے طلسم کیا۔ دم جھاڑا کیا
مگر بیٹی کی حالت خراب ہوتی گئی۔ ناگ نے جب سنا کہ سوداگر
کی بیٹی کو سانپ نے ڈس دیا ہے تو وہ داروغے کے پاس جا کر
کہنے لگا

"مجھے سوداگر کے پاس لے چلو۔ میں اس کی بیٹی کا

علاج کروں گا۔ مجھے سانپ کے کاٹے کا منتر آتا ہے۔"

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ داروغہ اپنی شان بنانے کی خاطر ناگ کو سوداگر کی شاہی خواب گاہ میں لے گیا۔ بڑے بڑے قیمتی قالین بچھے تھے۔ مخمل کے پردے لٹک رہے تھے۔ سوداگر پریشان بیٹھا تھا۔ پلنگ پر اس کی بیٹی زندگی کے آخری سانس لے رہی تھی۔ ناگ نے قریب جاکر لڑکی کو دیکھا۔ یہ افریقہ کے سبز سانپ کا زہر تھا۔ جو اس کے جسم میں پوری طرح پھیل چکا تھا۔ سوداگر نے ناگ کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ بھلا جہاں اس کا جادو، طلسم اور ہر قسم کا علاج ناکام رہا ہو۔ وہاں ایک معمولی نوکر کیا کر سکتا تھا۔

سوداگر کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ اپنی بیٹی کے سرہانے اداس بیٹھا تھا۔ ناگ نے کہا۔

"غم نہ کریں۔ خدا سے دعا مانگیں۔ میں بھی کوشش کرکے دیکھ لیتا ہوں۔"

سوداگر نے ناگ کی طرف آنسو بھری آنکھیں اٹھا کر کہا۔

"تم کیا کرو گے بیٹا۔ اب کام ختم ہو چکا ہے۔"

ناگ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ صرف اتنا کہا۔

"آپ ذرا پلنگ سے پرے ہٹ کر بیٹھ جائیں کیونکہ میں ایک منتر پڑھنے لگا ہوں۔"

"منتر پڑھنے سے کیا کوئی جن آئے گا یہاں؟"

"جن تو نہیں آئے گا لیکن وہ سانپ ضرور آئے گا جس نے آپ کی بیٹی کو کاٹا ہے۔"

اس جواب پر سوداگر حیران ہو کر ناگ کو تکنے لگا۔

"وہ ــــ وہ سانپ یہاں آکر کیا کرے گا؟"

ناگ نے کہا۔

"آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ صرف آپ ذرا پرے ہٹ کر بیٹھ جائیں۔"

سوداگر پلنگ سے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ ناگ نے آنکھیں بند کرکے اس سانپ کو خاموش آواز سے سگنل دیا جس نے لڑکی کو ڈسا تھا۔ یہ سبز زہریلا سانپ سوداگر کی بیٹی کو ڈسنے کے بعد بڑے مزے سے باغ کی جھاڑیوں میں آرام کر رہا تھا کہ اس کے جسم سے ایک سگنل ٹکرایا۔ ایسے سگنل سالوں بعد کہیں ملا کرتے ہیں۔ سبز ناگ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ناگ اسے کہہ رہا تھا۔

"فوراً میرے پاس آجاؤ۔"

سبز سانپ کی بھلا یہ مجال کہاں تھی کہ عظیم ناگ دیوتا کے حکم کو ٹال سکتا۔ بجلی کی طرح اٹھا اور جھاڑیوں سے نکل سوداگر کے محل کی طرف چل پڑا۔ سوداگر چپ چاپ کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کی بیٹی بے ہوش پڑی تھی۔ اور اس کے آخری سانس چل رہے تھے ناگ

اس کے سرہانے آنکھیں کھولے خاموش کھڑا تھا۔
اتنے میں سوداگر نے ایک پھنکار کی آواز سُنی۔ یہ سانپ کی پُھنکار تھی۔ اس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ خوف سے وہ سہم سا گیا۔ خواب گاہ میں شمع دان روشن تھا۔ ہر شے صاف نظر آ رہی تھی۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک سبز رنگ کا پانچ فٹ لمبا سانپ دروازے کی دہلیز پر سے ہو کر اندر آ رہا ہے۔ سوداگر دہشت زدہ ہو گیا۔ سانپ آہستہ آہستہ رینگتا ناگ کے قدموں کے قریب آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور سر جُھکا کر بولا۔

"میں جانتا ہوں آپ نے مجھے کس لئے بلایا ہے عظیم ناگ!"

ناگ نے خاموش آواز میں کہا۔

"تو پھر میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس لڑکی کے جسم میں ڈالا ہوا اپنا سارا زہر واپس لے لو۔"

"جو حکم حضور!"

اور سانپ رینگتا رینگتا پلنگ پر چڑھ گیا۔ پھر اس نے دم توڑتی لڑکی کی پنڈلی پر اس جگہ منہ پر رکھ دیا جہاں اسے ڈسا گیا تھا۔ لڑکی کا باپ اور دو کنیزیں سہمی کھڑی یہ عجیب و غریب تماشہ دیکھ رہی تھیں۔ سانپ نے لڑکی کے جسم سے زہر نکالنا شروع کر دیا۔ جب لڑکی کے بدن سے سارا زہر نکل گیا تو لڑکی نے آنکھیں کھول دیں۔ اور اپنے باپ کی طرف مسکرا کر

دیکھا۔ باپ نے بیٹی کو گلے لگا لیا اور خوشی کے آنسو رونے لگا۔ سانپ ناگ کے حکم سے واپس جا چکا تھا۔ لڑکی کے باپ نے ناگ سے کہا۔

"میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

ناگ نے کہا۔

"مَیں کیا چاہتا ہوں۔ یہ میں تنہائی میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔"

"آؤ میرے ساتھ"

اور سوداگر ناگ کو ساتھ لے کر باہر بالکونی میں آ گیا جس کے نیچے سنگتروں کے باغ دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں آ کر سوداگر نے پوچھا۔

"اب بتاؤ تم کیا انعام چاہتے ہو؟"

ناگ نے کہا۔

"میں نے سنا ہے کہ ایک شامی عورت جس کا نام تاج ہے اور جو ہرمز کی بیوی ہے تمہارے پاس ہے اور تم نے اس پر طلسم کر رکھا ہے۔ بس مجھے وہ عورت چاہیے تاکہ میں اُسے اس کے خاوند کے حوالے کر کے آگے روانہ ہو سکوں۔"

سوڈانی سوداگر کا رنگ اتر گیا۔ وہ سر جھکائے کچھ دیر سمندر

کی لہروں کو تکتا رہا۔ پھر بولا۔

"ہرمز کی بیوی میرے پاس تھی۔ میں نے اُسے ایک ہزار اشرفیاں دے کر خریدا تھا۔ لیکن کوکلاں جادوگر اسے مجھ سے لے گیا۔ اس نے کہا تھا کہ میں یہ بات کسی کو نہ بتاؤں۔ لیکن تم نے میری بیٹی کی جان بچائی ہے اور میں نے تم سے انعام کا وعدہ کیا تھا۔ اب خدا جانے کوکلاں جادوگر میرا کیا حشر کرے۔"

ناگ نے پوچھا۔

"کوکلاں جادوگر کہاں رہتا ہے؟"

سوداگر بولا۔

"یہاں سے دور جنگل میں ایک غار ہے وہ اس غار کے اندر رہتا ہے۔ مگر میں تمہیں نصیحت کروں گا کہ تم وہاں مت جانا۔ وہ بڑا زبردست جادوگر ہے اور انسان کو ایک پل میں زمین کے اندر غرق کر دیتا ہے۔ اس سے افریقہ کے سارے جادوگر ڈرتے ہیں۔"

ناگ نے کہا۔

"تمہارا شکریہ! اب میں کوکلاں جادوگر کی تلاش میں جاتا ہوں۔ اور ہاں۔ تم بے فکر رہنا۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ میں انشاءاللہ اسے ہلاک کر کے

اور ہرمز کی بیوی کو واپس لے کے آؤں گا۔"

سوداگر نے خشک سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"خدا تمہاری حفاظت کرے۔"

دوسرے روز ناگ نے ہرمز کو جا کر ساری کہانی سنائی اور کہا کہ اب وہ کوکلاں جادوگر سے اس کی بیوی کو آزاد کرانے جا رہا ہے۔ ہرمز پریشان ہو گیا۔

"ناگ بھائی! کیا تم اتنے بڑے جادوگر کا مقابلہ کر سکو گے؟"

ناگ مسکرایا۔

"کوشش کروں گا۔"

دوپہر کے بعد ناگ کوکلاں جادوگر کے غار کی طرف روانہ ہو گیا۔ سوڈان کے جنگل اور میدان بڑے گرم تھے۔ دھوپ بڑی تیز تھی۔ ناگ نے یہ راستہ کچھ پیدل طے کیا اور پھر وہ سفید عقاب بن کر اڑنے لگا۔ سوداگر کی بتائی ہوئی نشانیاں اُسے راستے میں مل رہی تھیں۔ پھر دُور اسے ایک پہاڑ دکھائی دیا جس کے اوپر ایک مخروطی چٹان ابھری ہوئی تھی۔ سوداگر نے کہا تھا کہ اسی مخروطی چٹان والے پہاڑ کے نیچے جادوگر کوکلاں کا غار ہے۔ ناگ اس پہاڑ کے قریب وادی میں اُتر گیا۔ یہاں سبزہ کم اور پتھر زیادہ بکھرے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ

نوکیلی چٹانیں کھڑی تھیں ۔ دھوپ اور حبس بہت زیادہ تھا ناگ
ایک کچی پگڈنڈی پر پہاڑ کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک جھاڑیوں
میں سے ایک سفید سانپ نکل کر ناگ کے سامنے تعظیم سے کھڑا
ہو گیا۔ اس سانپ کے سر پر چھوٹا سا تاج تھا۔ اس علاقے کے
سانپوں کا بادشاہ تھا۔ ناگ نے اُس سے پوچھا۔

"تم کس لئے آئے ہو؟"

سانپوں کے بادشاہ سفید سانپ نے عرض کی۔

"مقدس ناگ دیوتا! میں جانتا ہوں آپ کوکلاں جادوگر
سے مقابلہ کرنے جا رہے ہیں۔ میں آپ کی مدد کرنا چاہتا
ہوں۔"

"تم میری کیا مدد کرو گے؟"

سفید سانپ بولا۔

"مقدس ناگ! آپ کوکلاں جادوگر کی طاقت کو نہیں
جانتے۔ وہ بڑا خطرناک جادوگر ہے۔ میں آپ کی خدمت
میں ایک مہرہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس مہرے کو آپ
منہ میں رکھ لیں گے تو غائب ہو جائیں گے۔ یہ ہمارے
خاندان میں ہزاروں سالوں سے چلا آ رہا ہے اس طرح
سے آپ پر کوکلاں جادوگر کے جادو کا اثر نہیں ہوگا۔"

ناگ سفید سانپ کو دیکھ رہا تھا۔ سانپ نے اپنے سر کو جھکا تو اس کے

تاج میں سے نیلے رنگ کا ایک جگمگاتا ہوا ہیرا نیچے گر پڑا۔

"عظیم ناگ! یہ وہ مُہرا ہے۔ اسے اٹھا کر اپنے پاس رکھ
لیجئے۔ جب ضرورت ہو اسے اپنے منہ میں ڈال لیں آپ
غائب ہو جائیں گے۔"

ناگ نے مسکرا کر سفید سانپ کا شکریہ ادا کیا اور مہرہ اٹھا کر جیب
میں رکھ لیا۔ سفید سانپ سلام کر کے واپس چلا گیا۔ ناگ آگے روانہ
ہوا۔ پہاڑ کا وہ غار اب بالکل سامنے آ گیا تھا جس کے اندر کوکلاں
جادوگر رہتا تھا اور ہرمز کی بیوی قید تھی۔ ناگ نے دیکھا کہ غار میں
منہ سے دو حبشی باہر نکلے ہیں۔ ان کی نظر ناگ پر پڑی تو وہیں
رُک کر ناگ کو تکنے لگے کہ یہ شخص اِدھر کہاں چلا آ رہا ہے۔ ناگ
ان کے قریب آ گیا اور بولا۔

"میں جنگل میں راستہ بھول گیا ہوں۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے
کہ شہر کو کونسا راستہ جاتا ہے؟"

دونوں حبشی جادوگر کوکلاں کے شاگرد اور غلام تھے۔ انہیں حکم تھا
کہ اس علاقے میں اگر کسی انسان کو دیکھیں تو اسے پکڑ کر میرے
پاس لے آئیں۔ انہوں نے مسکرا کر ناگ سے کہا۔

"بھائی! اندر آ جاؤ۔ کچھ دیر آرام کرو۔ ہم پھر تمہارے
ساتھ ایک آدمی کر دیں گے جو تمہیں شہر پہنچا آئے گا۔"

ناگ خود بھی یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح سے غار کے اندر جائے۔

اور وہاں کے حالات معلوم کرے۔ وہ ان دونوں حبشی جادوگروں
کے ساتھ غار میں داخل ہوگیا۔ غار میں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ آگے دیوار
کے ساتھ ایک جگہ مشعل جل رہی تھی جس کی وجہ سے روشنی تھی۔
فضا میں حبس اور مردہ لاشوں اور مُشک کافور کی بُو پھیلی ہوئی
تھی۔ وہ ناگ کو ایک چبوترے کے پاس لے جا کر بولے۔
"بھائی تم یہاں آرام کرو۔ ہم تمہارے لئے کچھ کھانے کو
لاتے ہیں"
ناگ سمجھ گیا تھا کہ اس کے ساتھ گہری سازش ہو رہی ہے۔ لیکن
وہ چاہتا تھا کہ جو کچھ ہونا ہے ہوجائے تاکہ یہ لوگ کھل کر سامنے
آجائیں۔ دونوں حبشی غار کے اندر ایک شگاف میں داخل ہوگئے ان
کے جانے کے بعد ناگ نے سوچا کہ غائب ہو کر پتہ کرنا چاہیے یہ لوگ
کہاں گئے ہیں اس نے جھٹ جیب سے مہرہ نکال کر منہ میں رکھ لیا اور
غائب ہوگیا۔ اب وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ غائب ہوتے ہی وہ
بھی اس شگاف میں داخل ہوگیا جہاں پہلے دونوں حبشی گئے تھے۔ پہلے
تو اندھیرا آگیا۔ پھر روشنی ہوگئی۔ اس کے سامنے ایک گول کمرہ تھا۔
جہاں زمین پر شیر کی کھالیں بچھی تھیں ایک تخت پر کوکلاں جادوگر
بیٹھا تھا اور ایک کالی بلّی اس کی گود میں تھی جس کی آنکھیں انسانوں
ایسی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی عورت کی خوبصورت آنکھیں ہوں۔

کالی بلّی

کوکلاں جادوگر کا سر بہت بڑا تھا اور آنکھیں سرخ تھیں۔
وہ تخت پر بیٹھا انسانی آنکھوں والی بلّی کے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔
اس کے نوکروں نے جب اُسے بتایا کہ ایک انسان کو وہ گھیر کر اندر
لے آئے ہیں تو وہ خوشی سے مسکرا کر۔ اس کے چوڑے نتھنے جو گینڈے
کی طرح کے تھے پھیل گئے۔
"شاباش! اسے منتر پڑھ کر بے ہوش کر دو اور پھر
اس کا سر کاٹ کر میرے پاس لاؤ تاکہ میں اسکی کھوپڑی
توڑ کر اس کا بھیجا خود بھی کھاؤں اور بلّی کو بھی کھلاؤں"
دونوں نوکر جادوگر سر جھکا کر واپس ہوگئے۔ ناگ ابھی تک وہیں
کھڑا تھا۔ کوکلاں جادوگر کا طلسم بھی اُسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔
تھوڑی دیر بعد دونوں نوکر گھبرائے ہوئے اندر آئے۔ اور کہا کہ
جس انسان کو وہ اندر لائے تھے وہ غائب ہے۔ کوکلاں جادوگر
کا چہرہ غصّے سے سرخ ہوگیا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور گرجا۔
"اسے تلاش کرو۔ جاؤ"

وہ خود بھی باہر نکل گیا۔ ناگ بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا۔
کوکلاں غار کے ایک شگاف میں گھس گیا۔ وہ جادو کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس کا شکار کہاں اور کس جگہ پر ہے۔ شگاف کے اندر ایک گپھاہ تھی جہاں ایک انسانی ڈھانچہ دیوار کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ کوکلاں جادوگر نے انسانی ڈھانچے کی کھوپڑی پر منتر پڑھ کر پھونک ماری اور پوچھا۔

"میرا شکار کہاں ہے؟"

کھوپڑی کے ہونٹوں کی ہڈیاں ہلیں اور بولیں۔

"میں اسے اسی غار میں محسوس کر رہا ہوں مگر دیکھ نہیں سکتا۔"

"کیا کہا؟ کیا وہ کوئی غیبی انسان ہے؟"

"ہاں۔ کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔ وہ کوئی تم سے بھی بڑا جادوگر ہے۔"

کوکلاں پریشان ہو گیا۔ پھر غصّے کی حالت میں اس نے انسانی ڈھانچے کی کھوپڑی پر زور سے مکا مارا اور بلّی کو بغل میں دبائے باہر نکل آیا۔ ناگ دوسری کوٹھڑی میں گیا تو وہاں ایک نوکر جادوگر اسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ ناگ نے پیچھے سے جا کر اس کی گردن پر ہاتھ رکھ دیا۔ نوکر نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ پیچھے اسے کوئی انسان نظر نہ آیا۔ لیکن اپنی گردن پر انسان کا ہاتھ وہ اسی طرح

محسوس کر رہا تھا۔ وہ گھبرا گیا۔ ناگ بولا۔

"میری بات غور سے سنو۔ اگر تم نے میرے سوال کا جواب دے دیا تو میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔ اگر نہ دیا تو میں اپنے طلسم کی مدد سے تمہیں اسی جگہ جلا کر راکھ کر دوں گا۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہو گا کہ میں تمہارے جادوگر کوکلاں سے بڑا جادوگر ہوں۔ اب بتاؤ کہ تاج نام کی جس عورت کو کوکلاں نے اغوا کیا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟"

نوکر جادوگر سمجھ گیا تھا کہ یہ کوئی بڑی زبردست طاقت والا جن بھوت ہے۔ اور اگر اس نے اس کے سوال کا صحیح جواب نہ دیا تو وہ اُسے بھسم کر کے رکھ دے گا۔ پھر اُسے دولت کا لالچ بھی آ گیا۔ یہ کہنے لگا۔

"اس عورت کا نام تاج ہے اور کوکلاں نے اسے کالی بلّی بنا کر اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔"

ناگ نے پوچھا۔

"اب وہ کس طریقے سے دوبارا انسان بن سکتی ہے؟"

نوکر جادوگر بولا۔

"اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ کوکلاں جادوگر کی کھوپڑی کا مغز کالی بلّی کو کھلایا جائے۔ جو کہ ایک ناممکن بات ہے۔"

ناگ نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ جاؤ اس غار سے باہر جنگل میں جا کر میرا
انتظار کرو۔ اگر تمہاری اطلاع سچی ہوئی تو میں تمہیں
اس کا انعام دوں گا۔"

نوکر جادوگر باہر جانے لگا ہی تھا کہ کوکلاں جادوگر کی آواز گونجی۔

" تم مجھے دھوکہ دے کر یہاں سے زندہ نہیں جا سکتے۔"

اور دوسرے لمحے کوکلاں نے ایک ایسا منتر پڑھ کر نوکر پر پھونکا کہ
اس کے سارے جسم میں آگ لگ گئی اور وہ بھسم ہو کر زمین پر
گر پڑا۔ پھر کوکلاں نے بلند آواز میں کہا۔

" تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ بلّی اس کے پاس نہیں تھی اور
ناگ نہیں چاہتا تھا کہ وہ بلّی کو نقصان پہنچائے۔ کوکلاں بھپر بھپر کر چکر
لگا رہا تھا۔ اس نے اپنے سارے منتر پڑھ پڑھ کر پھونکے کہ شاید ناگ
جو غائب ہے اسے دکھائی دے جائے۔ لیکن ناگ کو وہ نہ دیکھ سکا۔
کوکلاں نے اپنے سارے جادوگر شاگردوں کو جمع کر کے کہا۔

" کوئی زبردست جنّ میری کنیز کالی بلّی کی تلاش میں
یہاں آ گیا ہے۔ اس کی طرف سے خبردار رہنا اور جہاں
میں نے بلّی کو چھپا دیا ہے اس کی کسی کو کانوں کان خبر
نہ ہو۔ کیونکہ اس بلّی میں میری جان ہے۔"

سارے جادوگر غار میں ادھر ادھر پہرہ دینے لگے ناگ وہیں
چل پھر کر بلّی کو تلاش کر رہا تھا۔ آخر اسے ایک ترکیب سوجھی۔ اگر
وہ سانپ بن کر ایک خاص قسم کی بُو چھوڑے تو بلّی جہاں
کہیں بھی ہو گی ایک بار ضرور اس بُو پر غرائے گی۔ ناگ غار
کی اس طرف چلا گیا جہاں اندھیرا تھا۔ یہاں وہ سانپ کے
روپ میں آیا اور خاص بو منہ سے خارج کی۔ اس کے ساتھ ہی
اسے بلّی کے غرانے کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز جیسے زمین کے
اندر سے آ رہی تھی۔

ناگ جھٹ سانپ سے انسان بن کر غائب ہو گیا۔ اُسے
خیال آیا کہ جہاں کوکلاں جادوگر بیٹھا ہوا تھا وہاں سیڑھیاں نیچے
جاتی تھیں۔ ضرور بلّی چبوترے کے نیچے کسی تہہ خانے میں قید ہے
وہ بڑے کمرے میں آ گیا۔ تخت پر کوکلاں نہیں تھا۔ غار میں جاتی
سیڑھیوں پر ایک حبشی پہرہ دے رہا تھا۔ ناگ کے لئے اسے
وہاں سے ہٹانا کچھ مشکل نہیں تھا۔ ناگ غیب تھا۔ وہ حبشی کے
قریب چلا گیا اور پھر اس کے ہاتھ سے نیزہ چھین کر پرے پھینکا
اور کہا۔

" یہاں سے بھاگ جاؤ۔ نہیں تو میں تمہیں ہڑپ کر
جاؤں گا۔"

حبشی پہلے ہی جنّ کا سن کر ڈرا ہوا تھا۔ وہ تو سر پر پاؤں رکھ

کر وہاں سے بھاگ گیا۔ ناگ تہہ خانے میں اتر گیا۔ یہاں اندھیرا تھا
اس اندھیرے میں بلی کی انسانی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ناگ بلی
کے پاس آیا تو وہ غرانے لگی۔ ناگ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا
اور اٹھا کر قمیض کے اندر چھپا لیا۔ اب بلی بھی ناگ کے ساتھ ہی
غائب ہو گئی تھی۔ ناگ اُسے لے کر تہہ خانے سے باہر نکل آیا۔
کوکلاں کو اپنے جادو کے زور سے پتہ چل گیا کہ کالی بلی غیبی جن
کے قبضے میں آگئی ہے۔ وہ اب تو بے حد گھبرایا۔ اُسے معلوم تھا
کہ اس کی جان خطرے میں ہے کیونکہ غیبی جن بلی کو پھر سے انسان
بنانے کے لئے اس کی کھوپڑی ضرور توڑ ڈالے گا۔

اُدھر ناگ کو بھی کوکلاں جادوگر کی تلاش تھی۔ دونوں ایک
دوسرے کے پیچھے تھے۔ کوکلاں نے اپنے اردگرد ایک دائرہ کھینچا اور
سب سے اندھیری کوٹھڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔ ناگ تلاش کرتا کرتا
وہاں جا پہنچا۔ کوٹھڑی کے باہر دائرے کی لکیر تھی اور کوٹھڑی کا
دروازہ بند تھا۔ ناگ نے وہ لکیر عبور کی تو بلی نے زور سے چیخ
مار دی۔ ناگ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ بلی کی چیخ کی آواز
کوٹھڑی کے اندر چھپے کوکلاں جادوگر نے سُنی تو اس کی جان ہی
نکل گئی۔ ایک بات وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ جو کوئی بھی غیبی انسان یا
جن ہے۔ وہ اس سے زیادہ طاقت ور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
وہ اس سے خوف زدہ تھا اور اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا

اب جو اس نے بلی کی آواز سنی تو کانپ اٹھا۔ سمجھ گیا کہ غیبی جن اسکی کوٹھڑی
کے باہر پہنچ چکا ہے۔

کوکلاں نے اپنے قبیلے کے ایک بہت بڑے جادوگر کی روح کو منتر
پھونک کر بلایا اور گڑگڑا کر کہا۔

" سامری کی قسم! میں بڑی سخت مصیبت میں پھنس گیا ہوں
میری مدد کرو۔ مجھے اس خوفناک جن سے بچاؤ "

جادوگر کی روح نے کہا۔

" کوکلاں! افسوس کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتی۔ مجھے
تمہاری موت سامنے دکھائی دے رہی ہے "

" تو پھر دفع ہو جاؤ یہاں سے "

کوکلاں جادوگر نے چیخ کر کہا۔ روح غائب ہو گئی۔ ناگ وہیں کھڑا تھا
اس نے بلی کے منہ پر سے ہاتھ اٹھایا۔ بلی غرائی۔ اس کی آواز سن
کر کوکلاں پر وحشت سوار ہو گئی۔ وہ اِدھر اُدھر جان بچانے کیلئے
بھاگنے لگا۔ اسے جتنے جادو کے منتر یاد تھے۔ سارے پڑھ پڑھ کر
پھونک دیئے مگر ناگ پر کسی کا اثر نہ ہوا۔ بلی ایک بار پھر غرائی۔

کوکلاں باہر کو بھاگا۔ ناگ نے کہا۔

" تم بچ کر نہ جا سکو گے۔ اس بلی کو تمہاری کھوپڑی
کے مغز کی ضرورت ہے "

ناگ ہوا میں تیرتا کوکلاں جادوگر کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ کوکلاں

غار سے باہر دھوپ میں آگیا۔ اس نے پہاڑی ڈھلان پر دوسری
طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ اُدھر ایک دریا بہہ رہا تھا جس کا پانی
برسات کی وجہ سے سرخ تھا۔ جیسے خون بہہ رہا ہو۔ ناگ کوکلاں کے
سر کے اوپر اڑتا اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ بلّی بار بار غرا رہی تھی
بلّی کی آواز کوکلاں کے جسم کو بے بس کر رہی تھی۔ جیسے اس
کے جسم سے جان نکلی جا رہی تھی۔ ناگ نے آگے جا کر ایک
بھاری پتھر کوکلاں جادوگر کی طرف لڑھکا دیا۔ وہ اس سے ٹھوکر
کھا کر گر پڑا۔ جلدی سے اٹھ کر دریا کی طرف بھاگا۔ دریا چڑھا ہوا
تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ دریا پار کر کے فرار ہو جائے گا لیکن ناگ
بھلا اسے کب بھاگنے کی اجازت دے سکتا تھا۔ وہ موقع کی تلاش
میں تھا۔

جونہی کوکلاں جادوگر دریا کے کنارے پہنچا اور چاہتا تھا چھلانگ
لگا دے کہ ناگ نے اسے گردن سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔ کوکلاں
نے ایک قلابازی کھائی اور دوسری طرف کو دوڑا۔ ناگ سانپ کی
شکل میں آنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا کیونکہ اس طرح اس پر
جادو کا اثر ہو سکتا تھا۔ ناگ ہوا میں غوطہ لگا کر کوکلاں پر ایک
عقاب کی طرح جھپٹا اور اُسے گردن سے پکڑ کر ہوا میں اٹھا لیا۔
کوکلاں بری طرح ٹانگیں ہلا رہا تھا۔ ناگ اُسے لے کر پہاڑ سے
بھی اوپر فضا میں بلند ہو گیا۔ پھر اُس نے کوکلاں کو نوکیلی چٹانوں

کے اوپر پھینک دیا۔

انسانوں کی کھوپڑیاں کاٹ کر ان کے بھیجے کھانے والا ظالم
جادوگر آخر اپنے انجام کو پہنچا۔ نیچے پتھروں پر گرتے ہی اس کی
ہڈی پسلی ٹوٹ کر الگ ہو گئی۔ کھوپڑی نوکیلے پتھروں سے ٹکرا کر
کھُل گئی اور اندر سے مغز نکل کر بکھر گیا۔ ناگ فوراً نیچے آیا۔ اس
نے جادوگر کوکلاں کا مغز رومال میں باندھ لیا اور واپس سرائے
کی طرف روانہ ہو گیا۔

ناگ وہاں بلّی کو اس کا مغز نہیں کھلانا چاہتا تھا۔ وہ نہیں
چاہتا تھا کہ خوامخواہ کسی پر اس کی خفیہ طاقت ظاہر ہو۔ سرائے
کے قریب ایک جھاڑی میں آ کر ناگ نے منہ سے مُہرا نکال لیا۔ وہ
پھر سے انسانی شکل میں آ گیا۔ مُہرا جیب میں رکھا اور بلّی بغل میں
دبا سرائے میں آ گیا۔ بلّی کا دماغ چونکہ اس وقت تک حیوانی تھا
اس لئے اُسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ اُسے کون کس طرح سے بچا کر
لا رہا ہے۔ ہرمز ناگ کا بے تابی سے انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ناگ
کے ہاتھ میں بلی دیکھی تو ناراض ہو کر بولا۔

"اگر مجھے خبر ہوتی کہ تم میرے لئے کالی بلّی اٹھا لاؤ گے
تو میں تمہیں کبھی نہ جانے دیتا اور نہ یہاں بیٹھ کر تمہارا
قیامت کا انتظار کرتا۔"

"پھر تم کیا کرتے؟" ناگ نے مسکرا کر پوچھا۔

ہرمُز... بولا۔
"پھر میں خود اپنی پیاری بیوی کی تلاش میں جاتا اور
اُسے جادوگر کی قید سے چُھڑا کر لاتا۔"
ناگ نے بلّی ہرمُز کی طرف بڑھا کر کہا۔
"یہ لو اسے سنبھال کر رکھنا اب۔"
ہرمُز پرے ہٹ گیا۔
"خدا کے لئے اس خوفناک بلّی کو مجھ سے پرے رکھو۔"
ناگ نے کہا۔
"ارے! تمہیں اس بلّی میں کوئی خاص چیز دکھائی نہیں
دے رہی۔ غور سے دیکھو۔"
ہرمُز نے بلّی کو روشنی میں آکر غور سے دیکھا تو اسے محسوس ہوا کہ
اس کی آنکھیں کسی عورت کی آنکھیں ہیں اور اُن آنکھوں کو اس
نے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔
"تمہیں یاد نہیں آرہا کہ ان آنکھوں کو تم نے پہلے کہاں
دیکھا ہے؟"
اچانک ہرمُز کے ہونٹوں سے چیخ نکل گئی۔
"یہ تو میری بیوی تاج کی آنکھیں ہیں۔"
"ہاں۔ اب تمہیں عقل آئی ہے۔"
"کیا اس ظالم جادوگر نے میری بیوی کی آنکھیں نکال کر

اس بلّی کو لگا دی ہیں؟ آہ! اب میں اپنی بیوی کو
کہاں تلاش کروں گا۔"
ہرمُز رونے لگا۔ ناگ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
"روؤ نہیں پاگل۔ یہی تمہاری بیوی ہے۔"
"یہ ———" ہرمُز چونکا۔ "یہ بلّی میری بیوی ہے؟"
"ہاں۔ یہ کالی بلّی تمہاری بیوی تاج ہے۔"
"لیکن یہ تو بلّی ہے۔"
"ابھی انسان بن جائے گی۔ دیکھتے جاؤ خاموشی سے۔"
اور ناگ نے جیب سے کوکلاں جادوگر کا مغز رومال سے نکال کر
بلّی کے آگے ڈال دیا۔ بلّی بڑے مزے سے مغز چٹ کر گئی اور ہونٹوں
پر زبان پھیر کر خُرخُر کرنے لگی۔ ہرمُز اور ناگ بڑی گہری نظروں
سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں بلی بڑی ہونے لگی۔ وہ
پھولتے پھولتے پورے انسان جتنے قد کی ہو گئی اور پھر ایک چیخ
ماری کہ سرائے میں سارے مسافر گھبرا کر اپنی اپنی کوٹھڑیوں سے
باہر نکل آئے۔ ہرمُز اور ناگ بھی اُچھل کر دیوار کے ساتھ لگ
گئے۔ چیخ کے ساتھ ہی بلی کی جگہ ہرمُز کی خوبصورت بیوی سامنے
آگئی۔ ہرمُز نے بیوی کو روتے ہوئے گلے لگا لیا۔ اس کی بیوی بھی
خوشی سے رونے لگی۔ ناگ نے کہا۔
"تمہیں خوش ہونا چاہئے ہرمُز! اور بہن تاج تم خوش

قسمت ہو کہ اُس خطرناک جادوگر کی قید سے آزاد ہوگئیں۔"
ہرمز نے کہا۔

"یہ سب تمہاری مدد کی وجہ سے ممکن ہو سکا ہے تاج!
اگر میرا دوست ناگ نہ ملتا تو آج تم میرے پاس نہ ہوتیں۔"
ہرمز کی بیوی کو کچھ بھی یاد نہیں تھا۔ اُس نے بھی ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ دوسرے روز وہ دونوں اپنے گھر اور ناگ وہاں سے ایک بادبانی جہاز میں بیٹھ کر ملک سپین کی طرف عنبر اور ماریا کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔

❖ ❖ ❖

اب ہم آپ کو ماریا اور عنبر کے پاس لئے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ماریا سپین کے شہر قرطبہ کے ایک پرانے قبرستان میں معصوم لڑکی سینچیکا کی تلاش میں گئی تھی جس کی ماں اپنی بیٹی کی جدائی میں بیحد غم زدہ تھی۔ سینچیکا کو کہیں سے پتھر کا طلسمی پنجہ مل گیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کے خاندان پر نحوست آگئی اور سینچیکا قرطبہ کے قبرستان میں چڑیل کے قبضے میں چلی گئی۔ چڑیل اسے ایک ہفتے کے بعد چاند رات کو ذبح کر کے کھانے والی ہے کیونکہ اس طرح سے وہ اپنے علاقہ کی ملکہ چڑیل بن سکے گی۔ اس نے سینچیکا کو قبرستان کی ایک قبر کے اندر سرنگ سے آگے ایک کنوئیں کے اندر اتر کر جو اونچے ستونوں والا کمرہ آتا ہے وہاں تابوت میں بند کر رکھا ہے۔ ماریا لڑکی سینچیکا کی تلاش میں یہاں پہنچ جاتی ہے۔ اس کے آگے ایک انسانی ڈھانچہ جا رہا ہوتا ہے جس کی کھوپڑی پر دیا روشن ہوتا ہے سرنگ میں پہنچ کر چڑیل اپنے زبردست جادو کے زور پر ماریا کو دیکھ لیتی ہے اور پھر اُسے گھٹنوں تک پتھر میں منجمد کر کے دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا تھا۔ عنبر ماریا کی تلاش کرتا کرتا بڑی مصیبتوں کے بعد جب اس قبرستان میں پہنچا تو اس کی طاقت بھی چڑیل کے زبردست جادو کا مقابلہ نہ کر سکی اور چڑیل نے اسے بھی گھٹنوں تک پتھر بنا کر دوسری کوٹھڑی میں دیوار کے ساتھ لگا دیا۔

جس وقت عنبر کو وہاں لایا گیا تو ماریا نے اس کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ اس نے عنبر کو آواز بھی دی تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی چڑیل نے ماریا کو بے ہوش کر دیا۔ دوسری طرف عنبر بھی چڑیل کے نتھنوں سے نکلنے والے تیز بُو والے سانس کی وجہ سے پتھر میں گھٹنوں تک گڑھا بے ہوش ہو گیا۔

چڑیل نے ایک قہقہہ لگایا۔ عنبر اور ماریا دونوں بے ہوش ہو چکے تھے۔ دوسری کوٹھڑی میں تابوت کے اندر سینچیکا بے ہوش پڑی تھی۔ چڑیل نے چٹکی بجائی۔ انسانی مردے کا ڈھانچہ اندھیرے میں ستون کے پیچھے سے نمودار ہوا۔ اس کی کھوپڑی پر دیا جل

رہا تھا۔ چڑیل نے اُسے کہا۔
" ان قیدیوں کی نگرانی کرو۔ میں ابھی آتی ہوں "۔
ڈھانچے کی کھوپڑی نے جبڑا ہلایا اور اس کی ہڈیوں سے کمزور سی
آواز نکلی۔ " جو حکم ملکہ چڑیل "۔
عنبر کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنا جائزہ لیا۔ اسکے دونوں
پاؤں پتھر میں گڑھے ہوئے تھے۔ عنبر نے اپنے پاؤں تھوڑا سا زور
لگا کر پتھر سے آزاد کرائے۔
انسانی ڈھانچہ اچانک چونک پڑا۔ اس نے عنبر کی طرف دیکھا ہی تھا
کہ عنبر نے بھرپور مکا مار کر اس کی گردن اڑا دی۔ اس کی کھوپڑی
سامنے دیوار سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی اور دیا زمین پر الٹ کر
بجھ گیا۔ عنبر چاہتا تھا کہ وہ اس طریقے سے ڈھانچے پر حملہ کرے کہ وہ
کوئی چیخ وغیرہ نکال کر چڑیل کو نہ بلا سکے۔ عنبر بھاگ کر دوسرے
دالان میں گیا۔ وہ ماریا کو دیکھ کر نہیں سکتا تھا۔ اس نے دیوار کے
ساتھ لگا اسی قسم کا ایک چوکور پتھر دیکھا جس میں وہ خود گھٹنوں
تک جامد تھا۔
عنبر سمجھ گیا کہ ماریا ضرور اسی پتھر میں گڑھی ہوئی ہے۔ مگر
سوال یہ تھا کہ وہ بولتی کیوں نہیں! کہیں اسے بھی چڑیل نے بیہوش
تو نہیں کر رکھا ہے عنبر ماریا کے جسم کو چھو بھی نہیں سکتا تھا۔ اس
نے ہولے ہولے پتھر کے پاس جا کر ماریا کو آوازیں دینی شروع کیں۔

ماریا ابھی تک بے ہوش تھی۔ پھر اس کو ہوش آ گیا۔ اپنے سامنے
عنبر کو دیکھ کر وہ بے حد خوش ہوئی اور بولی۔
" عنبر بھائی! میں زندہ ہوں۔ ۔ ۔ ف بے ہوش تھی۔ تم
ٹھیک ہو ناں ؟ "
" ہاں ماریا۔ میں تمہاری تلاش میں یہاں آیا تھا کہ اس
کم بخت چڑیل نے مجھے پتھر میں گاڑ دیا "
" یہ کوئی بڑی زبردست چڑیل ہے عنبر! اس نے
مجھے دیکھ لیا ہے "
" تم یہاں سنچیکا کی تلاش میں آئی تھیں ناں ؟ "
" ہاں ہاں۔ وہ اسی جگہ کہیں کسی تابوت میں بند ہے
ہمیں اسے تلاش کرنا ہے۔ اور اُسے اُس کی ماں کے
پاس پہنچانا ہے "
" فکر نہ کرو۔ ایسا ہی کریں گے۔
ماریا بولی۔
" پہلے مجھے تو اس پتھر کی قید سے آزاد کراؤ "
عنبر نے پتھر کے چھوٹے سے چوکور چبوترے پر ایک زوردار ہاتھ
مارا پتھر کے چھ سات ٹکڑے ہو گئے اور ماریا آزاد ہو گئی وہ دونوں
وہاں سے نکل کر دوسری کوٹھڑی میں آ گئے۔ یہی وہ کوٹھڑی تھی جس
کے اندر سنچیکا کا تابوت رکھا تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے وہ تابوت کو

نہ دیکھ سکے۔ ماریا کا پاؤں کسی شے سے ٹکرایا تو اس نے ٹٹول کر اُسے دیکھا۔

"عنبر! اس تابوت کو کھولو۔ یہ ضرور سنچیکا کا ہی تابوت ہے"

عنبر نے تابوت کے ڈھکن کو اوپر اٹھایا۔ تو ہلکے ہلکے اندھیرے میں انہوں نے دیکھا کہ تابوت کے اندر دبلی پتلی ہسپانوی لڑکی سنچیکا بیہوش پڑی تھی۔ "یہی سینچیکا ہے" ماریا نے کہا۔

عنبر بولا۔ "چلو اسے لے کر یہاں سے نکل جاتے ہیں"

ماریا نے کہا۔

"وہ چڑیل ہمارا مقابلہ کرے گی۔ وہ ہمیں یہاں سے نکلنے نہیں دے گی"

اتنے میں انہوں نے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی ان کی کوٹھڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عنبر نے ماریا سے کہا۔

"جو کوئی بھی ہوگا میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا تم دیوار کے ساتھ لگ جاؤ"

ماریا دیوار کے ساتھ جاکر کھڑی ہوگئی۔ عنبر ادھر کھلے دروازے کی اوٹ میں ہوگیا ——— کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ باہر کون ہے۔ دروازہ آہستہ سے کھل گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ ایک سفید پوش بزرگ جس کا چہرہ نورانی تھا اور سر کے اردگرد روشنی پھوٹ رہی تھی اندر داخل ہوا اور عنبر کی طرف بڑی شفقت سے دیکھ کر بولا۔

"بیٹا عنبر! تم اور ماریا ایک ماں کی بچھڑی ہوئی بچی کے لئے اتنے دکھ اٹھا رہے ہو۔ یہ ایک نیک کام ہے اسی لئے میں تمہاری مدد کو آیا ہوں۔ یہ چڑیل بڑی طاقت کی مالک ہے۔ تم اور ماریا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے"

عنبر نے کہا۔

"آپ کون ہیں بابا؟"

"میں اس قبرستان کا بزرگ ہوں اور میرا مزار اسی قبرستان میں ہے۔ آج سے چھ سو برس پہلے میں اس شہر کا ایک درویش تھا۔ تمہیں پریشانی میں دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا اور میں اپنے مزار سے نکل کر تمہارے پاس آیا ہوں"

عنبر نے کہا۔

"آپ ہماری کس طرح سے مدد کر سکتے ہیں؟ ہمیں سنچیکا کو یہاں سے نکالنا ہے۔ وہ اس تابوت میں بے ہوش ہے"

بزرگ بولے۔

"میں اس لڑکی کو یہاں سے باہر نہیں نکال سکتا۔ اتنا مجھے اختیار نہیں ہے۔ یہ کام تم ہی کو کرنا ہوگا۔ ہاں میں تمہیں اس چڑیل کے جادو کے اثر سے بچا سکتا ہوں اور اسی لئے میں یہاں آیا ہوں"

اس کے بعد بزرگ نے اپنے نورانی چہرے پر دونوں ہاتھ پھیر کر
ماریا اور عنبر کے سروں پر ہاتھ پھیرا پھر سنچیکا کے سر پر ہاتھ پھیرا
اور کہا۔

"اب تم لوگوں پر چڑیل کے جادو کا کوئی اثر نہیں ہوگا
اور ماریا کی طاقت بھی اس کو واپس مل گئی ہے۔ اب
چڑیل اسے نہیں دیکھ سکے گی۔"

اتنا کہہ کر بزرگ اچانک دروازے میں سے گذر کر غائب ہو گئے
ماریا نے عنبر سے کہا۔

"اب ہمیں اپنا کام تیز کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ چڑیل
کا جادو ہم پر نہیں چلے گا۔"

عنبر نے تابوت میں لیٹی ہوئی لڑکی کو ہوش میں لانے کی کوشش
کی تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور بھولپن سے پوچھا۔

"میں ـــــ میں کہاں ہوں؟"

"شی۔" عنبر نے کہا "خاموشی سے ہمارے ساتھ چلو۔ ہم
تمہیں یہاں سے نکالنے آئے ہیں۔"

سنچیکا بولی۔

"میری ماں ـــــ"

"شی۔ اونچی آواز نہ نکالو۔ ہم تمہیں تمہاری ماں کے پاس
ہی لئے جا رہے ہیں۔ تمہیں چڑیل نے یہاں قید کر رکھا

تھا۔ ڈرنا نہیں۔ چڑیل اب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی
آؤ ہمارے ساتھ۔"

ماریا نے سنچیکا پر اپنا آپ ظاہر نہیں کیا تھا۔ عنبر نے سنچیکا کو ساتھ
لیا اور تابوت والی کوٹھڑی سے نکل کر ستونوں والے دالان میں
آ گیا۔ یہاں کوئی نہیں تھا۔ یہاں سے گذر کر وہ کنوئیں میں اتر گئے
اور پھر سُرنگ میں داخل ہوئے۔ ماریا اُن کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی
تھی۔ عنبر نے کہا۔

"ماریا! خبردار رہنا۔"

سنچیکا نے حیرانی سے کہا۔

"تم کس سے باتیں کر رہے ہو؟"

عنبر کو خیال نہیں رہا تھا کہ سنچیکا کو ماریا کی موجودگی کا علم
نہیں ہے۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور صرف ہونٹوں سے
"شی" کر کے آگے بڑھتا چلا گیا۔ سرنگ قبر کے اندر جا کر ختم ہو گئی
یہی وہ قبر تھی جہاں چڑیل داخل ہوئی تھی۔ جونہی یہ لوگ قبر میں
آئے ان کے پیچھے چیخوں کا شور مچ گیا۔ مڑ کر دیکھتے ہیں کہ دور سُرنگ
میں سُرخ دہکتی آنکھوں والی چڑیل بال کھولے اپنے دونوں لمبے بازو
ہلاتی چلاتی شور مچاتی آنکھوں سے شعلے برساتی بھاگی چلی آ رہی ہے۔ سنچیکا
کے منہ سے خوف کے مارے چیخ نکل گئی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔
عنبر نے جلدی سے اُسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور ماریا سے کہا کہ وہ

تیزی سے باہر نکل کر سنچیکا کو اوپر کھینچ لے۔ اگرچہ انہیں علم تھا کہ ان پر جادو کا اثر نہیں ہوگا پھر بھی خطرہ تھا کہ سنچیکا لڑکی کو یہ چڑیل اپنے چھریلوں ایسے دانتوں سے چیر پھاڑ کر نہ رکھ دے۔ ماریا اچھل کر قبر سے باہر نکل گئی۔ اس نے ہاتھ نیچے کئے اور کہا سنچیکا کو اوپر پکڑاؤ عنبر نے سنچیکا کو دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھایا ہی تھا کہ چڑیل اس کے سر پر آپہنچی۔ اس نے ایسی بھیانک چیخ ماری کہ سنچیکا عنبر کے ہاتھ سے گر پڑی۔

سیب کی شکل

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK
موت کے تعاقب کی واپسی
آپ کے جانے پہچانے سلسلے
عنبر، ناگ، ماریا
کے ۵ ہزار سالہ سفر کی پُراسرار اور سنسنی خیز داستان
۱ لاش سے ملاقات
۲ جہاز ڈوب گیا
۳ سمندر کی چڑیل
۴ پُراسرار غار کی مورتی
۵ ناگ لندن میں
۶ تابوت میں سانپ
۷ موت کا دریا
۸ سانپ کا انتقام
۹ سانپ کی آواز
۱۰ ناگ کا قتل
۱۱ شاہ بلوط کا خزانہ
۱۲ پتھر کا ہاتھ
۱۳ طوفانی سمندر کا بھوت
۱۴ ڈائناسورس کا جزیرہ
۱۵ سیاہ پوش سایہ
۱۶ انسانی بلی
۱۷ سانپوں کا جنگل
۱۸ ماریا اور بَن مانس
مصنف: اے حمید
اپنے قریبی بک سٹال / ہاکر سے طلب کیجیے
یا براہ راست ہم سے منگوائیے!
نیا مکتبہ اِقرا، ۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

سیاہ پوش سایہ

اے حمید

قوس پبلی کیشنز
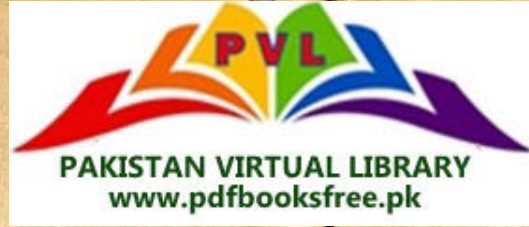
۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸

فہرست

پانچ روپے

بار اوّل ۱۹۸۰ء
ناشر: مبارک انور۔ قوس پبلی کیشنز۔ لاہور
طابع: تاج دین پرنٹرز لاہور

پیارے دوستو!

پچھلی قسط نمبر ۱۴ میں آپ نے پڑھا تھا کہ عنبر قبر کے اندر ہے اور معصوم لڑکی سپنیکا کو اٹھا کر وہ قبر سے باہر ماریا کو پکڑانا چاہتا ہے کہ اتنے میں پیچھے سے بھیانک چیخیں مارتی چڑیل سُرنگ میں سے ہوتی قبر کی دیوار کے شگاف کے قریب آجاتی ہے۔ عنبر بے ہوش لڑکی کو اُوپر ماریا کی طرف اُچھالتا ہے۔ ماریا اُسے بازوؤں میں لے کر سنبھال لیتی ہے۔ عنبر بھی اُوپر چھلانگ لگاتا ہے۔ دونوں قبرستان کی پرانی ویران کٹی پھٹی قبروں کے درمیان سے ہو کر بھاگتے چلے جا رہے ہیں۔ چڑیل اُن کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ چڑیل اپنا آخری جادُو آزماتی ہے اور ایک منتر پڑھ کر کیا کرتی ہے؟ یہ آپ جلدی سے ورق اُلٹ کر خود پڑھیں۔

اے۔ حمید

سیاہ پوش سایہ

چڑیل قبر کے شگاف تک آ پہنچی تھی۔

عنبر اب بے خوف ہو گیا تھا۔ اس کی طاقت واپس آ چکی تھی۔ جادو کا اثر اس پر نہیں ہو سکتا تھا۔ سینچیکا بے ہوش ہو کر قبر میں اس کے قدموں میں پڑی تھی۔ ماریا قبر کے باہر کھڑی تھی۔ اس نے بھی چڑیل کی چیخ سن لی تھی اور اب اسے قبر کے شگاف میں داخل ہوتے دیکھ رہی تھی۔ ماریا نے اوپر سے آواز دی۔

"عنبر! بچی سینچیکا کو بچاؤ۔ میں چڑیل سے نمٹ لوں گی۔"

اور اس کے ساتھ ہی ماریا نے قبر کے اندر چھلانگ لگا دی۔ وہ چڑیل کے بالکل آگے آ کر گری اور اچھل کر چڑیل کی گردن پر سوار ہو گئی۔ عنبر نے سینچیکا کو کونے میں ڈال دیا اور خود بھی چڑیل سے گتھم گتھا ہو گیا۔ ماریا اس دوران چڑیل کی گردن کے گرد رومال ڈال کر اسے زور سے کس رہی تھی۔ چڑیل کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔ عنبر نے ڈرے بغیر پتھر اٹھا کر چڑیل کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کی کھوپڑی سے خون کا فوارہ اچھل پڑا۔ ماریا چھلانگ لگا کر نیچے آ گئی۔ چڑیل کی چیخوں سے قبرستان گونج اٹھا۔ چڑیل قبر میں گری پڑی تھی اور تڑپ رہی تھی۔ آخر تڑپتے تڑپتے وہ ٹھنڈی ہو کر مر گئی۔ جونہی اس کی جان نکلی اس کی جگہ عنبر ماریا کے سامنے ایک مردہ لومڑی پڑی تھی۔ چڑیل مرنے کے بعد اپنے اصلی روپ میں آ گئی تھی۔ ماریا نے کہا "یہ کوئی لومڑی تھی عنبر! اس کو کسی جادوگر نے طلسم کر کے چڑیل بنا دیا تھا۔ پرانے مصر میں لومڑیوں پر زبردست جادو ہوا کرتے تھے۔"

"ہاں۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔"

"چلو اب سینچیکا کو تو یہاں سے نکالیں۔ کہیں کسی نئی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔" "تم اوپر چلو۔"

ماریا اوپر چلی گئی۔ عنبر نے نیچے سے بے ہوش سینچیکا کو پکڑا دیا۔ پھر عنبر بھی قبر سے باہر آ گیا۔ باہر آ کر اس نے دیکھا کہ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور ہلکی ہلکی بجلی بھی چمک رہی تھی سردی بہت زیادہ ہو رہی تھی۔ قرطبہ میں انہوں نے پہلے کبھی ایسا موسم نہیں دیکھا تھا بادلوں میں گرج سنائی دی۔

عنبر نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بڑی سرد ڈراؤنی رات ہے۔ جلدی چلو ماریا۔ بارش آ گئی تو یہ بچی بھیگ جائے گی۔"

ماریا نے پوچھا۔

"کیا تمہیں اس بچی کے گھر کا پتہ ہے؟"

"ہاں - تم میرے ساتھ آؤ۔"

وہ قبرستان سے باہر آگئے۔ سنچیکا کو ماریا نے اپنے کاندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ کیونکہ غائب ہونے کی وجہ سے اسے بوجھ بہت کم محسوس ہوتا تھا۔ قبرستان کے پرانے دروازے میں سے گزر کر ماریا نے پوچھا۔ "اب کدھر جانا ہوگا عنبر بھائی؟"
عنبر نے ایک طرف پہاڑی ڈھلان کو دیکھ کر کہا۔

"ہم اس پہاڑی سے نیچے اتر کر قرطبہ شہر سے باہر چلے جائیں گے۔ وہاں اس بچی کی ماں کا گھر ہے جو اس کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہوگی۔"

دونوں پہاڑی کی ڈھلان پر پیدل ہی قرطبہ شہر کی طرف چل پڑے۔ انہیں خبر ہی نہیں لگی تھی کہ جب وہ قبرستان کے پرانے دروازے سے باہر نکلے تھے تو ایک سایہ قبرستان سے نکل کر ان کے پیچھے لگ گیا تھا۔ اس سائے کی نہ ماریا کو خبر تھی اور نہ عنبر کو۔ دونوں باتیں کرتے آہستہ آہستہ چلے جا رہے تھے۔ بادل اب بار بار گرج رہا تھا اور بجلی چمک رہی تھی۔ ماریا نے کہا۔

"میں زیادہ دیر تک اُڑ نہیں سکتی۔ نہیں تو تمہیں بھی ساتھ لے کر اڑ جاتی۔ تھوڑی دور اُڑ کر نیچے اترنا پڑتا ہے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں۔"

"اس کی ضرورت بھی نہیں ماریا۔ ہم سامنے والی سڑک پر پہنچ گئے تو شہر کو جاتی کوئی گھوڑا گاڑی ضرور مل جائے گی۔" عنبر بولا۔

"مجھے تو امید نہیں ہے۔ سارا علاقہ سنسان ہے یہاں رات کے دو بجے گھوڑا گاڑی کہاں سے آئے گی بھلا؟"

"ماریا! تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے ساتھ کیسی کیسی عجیب باتیں ہوتی ہیں اور دلچسپ واقعات پیش آتے ہیں؟ کچھ پتہ نہیں کہ آسمان سے کوئی فرشتہ ہی گھوڑا گاڑی لے کر ہمارے پاس آجائے۔" عنبر ہنسا۔

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ سنچیکا اُس کے کندھے پر بے ہوش پڑی تھی۔ وہ عنبر کے ساتھ ساتھ چلتی اب شہر قرطبہ کو جانے والی بڑی سڑک پر آگئی تھی۔ جو چھوٹے چھوٹے گول پتھروں سے بنی ہوئی تھی۔ سڑک دور تک سنسان تھی۔ دور نیچے وادی کے پیالے میں قرطبہ کا شہر تھا۔ جہاں کی ایک جگہ بھی چراغ کی روشنی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

اسی طرح چلتے چلتے ماریا اور عنبر قرطبہ شہر سے باہر ایک ندی کنارے سنچیکا کی والدہ کے گھر پہنچ گئے۔ وہ سو رہی تھی۔ عنبر نے جا کر اُسے جگایا اور سنچیکا اس کے حوالے کرکے کہا۔

"بہن! میں تمہاری بیٹی کو بہت بڑی مصیبت سے چھڑا کر لایا ہوں۔ اب اسے گھر سے دور مت

جانے دینا۔"

سنجیکا کی ماں نے بچی کو سینے سے لگا لیا۔ سنجیکا کو بھی ہوش آچکا تھا۔ وہ ماں سے لپٹ کر دیر تک روتی رہی۔ ماریا ان کے قریب کھڑی خاموشی سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ عنبر جانے لگا تو سنجیکا کی ماں نے کہا۔

"رات طوفانی ہے۔ تم یہیں سو جاؤ بیٹا میں سامنے کوٹھڑی میں بستر لگا دیتی ہوں۔"

وہ تو جنگل میں بھی رات بسر کر سکتے تھے اور پھر انہیں ناگ کی بھی تلاش تھی۔ وہ قرطبہ کے اس پہاڑی کھنڈر پر جانا چاہتے تھے جہاں انہیں سفید سانپ کے ملنے کی امید تھی۔ وہ اس سانپ سے ناگ کا حال معلوم کرنا چاہتے تھے۔ سفید سانپ عموماً قرطبہ کے جنگلوں میں آدھی رات کے بعد ہی نکلتا تھا۔ اس نے سنجیکا کی ماں سے اجازت لی اور مکان سے باہر آگیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی مکان سے باہر آگئی۔ عنبر نے ماریا کی تیز خوشبو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "ماریا! تم میرے ساتھ ہو ناں؟"

"ہاں میں تمہارے ساتھ ہی ہوں۔ کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ کاش کم از کم تم ہی مجھے دیکھ سکتے۔"

عنبر نے کہا۔

"ہاں۔ کم از کم ناگ اور مجھے ضرور تمہیں دیکھنا چاہیے

تھا۔ لیکن خیر کوئی بات نہیں۔ ہم تمہاری خوشبو ضرور محسوس کر لیتے ہیں۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔"

عنبر اور ماریا قرطبہ شہر کی گلیوں بازاروں سے گذر رہے تھے۔ رات اندھیری اور سنسان تھی۔ کہیں کہیں کسی گلی کے کونے پر چراغ جل رہا تھا چلتے چلتے وہ شہر سے باہر نکل آئے۔ اب ان کے سامنے ایک پتھریلی سڑک تھی جو سفید سانپ والی پہاڑی کو جاتی تھی۔ عنبر نے کہا۔

"ہم رات ہی رات میں پہاڑی پر پہنچ جائیں گے۔"

"ضرور ـــــ اگر تم کہو تو میں پہلے وہاں جا کر سفید سانپ کو تلاش کرتی۔"

ماریا کافی لمبی چھلانگ لگا کر راستہ جلدی طے کر سکتی تھی۔ اس خیال سے کہ دن نہ نکل آئے عنبر نے ماریا کو اجازت دے دی کہ وہ تھوڑا تھوڑا اُڑ کر پہلے سفید سانپ والی پہاڑی پر پہنچ جائے اور کھنڈر میں سفید سانپ کو تلاش کر کے اس سے ناگ کے بارے میں پوچھے۔

"تم چلو۔ میں تمہارے پیچھے پیچھے آرہا ہوں۔ میں

اچھا اب سامنے والی پہاڑی پر ملاقات ہو گی۔ میں کھنڈر کی عقبی دیوار کے پاس تمہیں ملوں گی۔" کہہ کر ماریا چلی گئی۔

عنبر سڑک کے کنارے کنارے پہاڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔ ماریا کو گئے پندرہ بیس منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ بارش شروع

ہو گئی۔ عنبر نے سوچا۔ اگر اس وقت کوئی سواری کی بگھی مل جاتی
تو کتنا اچھا ہوتا۔ ان دونوں کو ابھی تک خبر نہیں ہوئی تھی کہ
وہ سایہ جو قبرستان سے نکل کر ان کے پیچھے لگا تھا۔ ابھی تک
ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ ماریا تو سائے کو دکھائی نہیں دیتی تھی۔
عنبر اسے نظر آ رہا تھا۔ اس لئے کچھ فاصلے پر وہ برابر عنبر کا
پیچھا کر رہا تھا۔

یہ سایہ ایک لمبے سیاہ لبادے میں ملبوس تھا۔ منہ سر سیاہ
چادر میں چھپا ہوا تھا۔ صرف لمبے سیاہ کرتے کی ایک جانب سے
ننگی تلوار کا سرا باہر جھانک رہا تھا۔ سایہ سڑک کنارے کی
جھاڑیوں کے عقب سے ہو کر تعاقب کر رہا تھا۔ اس سائے
کے قدموں کی آواز بھی نہیں تھی۔ یہ ایک بڑا ہی پُراسرار سایہ
تھا جو مسلسل عنبر کا پیچھا کر رہا تھا۔

بجلی چمکی اور بادل گرجا۔ بجلی کی چمک میں عنبر نے دیکھا
کہ قرطبہ شہر کی وادی سے ایک بند بگھی جس کے آگے چار سیاہ
گھوڑے جتے تھے اس کی طرف سڑک پر اڑی چلی آ رہی تھی
عنبر بڑا خوش ہوا کہ چلو کچھ تو بارش سے بچاؤ ہو گا اور کچھ نہیں
تو وہ بگھی میں بیٹھ کر قرطبہ کی سفید سانپ والی پہاڑی کے
قریب ہی پہنچ جائے گا۔ اندھیرے میں اسے سیاہ بگھی تاریک
دھبے کی طرح اپنی طرف بڑھتی دکھائی دے رہی تھی۔ بجلی
چمکتی تو اسے بگھی نظر آ جاتی۔ اس کے بعد وہ پھر سیاہ دھبے

میں بدل جاتی۔

عنبر نے ایک بات محسوس کی کہ بگھی کے گھوڑے دور
سڑک پر پوری رفتار سے بھاگے چلے آ رہے تھے مگر فاصلہ بہت
کم طے ہو رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے گھوڑے اسی جگہ بگھی کے
آگے جُتے دوڑ رہے ہوں۔ عنبر سڑک کی ایک جانب کھڑا بگھی
کا انتظار کر رہا تھا مگر وہ ابھی تک وہیں کی وہیں تھی۔

ایک بار جو بجلی چمکی تو عنبر نے بگھی کو ذرا قریب آتے دیکھا
اب اُسے سڑک پر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دینے لگی۔
یہ کوئی پراسرار سی بگھی لگتی تھی۔ بہرحال عنبر اپنی جگہ پر کھڑا
اس کا انتظار کرتا رہا۔ بگھی کے چاروں سیاہ گھوڑے گردنیں
اوپر اٹھائے نتھنوں سے جھاگ اڑاتے اس کے قریب سے
گزرے تو اس کے اوپر بیٹھے ہوئے سیاہ پوش آدمی نے باگیں
زور سے اپنی طرف کھینچ کر باگیں روک لیں۔

بگھی عنبر کے پاس آ کر رُک گئی۔ اس کا دروازہ بند تھا۔
اور کھڑکیوں پر سیاہ پردے پڑے تھے جو گرتی بارش میں بھیگ
رہے تھے۔ بگھی کے اوپر بیٹھا ہوا آدمی خاموش تھا۔ عنبر کو نہیں
معلوم تھا۔ یہ وہی پراسرار سایہ تھا جو قرطبہ کے پرانے قبرستان
سے اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ اور اب پراسرار بند بگھی لے کر
اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔ عنبر نے عربی اور ہسپانوی
زبان میں اُسے کہا کہ کیا وہ سامنے والی پہاڑی تک اُسے لے

جائے گا؟

بگھی کا پراسرار سیاہ پوش کوچوان منہ سے کچھ نہ بولا۔ ہاتھ سے اس نے عنبر کو بگھی کے اندر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ عنبر نے اس آدمی میں ایک عجیب بات دیکھی کہ بارش اس کے آس پاس ہو رہی تھی۔ اس کے اوپر بارش کا ایک بھی قطرہ نہیں گر رہا تھا۔ عنبر نے خیال کیا شاید یہ اس کا وہم ہو۔ کیونکہ رات بڑی اندھیری تھی۔ صرف بجلی چمکتی تو اسے کوچوان کا ہیولا سا دکھائی دیتا تھا۔

بگھی کا دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ جیسے کسی نے اندر سے عنبر کے لئے کھولا ہو۔ عنبر نے بگھی میں داخل ہوتے ہی کہا۔ "شکریہ"۔ اس کا خیال تھا کہ جس نے اس کے لئے بگھی کا دروازہ کھولا ہے وہ ضرور اندر ہی بیٹھا ہوگا۔ مگر اندر کوئی نہیں تھا۔ بگھی خالی تھی۔ اس کے اندر جاتے ہی بگھی کا دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا اور گھوڑوں نے پتھریلی سڑک پر سرپٹ دوڑنا شروع کر دیا۔ عنبر نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر باہر دیکھا۔ چاروں سیاہ گھوڑے ہوا سے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی ٹاپوں کی آواز سے پتھریلی سڑک گونج رہی تھی۔

عنبر بڑا حیران ہوا کہ بگھی کو اتنی تیز بھاگنے کی کیا ضرورت ہے اس نے منہ باہر نکال کر کوچوان کو آواز دی کہ اُسے صرف

سامنے والی پہاڑی کے دامن تک جانا ہے۔ مگر اس کی آواز گھوڑوں کے سموں کے شور میں دب کر رہ گئی۔

بگھی پہاڑی کے قریب سے ہو کر تیزی کے ساتھ آگے نکل گئی۔

عنبر کو اسی جگہ اترنا تھا۔ اس نے بگھی کی دیوار پر زور زور سے ہاتھ مارنا شروع کیا تاکہ کوچوان اُسے روک لے مگر بگھی اسی طرح برابر دوڑے جا رہی تھی۔ پھر سڑک ختم ہو گئی اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آنا بند ہو گئی۔ عنبر نے سوچا کہ بگھی کھیتوں میں داخل ہو گئی ہو گی۔ اسے اب ہچکولے بھی نہیں لگ رہے تھے یہ کیا بات تھی؟ بگھی اگر کھیتوں میں دوڑ رہی ہوتی تو اُسے زیادہ ہچکولے لگنے چاہییں تھے۔ اس نے سیاہ پردہ ہٹا کر باہر بارش میں دیکھا۔ باہر پہلے تو اسے کچھ نظر نہ آیا۔ پھر جو غور سے نیچے دیکھا تو بگھی کے نیچے نہ سڑک تھی اور نہ کھیت۔ بگھی ہوا میں اڑ رہی تھی۔

عنبر تڑپ کر اٹھا اور اس نے چھوٹی کھڑکی میں سے اوپر کوچوان والی اونچی سیٹ کو دیکھا۔ کوچوان بھی غائب تھا۔

عنبر بڑا پریشان ہوا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ آخر وہ سیاہ پوش انسان کون تھا جو اس بگھی کو چلا رہا تھا اور اب کہاں غائب ہو گیا تھا؟ یہ بگھی ہوا میں اڑتی کہاں جا رہی تھی؟ کیا یہ جادو کی بگھی تھی؟ عنبر کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اُسے اپنی جان کا خطرہ بھی نہیں محسوس ہو رہا تھا۔

بس وہ تو صرف ماریا کے بارے میں پریشان تھا کہ سفید سانپ
والی پہاڑی پر اس کا انتظار کر رہی ہوگی اس نے سوچا کہ کھڑکی
میں سے نیچے فضا میں چھلانگ لگا دے۔ وہ کہاں کوئی مر جائے
گا۔ اُسے تو ذرا بھی چوٹ نہیں لگے گی۔ جہنم میں جائے یہ جادو
کی بگھی ——

عنبر نے کھڑکی کا پردہ پیچھے کیا اور باہر چھلانگ لگائی
تو وہ یوں ٹکرا کر پیچھے بگھی کے اندر گرا جیسے کھڑکی میں بڑے
ہی مضبوط شیشے کی موٹی دیوار بنی ہوئی ہو۔ اب تو وہ سچ
مچ پریشان ہوا کہ یہ کس جادوگری میں پھنس گیا۔ اس نے
دوسری کھڑکی میں سے چھلانگ لگانی چاہی تو وہاں بھی یہی
حال ہوا۔ شیشے کی موٹی دیوار سے ٹکرا کر واپس گر پڑا۔

عنبر نے پوری طاقت سے کھڑکی کی دیوار میں ہاتھ مارا۔
اس کا خیال تھا کہ شیشہ چکنا چور ہو جائے گا۔ لیکن وہاں
کوئی اثر نہ ہوا عنبر کے سامنے تو بڑی سے بڑی دیوار ٹوٹ
کر ریزہ ریزہ ہو جاتی تھی۔ سمجھ گیا کہ وہ طلسم کا اسیر ہو
چکا ہے اور اب قسمت سے ہی وہاں سے نکل سکے گا۔ وہ
عاجز ہو کر بگھی میں خاموشی سے بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ یہ
بگھی اُسے ہوا میں اُڑا کر کہاں لئے جا رہی ہے —— بادلوں
کے نیچے اڑتے اڑتے آخر پُراسرار جادو کی بگھی نے نیچے
جُھک کر زمین کی طرف اترنا شروع کر دیا۔ عنبر نے غیبی

شیشے کی دیوار میں سے باہر دیکھا۔ نیچے ایک پہاڑی کے
اوپر قلعے کا چھوٹا سا ماڈل اندھیرے میں اوپر کی طرف آ رہا
تھا۔ جوں جوں بگھی نیچے جا رہی تھی یہ قلعہ بڑا ہوتا جا رہا
تھا اور اندھیرے سے باہر نکل رہا تھا۔ جوں جوں بگھی قلعے
کے اوپر آ رہی تھی۔ اُس کی رفتار میں کمی ہوتی جا رہی تھی۔
اور پھر بگھی روئی کے گالے یا کسی چڑیا کے پَر کی طرح
آہستہ آہستہ قلعے کے اوپر آ کر نیچے اترنے لگی۔ عنبر کا
خیال تھا کہ وہ قلعے کی یا محل کی چھت پر پہنچ کر رُک جائے
گی۔ مگر وہ چھت پر اترنے کی بجائے قلعے کے اندر شاہی محل
کے ویران اجڑے ہوئے باغ میں اتری اور اترتے ہی اس
نے ایک بار پھر اونچے اونچے سرو اور صنوبر کے درختوں کے
نیچے سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا۔

پختہ اینٹوں والی قدیم چھوٹی سی سڑک پر گھوڑوں کے
سم شور مچاتے چنگاریاں چھوڑتے درختوں میں سے گذر رہے
تھے۔ عنبر نے یہاں بھی کھڑکی میں سے باہر کودنا چاہا مگر شیشے
کی دیوار نے اس کا راستہ روک لیا۔ یہ پہلی دیوار تھی جس کو
عنبر توڑ نہیں سکتا تھا۔ یہ کوئی زبردست طلسمی دیوار تھی۔ عنبر
باہر دیکھنے لگا۔ درخت پیچھے بھاگے جا رہے تھے۔ یہ سپین کے
قدیم حکمران کسی مسلمان بادشاہ کا بہت ہی پرانا قلعہ تھا۔ جس
کے اندر اس کا قدیم دو منزلہ محل بھی تھا۔ اتنے بڑے محل

اور قلعے میں کہیں منّی کا ننھا سا دیا بھی نہیں روشن تھا۔ ہر طرف بارش، بادل اور اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ عنبر ایک عجیب مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ پھر اس نے دیکھا کہ سامنے پرانے محل کا بہت بڑا اونچا محرابی دروازہ آ گیا جو بند تھا۔ بگھی کی آواز سنتے ہی دروازہ اپنے آپ کھُل گیا اور بگھی کے گھوڑے سرپٹ دوڑتے اس کے اندر داخل ہو گئے۔

محل کی ڈیوڑھی میں گھوڑوں کے ٹاپوں کا زبردست شور اٹھا۔ ڈیوڑھی سے گذر کر پھر ایک باغ آ گیا جس میں سوائے اندھیرے کے اور کچھ نہیں تھا۔ گھوڑوں نے پتھریلی روش کا ایک گول چکّر لگایا اور ایک اونچے اونچے سرخ ستونوں والے دالان کے آگے سیڑھیوں کے پاس جا کر رُک گئے۔ عنبر کھڑکی میں سے باہر دیکھنے لگا تو دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ جیسے کسی نے اُسے باہر نکلنے کا اشارہ کیا ہو۔

وہ بگھی سے باہر آیا۔ بارش اب بہت ہلکی ہو رہی تھی اول بادل بھی نہیں گرج رہے تھے۔ بجلی بھی چمکنا بند ہو گئی تھی بارش کے زبردست طوفان کے بعد ایک سکون سا آ گیا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ واپس جانا چاہیے۔ ماریا اس کی راہ دیکھ رہی ہو گی پھر اُس نے سوچا کہ اب وہاں آیا ہے تو اس پُراسرار بگھی کا راز معلوم کر کے ہی واپس جائے۔ ماریا سفید سانپ والی پہاڑی سے واپس آ کر سنچیکا کے گھر رُک جائے گی۔

عنبر محل کی سیڑھیاں چڑھ کر دالان میں آ گیا۔ چاروں طرف اونچے درختوں کی قطاریں تھیں۔ بیچ میں سنگ مرمر کا پیالے کی طرز کا فوارہ بنا تھا۔ اندھیرے میں اس کا سفید خاکہ دھندلا دھندلا نظر آ رہا تھا۔ کونے میں ایک چوڑا اور چوکور برج تھا۔ وہاں عنبر کو جلتے چراغ کی روشنی نظر آئی۔ وہ اس طرف لپکا کہ دیکھے یہاں اس اندھیری رات میں کس نے دیا روشن کر رکھا ہے؟

چوکور بُرج کے ایک طاق میں بلّی کا سبز مجسمہ بنا ہوا تھا جس کے سر پر دیا روشن تھا۔ یہ دیا کس نے روشن کیا ہے؟ عنبر نے سوچا۔ کیا دیکھتا ہے کہ چوکور بُرج کے کونے میں اندر کو سیڑھیاں اتر رہی ہیں اور سیڑھیوں میں بھی روشنی ہو رہی ہے۔ اگرچہ یہ روشنی دھیمی تھی اور کپکپا رہی تھی۔ عنبر سیڑھیاں اترنے لگا۔ زینہ چکّردار تھا۔ آخری چکّر کی سیڑھی کی دونوں طرف پتھر کے دو شیر منہ پھاڑے کھڑے تھے۔ عنبر ان کے قریب سے گذرا تو اسے ان کی ہلکی ہلکی رونگٹے کھڑے کر دینے والی غراہٹ سنائی دی۔ پلٹ کر دیکھا تو مجسمے ویسے ہی کھڑے تھے۔

عنبر ایک پختہ کلے تہہ خانے میں پہنچ گیا۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ سونے کا بنا ہوا ایک مور پنکھ پھیلائے کھڑا ہے جس کے سر کے اوپر موم بتی روشن ہے۔ اس کی روشنی

تہ خانے کی ہر شے کو روشن کر رہی ہے۔ دیواروں پر
عربی زبان میں عبارتیں لکھی ہیں اور ستاروں کے نشان بنے
ہوئے ہیں۔ تہ خانے کے بیچ میں لوہے کے سات صندوق
پڑے ہیں جن کے تالوں پر مہریں لگی ہوئی ہیں۔ صندوقوں کی
دونوں طرف زرہ بکتر والے سپاہیوں کے سونے کے بت
کھڑے پہرہ دے رہے ہیں۔ ان صندوقوں کے آگے سات
مٹکے رکھے ہیں جو سونے چاندی کے سکوں اور بے شمار رنگ
برنگے ہیرے جواہرات سے بھرے ہوئے ہیں۔ عنبر نے اُن میں
ہاتھ ڈالا تو وہ کہنیوں تک سونے کے سکوں اور جواہرات میں
ڈوب گیا۔ اس کے ساتھ ہی جیسے زلزلہ آ گیا اور تہ خانے کا
فرش ہلنے لگا۔ عنبر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔

بھٹکتی بے چین رُوح

پھر زلزلہ رُک گیا۔

اور تہ خانے کی سامنے والی دیوار سے ایک سیاہ پوش سایہ
اُبھرا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر سات صندوقوں کے پاس آ کر
رک گیا۔ عنبر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ موم بتی کی روشنی میں
سائے کا چہرہ بالکل دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے چہرے
پر نقاب پڑا تھا۔ لبادے کے کونے میں سے سفید تلوار کی نوک
باہر نکلی ہوئی تھی۔ سایہ سیاہ کپڑوں میں لپٹا ہوا تھا۔ عنبر نے
ہمت کر کے پوچھا۔

"کیا تم وہی تو نہیں ہو جو مجھے اپنی بگھی میں بٹھا
کر یہاں تک لایا ہے؟"

سیاہ پوش سائے نے کوئی جواب نہ دیا۔ عنبر نے دوسری بار
اپنا سوال دہرایا تو سائے کو جنبش ہوئی۔ اس کے آہستہ آہستہ
سانس لینے کی آواز سنائی دی اور پھر سائے نے صندوقوں کے
گرد سات بار چکر لگایا۔ ساتویں چکر پر وہ کھڑا ہو گیا اور
بولا۔ اس کی آواز ہوا کی سرسراہٹ سے ملتی جلتی تھی جیسے
ہوا جھاڑیوں میں سے سیٹیاں بجاتی گزر رہی ہو۔ "عنبر! میں

وہی سایہ ہوں جس نے تمہیں بگھی پر بٹھایا تھا۔"
عنبر نے کہا۔ "تم میرا نام جانتے ہو کیا؟"
"ہاں۔ میں تمہیں شروع سے آخر تک جانتا ہوں۔"
"تم مجھے یہاں کس لئے لائے ہو؟"
سائے نے کہا۔
"سنو! یہ جگہ ایک زبردست طلسم میں قید ہے۔ میں تمہیں ایک ایسے کام کے لئے یہاں لایا ہوں جسے سوائے تمہارے اور کوئی نہیں کر سکتا۔"
عنبر نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کیا تم روح ہو؟"
سائے نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا۔
"میرا نام ابی الماس ہے۔ میں ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہوں کی ساتویں پشت کا شہزادہ تھا اور اس قلعے کے محل میں رہتا تھا۔ جب سپین میں مسلمانوں کی سلطنت کو زوال آیا اور ہسپانیوں نے اس پر قبضہ کر لیا تو میں نے اپنے اکلوتے بیٹے شہزادے زرتاش کو جو ابھی دس گیارہ سال کا تھا اپنے وفادار حبشی غلام کے سپرد کر کے انہیں قلعے کے خفیہ دروازے سے باہر نکلوا دیا۔ میں اپنی ملکہ کے ساتھ فرار ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ دشمن قلعے کے اندر آن پہنچا۔ میں اور میری ملکہ گرفتار ہو

گئے۔ اس سے پہلے میں نے محل کے خزانے کو اس تہہ خانے میں صندوقوں میں بند کروا کر رکھ دیا تھا اور اس کے باہر طلسم سے دروازے اور دیواروں کو جکڑ دیا تھا۔ یہ ایسا زبردست طلسم تھا کہ جو کوئی ادھر آتا موت کا شکار ہو جاتا تھا۔ دشمن نے میری ملکہ کو میری آنکھوں کے سامنے پھانسی پر لٹکا کر لاش دریا میں بہا دی۔ مجھے جلاد قلعے کی فصیل پر لے گئے۔ مجھے میرے خفیہ جاسوس نے آکر یہ اطلاع دے دی تھی کہ میرا اکلوتا شہزادہ زرتاش دشمن کی پہنچ سے باہر نکل چکا تھا۔ اب میں مرنے کے لئے تیار تھا۔ جلاد کے ہاتھ میں کلہاڑا تھا۔ اس نے مجھے پتھر پر جھکنے کو کہا۔ جونہی میں جھکا کلہاڑے کا ایک بھرپور وار میری گردن پر پڑا۔ ایک پل کے لئے میری آنکھوں میں بجلی سی کوندی اور پھر گہرا ـــــ گہرا اندھیرا چھا گیا مجھے یوں لگا جیسے میں اپنے مردہ جسم سے الگ ہو کر کھڑا ہوں اور جلاد کو اپنا سر نیزے پر چڑھا کر بادشاہ کے سامنے پیش کرتے دیکھ رہا ہوں میں نے دیکھا کہ دشمن کے سپاہیوں نے میری لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور پھر انہیں دریا میں

پھینک دیا۔ تب سے لے کر آج تک اس حادثے
کو تین سو سال گزر گئے ہیں۔ میری روح اسی محل میں
بھٹک رہی ہے۔ عیسائی بادشاہت بھی ختم ہو گئی۔
یہ محل ویران ہو گیا۔ کئی لٹیروں نے محل کے نیچے
تہہ خانے کے خزانے کو چرانے کی کوشش کی اور
مارے گئے۔ طلسم انہیں اس چوکور برج میں ہی جلا
کر راکھ کر دیتا تھا

" اس خزانے کا طلسم میرے دربار کے ایک
جادوگر نے بنایا تھا اور مجھے کہہ دیا تھا کہ ایک
بار طلسم بندھ جانے کے بعد اس تہہ خانے میں میرے
خاندان کا بھی کوئی شخص داخل نہ ہو سکے گا۔ ہاں
اس طلسم کو صرف وہی شخص توڑ سکے گا جو پانچ
ہزار سال سے زندہ چلا آ رہا ہو اور چونکہ ایسا آدمی
ملنا ناممکن ہے اس لئے یہ خزانہ مٹی کے ساتھ مٹی
ہو جائے گا۔ لیکن ایک روز اچانک میرے اسی
محل میں میرے درباری جادوگر کی روح مجھ سے
ملنے آئی اور اس نے مجھے بتایا کہ عنبر نام کا ایک
مصری نوجوان پانچ ہزار سال سے زندہ ہے اور
قرطبہ میں آیا ہوا ہے۔ بس میں تمہاری تلاش میں
نکل کھڑا ہوا اور آخر تمہیں پا لیا۔"

عنبر نے پوچھا۔

" اے مقدس روح! تمہیں تین سو سال کے بعد اب
اپنے خزانے کی اچانک کیا ضرورت پڑ گئی ہے جو
تم مجھے یہاں اٹھا لائے ہو؟"

بادشاہ ابی الماس کی روح نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

"عنبر! میرا جو بیٹا زرتاش غلام کی حفاظت میں
محل سے فرار ہوا تھا وہ سپین سے بھاگ کر
سوڈان میں جا کر آباد ہو گیا۔ اس کا خاندان سوڈان
میں پھیلا پھولا۔ پھر دو سو سال کے بعد میرے
بیٹے کے خاندان پر بھی گناہ گاریوں کی وجہ سے
زوال آ گیا اور اب میرے پیارے بیٹے زرتاش
شہزادے کے خاندان کی آخری نشانی ایک نوجوان
زرگال رہ گیا ہے جو یہاں سے دور نئی دنیا
کے ایک علاقے میں اپاچی قبیلے کے ریڈ انڈین
لوگوں کی قید میں غلاموں کی زندگی بسر کر رہا
ہے۔ یہ بے بہا خزانہ اس کی ملکیت ہے۔ اب
اس خزانے کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ میں چاہتا
ہوں کہ اس خزانے کی چابی تم اسے جا کر
دے دو تاکہ وہ اس کی مدد سے آرام کی
زندگی بسر کرے اور ایک بار پھر میرے خاندان

کا نام روشن کرے۔
عنبر نے کہا۔" ابی الماس! میں انشاء اللہ موقع ملتے
ہی تمہارے خاندان کی آخری نشانی زرگال کی
ضرور مدد کو جاؤں گا۔"
ابی الماس کی روح نے بے چینی سے کہا۔
"یہ نہ کہو عنبر! سینکڑوں برسوں تک بھٹکتے
پھرنے کے بعد مجھے تم ملے ہو۔ اگر تم جلدی
وہاں نہ پہنچے تو لوگ اس خزانے کو لوٹ کر لے
جائیں گے۔ کیونکہ تمہارے آنے سے اس خزانے
کے تہہ خانے کا طلسم ٹوٹ چکا ہے اور اُدھر
نئی دنیا میں میرے بچے زرگال کی حالت بھی نازک
ہے۔ اپاچی ریڈ انڈین کے لئے پہاڑ کاٹتے کاٹتے
اس کا بدن لاغر ہو گیا ہے۔ وہ کوئی دن کا
مہمان ہے۔ اگر وہ مر گیا تو میری روح کو حشر
تک چین نصیب نہ ہو سکے گا۔"
عنبر نے کہا۔ "تم خود کیوں نہیں وہاں چلے جاتے؟"
روح نے کہا۔
"ہم روحیں دنیا میں مجبور ہوتی ہیں۔ ہم یہاں نہ
کسی کو کچھ دے سکتی ہیں نہ کسی سے کچھ لے
سکتی ہیں تم ایک خاص قسم کے انسان ہو اس

لئے میں تم سے بات کر رہی ہوں۔ اگر میں اپنے
بدنصیب بچے کی خود مدد کر سکتی تو تمہارا یہاں
انتظار نہ کرتی۔ ابھی نئی دنیا کو روانہ ہو جاؤ۔
یہ لو خزانے کی چابی۔"
ابی الماس کی روح نے سونے کی ایک چابی عنبر کے سامنے
پھینک دی۔ عنبر نے چابی اٹھا کر کہا۔
"میں وعدہ کرتا ہوں ابی الماس کہ تمہارے بچے
کی مدد ضرور کروں گا۔ مگر ابھی مجھے ماریا کے
پاس واپس جانا ہے۔ وہ میرے لئے بہت پریشان
ہوگی۔" ابی الماس کی روح نے بے تابی سے کہا۔
"تم اس کی فکر نہ کرو۔ اُسے میں تمہارے بارے
میں خبر کر دوں گا کہ تم امریکہ یعنی نئی دنیا گئے
ہوئے ہو۔"
"نہیں نہیں۔ میں ابھی نہیں جا سکتا۔ میں ماریا
کو یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"
عنبر ابھی یہ الفاظ کہہ ہی رہا تھا کہ ابی الماس کی سیاہ پوش
روح نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھا کر عنبر کے سر پر رکھ دیا۔ ہاتھ
کے رکھتے ہی عنبر کو ایک زبردست چکر آیا اور پھر اُسے
کچھ ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے وہ بے ہوش ہو کر غائب
ہو چکا تھا۔

جب اُسے ہوش آیا اپنے آپ کو دیکھا تو اپنا لباس بھی تبدیل
ہوا پایا۔ اب وہ میلی سی بھوری پتلون اور اسی رنگ کی
جیکٹ پہنے ہوئے تھے۔ پاؤں میں امریکی کاؤبوائے ٹاپ کے
نوکدار بوٹ تھے۔ اس نے اٹھ کر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ ابی
الماس کے خزانے کی چابی جیب میں تھی۔

اُسے بڑا غصہ آیا کہ ابی الماس کی روح نے اسے ماریا
سے دُور اس نئی دنیا میں لا پھینکا ہے۔ پھر اس نے سوچا
کہ آخر ایک بے چین باپ کی روح ہے اور پھر اس کے
پیارے جلاوطن بیٹے کی آخری اولاد یعنی نوجوان زرگال موت
کے کنارے کھڑا ہے۔ اس کی مدد کرنی چاہیے۔ اور پھر ابی
الماس کی روح نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ماریا کو بھی اس
کے پاس نئی دنیا یعنی امریکہ میں پہنچا دے گا۔ عنبر سمجھ گیا
تھا کہ وہ امریکہ میں پہنچا دیا گیا ہے۔ اب اس نے ابی
الماس کے جلاوطن مصیبت زدہ شاہی خاندان کے آخری
چشم و چراغ زرگال کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا اور دریا
کنارے گھاس پر سے اٹھ کر ارد گرد نگاہ ڈالی۔

یہ ایک سرسبز و شاداب وادی تھی۔ دریا پہاڑوں میں
خم کھا کر آگے کو نکل گیا تھا۔ وادی میں دُور ہرے بھرے
کھیتوں میں ایک ڈھلانی چھت والا کاٹیج بنا ہوا تھا۔
عنبر دور نظر آنے والے کاٹیج کی طرف چل پڑا۔ اس کے

اندازے کے مطابق تیسرا پہر ہو رہا تھا۔ سورج مغربی پہاڑوں
کی طرف سمٹ رہا تھا۔ یہاں ہر کوئی بچہ بوڑھا مرد عورت
انگریزی زبان میں بات کرتا تھا اور عنبر دنیا کی ہر زبان میں
بات کر سکتا تھا اور سمجھ سکتا تھا۔ یہ کاٹیج کسی امریکی کسان کا
تھا۔ اس وقت امریکہ میں یورپ کے مختلف علاقوں سے آئے
ہوئے لوگ آباد تھے۔ عنبر اس وقت شکل و صورت سے
ایک ایسا مصری لڑکا لگتا تھا۔ جو روزی کی تلاش میں نئی دنیا
میں آ گیا ہو اور اب بیکاری کی وجہ سے تنگدستی کی زندگی
بسر کر رہا ہو۔ عنبر نے سوچ بھی یہی رکھا تھا کہ جو کوئی اس
کے بارے میں پوچھے گا وہ اُسے یہی کہے گا۔

کاٹیج کے باہر ایک باڑے میں گائے بندھی تھی۔ ایک
عورت گائے کا دودھ دھو رہی تھی۔ کاٹیج کے صحن میں
مرغیاں دانہ چن رہی تھیں۔ کاٹیج کے عقب سے لکڑیاں کاٹنے
کی آواز آ رہی تھی۔ عنبر ان لوگوں سے صرف یہ معلوم کرنا
چاہتا تھا کہ اپاچی قبیلہ جس جنگل میں رہتا ہے وہ کہاں پر
ہے۔ ایک کتا عنبر کو دیکھ کر بھونکنے لگا۔ دودھ دھوتی
عورت نے گردن گھما کر عنبر کو دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔
اس نے اپنے خاوند کو آواز دی "جونی! ایک غنڈہ آ رہا ہے"
اس زمانے میں دور دور وادیوں میں رہنے والے کسان
بڑی خطرناک زندگی بسر کرتے تھے۔ غنڈے لٹیرے دن

دہاڑے آکر حملہ کر دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کسانوں کو
چوکس رہنا پڑتا تھا۔ ہر گھر میں بندوق ضرور تھی۔ عورت کی
آوازہ سن کر کاٹیج کے پیچھے سے ایک امریکی آدمی جس نے
چمڑے کی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ بھاگتا ہوا کلہاڑی پکڑے
نکل آیا۔ پھر اس نے اپنی پیٹی سے پستول نکال کر عنبر کی
طرف تان دیا۔" اپنے ہاتھ اوپر کر لو۔ نہیں تو گولی مار دوں گا۔"
عنبر نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ اپنے دونوں ہاتھ کھڑے کر لئے۔
امریکی کسان آہستہ آہستہ چلتے عنبر کے پاس آیا۔ پستول کا
رخ عنبر کے سر کی طرف تھا۔ پاس آکر اس نے عنبر کی
تلاشی لی۔ جب اُسے یقین ہوگیا۔ کہ اس کے پاس کوئی
پستول وغیرہ نہیں ہے تو اس نے تیز لہجے میں پوچھ لیا۔

"تم کون ہو۔ یہاں کیا لینے آئے ہو؟"

عنبر نے بڑے اخلاق کے ساتھ کہا۔

"میں ایک مصری نوجوان ہوں۔ پیچھے میرا کوئی
نہیں ہے۔ ایک سمندری جہاز میں بیٹھ کر نئی دنیا
میں قسمت آزمانے آیا تھا۔ اب کئی روز سے اس
علاقے میں بیکار پھر رہا ہوں۔ کیا آپ مجھے کوئی
کام دلا سکتے ہیں؟"

امریکی کسان جوتی کچھ دیر بڑی تیز اور گہری نظروں سے عنبر
کو دیکھتا رہا۔ پھر پستول پیٹی میں ڈال کر سگار چباتے

ہوئے بولا۔" تمہارا نام کیا ہے؟"

"عنبر"

"ہوں ——— لکڑیاں کاٹنا، گایوں کے لئے
چارہ بنانا بس میرے پاس تو یہی کام ہے۔ اس
کے عوض تمہیں صبح شام کھانا اور پہننے کو پرانی
پتلون قمیض مل جایا کرے گی۔"

"مجھے منظور ہے۔" عنبر نے کہا۔

"تو پھر یہ لو کلہاڑا اور پیچھے جاکر لکڑیاں کاٹو۔"

عنبر کلہاڑا لے کر مکان کے عقب میں جاکر لکڑیاں کاٹنے
لگا۔ عنبر کو وہاں کام کرتے دو روز ہو گئے تھے۔ ابھی
تک اس نے اپاچی قبیلے کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔
وہ نہیں چاہتا تھا کہ امریکی کسان کو خوامخواہ شک پڑے کہ
عنبر کا تعلق خونخوار اپاچی قبیلے سے تو نہیں ہے۔

تیسرے دن شام سے ذرا پہلے عنبر مکان سے ذرا
دور کھیت میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا کہ دو گھوڑ سوار غنڈے
پستولیں تانے مکان کے صحن میں دندناتے ہوئے جا گھسے اور
ایک نے جوتی کسان کی گردن پر پستول رکھ کر کہا۔

"ذرا حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔"

اور دوسرے نے گھر کے اندر گھس کر صندوقچی میں سے سارے
نقد ڈالر جیب میں ڈالے اور باہر نکل کر جوتی کی بیوی سے کہا۔

"تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔"

جونی کسان موت کے خوف سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ عنبر نے یہ تماشہ دیکھا تو بھاگ کر مکان کے صحن میں آگیا۔ ایک غنڈے نے عنبر کی طرف پستول تان کر کہا۔ "ابے کالے! خبردار جو آگے بڑھے نہیں تو گولی چلا کر کھوپڑی اڑا دوں گا۔"

عنبر کو بھلا کیا خوف ہو سکتا تھا۔ جس غنڈے نے جونی کسان کی گردن پر پستول رکھی ہوئی تھی۔ عنبر اس کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "حرامی سُور کتے کے بچے۔"

عنبر نے چھ سات گالیاں دیں تو غنڈے کا خون کھول اٹھا۔ اس نے عنبر کو گولی مارنے کے لئے جونہی کسان جونی کی گردن سے پستول ہٹایا۔ عنبر نے جونی کسان کو پرے دھکا دے دیا اور خود غنڈے کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ غنڈے اوپر تلے دو گولیاں عنبر کے سینے پر داغ دیں۔ دونوں گولیاں عنبر کی چھاتی سے لگ کر نیچے گر پڑیں۔ عنبر نے آگے بڑھ کر غنڈے کے پستول والے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اس کا ہاتھ کلائی کے قریب سے تین جگہوں پر ٹوٹ گیا اور پستول بھی گر پڑا۔ غنڈہ چیخ مار کر اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا۔ دوسرے غنڈے نے عنبر پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ عنبر نے چیخ کر جونی کسان اور اس کی بیوی کو مکان کے اندر بھاگ جانے کو کہا اور پہلے غنڈے کا پستول اٹھا کر اسے گھوڑے

پر سوار ہوتے ہوئے فائر کر کے ہلاک کر دیا۔ دوسرا غنڈہ بھاگنے لگا تو اُسے امریکی کسان نے کھڑکی میں سے بندوق کا فائر کر کے ہلاک کر دیا۔ دونوں غنڈوں کی لاشیں صحن میں پڑی تھیں۔

کسان اور اس کی بیوی آنکھیں پھاڑے عنبر کو تک رہے تھے۔ عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "خدا کا شکر ہے ان کے نشانے خطا گئے اور مجھے ایک بھی گولی نہیں لگی۔"

"مگر دو گولیاں تو میری آنکھوں کے سامنے تمہارے سینے پر لگی تھیں۔ پھر تم زندہ کس طرح ہو تم ——— تم کون ہو؟" امریکی کسان بولا۔

"میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔ اگر گولیاں مجھے لگتیں تو میں زندہ رہ سکتا تھا کیا؟ مجھے تو ایک بھی گولی نہیں لگی۔ بے شک دیکھ لو۔" عنبر ہنس کر بولا۔

جونی کی بیوی نے بھی ایک گولی پیچھے سے عنبر کے سر پر لگتی اور پھر اُچٹ کر نیچے گرتی دیکھی تھی۔ اس نے کہا۔ "عنبر! ایک گولی میرے سامنے تمہارے سر پر لگی تھی۔"

عنبر ذرا تلخ ہو کر بولا۔

"تو کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں مرجاتا آپ مجھے زندہ دیکھ کر خوش نہیں ہیں؟"

امریکی کسان نے کہا۔

"ایسی بات نہیں ہے عنبر! ہم تمہارے شکرگذار

ہیں کہ تمہاری وجہ سے ہم دونوں کی عزت اور
جان بچ گئی۔ لیکن میں اس بات پر حیران ہوں کہ
گولیوں نے تم پر کیوں اثر نہیں کیا؟"

"ان باتوں کو بھول جائیں۔ میرے پاس کوئی ایسا
جادو نہیں ہے کہ جس سے گولی اثر نہ کرے۔ بس
ان غنڈوں کا نشانہ چوک گیا تھا۔ مجھے کوئی گولی
نہیں لگی۔"

امریکی کسان اور اس کی بیوی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اگلے
دن باتوں ہی باتوں میں عنبر نے امریکی کسان سے اپاچی
قبیلے کے ٹھکانے کا پتہ کر لیا اور اسی روز رات کے
اندھیرے میں وہاں سے غائب ہو گیا۔

آدھی رات تک وہ پہاڑوں کے درمیان وادی میں اکیلا
سفر کرتا رہا۔ پچھلے پہر کے قریب وہ پہاڑ کے اوپر جا کر
لیٹ گیا اور اُسے نیند آ گئی۔ صبح کو آنکھ کھلی تو
پہاڑی سے نیچے اتر آیا۔ عنبر دوپہر تک میدان
میں سفر کرنے کے بعد ایک چھوٹے سے امریکی گاؤں میں
پہنچ گیا۔ یہ گاؤں سو ڈیڑھ سو مکانوں پر مشتمل تھا۔
یہاں کی سڑکیں کچی تھیں۔ ایک ہوٹل تھا جہاں لوگ کھانا
کھاتے اور کافی پیتے تھے۔ ایک حجام کی دکان تھی۔ ایک
چھوٹا سا بینک تھا اور ایک دھوبی کی اور قصاب سبزی

والوں کی دو دکانیں تھیں۔ بچوں کا ایک چھوٹا سا سکول بھی
تھا۔ جونی نے عنبر کو بتایا تھا کہ اس گاؤں سے اُسے گھوڑا گاڑی
یعنی کاوچ گاڑی ٹیکساس شہر کو لے جائے گی جہاں سے پچاس
میل اندر پہاڑیوں کے درمیان اپاچی قبیلے کے ریڈ انڈین
لوگ آباد ہیں۔

عنبر کے پاس ابی الماس کی دی ہوئی خزانے کی چابی تھی
جسے اس نے اپنی کمر کے گرد کپڑے میں لپیٹ کر باندھ رکھا تھا
اس کے علاوہ پندرہ ڈالر تھے جو اس نے جونی کسان کے گھر
محنت کر کے کمائے تھے۔ اس کی جیکٹ گرد میں اٹی تھی۔

عنبر نے گاؤں کے باہر ایک ندی میں غسل کیا پھر گاؤں
میں آ گیا یہ لوگ دکانوں کے باہر لکڑی کے برآمدوں میں
پرانی طرز کی کرسیوں پر بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے۔ بوڑھے
لوگ پائپ پی رہے تھے۔ عنبر حجام کی دکان میں جا کر بال
ترشوائے۔ حالانکہ اس کے بال نہیں بڑھتے تھے۔ مگر وہ اُن
سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کاوچ گاڑی کب اور کس روز
وہاں سے ٹیکساس شہر کی طرف روانہ ہوتی ہے۔

حجام نے بتایا کہ کاوچ گاڑی مونٹانا شہر سے ہفتے کی شام
کو آتی ہے اور یہاں سے دو ایک سواریاں لے کر ٹیکساس شہر کی
طرف روانہ ہو جاتی ہے۔ اس روز بدھ کا دن تھا۔ اس کا مطلب
تھا کہ ابھی کاوچ گاڑی کے آنے میں تین دن باقی تھے۔ عنبر

نے گاؤں کے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں کمرہ دو ڈالر روز
کرائے پر لے لیا اور پلنگ پر آکر لیٹ گیا۔ وہ ماریا اور
ناگ کے بارے میں سوچنے لگا۔ ناگ کی تو اسے کچھ خبر
نہیں تھی۔ ہاں خیال ضرور تھا کہ وہ ہمالیہ کے مندر سے
ضرور چل پڑا ہوگا۔ ماریا کے بارے میں اسے یقین تھا کہ
ابی الماس کی روح نے اسے بتا دیا ہوگا کہ عنبر نئی دنیا
کو گیا ہے اور ہو سکتا ہے ماریا اس کی تلاش میں امریکہ
پہنچ جائے۔ مگر وہ اُسے کہاں اور کس جگہ ملے گی؟

اس سے تو یہی بہتر تھا کہ ابی الماس کی روح اُسے کچھ
نہ بتاتی اور عنبر یہاں اپنا کام ختم کرکے واپس ماریا کو سپین
جاکر ہی مل لیتا۔ لیکن اُسے یقین تھا کہ ماریا سپین سے روانہ
ہو چکی ہوگی۔ شام کو عنبر گاؤں میں نکل آیا۔ بجلی ابھی ایجاد
نہیں ہوئی تھی۔ گاؤں میں مٹی کے تیل کی لالٹینیں جل رہی
تھیں۔ ہوٹل میں بھی لالٹینوں کی روشنی تھی اور لوگ شور
مچا رہے تھے اور گا رہے تھے۔ عنبر بھی وقت گزارنے کے
لئے ہوٹل میں آگیا۔

ایک چھوٹی گول میز پر آمنے سامنے دو
ہٹے کٹے امریکی میز پر کہنیاں رکھے ایک دوسرے کی
کلائی تھام کر انہیں نیچے گرانے کی کوشش کر رہے تھے۔
ایک امریکی کی کلائی میز سے لگ گئی۔ لوگوں نے جیتنے

والے کے لئے خوب زور زور سے تالیاں بجائیں۔ جیتنے
والے امریکی کا منہ لال سُرخ تھا اور گردن بھینسے کی طرح
تھی۔ وہ گاؤں کا غنڈہ مانا جاتا تھا اور کوئی اس کے آگے
دم نہیں مار سکتا تھا۔ اس نے گاؤں میں کئی آدمیوں کا
خون کیا تھا۔ گاؤں کے شریف لوگ اس سے ڈرتے تھے
اس امریکی غنڈے نے اعلان کیا کہ اگر کوئی اس کی کلائی
مروڑ کر میز سے لگا دے تو وہ اُسے سو ڈالر دے گا۔
نہیں تو ہارنے والے سے سو ڈالر وصول کرے گا۔

عنبر یونہی دل لگی کی خاطر سامنے آگیا۔ وہ نہیں جانتا
تھا کہ یہ اس گاؤں کا بڑا خونخوار غنڈہ ہے۔ اس نے کہا
کہ وہ مقابلہ کرے گا۔ امریکی غنڈے نے دبلے پتلے
سانولے رنگ کے عنبر کو دیکھا اور حقارت سے بولا۔

"تمہارے پاس سو ڈالر ہیں؟"

"اگر ہار گیا تو دے دوں گا۔"

لوگ بھی عنبر کا دُبلا پتلا جسم دیکھ کر قہقہے لگاتے اور
اُسے مذاق کرنے لگے۔ بھلا کہاں وہ بھینسے ایسا ہٹا کٹا غنڈہ
اور کہاں یہ دُبلا پتلا سانولا سا نوجوان!

خونی مگرمچھ

امریکی قاتل غنڈے نے ڈکراتے ہوئے عنبر کو کندھے سے پکڑ کر زور سے ہلایا۔ عنبر نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ وہ پیچھے گر پڑا۔ لوگ قہقہے لگانے لگے۔ عنبر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب اسے بڑا غصہ آ گیا۔ پہلے تو وہ صرف مذاق اور دل لگی کے واسطے کھیل میں حصہ لینے آیا تھا مگر اب اس نے امریکی غنڈے کو اس کی بدتمیزی کی سزا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ عنبر نے کہا۔

"میں تم سے مقابلہ کروں گا۔ اگر ہار گیا تو تمہیں سو ڈالر ادا کروں گا۔ اگر میرے پاس رقم نہ ہوئی تو میں دس روز تمہاری نوکری کروں گا۔"

امریکی غنڈے نے بڑی حقارت سے عنبر کے سر پر ہاتھ مار کر کہا۔

"چلو برخوردار! میں تمہارا دل خوش کیے دیتا ہوں میں تم سے سو ڈالر نہیں لوں گا۔ ہار تو تمہیں جانا ہی ہے۔ ذرا کھیل تماشہ ہی سہی۔"

امریکی غنڈے نے اپنا بازو آگے بڑھا کر کہنی میز پر ٹکا دی۔ سارے لوگ ارد گرد کھڑے ہو گئے۔ عنبر نے جب اپنی کہنی میز پر رکھ کر غنڈے کا پنجہ اپنے پنجے میں لیا تو لوگ بولے

"اس ہرن کے بچے کو تو ہمارا گینڈا یوں گرا دے گا۔"

لیکن پہلی بار غنڈے نے جب عنبر کا دبلا پتلا سا پنجہ اپنے پنجے میں لیا تو محسوس کیا کہ اس نے کسی لوہے کے پنجے کو پکڑ لیا ہے اسے کچھ تعجب ضرور ہوا۔ مگر پھر وہ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں آ کر بولا۔ "لو اب میں تمہیں گرانے لگا ہوں۔ لیکن نہیں پہلے تم زور لگاؤ۔"

عنبر نے غنڈے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"پہلے تم زور لگاؤ۔ تاکہ بعد میں تمہارے دل میں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔"

غنڈے کو سخت طیش آیا۔ وہ غرایا۔ ڈکرایا۔ بوٹ کی نوک میز سے ماری اور بولا۔ "اچھا الو کے پٹھے! میرے وار کو سنبھالو۔" لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ بھلا یہ بھی کوئی مقابلہ ہے ہم تو خواہ مخواہ یہاں کھڑے ہیں۔ یہ گینڈا تو اس دبلے پتلے نوجوان کے بازو کو ایک سیکنڈ میں میز کے ساتھ چت کر دے گا۔ آؤ چلیں دوسری میز پر۔ مگر جب امریکی غنڈے نے عنبر کے پنجے میں پنجہ ڈال کر زور لگانا شروع کیا تو عنبر کی کہنی بڑے سکون کے ساتھ میز پر اپنی جگہ کھڑی رہی۔ وہ ذرا سی بھی ایک طرف نہیں جھک رہی تھی اور غنڈہ پوری طاقت سے زور لگا رہا تھا۔ اب تو لوگوں کی حیرانی میں اضافہ ہونے لگا۔ وہ اور آگے کو بڑھ آئے کہ یہ کیا بات ہے۔ اتنا طاقتور آدمی

ذرا سے لڑکے کی کہنی میز پر نہیں جھکا سکتا۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔ "پورا زور لگا لو۔ پھر نہ کہنا کہ مجھے پورا موقع نہیں دیا گیا۔"

امریکی غنڈے نے قہر آلود نگاہوں سے عنبر کو دیکھا کہ ایک بار تو اتنی طاقت خرچ کر کے زور لگایا کہ اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں۔ منہ لال ہو کر کپّا بن گیا اور بازو کانپنے لگا لیکن عنبر کی کہنی میز پر جہاں ٹکی ہوئی تھی وہیں پر ٹکی رہی۔

جب امریکی غنڈہ زور لگا لگا کر تھک گیا اور عنبر کی کہنی کو ذرا سا بھی نیچے نہ کر سکا۔ تو اس کا دم پھول گیا۔

عنبر نے کہا۔ "لو اب میں زور لگانے لگا ہوں۔"

اور لوگوں نے یہ منظر پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا کہ عنبر نے معمولی سا زور لگا کر تھوڑا سا جھٹکا دیا تو اس ہٹے کٹے امریکی غنڈے کی کہنی میز پر جا لگی۔ لوگوں نے خوش ہو کر زور زور سے تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ گاؤں کے سارے لوگ دل میں اس غنڈے کے خلاف تھے مگر خوف کے مارے زبان سے کوئی لفظ نہیں نکالتے تھے کیونکہ وہ غنڈہ ذرا سی بات پر پستول چلا کر اپنے سامنے آنے والے کو موت کی نیند سُلا دیتا تھا۔ اب انہیں موقع ملا تو انہوں نے دل کھول کر عنبر کو داد دی۔ عنبر نے کہا۔

"لائیے میرا سو ڈالر کا انعام"

غنڈے نے پستول نکال لیا۔ سب لوگ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔

میزیں خالی ہو گئیں۔ کچھ لوگ بھاگ کر ہوٹل سے باہر نکل گئے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اب وہاں خون خرابہ ہو گا۔ عنبر کے ساتھ کئی دوسرے لوگ بھی مارے جائیں گے۔ میزیں خالی ہو گئیں۔ درمیان میں صرف عنبر اور امریکی غنڈہ کھڑے رہ گئے۔

عنبر نے کہا۔

"میں نہتا ہوں۔ لیکن اجازت دو کہ میں کاؤنٹر پر پڑا ہوا چاقو اٹھا لوں۔ تم پہلے پستول چلانا۔ میں اس کے بعد چاقو سے وار کروں گا۔ میں اس دفعہ بھی تمہارے دل میں کوئی حسرت نہیں رکھنا چاہتا۔"

غنڈہ عنبر کے اس فیصلے سے بڑا خوش ہوا۔ اس طرح سے وہ لوگوں کو بعد میں یہ کہہ سکتا تھا کہ عنبر نے خود اُسے چیلنج کیا تھا۔ اگر میں نہ اسے مارتا تو وہ چاقو مار کر مجھے ہلاک کر دیتا۔

اس نے عنبر سے کہا۔

"ہاں۔ تم چاقو لے سکتے ہو۔"

قریب ہی کاؤنٹر پر سیب چھیلنے والا چھوٹا سا چاقو پڑا تھا۔ عنبر نے وہ اٹھا لیا۔ باقی لوگ بھی ہوٹل سے باہر بھاگ گئے اور شیشے کے ساتھ منہ لگا کر اندر کا خونی کھیل دیکھنے لگے۔

عنبر نے کہا۔ "پہلے تم حملہ کرو۔ مجھ پر گولی چلاؤ۔"

امریکی غنڈے کو پہلے ہی عنبر پر سخت غصّہ تھا اور وہ اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے بے تاب ہو رہا تھا۔ اندر ہی اندر

اس کا خون کھول رہا تھا۔ اس نے عنبر کے منہ سے حملہ کرنے
کی بات کو سنتے ہی اوپر تلے پستول کے دو فائر کر دیئے۔ پستول
میں سے بارود کا غبار بلند ہوا۔ دو گولیاں شعلے برساتی اس میں
سے نکلیں اور سیدھی عنبر کے دل اور پیٹ پر آ کر لگیں۔ امریکی
غنڈے کو یقین تھا کہ عنبر کے جسم سے خون کا فوارہ نکلے گا اور
وہ ہوٹل کے فرش پر ڈھیر ہو جائے گا۔ دوسرے لوگوں کو بھی
یقین تھا۔ گولیوں کی آواز پر ہی لوگوں نے منہ دوسری طرف
کر لئے تھے۔ وہ ایک دبلے پتلے سے نوجوان کی موت دیکھ نہیں
سکتے تھے۔

لیکن جب انہوں نے عنبر کی آواز سنی تو چونک کر اُسے
دیکھا۔ وہ اسی طرح گولیاں کھانے کے بعد بھی کھڑا تھا اور
امریکی غنڈے سے کہہ رہا تھا۔ "تم نے دونوں گولیاں چلا لیں۔
اب میں وار کرنے لگا ہوں۔"

امریکی غنڈے نے سمجھا کہ اس لڑکے نے اپنی جیکٹ کے اندر
لوہے کی واسکٹ پہن رکھی ہے۔ اس نے جھٹ دوسرا پستول
نکال کر عنبر کے سر کا نشانہ لیا اور دو گولیاں اور فائر کر
دیں۔ دونوں گولیاں سب لوگوں کے سامنے عنبر کی کھوپڑی
پر لگیں اور پھر اُچھل کر ہوٹل کی چھت سے ٹکرائیں اور کاؤنٹر
کی شیشے کی بوتلوں پر آن گریں۔ یہ ایک ایسی کرامت تھی
کہ جسے اس گاؤں کے امریکیوں نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی

نہیں دیکھا تھا۔ امریکی غنڈہ بھی ششدر کھڑا تھا اور عنبر کو
حیرت سے تک رہا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم نے اپنے دل کی حسرت پوری کر لی
ہے۔ اب میں چاقو سے نہیں گھونسوں سے وار کروں گا۔"

یہ کہہ کر عنبر نے چاقو پرے پھینک دیا اور اُچھل کر غنڈے پ
گرا اور ایک مکّا اس کی گردن پر ایسا مارا کہ وہ ہاتھی ایس
غنڈہ فرش پر دو قلابازیاں کھا کر چت ہو گیا۔ اس کی گردن
دو جگہوں سے چور چور ہو چکی تھی۔ زبان ہونٹوں سے باہر نکل
آئی اور جبڑا ٹوٹ کر لٹکنے لگا تھا۔ غنڈہ مر چکا تھا۔ لوگوں کی
سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس دبلے پتلے نوجوان کے
اندر اتنی طاقت کہاں سے آ گئی ہے؟

عنبر نے کسی سے کچھ نہ کہا اور سیدھا اپنے ہوٹل کی طرف
چل پڑا۔

دوسرے روز گاؤں کے لوگوں کو امریکی مردہ غنڈے کے
دوستوں نے بھڑکا دیا۔ وہ ہجوم بن کر نعرے لگاتے عنبر کے
ہوٹل میں آن گھسے اور اسے پکڑ کر کھینچتے ہوئے باہر گاؤں کے
چوک میں لے آئے۔ مردہ غنڈے کے دوست شور مچا رہے تھے۔

"اسے پھانسی پر لٹکا دو۔ یہ قاتل ہے۔ اسے پھانسی
چڑھا دو۔ یہ جادوگر ہے۔"

وہاں عنبر کی کون سنتا۔ عنبر خاموش تھا۔ لوگوں نے عنبر کے

گلے میں رسّی کا پھندا ڈال کر رسّی درخت کے اوپر پھینک کر
کھینچنی شروع کر دی ۔ عنبر کو ایک چھکڑا گاڑی پر کھڑا کر دیا
گیا ۔ پھر اس کے نیچے سے چھکڑا گاڑی کھینچ لی ۔ عنبر درخت
کے ساتھ لٹک گیا ۔ لوگوں نے خوشی سے ناچنا گانا شروع کر دیا
اُن کا خیال تھا کہ انہوں نے عنبر کو پھانسی پر چڑھا دیا ہے اور
اب وہ مر جائے گا ۔

عنبر کی گردن میں رسّی کا پھندا تھا اور وہ لٹک رہا تھا
مگر وہ سب کو دیکھ رہا تھا ۔ اور مسکرا رہا تھا ۔ لوگ بڑے
حیران تھے کہ یہ ہنس کیوں رہا ہے اور ابھی تک مرا کیوں
نہیں ۔ پھر انہوں نے نیچے سے پستولوں کی فائرنگ شروع
کر دی ۔ عنبر نے بڑے آرام سے دونوں ہاتھ اوپر لے جا کر
رسّی اپنی گردن سے نکالی اور زمین پر چھلانگ لگا دی ۔ لوگ
اس پر گولیاں بھی چلا رہے تھے اور پیچھے بھی ہٹتے جا رہے
تھے ۔ گولیاں عنبر کے کندھوں ، چھاتی ، منہ اور ماتھے پر آکر
لگ رہی تھیں اور نیچے گر رہی تھیں ۔

جب لوگوں کے پستولوں کی ساری گولیاں ختم ہو گئیں تو
عنبر نے کہا ۔

" اب تم لوگ کیا کرو گے ؟ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں
گا ۔ کیونکہ میں نے آج تک کسی بے گناہ کے خون
سے ہاتھ نہیں رنگے ۔ میں اس گاؤں سے جانا چاہتا

ہوں ۔ برائے مہربانی میرا راستہ چھوڑ دو ۔"

اتنے میں ایک عورت درمیان میں آئی ۔ اس نے عنبر کا ہاتھ تھام
کر چوم لیا اور لوگوں سے کہا ۔

" تم لوگوں کو ایک ننھے لڑکے پر گولیاں چلاتے شرم
نہیں آتی ؟ اس نے ہمارے گاؤں کے ایک بدنام قاتل
کو ختم کیا ہے جو تمہاری بہو بیٹیوں کا دشمن تھا ۔ تمہارا
دشمن تھا ۔ تمہارے بچوں کا قاتل تھا ۔"

پھر اس عورت نے اپنی پتلون سے پستول نکال کر تان لیا ۔

" خبردار ! اگر اب کسی نے عنبر پر حملہ کیا تو میں
اسے ہلاک کر دوں گی ۔"

اُس نے عنبر کو ساتھ لیا اور اپنے مکان کی طرف بڑھی ۔ لوگ
پیچھے ہٹتے چلے گئے ۔ عورت کا مکان دوسری منزل پر تھا ۔ عنبر کو
اس عورت نے اپنے کمرے میں لے جا کر پلنگ پر لٹا دیا ۔ عنبر کو
کوئی چوٹ وغیرہ نہیں لگی تھی ۔ اس پر وہ عورت حیران بھی تھی
پھر بھی اُس نے عنبر کو گرم دودھ پلایا اور کہا کہ تم اب آرام
کرو ۔ رات تھوڑی باقی رہ گئی ہے ۔ عنبر نے اس خواہش کا
اظہار کیا کہ وہ اب اس گاؤں سے چلے جانا چاہتا ہے ۔

عنبر اپنے کمرے میں بیٹھا ایک کتاب دیکھ رہا تھا کہ
گاؤں میں اچانک شور اٹھا ۔ میزبان عورت باورچی خانے میں
کھانا تیار کر رہی تھی ۔ عنبر نے کھڑکی میں آکر باہر دیکھا ۔ بازار میں

سے لوگ اپنے اپنے گھروں کو بھاگ رہے تھے۔ دیکھتے دیکھتے بازار سنسان ہو گیا۔ عورت بھی کھڑکی میں آ گئی۔ عنبر نے پوچھا۔

"یہ لوگ کیوں بھاگ رہے ہیں؟"

عورت نے نیچے ایک آدمی کو آواز دے کر پوچھا۔ اس نے چلا کر کہا۔ "کھڑکی بند کر کے چھپ جاؤ۔ خونی مگرمچھ آ رہا ہے۔"

خونی مگرمچھ کا نام سنتے ہی عورت نے عنبر کو کھڑکی سے پیچھے کھینچ لیا۔ ٹھیک اس وقت ایک گولی آ کر کھڑکی کو لگی اور چوکھٹ کی لکڑی ٹوٹ کر اُڑ گئی۔

عنبر نے پوچھا۔ "یہ خونی مگرمچھ کون ہے؟"

عورت نے کھڑکی اور دروازے بند کر کے اندر سے کنڈیاں لگا دیں اور ہانپتے ہوئے خوف زدہ آواز میں بولی۔

"خونی مگرمچھ جیل سے بھاگا ہوا قاتل ہے وہ جیل کے سارے سپاہیوں کو ہلاک کر کے فرار ہو گیا تھا۔ اب اپنے گروہ کے ساتھ جس گاؤں میں جاتا ہے اسے لوٹ کر لوگوں کو قتل کر دیتا ہے اور مکانوں کو آگ لگا دیتا ہے۔ ہمیں یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔ نہیں تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں ابھی نہیں مرنا چاہتی۔"

عنبر نے بڑے سکون کے ساتھ نیک دل عورت کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میری بہن! گھبراؤ نہیں۔ خدا پر بھروسہ رکھو خونی مگرمچھ اگر تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے گا تو میں اس کی آنکھ نکال دوں گا۔" عورت نے کہا۔

"تم اسے نہیں جانتے۔ وہ بڑا خونخوار اور سنگدل ہے قتل کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"

نیک دل عورت نے عنبر کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کہا۔ "جلدی سے نکل چلو۔ میرے مکان کے پیچھے ایک خفیہ راستہ ہے۔"

مگر اب وقت نہیں رہا تھا۔ خونی مگرمچھ کے غنڈے دھڑ دھڑ فائرنگ کرتے گھوڑے دوڑاتے اس کے مکان کے گرد چکر لگا رہے تھے اور چیخیں مار رہے تھے۔ عنبر نے کہا۔

"تم پچھلے کمرے میں چلی جاؤ۔ میں اس خونی مگرمچھ کو سنبھال لوں گا۔ تم اپنا پستول مجھے دے دو۔"

عنبر نے عورت کا پستول گولیوں سے بھر کر جیب میں ڈالا۔ اُسے پچھلے کمرے میں بند کر کے کنڈی چڑھائی اور خود مکان کی سیڑھیاں اتر کر دروازے میں آ کر لکڑی کے برآمدے میں رکھی کرسی پر بڑے سکون کے ساتھ بیٹھ گیا۔ گاؤں کا ایک ہی بڑا بازار تھا۔ یہ بازار بالکل خالی تھا۔ دکاندار دکانیں کھلی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ ہوٹل کا دروازہ بند تھا۔ خونی مگرمچھ کے غنڈے گاؤں کے مکانوں کو لوٹ رہے تھے۔ ابھی انہوں نے کسی مکان کو

آگ نہیں لگائی تھی۔ چھ سات آدمیوں کو انہوں نے اپنی
گولیوں کا نشانہ ضرور بنا دیا تھا۔ اور ان کی لاشیں مکان کی
کھڑکیوں سے نیچے پھینک دی تھیں۔

عنبر برآمدے میں اکیلا بیٹھا تھا۔ اس کا ہاتھ جیب میں تھا
اور ہاتھ کی مٹھی میں پستول تھا۔ بازار کے دوسرے کنارے سے
خونی مگرمچھ کے غنڈوں کی ایک ٹولی گولیاں چلاتی نمودار ہوئی۔
ان غنڈوں کی شکلیں دہشت ناک اور خونی ڈاکوؤں ایسی تھیں
وہ ایک ہاتھ سے گولیاں چلاتے دوسرے ہاتھ سے باگیں تھامے
گھوڑے دوڑاتے چلے آرہے تھے۔ گھوڑے گرد اڑا رہے تھے۔

انہوں نے جو قتل و غارت گری کے اس دہشت ناک ماحول
میں ایک سانولے سے دبلے پتلے نوجوان کو برآمدے کی کرسی پر
بڑے مزے سے بیٹھے دیکھا تو وہ گھوڑوں کو روک کر برآمدے
کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ ایک غنڈے نے جبڑا چوڑا کرتے
ہوئے جنگلیوں ایسی آواز میں پوچھا "کون ہو تم سور کے بچے؟"
عنبر کا خون کھول اٹھا۔ اس کی غیرت یہ گوارا نہ کرسکی کہ اس کے
باپ کو کوئی گالی دے۔ اس نے کہا۔ "ابھی بتاتا ہوں"۔
اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب میں پڑے پڑے پستول کی
نالی کا رخ اس نے غنڈے کی طرف کرکے فائر کر دیا۔ عنبر کا
نشانہ ایسا تھا کہ وہ اڑتی چڑیا کو گولی مار کر گرا لیتا تھا۔ فائر
کا دھماکہ ہوا۔ گولی عنبر کی پتلون کو چیر کر نکلی اور سیدھی
غنڈے کے ماتھے پر جا لگی۔ اس کی کھوپڑی اڑ گئی اور وہ گھوڑے
پر سے الٹ کر پیچھے گرا اور مر گیا۔ اپنے ساتھی کی خون
میں لتھڑی لاش کو دیکھ کر اس کے ساتھیوں کی آنکھوں میں
خون اتر آیا۔ انہوں نے عنبر کا نشانہ باندھ کر اوپر تلے گولیوں
کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ عنبر ان لوگوں پر اپنی طاقت
اور کرامت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ جھوٹ موٹ کرسی
پر سے الٹ کر برآمدے میں گرا اور پھر وہاں سے رینگتا ہوا
بڑے ستون کی اوٹ میں ہوگیا۔ حالانکہ ساری گولیاں اس کے
جسم پر لگی تھیں۔ لیکن اس نے یہ ظاہر کیا کہ کوئی گولی اسے
نہیں لگی۔ وہ غنڈوں پر ستون کی اوٹ میں سے نشانہ باندھ
باندھ کر فائر کرنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے چھ سات غنڈے گر کر
ڈھیر ہوگئے۔ باقی اپنے سردار خونی مگرمچھ کو بلانے وہاں سے
بھاگ گئے۔

عنبر نے دیکھا۔ تھوڑے فاصلے پر سے ایک اونچا لمبا خونخوار
شکل والا غنڈہ دوسرے غنڈوں کے ساتھ گھوڑا دوڑاتا اس کی
طرف آرہا تھا۔ عنبر کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہی خونی مگرمچھ
ہے۔ وہ بازار کے عین بیچ میں کھڑا ہوگیا۔ مگرمچھ کے آس پاس
اس کے چھ سات ساتھی بھی گھوڑوں پر سوار ساتھ ہی چلے
آرہے تھے۔ یہ ٹولی عنبر کے اردگرد گھیرا ڈال کر کھڑی ہوگئی۔
ایک غنڈے نے کہا۔

"باس ! اس نے ہمارے کئی ہی آدمی مار ڈالے ہیں۔"
خونی مگرمچھ غرایا۔ اس نے عنبر کو خوف زدہ کرنے کے لئے اس کے اردگرد چھ سات فائر کئے۔ گولیاں عنبر کے دائیں بائیں سڑک سے ٹکرا کر چنگاریاں اڑاتی پتھروں میں گھس گئیں۔ مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ مگرمچھ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اس پر گولی ضائع کرنے کی بجائے اسے گھونسے مار مار کر ہلاک کر دو۔ ایک موٹا تازہ غنڈہ گھوڑے سے چھلانگ لگا کر اتر آیا۔ اس نے عنبر کے سامنے آتے ہی پوری طاقت سے ایک گھونسہ مارا۔ عنبر جھوٹ موٹ زمین پر گر پڑا اور اپنا جبڑا سہلانے لگا۔ حالانکہ اسے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ غنڈے نے گریبان سے پکڑ کر عنبر کو اٹھایا اور اوپر تلے چھ سات مکّے مار دیے۔ عنبر اس طرح کی اداکاری کرنے لگا۔ جیسے اسے بہت تکلیف ہو رہی ہو اور وہ بس بے ہوش ہونے والا ہے۔

سارے غنڈے قہقہے لگا رہے تھے اور اپنے ساتھی کو بار بار کہہ رہے تھے۔

"شاباش گرینگو ! شاباش ! اس کا بھرکس نکال دو۔"

عنبر کو جب کافی مار پڑ گئی تو خونی مگرمچھ نے آخری حکم دیا۔

"اس کی گردن توڑ ڈالو اور آگے چلو۔ ابھی ہمیں سارے گاؤں کو آگ لگانی ہے۔ جلدی کرو۔"

سردار کا حکم پا کر موٹے غنڈے نے عنبر کو ایک بار پھر گریبان

سے کھینچ کر اوپر اٹھایا۔ غنڈے کو پہلے بھی عنبر کا جسم کچھ سخت سخت لگا تھا۔ اگرچہ عنبر نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ رکھا تھا۔ اس نے عنبر کی گردن توڑنے کے لئے اس کی کھوپڑی کو سیدھا کر کے گردن پر ایک بھرپور ہاتھ مارا۔ اس کا خیال تھا کہ عنبر کی گردن ٹوٹ کر لڑھک جائے گی۔ لیکن اب عنبر مقابلے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ عنبر کی گردن سے ٹکرا کر غنڈے کا ہاتھ ٹوٹ گیا اور وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹا۔

عنبر اس پر صرف ایک ہی وار کرنا چاہتا تھا۔ اس نے غنڈے کو گریبان سے پکڑ کر ہوا میں اٹھایا۔ ایک گول چکر دیا اور پھر اٹھا کر زمین پر پوری طاقت سے دے مارا۔ غنڈے نے آواز بھی نہ نکالی اور اس کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں ـــ اپنے ساتھیوں کا یہ انجام دیکھ کر خونی مگرمچھ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ غصے سے وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اس نے پستول دونوں ہاتھوں میں تان کر عنبر پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ گولیاں عنبر کے جسم سے ٹکرا ٹکرا کر گر رہی تھیں۔ عنبر نے بلند آواز سے کہا۔

"الو کے پٹھے ! تمہاری موت کا وقت آ گیا ہے۔ اب تیار ہو جا۔"

اور عنبر نے پستول نکال کر فائرنگ کی تو تین اور غنڈے گھوڑوں پر سے اچھل کر نیچے گرے اور ڈھیر ہو گئے۔ عنبر ایک گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ گیا اور خونی مگرمچھ کے سامنے آ کر بولا۔

"خبردار ! تیار ہو جا۔ پھر نہ کہنا تمہیں خبر نہ ہوئی۔"

خونی مگرمچھ نے فائر کیا۔ عنبر کے ماتھے سے گولی ٹکرا کر نیچے گر پڑی عنبر نے کہا۔

"اب میں فائر کرنے لگا ہوں۔"

یہ منظر دیکھ کر خونی مگرمچھ کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ وہ گھوڑے کو موڑ کر بھاگا۔ مگر عنبر فائر کر چکا تھا۔ گولی اس کے پستول سے نکل کر بھاگتے ہوئے خونی مگرمچھ کی پیٹھ میں پیوست ہو چکی تھی۔ وہ الٹ کر گھوڑے پر سے سڑک پر گرا۔ عنبر نے اس کے سر پر جا تین گولیاں فائر کیں۔ خونی مگرمچھ مر چکا تھا۔

دوسرے غنڈے واپس بھاگ اٹھے۔ عنبر نے خونی مگرمچھ کا پستول لے کر اس میں بھی گولیاں بھریں اور گاؤں کی سڑک پر گھوڑے دوڑاتا غنڈوں پر گولیاں برسانے لگا۔

ایک ایک کر کے سارے غنڈے مارے گئے۔ جو باقی بچے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب عنبر کو اس بیوہ خاتون کی فکر ہوئی جس نے اسے اپنے مکان میں پناہ دی تھی۔

گھنگھرو بجاتا سانپ

"مسٹر عنبر ! آج میں نے تمہاری جادوگری کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔"

عنبر نے ہنس کر پوچھا۔

"پھر تمہارا کیا خیال ہے میری جادوگری کے بارے میں؟"

میزبان خاتون نے پورے اعتماد سے کہا۔

"میرا یقین ہے کہ یہ جادوگری نہیں ہے۔"

عنبر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"تو پھر اور کیا ہو سکتا ہے؟"

عورت بولی۔

"یہ مجھے نہیں معلوم۔ لیکن اتنا میں کہہ سکتی ہوں کہ یہ جادوگری نہیں ہے۔"

اتنے میں نیچے سڑک پر گاؤں کے لوگ جمع ہو گئے۔ وہ نعرے لگا رہے تھے۔

"مسٹر عنبر زندہ باد ! مسٹر عنبر زندہ باد۔"

عنبر نے مسکرا کر خاتون کی طرف دیکھا اور کہا۔

"کل یہ میرے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال رہے تھے
تمہارے ملک کے لوگ بھی عجیب ہیں۔"

خاتون بولی۔

"ہم بڑے سادہ دل لوگ ہیں اور یہ حقیقت ہے
کہ ہم بہادر اور احسان کرنے والے آدمی کو کبھی
فراموش نہیں کرتے۔ چلو۔ نیچے آؤ۔ لوگ تمہارا
انتظار کر رہے ہیں۔"

خاتون عنبر کو ساتھ لے کر نیچے سڑک پر آ گئی۔ لوگوں نے عنبر
کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ اس کی وجہ سے ان کے گھر بار لٹنے سے
بال بچے ہلاک ہونے سے اور بیویاں اغوا ہونے سے بچ گئی
تھیں۔ عنبر کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے۔ شام کو
اس کے اعزاز میں گاؤں کے گرجا گھر کے ہال میں ایک شاندار
دعوت ہوئی۔ عنبر کی تعریف میں لوگوں نے تقریریں کیں اور
اس کا شکریہ ادا کیا۔ عنبر نے اٹھ کر کہا۔

"میں نے جو کچھ کیا وہ انسانی ہمدردی کے احساس
کے ساتھ کیا۔ آپ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ اگر خدا
نے مجھے ایک طاقت دی ہے تو میرا فرض ہے کہ میں
اُسے انسان کی بھلائی کی خاطر استعمال کروں۔ چنانچہ میں

نے ایسا ہی کیا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ کل جو کاؤچ
گاڑی آئے اس میں سوار ہو کر میں ٹیکساس کی
طرف روانہ ہو جاؤں۔ کیونکہ وہاں مجھے اپنے ایک
رشتے دار کا پتہ کرنا ہے۔"

لوگوں نے زبردست تالیاں بجائیں۔ شہر کے میئر نے کہا کہ وہ
خود اپنی گاڑی میں عنبر کو ٹیکساس چھوڑ آئے گا۔ عنبر نے یہ تجویز
قبول نہ کی۔ کیونکہ وہ عام کاؤچ گاڑی میں بیٹھ کر سفر کا لطف
اٹھانا چاہتا تھا۔ یہ دعوت آدھی رات تک جاری رہی۔ بارہ بجے
کے بعد عنبر خاتون میزبان کے گھر آ کر سو گیا۔ صبح صبح وہ اٹھ
کر ہوٹل کے سامنے برآمدے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ گاؤں کے لوگ
پہلے ہی سے وہاں جمع تھے۔ کاؤچ گاڑی آ گئی۔ اس کے آگے
چار گھوڑے جُتے تھے۔ پیچھے ایک کشادہ بگھی لگی تھی جس کی
چھت پر سامان لدا ہوا تھا۔ اندر بڑی مشکل سے چھ مسافر
بیٹھ سکتے تھے۔ تین مسافر وہاں اُتر گئے۔ عنبر کو گاؤں کے لوگوں
نے بڑی عقیدت سے سوار کرایا۔ جب تک بگھی کھڑی رہی
وہ بھی وہاں موجود رہے۔

جب کاؤچ بگھی چلی تو وہ نعرے لگانے لگے۔

گاڑی گاؤں سے باہر نکل کر کچی بل کھاتی سڑک پر گرد
اڑاتی ٹیکساس شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ مسافروں میں دو

عورتیں اور ایک بوڑھا مرد تھا۔

دونوں عورتیں آپس میں بہنیں تھیں اور عنبر کو اس وجہ سے پسند نہ کرتی تھیں کہ وہ کالے رنگ کا نوجوان ہے۔ وہ آپس میں اس کا مذاق بھی اڑانے لگیں۔ عنبر خاموش رہا۔ وہ ان کے باپ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے والی سیٹ پر جولیانہ بیٹھی تھی اور ساتھ اس کی بہن مریانہ بیٹھی تھی۔

جولیانہ عنبر کی طرف جب بھی دیکھتی ناک بھوں چڑھانے لگتی اور منہ نفرت سے دوسری طرف پھیر لیتی تھی۔ عنبر نے اسے کچھ نہ کہا وہ تو ماریا اور ناگ کے بارے میں سوچ رہا تھا اور یا پھر ابی الماس کی روح کی آخری اولاد زرگال کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ خدا کرے اپاچی قبیلے والوں نے اب تک اسے زندہ رکھا ہو۔ اگر وہ مارا گیا ہوا تو کروڑوں ڈالر کے خزانے کی چابیاں وہ کیسے دے گا؟ ظاہر ہے وہ اسے سمندر میں پھینک کر ناگ اور ماریا کی تلاش میں نکل جائے گا۔

کاؤچ گاڑی بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ دھوپ میدانوں اور دور دور کے پہاڑوں پر خوب نکلی ہوئی تھی۔

دو پستول باز لیٹرے کاؤچ بگھی کو لوٹنے کی خاطر آمنے سامنے پہاڑی میں گھات لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے دور سے بگھی کو آتے دیکھا تو سیٹی بجا کر ایک دوسرے کو خبردار

کر دیا۔ ان کے گھوڑے پاس ہی کھڑے تھے۔ جونہی کاؤچ بگھی قریب آئی۔ انہوں نے فائر کر کے سب سے پہلے اوپر کی سیٹ پر بیٹھے کوچوان کو ہلاک کر دیا۔ بے چارہ کوچوان لڑھک کر چلتی گاڑی سے نیچے گر پڑا۔ دوسری گولی اس کے ساتھی کو لگی اور وہ بھی وہیں ڈھیر ہو گیا۔

اب وہ گھوڑے دوڑاتے بگھی کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگے کچھ ہی دور جا کر ایک لیٹرے نے بگھی کے اوپر چھلانگ لگا دی اور باگیں تھام کر بگھی کو روک لیا۔ دونوں لیٹرے بگھی کی کھڑکی کے پاس آ کر سخت لہجے میں بولے "باہر نکل آؤ"۔

دونوں عورتیں ان کا باپ اور عنبر بگھی سے باہر آ گئے۔ سارا علاقہ خاموش اور سنسان تھا۔ دور دور تک کسی انسان کا نام و نشان نہ تھا۔ ذرا پیچھے سڑک کے بیچ میں دونوں کوچوانوں کی لاشیں اوندھی پڑی تھیں۔ عنبر نے سوچا کہ یہ تو سارا ملک ہی پستولیں چلانے اور مار دھاڑ سے بھرپور لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ بوڑھے نے گڑگڑا کر کہا۔

"میری بچیوں کو کچھ نہ کہنا۔ مجھے بے شک لے چلو"۔

ایک لیٹرا اپنے زرد دانت نکال کر ہنسا اور اپنے بالوں بھرے گالوں پر الٹا ہاتھ پھیر کر بولا۔

"تم تو پہلے ہی مرنے والے ہو۔ ہم تمہاری دونوں

لڑکیوں کو ساتھ لے جائیں گے اور میکسیکو میں جاکر
کسی امیر آدمی کے ہاں بیچ دیں گے۔"
دونوں قہقہہ لگا کر ہنسے۔ ایک لیٹرے نے پستول کی نالی
سے عنبر کی ٹھوڑی اوپر کرتے ہوئے پوچھا۔
"تم کون ہو بلیک بوائے؟"
عنبر نے کہا۔
"میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ روزی کی تلاش میں
یہاں آیا تھا۔
"ہاہاہا۔ کیوں نہ تمہاری ممی بنا کر تمہاری لاش
صندوق میں بند کر دیں؟"
دوسرا لیٹرا گرجا۔
"اس کو ختم کر دو یار۔ ان دونوں مردوں کو ختم
کر دو۔ ہمارے پاس ان کے لئے پانی نہیں ہے۔"
یہ سن کر بوڑھے کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے
لیٹرے کے قدموں پر گر کر کہا۔
"مجھے نہ ہلاک کرو۔ میں نہیں مرنا چاہتا۔"
اس کی لڑکیوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ لیکن لیٹرے رحم کھانا
نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے اپنے پستول بوڑھے کی طرف
کئے اور گولیاں چلانے ہی والے تھے کہ عنبر ایکدم درمیان آ گیا۔

"اس کی جگہ مجھے گولی مار دو۔"
"ہاہاہا۔ گدھے کے بچے تمہیں بعد میں گولی ماریں گے۔"
عنبر سب کچھ سن سکتا تھا لیکن اپنے عظیم باپ کے خلاف ایسی گالی
ہرگز ہرگز نہیں سن سکتا تھا۔ لیٹرے کے منہ سے ابھی گالی پوری
ادا نہیں ہوئی تھی کہ عنبر زمین سے اچھلا اور دوسرے لمحے لیٹرے
پر عقاب کی طرح غضبناک ہو کر جھپٹا۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔
عنبر خالی ہاتھ تھا۔ نیچے آتے ہوئے لیٹرے نے اپنے ساتھی سے
چلا کر کہا۔
"گولی مت چلانا۔"
اور ساتھ اس نے عنبر کی چھاتی سے پستول کی نالی لگا کر گولی چلا
دی۔ اس کو یقین تھا کہ عنبر کی گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی۔ سینے
سے خون کا فوارہ نکلے گا اور وہ آخری ہچکی لے کر مر جائے گا۔
لیکن یہ کیا؟ عنبر کی گرفت ابھی اسی طرح مضبوط تھی اور اس
کے سینے سے خون بھی نہیں نکلا تھا اور آخری ہچکی بھی نہیں آئی
تھی۔ وہ ابھی پریشان ہی تھا کہ عنبر نے اپنا کام کر دیا۔ لیٹرے
کو محسوس ہوا کہ کسی نے اس کے دل کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر
زور سے بھینچ ڈالا ہے۔ اس کے منہ سے خون باہر نکل آیا۔ اور
آنکھوں کے آگے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اندھیرا چھا گیا۔ جو لیٹرا
گھوڑے پر بیٹھا دونوں عورتوں پر پستول تانے ہوئے تھا وہ

تو یہ توقع کر رہا تھا کہ ابھی اس کا دوست کپڑے جھاڑتا اٹھے گا۔ مگر اس کی جگہ جب اس نے عنبر کو اٹھتے دیکھا تو اس پر اوپر تلے دو تین فائر کر دیئے۔ ایک گولی عنبر کے کندھے پر، ایک سر میں اور ایک اس کی پسلیوں میں لگی۔

"گولیاں ضائع نہ کرو دوست! میں آ رہا ہوں۔"

اس منظر کو دیکھ کر دونوں عورتوں اور ان کے باپ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے عنبر کے سر پر گولی لگتے دیکھی تھی اور عنبر کے سر کے بال ہوا میں اڑے تھے۔ عنبر نے مرے ہوئے لیٹرے کا پستول اٹھا لیا۔ لیٹرے نے دوسرے پستول سے ایک بار پھر عنبر پر فائرنگ کی۔ اس کا اثر بھی کچھ نہ ہوا۔ عنبر نے اپنے پستول کا رُخ لیٹرے کی طرف کیا اور لبلبی دبا دی۔ ایک اور دھماکہ ہوا اور دوسرا لٹیرا گھوڑے کی پیٹھ پر سے اچھل کر اپنے خون آلود سینے کو دونوں ہاتھوں سے تھامے ہوئے نیچے گر پڑا۔ دونوں بہنوں نے لپک کر عنبر کا باری باری ماتھا چوم لیا۔ اب انہیں احساس ہوا تھا کہ جس لڑکے کو وہ کالا کلوٹا سمجھ کر اس سے نفرت کر رہی تھیں اس نے ان تینوں کی جان بچائی ہے۔ بوڑھے نے بھی عنبر کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ اور عنبر سے پوچھا کہ اس کو گولی لگی تھی پھر اس کا اثر کیوں نہیں ہوا ہے عنبر نے یہاں بھی بہانہ بنایا اور کہا کہ اسے

تو گولی لگی ہی نہیں تھی۔ گولی لگتی تو مر نہ جاتا۔

تینوں نے مل کر کوچوانوں کی لاشوں کو زمین کھود کر دفن کیا۔ عنبر خود کوچوان کی سیٹ پر جا بیٹھا اور بگھی ایک بار پھر ٹیکساس شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ سفر میں ہی رات آ گئی۔ انہوں نے ایک جگہ پہاڑی کے پاس ڈھلان پر پتھر اور ریت صاف کر کے ترپالیں بچھا دیں اور رات بسر کرنے کے لئے بستر کھول دیئے۔ دونوں بہنوں کے لئے ذرا پرے بستر لگا دیئے گئے۔ تیل کا لیمپ جلا دیا گیا۔ بوڑھے باپ نے آگ روشن کی اور خشک گوشت روسٹ کر کے ڈبل روٹی کے ساتھ سب میں تقسیم کیا۔ جولیانہ اور مریانہ نے بعد میں کافی بنائی۔ جو انہوں نے آگ کے گرد بیٹھ کر پی اور باتیں کرنے لگے۔

وہ تینوں عنبر کی جادوگری سے کچھ خوف زدہ تھے۔ کسی وقت انہیں لگتا کہ عنبر انسان نہیں کوئی جن یا بھٹکی ہوئی روح ہے جس نے انسان کا روپ دھار لیا ہے۔ رات خاموش تھی۔ آسمان پر تارے چمک رہے تھے۔ کھلی جگہ ہونے کی وجہ سے وہاں سردی ہو رہی تھی۔ آگ کے پاس پھر بھی کچھ آرام تھا۔ تھوڑی دیر بعد تینوں باپ بیٹیاں سو گئے۔ عنبر بھی آگ کے پاس گھاس پر لیٹ گیا۔ ایک کمبل اسے بھی دے دیا گیا۔

آدھی رات کے سناٹے میں عنبر کو آہٹ سنائی دی۔ وہ

جاگ رہا تھا۔ صرف آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ اس نے آنکھیں کھول کر ارد گرد دیکھا۔ رات خاموش تھی۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ ٹیلے رات کے اندھیرے میں بھورے بھورے دکھائی دے رہے تھے۔ اب اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ دو آدمیوں کے قدموں کی چاپ تھی جو خشک پتوں پر بڑی احتیاط سے چل رہے تھے۔ عنبر چوکنا ہو گیا۔

اندھیرے میں اسے دو سائے نظر آئے جو جھک کر ہولے ہولے دونوں سوئی ہوئی بہنوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اصل میں یہ دونوں خونی مگرمچھ کے ساتھی تھے جو اپنے سردار کی موت کا بدلہ لینے ان کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اور موقع کی تلاش میں تھے۔ وہ عنبر کی جادوگری سے بھی واقف تھے۔ اسی لئے وہ دونوں بہنوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ عنبر جیب سے پستول نکال ہی رہا تھا کہ انہوں نے ایک ایک بہن کو پکڑ کر دبوچ لیا اور پستول انکی گردنوں پر رکھ کر کہا۔

"اگر کسی نے ہم پر پستول کا فائر کیا تو ہم دونوں کو ہلاک کر دیں گے۔"

دونوں بہنوں کی چیخ نے ان کے باپ کو جگا دیا تھا۔ عنبر تو جاگ ہی رہا تھا۔ اب وہ پریشان ہوا کہ اگر فائر کرتا ہے تو ٹھیک ہے ایک غنڈہ تو ہلاک ہو جائے گا مگر ایک بہن کی جان بھی چلی جائے گی۔ غنڈے نے عنبر سے کہا۔

"اپنا پستول ہماری طرف پھینک دو۔"

عنبر نے پستول پھینک دیا۔ غنڈوں نے دونوں بہنوں کو پیچھے گھسیٹنا شروع کر دیا۔ پیچھے ان کے گھوڑے کھڑے تھے وہ بڑی ہوشیاری سے عنبر کی طرف منہ کئے اور دونوں بہنوں کی گردنوں پر پستول رکھے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ایک سیکنڈ میں گھوڑے وہاں سے اٹھ بھاگے۔ ان کے جاتے ہی لڑکیوں کے باپ نے سر پکڑ کر رونا شروع کر دیا۔ عنبر سخت الجھن میں پھنس گیا تھا۔ اب وہ کیا کرے؟ ماریا یا ناگ ہوتا تو ان دونوں کو بھاگ کر یا اڑ کر پکڑ لیتا۔ وہ تو اڑ نہیں سکتا تھا۔ اس کے پاس نہ اڑنے والا تعویذ تھا اور نہ کوئی جادو کا منکا تھا کہ جسے منہ میں رکھ کر پرواز کرنے لگ جاتا۔

باپ کی حالت بھی اس سے نہیں دیکھی جاتی تھی۔ وہ گریہ زاری کر رہا تھا۔ عنبر نے اسے تسلی دی اور کہا کہ وہ اُن کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ کرے گا۔ عنبر نے بگھی میں سے ایک گھوڑا کھولا اور غنڈوں کا پیچھا شروع کر دیا۔ مگر رات کے اندھیرے میں وہ خدا جانے کہاں غائب ہو گئے تھے۔ عنبر جنگل کے راستوں سے واقف بھی نہیں تھا۔ کچھ دور میدان اور ٹیلوں میں بھٹکنے کے بعد واپس آ گیا۔

واپس آیا تو لڑکیوں کا باپ اسی طرح سر جھکائے پریشان بیٹھا

اپنی قسمت کو کوس رہا تھا۔ اس نے عنبر کو بھی طعنہ دیا کہ نہ تم
خونی مگرمچھ کو ہلاک کرتے اور نہ اس کے ساتھی میری بچیوں کو
اغوا کرتے۔ عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ عجیب ذہنی کشمکش
میں تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر اندھیرے
میں ہی ٹہلنے لگا۔ اچانک اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے گھنگھرو
بج رہے ہوں۔ اس آواز پر لڑکیوں کے باپ نے چونک کر سر
اٹھایا اور ادھر ادھر دیکھ کر عنبر سے کہا۔

"آگ کے پاس آ جاؤ۔ یہ آواز امریکہ کے سب سے
زہریلے سانپ رٹیل سنیک کی ہے۔"

سانپ کا لفظ سن کر جانے کیوں عنبر کے دل میں پریشانی ہونے
کی بجائے ایک امید کی کرن چمکی۔ اس نے سوچا کہ اس سانپ
سے بات کرنی چاہئے۔ پھر خیال آیا کہ وہ تو سانپ کی زبان ہی
نہیں جانتا۔ وہ کس طریقے سے بات کرکے اسے بتائے کہ عظیم ناگ
اس کا بھائی ہے۔ گھنگھروؤں کی آواز اب قریب آ گئی تھی لڑکیوں
کا باپ آگ کے بالکل قریب ڈنڈا لئے کھڑا تھا کہ سانپ کو نظر
آتے ہی مار دے گا۔ عنبر نے سانپ کو دیکھا کہ جلیبی بنا پھن اٹھائے
اپنی دُم زور زور سے ہلا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے گھنگھروؤں کی
آواز پیدا ہوتی تھی۔

سانپ جلیبی بنا ایک طرف کو کھسکتا بھی جا رہا تھا۔ وہ پیچھے

سے آکر بوڑھے پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ پھر اچانک ایسا ہوا کہ سانپ
کی دُم ہلتے ہلتے رک گئی۔ گھنگھروؤں کی آواز بند ہو گئی۔ عنبر کو
یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بڑی باریک دھیمی دھیمی سی انسانی آواز
اس کے کانوں میں کہہ رہی ہے۔

"تم عظیم ناگ کے دوست ہو؟ تم عظیم ناگ کے
دوست ہو؟"

عنبر کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ سانپ اس سے بات کرنے کی
کوشش کر رہا تھا۔ شاید اسے عنبر کے جسم سے اس کے دوست
ناگ کی بُو آ گئی تھی۔ سانپوں کی یہ حس بہت زیادہ تیز ہوتی
ہے اور وہ میلوں سے اپنے دوست یا دشمن کی بُو سونگھ لیتے
ہیں۔ عنبر نے آہستہ سے دل ہی دل میں کہا۔

"ہاں۔ میں ناگ کا بھائی ہوں عنبر۔ عنبر۔ عنبر۔"

اُسے یقین نہیں تھا کہ اس کے دل سے نکلی ہوئی آواز کے سگنل
امریکی زہریلے سانپ تک پہنچ سکیں گے۔ لیکن سانپ نے عنبر کی
آواز سن لی تھی اور ناگ کی بُو کی وجہ سے یہ آواز سگنل میں
تبدیل ہو کر سانپ کے ذہن تک چلی گئی تھی۔ سانپ نے کہا۔

"میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔ کیا میں آپ کے کوئی
کام آ سکتا ہوں؟"

اب سانپ آہستہ آہستہ چل کر عنبر کے قریب آکر بڑے ادب

سے کنڈلی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ بوڑھا چلّایا۔
"اسے مار ڈالو۔ یہ تمہیں ڈس دے گا۔"
اور بوڑھا خود بھی ڈنڈا لے کر سانپ کی طرف بڑھا۔ سانپ نے بڑے
غصّے سے پلٹ کر بوڑھے کی طرف دیکھا اور عنبر سے کہا۔
"اس بوڑھے کو سمجھاؤ کہ اپنی موت کی طرف قدم نہ بڑھائے۔"
عنبر نے فوراً چلّا کر کہا۔
"سانپ سے پیچھے رہو۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔"
بوڑھا بولا۔
"ارے بیٹا یہ بڑا زہریلا سانپ ہے۔ تمہیں ہلاک کر دے گا۔"
عنبر نے غصّے سے کہا۔
"پیچھے ہٹ جاؤ میں کہتا ہوں۔"
بوڑھا عنبر کی غصیلی آواز سے ڈر کر پرے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اور
سانپ کی طرف دیکھنے لگا جس نے اپنا پھن اب دوبارا عنبر کی طرف
کر دیا تھا۔ عنبر نے بڑی کوشش کر کے اور سنبھل سنبھل کر ایک ایک
لفظ دماغ میں جمع کر کے ادا کرتے ہوئے دل ہی دل میں سانپ
کی طرف توجہ کر کے کہا۔
"اس بوڑھے کی لڑکیوں کو دو غنڈے اغوا کر کے لے
گئے ہیں۔ ناگ ہوتا تو وہ اڑ کر ان کے پاس جاتا اور
لڑکیوں کو بچا لاتا۔ کیا تم ہماری کوئی مدد کر سکتے ہو؟"

ڑیل سنیک نے کہا۔
"عظیم ناگ ہمارے دیوتا ہیں۔ اُن کے نام پر ہماری جان
بھی حاضر ہے۔ مجھے یہاں دو اجنبی آدمیوں کی بُو محسوس
ہو رہی ہے۔ تم یہیں ٹھہرو میں ان کی خبر لیتا ہوں۔"
بوڑھے نے کہا۔
"عنبر! تم سانپ کی طرف ٹکٹکی باندھے کیا دیکھ رہے ہو؟
اسے مارتے کیوں نہیں؟"
اُسے کیا معلوم تھا کہ وہ تو سانپ سے گفتگو کر رہا تھا اور اس
بیوقوف کی بچیوں کو بچانے کے لئے سانپ سے مدد لے رہا تھا۔
سانپ نے پھن اٹھا کر بوڑھے کی طرف دیکھا۔ اور پھنکار ماری
بوڑھا ڈر کر درخت کی طرف بھاگ گیا۔ عنبر نے کہا۔
"دوست! کیا تم ان لوگوں تک پہنچ جاؤ گے؟ وہ
تو گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور اندھیری رات میں بہت
دُور نکل گئے ہوں گے۔"
سانپ نے کہا۔
"ہمارے لئے فاصلہ کوئی چیز نہیں۔ زمین ہمیں راستہ
دے دیتی ہے۔ میرا انتظار کرو۔"
یہ کہہ کر سانپ تیزی سے گھاس میں غائب ہو گیا۔ سانپ کے
جاتے ہی بوڑھے کی جان میں جان آئی۔ اطمینان کا سانس لے کر

کر عنبر کے پاس آیا اور بولا۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس موذی سے نجات ملی۔ مگر میں تو حیران ہوں تم نے اسے مارا کیوں نہیں ہے؟"

عنبر نے بڑی سنجیدگی سے بوڑھے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے آگ کے پاس اپنے قریب بٹھایا اور کہا۔

"اگر میں اسے مار دیتا تو تمہاری لڑکیاں کبھی واپس نہیں آسکتی تھیں۔"

"کیا مطلب ہے؟" بوڑھے نے حیرانی سے پوچھا۔

عنبر نے کہا۔

"مطلب یہ کہ یہ سانپ میری سفارش پر تمہاری بچیوں کو غنڈوں سے نجات دلانے گیا ہے۔"

بوڑھے کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی۔ وہ احمقانہ انداز میں عنبر کا منہ تکنے لگا۔ عنبر نے بات ہی ایسی کی تھی۔

مُردے کی پسلی

سانپ اندھیری رات میں روانہ ہو گیا۔

یہ زنگیل سانپ اس علاقے کا سب سے طاقتور بزرگ اور زہریلا سانپ تھا۔ وہ انسان کو ڈس کر اس کے جسم کا سارا فاسفورس چوس جاتا تھا اور انسان کی ہڈیاں دوہری ہو کر ٹوٹ پھوٹ جاتی تھیں اور وہ اس کے زہر سے اسی وقت مر جاتا تھا۔ اس سانپ کی رفتار کبھی کبھی سو میل فی گھنٹہ تک پہنچ جاتی تھی اور یوں محسوس ہوتا کہ وہ اُڑ رہا ہے۔

اس وقت یہ سانپ ایک بڑے اہم مشن پر جا رہا تھا۔ چنانچہ پہاڑی ڈھلان سے اُترتے ہی اس نے غنڈوں کی بُو ایک طرف سے آتی سونگھی اور پھر بجلی ایسی تیزی کے ساتھ اُس طرف کو بھاگا۔ دیکھتے دیکھتے وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔

دونوں غنڈے گھوڑے دوڑاتے راتوں رات بڑی دور نکل گئے تھے۔ وہ میدانی علاقے سے نکل کر چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں والے میدان میں آ گئے جہاں خشک بنجر چٹانیں جگہ جگہ کھڑی تھیں یہاں
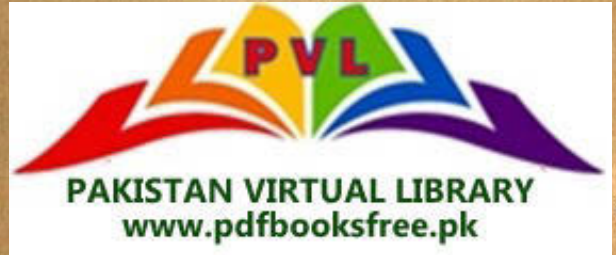
آتے آتے انہیں صبح ہو گئی۔ ایک جگہ گھوڑے روک کر انہوں نے دونوں بہنوں کو نیچے اتارا۔ ان کے ہاتھ پیچھے باندھے اور پھر پانی پلایا۔ دونوں بہنیں خوف سے سہمی ہوئی تھیں۔ ان کی آنکھوں کے آنسو بھی خشک ہو گئے تھے۔ غنڈوں نے ہوا میں خوشی سے دو دو فائر کئے اور کہا۔

"اب ہم تمہیں ہلاک کریں گے۔ ہم تم دونوں سے اپنے باس کی موت کا انتقام لیں گے۔"

اور پھر دونوں قہقہے لگا کر ہنسنے اور ہوا میں گولیاں چلا کر ڈانس کرنے لگے۔ سانپ ان سے کافی دُور تھا۔ اس نے گولیوں کی آواز سن لی تھی۔ اُسے غنڈوں کی بُو بھی آرہی تھی۔ اور وہ اس بُو پر گھاٹیاں، کھنڈر، بنجر زمین اور چٹانیں عبور کرتا اُن کی طرف موت بن کر بھاگا چلا آرہا تھا۔ غنڈے اپنی فتح پر بڑے خوش تھے۔ دونوں لڑکیوں کو انہوں نے درمیان میں بٹھا دیا تھا اور ان کے اردگرد ڈانس کرتے ہوئے ہوائی فائر کر رہے تھے۔

سورج چٹانوں کے اوپر نکل آیا تھا۔ دونوں غنڈوں کے گھوڑے ذرا پرے کھڑے تھے۔ سانپ ان کے قریب آن پہنچا۔ اس نے پتھروں کی اوٹ سے اپنا پھن اٹھا کر گھوڑوں اور غنڈوں کو دیکھا۔ سانپ نے یہ بھی دیکھا کہ دونوں غنڈوں کے درمیان دو عورتیں سہمی ہوئی بیٹھی تھیں۔ غنڈوں کے ہاتھوں میں

پستولیں تھیں۔ وہ سانپ کو گولی مار کر ہلاک بھی کر سکتے تھے۔

سانپ بڑی احتیاط سے ایک چٹان کی طرف نکل گیا۔ اُسے چٹانوں میں کچھ سانپوں کی بُو آئی۔ رتیل سانپ نے اپنی زبان میں ایک سیٹی کی آواز نکالی۔ اس آواز کو سنتے ہی اردگرد چٹانوں سے چار سبز اور سرخ دھاریوں والے رتیل سانپ گھنگھرو بجاتے نکل آئے اور بڑے سانپ کے آگے ادب سے جھک گئے۔ رتیل سانپ نے انہیں فوراً گھنگھروؤں کی آوازیں بند کرنے کا حکم دیا۔ سانپوں کی دُمیں خاموش اور بے حرکت ہو گئیں۔ رتیل سانپ نے کہا۔

"سامنے والی چھوٹی چٹان کے پاس دو آدمی اور دو عورتیں ہیں۔ آدمی گولیاں چلا رہے ہیں۔ میرے ساتھ چلو۔ ہمیں ان آدمیوں کو ڈسنا اور ان کے جسموں سے فاسفورس پینا ہے۔ مگر خیال رہے ان کی گولیاں ہمیں کہیں ہلاک نہ کر دیں۔"

پھر انہوں نے حملے کی ایک سکیم بنائی اور پانچوں سانپ اِدھر اُدھر بکھر کر چٹان کی طرف بڑھنے لگے۔ رتیل سانپ نے انہیں سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ گھنگھروؤں کی آواز بالکل نہ نکالیں۔

دونوں غنڈے اپنی پستولوں میں نئی گولیاں بھر رہے تھے۔ بے چاری دونوں بہنیں موت کے خوف سے زرد ہو رہی تھیں۔ موت سامنے کھڑی نظر آرہی تھی۔ غنڈے اُن سے دس دس فٹ کے

فاصلے پر آمنے سامنے کھڑے پستولیں کھولے اُن میں گولیاں ڈال
رہے تھے اور ہنس ہنس کر باتیں بھی کر رہے تھے۔ اچانک ایک
غنڈے کو ایسے لگا جیسے کسی بھڑ نے کاٹ دیا ہو۔ وہ اچھل کر
پرے ہٹا۔ بس یہ اس کی زندگی کی آخری حرکت تھی۔ کیونکہ اس
کے بعد اس کے جسم کی ساری ہڈیاں دوہری ہو کر مڑیں اور پھر
ٹوٹنے لگیں۔ کیونکہ ان کا سارا فاسفورس اس سانپ کے جسم میں چلا
گیا تھا جس نے اسے ڈسا تھا۔ وہ چیخ مار کر گرا۔

دوسرے غنڈے نے زمین پر سانپ کو دیکھا تو اندھا دھند اس
پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ پھر اسے تین اور سانپ دکھائی
دیئے جو ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ غنڈہ گھبرا گیا اور یونہی
گولیاں چلانے لگا۔ سانپ کبھی ایک پتھر کے پیچھے سے نکل کر پھنکارتے
اور کبھی غائب ہو کر دوسری جگہ سے نکل آتے۔ دونوں بہنوں کی
گگھی بندھ گئی تھی۔ سانپوں نے اس کے جسم دہشت سے ٹھنڈے
کر دیئے تھے۔ انہیں ہر طرف موت ہی موت دکھائی دے رہی تھی۔
انہیں کیا خبر تھی کہ یہ سانپ اُن کی زندگی بچانے کے لئے
آئے ہیں۔ غنڈہ پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر پھدکتا گولیاں چلا رہا
تھا۔ جب اس کے پستول کی ساری گولیاں ختم ہو گئیں تو تم
طرف سے پانچوں سانپ اس کے اردگرد پھن اٹھا کر کھڑے
گئے۔ غنڈہ پہلے تو گھبرایا پھر اس نے زمین پر سے پتھر اٹھا

کر سانپوں کو مارنے شروع کر دیئے۔ وہ ایک سانپ کو پتھر مارتا
تو دوسرا آگے بڑھ آتا۔ سانپ اس کے ساتھ کھیل رہے تھے۔
پھر بڑے رٹیل سانپ نے پیچھے سے چھلانگ لگائی اور غنڈے
کے سر کے اوپر جا کر چمٹ گیا۔ غنڈے نے اوپر ہاتھ کر کے
اسے جھٹکنا چاہا تو سانپ نے بڑی تیزی سے اس کی انگلی پر ڈس دیا۔
غنڈہ چیخ مار کر ایک طرف کو بھاگا۔ اب باقی چاروں سانپ
بھی اچھل کر غنڈے کے جسم سے چمٹ گئے۔ انہوں نے بھی باری
باری اُسے ڈس دیا۔ جب پانچوں سانپوں نے اُسے ڈسا اور اس کے
جسم سے فاسفورس چوس لیا تو غنڈہ کھڑے کھڑے کانپا، لرزا اور
پھر یوں دہرا ہوہرا ہو کر گرا جیسے خالی ڈبیوں کا چھوٹا سا ڈھیر گر
پڑتا ہے۔ اس کی ساری ہڈیاں الگ الگ ہو کر آپس میں گڈمڈ ہو
گئی تھیں اور جسم یوں مردہ پڑا تھا جس طرح کہ ایک بش شرٹ
کھونٹی پر سے فرش پر گر پڑی ہوتی ہے۔ اس عرصے میں دونوں
بہنیں دہشت کے مارے ایک دوسری سے لپٹی کانپتی رہیں۔

دونوں غنڈوں کی موت کے بعد چاروں سانپ بڑے رٹیل
سانپ کو خدا حافظ کہہ کر واپس چٹانوں کی طرف چلے گئے۔ صرف
رٹیل سانپ وہاں بیٹھا رہا۔ اب مصیبت یہ تھی کہ وہ ان بہنوں
سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ان سے کہنا چاہتا تھا کہ دونوں
گھوڑوں پر بیٹھ کر واپس چلی جائیں۔ عنبر اور ان کا بوڑھا باپ

وہاں انتظار کر رہے ہیں۔ لیکن اب ایسا ہوا کہ میدان صاف پا کر
دونوں بہنوں کے دل میں جو پہلا خیال آیا وہ یہی تھا کہ گھوڑے
خالی پڑے ہیں ان پر بیٹھ کر وہاں سے بھاگ جانا چاہئے۔ پس
انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ گھوڑوں پر بیٹھ کر وہاں سے
چلی گئیں تو رٹیل سانپ بھی سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے وہاں
سے بھاگا۔

بہنوں کے آنے سے پہلے رٹیل سانپ عنبر کے پاس پہنچ گیا۔
گھنگھروؤں کی آواز کے ساتھ وہ عنبر کے پاس جاکر ادب سے
سلام کرکے بولا۔

"عظیم ناگ کے بھائی عنبر! میں نے اپنا مشن پورا کر
دیا۔ غنڈے اپنے انجام کو پہنچے۔ دونوں بہنیں واپس
آرہی ہیں"

سانپ کو دوبارا دیکھ کر بوڑھے نے اسے مارنے کی بالکل کوشش
نہ کی۔ بلکہ بڑے غور سے کبھی سانپ اور عنبر کے خاموش چہرے
کو دیکھنے لگا۔ عنبر آنکھیں بالکل نہیں جھپک رہا تھا اور ٹکٹکی باندھے
سانپ کو تک رہا تھا۔ عنبر نے خاموشی کی زبان میں سانپ کا شکریہ
ادا کیا۔ سانپ نے پھنکار مار کر بوڑھے کی طرف پھن گھمایا تو وہ
دوڑ کر درخت کے پیچھے ہو گیا۔ عنبر نے کہا۔ اسے کچھ نہ کہنا۔ رٹیل
سانپ بولا۔

"میں اس کے دماغ کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ یہ مجھے
مارنے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ مگر میں تمہاری
خاطر اسے معاف کرتا ہوں"

رٹیل سانپ سلام کرکے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی بوڑھے نے
بے تابی سے پوچھا کہ ان کی بچیوں کی کیا خبر ہے؟

عنبر نے کہا۔

"تمہیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ تمہاری دونوں
بچیاں واپس آرہی ہیں"

اس کے ساتھ ہی انہیں گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی
دیں۔ تھوڑی دیر بعد دونوں بہنیں اپنے باپ سے روتے
ہوئے گلے مل رہی تھیں۔ وہ پُراسرار سانپوں کا قصّہ سنانے
لگیں جنہوں نے وہاں آکر انہیں غنڈوں سے نجات دلائی۔ اس
کے باپ نے کہا۔

"وہ سانپ عنبر نے یہاں سے بھیجے تھے"

دونوں بہنوں نے یوں تعجب سے عنبر کی طرف دیکھا جیسے اب
انہیں پکا یقین ہو گیا ہو کہ عنبر انسان نہیں بلکہ کوئی جن یا
بھوت ہے۔ اس کے بعد انہوں نے بستر وغیرہ لپیٹے اور بگھی
میں بیٹھ وہاں سے اپنی اگلی منزل ٹیکساس کی طرف روانہ ہو گئے۔
اب ذرا ماریا کی طرف چلتے ہیں۔ ناگ تو عربی سمندری جہاز

میں سفر کرتا سپین کی طرف چلا آرہا ہے۔ ماریا ہسپانوی خاتون
کے پاس تھی اور عنبر کا انتظار میں وہ ساری رات سفید سانپ
والی پہاڑی پر بیٹھی رہی۔ جب عنبر نہ آیا تو وہ بڑی پریشان ہوئی
اور واپس ہسپانوی خاتون کے گھر آگئی۔ شاہی محل کے قدیم بادشاہ
ابی الماس کی روح اس دوران عنبر کو نئی دنیا یعنی براعظم امریکہ
پہنچا چکی تھی۔ دوسری رات ماریا دوبارا سفید سانپ والی پہاڑی
پر آئی تو اُسے ابی الماس کی روح دکھائی دی۔ ایک سفید سایہ
جھاڑیوں اور ستونوں کے پیچھے سے نکل کر ماریا کے سامنے آگیا۔
ماریا نے پوچھا کہ وہ کس کی روح ہے اور وہاں کیا کرنے آئی
ہے۔ ابی الماس کی روح نے ماریا کو عنبر کے بارے میں ساری
کہانی سنا ڈالی اور کہا کہ وہ ماریا کو صرف یہ اطلاع کرنے وہاں
آئی ہے کہ عنبر نئی دنیا پہنچ چکا ہے۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہیں بھی نئی دنیا کے شہر کنٹکی
پہنچا سکتی ہوں۔ کیونکہ عنبر کل رات تک اسی شہر میں تھا۔"

ماریا کو پہلے تو ابی الماس کی روح پر بڑا غصہ آیا کہ اس نے محض
اپنے شاہی خزانے کو اپنی آخری اولاد تک پہنچانے کے لئے
عنبر کو استعمال کیا اور امریکہ پہنچا دیا۔ مگر پھر وہ خاموش ہو گئی
کیونکہ بھٹکتی روحوں میں بڑی طاقت ہوا کرتی ہے اور وہ اگر
غصے میں آجائیں تو پورے محل کو نیچے سے اٹھا کر الٹا سکتی ہیں۔

اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے اے روح! مجھے بھی امریکہ اس شہر
میں پہنچا دو جہاں عنبر نے رات بسر کی تھی۔ میں
اسے تلاش کر لوں گی۔"

"آؤ میرے ساتھ۔" روح ماریا کو ایک پرانے کھنڈر میں
لے گئی۔ یہاں ایک ایسا پتھر تھا جس میں گول سوراخ نما دروازہ
بنا ہوا تھا۔ اس کی دوسری طرف وادی نظر آ رہی تھی۔ روح
نے اس پتھر کے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اس دروازے میں چھلانگ لگا دو۔"

"پھر کیا ہوگا؟"

"پھر تم نئی دنیا میں پہنچ جاؤ گی۔"

ماریا جانتی تھی کہ روحیں اگر چاہیں تو بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ اس
نے پتھر کے گول دروازے میں چھلانگ لگا دی۔ اس کی آنکھیں
دروازے سے گذرتے ہوئے اپنے آپ بند ہو گئیں۔ جب اس
نے آنکھیں کھولیں تو وہ ایک دریا کے اوپر سے یوں گذر رہی
تھی جیسے ہوا میں روئی کا گالا یا کسی چڑیا کا پر اڑا جا رہا ہو۔
اس کے نیچے دھوپ میں چمکتا دریا تھا جس کا پاٹ کافی چوڑا
تھا۔ کنارے پر اونچے اونچے دیودار کے درختوں والے جنگل
تھے۔ ماریا آہستہ آہستہ دریا کے کنارے پر اپنے آپ اتر گئی۔

اس نے دیکھا کہ دریا کا پانی کنارے کے پتھروں سے ٹکرا [illegible]
کو جا کر ایک طرف مڑ گیا ہے۔

ماریا کو کنتکی گاؤں یا قصبے کی تلاش تھی۔ کیونکہ اسی جگہ سے اُسے عنبر کا سراغ مل سکتا تھا۔ روح کے ساتھ یہ مصیبت ہوتی ہے کہ وہ تازہ ترین واقعات سے بے خبر ہوتی ہے۔ اسے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ کل کیا ہوا تھا اور کہاں ہوا تھا۔ مگر اس وقت کیا ہو رہا ہے وہ روح نہیں بیان کر سکتی۔ وگرنہ ابی الماس کی روح ماریا کو بتا دیتی کہ عنبر اس وقت کہاں ہے۔ ماریا نے سوچا کہ وہ خود ہی پتہ چلا لے گی۔

دریا کنارے کچھ چلتی، کچھ ہوا میں اڑتی ماریا جنگل میں سے گذر کر دوسری طرف نکل آئی۔ یہاں ایک کچی بل کھاتی سڑک شمال کی طرف چلی گئی تھی۔ ماریا اس سڑک پر چلنے لگی۔ ایک مقام پر اس نے تختہ لگا دیکھا جس پر لکھا تھا۔ "کنتکی۔ دس کلومیٹر" ماریا ٹھیک سمت کو جا رہی تھی۔ اس کی منزل زیادہ دور نہیں تھی۔ پیچھے سے اسے ایک بگھی آتی دکھائی دی۔ اس کے آگے گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ یہ مسافر کا ڈچ بگھی تھی۔ اوپر سامان بندھا ہوا تھا بگھی بڑی تیز آ رہی تھی۔ جب وہ قریب سے گذری تو ماریا بھی چھلانگ لگا کر ہوا میں اچھلی اور بگھی کی چھت پر آ گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ کنتکی کے قصبے میں تھی جو چھوٹا سا ایک

شہر ہی تھا۔ پرانی طرز کی لکڑی کی عمارتیں تھیں۔ دکانوں میں لوگ چیزیں خرید رہے تھے۔ کاؤ بوائے گھوڑوں پر سوار بازار میں چل رہے تھے اور ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ ماریا چلتی چلتی ایک ہوٹل کے قریب سے گذری تو اُسے اندر کسی عورت کی چیخ سنائی دی۔ وہ ہوٹل کے بند دروازے میں سے لہروں کی طرح گذر کر اندر آ گئی۔

کیا دیکھتی ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا ہوٹل ہے جہاں کاؤ بوائے اور پستول باز غنڈے بیٹھے تاش کھیل رہے ہیں۔ تین غنڈوں نے ایک بوڑھے آدمی کی مشکیں کس رکھی ہیں اور اس کی طرف پستول تان کر اس کو گالیاں دے رہے ہیں۔ چیخ جس عورت نے ماری تھی وہ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی تھی اور شاید اس بوڑھے آدمی کی بیٹی تھی۔ ایک غنڈے نے اس عورت کے منہ پر زور سے چانٹا مارا اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑی اور اس کے ہونٹوں سے خون بہنے لگا۔ کمال کی بات یہ تھی کہ وہاں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ بالکل دخل نہیں دے رہے تھے۔ اور اپنے اپنے کھیل میں لگے تھے۔ ہاں کبھی کبھی آنکھ اٹھا کر دیکھ لیتے تھے کہ بوڑھے کو ابھی غنڈوں نے گولی کیوں نہیں ماری۔

اُن کی سرگوشیاں ماریا نے سنیں تو اسے معلوم ہوا کہ یہ تینوں قریبی گاؤں کے بڑے زبردست خونی قسم کے پستول باز ہیں اور اس بوڑھے نے کہ جو ہوٹل کا مالک ہے انہیں مفت کھانا دینے

سے انکار کر دیا تھا جس کے جرم میں یہ پستول باز غنڈے اسے
گولی مارنے والے تھے۔ ماریا کو بڑا غصہ آیا کہ یہ لوگ اس قدر
ظلم کرتے ہیں اور پھر خاموشی سے بیٹھے ظلم ہوتا دیکھتے رہتے ہیں۔
ماریا نے سب سے پہلے تو بوڑھے کی جان بچانے کا فیصلہ کیا۔
وہ اس غنڈے کے پیچھے آ گئی جس نے بے چارے بوڑھے پر
پستول تان رکھا تھا اور اس کی کھوپڑی کا نشانہ باندھ کر کہہ رہا تھا۔

"بڈھے کھوسٹ! مرنے کے لئے تیار ہو جا۔"

اس کے دوسرے ساتھی نے قہقہہ مار کر کہا۔

"ابے گولی مار کر کام تمام کیوں نہیں کرتا؟"

وہ گولی چلانے ہی والا تھا کہ ماریا نے اس کے پستول والے
ہاتھ پر زور سے ہاتھ مارا۔ پستول غنڈے کے ہاتھ سے دور جا گرا
اور ساتھ ہی اس کی کلائی کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔ وہ درد سے
دوہرا ہو کر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا؟" دوسرا غنڈہ پستول لے کر اس کی طرف آیا۔

"کسی نے میرے ہاتھ پر لوہے کا ڈنڈا مارا ہے۔"

دونوں اس کے ساتھی غنڈے سمجھے کہ یہ شرارت ہوٹل میں بیٹھے
ہوئے کسی گاہک نے کی ہے۔ انہوں نے فائرنگ شروع کر دی
کچھ لوگ زخمی ہو کر کرسیوں پر سے گرے۔ ان کو اپنے اس
جرم کی سزا مل رہی تھی کہ وہ اپنے سامنے ایک انسان کو بے گناہ
مرتے دیکھ کر بھی خاموش بیٹھے رہے تھے۔ مگر جب ایک غنڈہ

بوڑھے کو گولی مارنے کے لئے اس کی طرف آیا تو ماریا اچھل کر
اس کی گردن کے اوپر تک آئی اور پوری طاقت سے اپنا ٹھڈ
اس کی گردن پر مارا۔ ماریا ایک جن کی طاقت رکھتی تھی۔ اس
کے ٹھڈ نے پستول باز غنڈے کی گردن اس کے جسم سے اس
طرح الگ کر دی کہ بس تھوڑی سی لٹکتی باقی رہ گئی تھی۔

تیسرے غنڈے نے بوڑھے کی لڑکی کو پکڑ لیا۔ مگر ماریا وہاں
پہلے ہی پہنچ گئی تھی۔ اس غنڈے نے لڑکی پر گولی چلا دی۔
گولی خوش قسمت لڑکی کے رخسار کے بالکل قریب سے ہو کر
پیچھے بڑے شیشے کو لگی اور وہ چکنا چور ہو گیا۔ لڑکی کاؤنٹر کے
پیچھے چھپ گئی۔ غنڈے نے کاؤنٹر کے اوپر چڑھ کر حملہ کرنا چاہا
تو ماریا لڑکی کی مدد کو وہاں بھی آ گئی۔ غنڈے کو ایسا محسوس
ہوا کہ کسی نے پیچھے سے اس کی کمر پر کوئی پہاڑ اٹھا کر دے
مارا ہو۔ وہ تنکے کی طرح اڑ کر ٹوٹے ہوئے شیشے کے ساتھ
جا کر دھائیں سے لگا اور اس کی کمر کی ہڈی کئی جگہوں سے
چکنا چور ہو گئی۔ وہ مردہ چوہے کی طرح گر پڑا۔

یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور وہاں بیٹھے ہوئے کسی کی سمجھ
میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور غنڈے اپنے آپ کیسے
مر کر گر رہے ہیں؟ ماریا نے جب دیکھا کہ تینوں غنڈے موت
کی نیند سو گئے ہیں تو وہ خاموشی سے ہوٹل سے باہر نکل
آئی۔ جاتے جاتے صرف اس نے اتنا کیا کہ چھت کے ساتھ

لٹکتے لیمپ کو زور سے ایک جھکولا دے دیا۔ لیمپ زور زور
سے جھولے کی طرح جھولنے لگا۔ لوگ بھوت بھوت کہتے
وہاں سے نکل بھاگے۔ ماریا نے دروازے کے آگے کرسی کر دی
گویا یہ کرسی خودبخود آگے آگئی تھی۔ لوگ اس سے ٹھوکر کھا کر
ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر ہوتے چلے گئے۔

سارے قصبے میں شور مچ گیا کہ کنٹکی میں کوئی بھوت آ گیا
ہے۔ لوگوں نے ڈر کر اپنی دکانوں اور مکانوں کے دروازے
بند کر دیئے اور گھروں کے اندر بیٹھ گئے۔ کچھ کھڑکیوں کے
اوٹ سے خوف زدہ نظروں سے بازار میں دیکھنے لگے جہاں
سوائے کاؤبوائے گھوڑ سواروں کے دوسرا کوئی نہیں تھا۔ کاؤبوائے
قہقہے لگا رہے تھے اور ہوائی فائر کر رہے تھے۔ وہ ان لوگوں پر
قہقہے لگا رہے تھے جو بھوت بھوت کا شور مچاتے بھاگے جا رہے
تھے۔ کچھ دور کاؤبوائے ان کے پیچھے گھوڑا دوڑاتے۔ ہوائی فائر
کرتے اور پھر واپس آ جاتے۔

ماریا سارا دن قصبے میں گھومتی رہی۔ اُسے کہیں سے بھی عنبر
کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہاں سے کوئی ہفتے
بعد ایک مسافر بگھی اگلے شہر کو جاتی ہے اور ابھی بگھی کے آنے
میں چار روز باقی تھے۔ دل میں اس نے سوچا کہ وہاں زیادہ
دیر رکنے کی بجائے بہتر ہے کہ وہ اکیلی کسی اگلے بڑے شہر
کی طرف کوچ کر جائے۔ شاید بڑے شہر میں عنبر کا کچھ کھوج

لگ سکے۔ اس وقت شام ہو گئی تھی اور مکانوں دکانوں کے
اندر لیمپ روشن ہو گئے تھے۔ ماریا نے قصبے کو چھوڑ دیا۔ اور
اس کچی سڑک پر آگئی جو قصبے سے باہر کو جا رہی تھی۔

شروع میں ماریا لمبی لمبی چھلانگوں کے ساتھ کچھ اڑتی کچھ پیدل
چلتی سفر طے کرتی رہی پھر جب وہ قصبے سے کافی دور نکل آئی
اور دریا کا کنارہ آ گیا تو وہ عام رفتار کے ساتھ چلنے لگی۔ اندھیرا
چھا رہا تھا۔ آسمان پر ستارے نکل آئے تھے۔ دریا کا پاٹ پہاڑیوں
میں آکر چھوٹا ہو گیا تھا اور پانی تیز رفتاری سے بہہ رہا تھا۔
ماریا کے سامنے دریا اور آس پاس پہاڑیاں تھیں۔ دریا پہاڑیوں
میں داخل ہوا تو اس کا کنارہ غائب ہو گیا۔ ماریا نے پہاڑی پر
چڑھنا شروع کیا۔ وہ دوسری جانب جاکر پھر دریا کے ساتھ شامل
ہونا چاہتی تھی۔ چڑھائی چڑھ کر وہ پہاڑ کے اوپر آ گئی۔ اوپر
چھوٹا سا میدان تھا جہاں درخت ہی درخت کھڑے تھے۔ آگے
پھر ڈھلان آگئی جو دور نیچے دریا تک چلی گئی تھی۔ پہاڑیوں
سے نکل کر دریا پھر وادی میں سکون سے بہتا دکھائی دے رہا تھا۔

پہاڑی سے اترتے اترتے ماریا کو گہری رات ہو گئی۔ وہ پہاڑی
کے ڈھلان والے اونچے درختوں کے درمیان سے گزر رہی تھی۔
یہاں بڑی خاموشی تھی۔ سوائے ذرا فاصلے پر تیزی سے بہتے
دریا کی ہلکی ہلکی سرسراہٹ کے اور کوئی آواز نہیں سنائی دے
رہی تھی۔ ماریا کو خشک جھاڑیوں کی طرف سے ایسی آواز سنائی

دی جیسے کوئی آدمی شاخیں ہٹاتا آ رہا ہو۔ ماریا رُک گئی۔ اس نے
پلٹ کر دیکھا۔ پہلے تو اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ پھر اندھیرے میں
لال رنگ کا ایک انسانی سایہ آگے بڑھتا نظر آیا۔ اس نے
کندھے پر کسی انسان کو ڈال رکھا تھا۔ دونوں کے جسم ننگے تھے
بدن پر لال رنگ کا روغن ملا ہوا تھا۔ اور کمر کے گرد صرف
لنگوٹ بندھے تھے۔ لال رنگ کا سایہ ایک درخت کے نیچے
آکر رُک گیا۔ اس نے اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے آدمی
کو دھم سے زمین پر گرا دیا۔ گرے ہوئے آدمی نے کوئی حرکت نہ
کی۔ جیسے گرا تھا ویسے ہی پڑا رہا۔ ماریا کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔
گرنے والا انسان مردہ تھا۔

زندہ سرخ آدمی کے سر پر کسی جانور کے پروں کی ٹوپی
پڑی تھی اور گلے میں ہڈیوں کی مالا تھی جو ماریا کو ہی اس
اندھیرے میں نظر آسکتی تھی۔ ماریا بڑی دلچسپی سے اسے دیکھنے
لگی کہ وہ کرتا کیا ہے ؟ وہ اس مردے کو وہاں کس لئے لایا
ہے ؟ سرخ آدمی اصل میں اس علاقے کے جنگل کا بہت بڑا بید
مذہب جادوگر تھا اور ایک خاص چلہ کمانے کے لئے قبرستان سے
تازہ دفن کئے گئے مُردے کو اکھاڑ کر وہاں لایا تھا۔

اس نے پہلے تو وہاں تھوڑی سی آگ جلائی۔ پھر اس میں تھیلے
میں سے کوئی شے نکال کر ڈالی جس سے وہاں بڑی ناگوار بُو والا
دھواں پھیل گیا۔ پھر اس نے مُردے کے گلے میں رسّی ڈال کر

رسّی کو اوپر درخت کی شاخ پر پھینکا۔ اس کے بعد اس نے
رسّی کے سرے کو کھینچنا شروع کر دیا۔ وہ خوب زور لگا کر
رسّی کھینچ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ مُردے نے اوپر اٹھنا شروع
کیا۔ جب وہ درخت کی شاخ اور زمین کے درمیان لٹکنے لگا تو
سرخ جادوگر نے رسّی درخت کے تنے کے ساتھ باندھ دی۔

اب وہ آگ کے اردگرد چکر لگانے اور اونچی آواز میں منتر
پڑھنے اور آگ میں بار بار کوئی شے پھینکنے لگا۔ اس کی آواز مگرمچھ
کی آواز سے ملتی تھی۔ جیسے کوئی ڈکرا رہا ہو۔ پھنکار رہا ہو۔ اس
چلّے کے لئے یہ سرخ جادوگر ایک ماہ تک صرف سانپ کھاتا رہا
تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی آواز میں پھُنکار آ گئی تھی۔ وہ
بار بار سانپ کی طرح دھوئیں میں پھنکاریں مار رہا تھا۔ جب وہ
منتر پڑھتے پڑھتے اور پھُنکاریں مارتے مارتے تھک گیا اور اس
کا سرخ جسم پسینے سے تر بتر ہو گیا تو اس نے آگ بجھا دی۔
لٹکتے ہوئے مُردے کے نیچے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اپنی کمر کے گرد بندھی
ہوئی تھیلی میں ہاتھ ڈال کر ایک سیاہ رنگ کا چھوٹا سا سانپ
نکال کر اس پر منتر پڑھ کر پھونکا اور مُردے کے پاؤں کے ساتھ
سانپ کا منہ لگا دیا۔ سانپ نے تین بار مُردے کو ڈسا۔ سرخ جادوگر
نے سانپ کو تھیلی میں دوبارہ بند کیا اور مُردے کی طرف دونوں
ہاتھ اٹھا کر غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔

مُردہ درخت کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔ وہ ساکت تھا۔ رسّی

اس کی گردن میں پڑی تھی جس کی وجہ سے اس کا سر ایک طرف
کو ڈھلکا ہوا تھا۔ اس کا جسم بالکل پتھر تھا اور اس میں ذرا سی
بھی حرکت نہیں تھی۔ لیکن جب سانپ نے اُسے تین بار ڈسا تو
اچانک مردے کے جسم نے حرکت کی۔ اس نے اپنے دونوں
بازو اوپر اٹھا کر اپنی گردن پر ہاتھ رکھے اور اس کے گلے سے
غرغراہٹ سی نکلی جو کہہ رہی تھی۔

"میں تمہارے قبضے میں ہوں۔ بول تو مجھ سے کیا
چاہتا ہے؟"

سرخ جادوگر کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ اس نے اپنے زرد دانت
نکال کر کہا۔

"اے مرے ہوئے انسان کی روح! میں خوش ہوں کہ
تو اس مردہ جسم میں دوبارہ آ گئی۔ میں نے تیرا چلّہ پورا
کر دیا۔ اب مجھ کو اتنی طاقت دے کہ میں جب چاہوں
غائب ہو سکوں۔ جب چاہوں ظاہر ہو سکوں۔ صرف
اسی طاقت کے بعد ہی میں اپنے قبیلے کے بوڑھے جادوگر
سردار کو قتل کر کے قبیلے کا سردار بن سکتا ہوں۔"

مُردے نے غرغراہٹ والی دہشت بھری آواز میں کہا۔

"اب اس کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"وہ کیوں؟" سرخ جادوگر نے تعجب سے پوچھا۔

مُردہ بولا۔

"اس لئے کہ تمہارے علاقے میں پہلے ہی سے ایک
ایسی عورت آ چکی ہے جو غائب رہتی ہے اور کسی کو
دکھائی نہیں دیتی۔"

اس انکشاف پر سرخ جادوگر دنگ رہ گیا۔ بولا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا اس عورت نے تمہارا
چلّہ کیا تھا؟"

مُردہ بولا۔

"نہیں۔ وہ عورت میرے چلّے کی محتاج نہیں ہے
اُسے آج سے پانچ ہزار سال پہلے مصر کے ایک بہت
بڑے بزرگ نے غائب کر دیا تھا۔ وہ تب سے لے کر
آج تک اپنے دو ساتھیوں ناگ اور عنبر کے ساتھ
زندہ چلی آ رہی ہے۔"

سُرخ جادوگر کو مُردے کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے
مُردے غصّے کے ساتھ پوچھا۔

"کہاں ہے وہ غیبی عورت؟ میں اپنے جادو سے اسے
ہلاک کر ڈالوں گا۔"

مُردے نے کہا۔

"تم اکیلے ایسا نہیں کر سکتے۔ اُسے کوئی نہیں مار سکتا۔
ہاں اگر میں چاہوں تو تم اسے اپنی قید میں لا سکتے ہو؟"

"وہ عورت اس وقت کہاں ہے؟"

ماریا مُردے کی گفتگو سے پریشان ہو رہی تھی کہ اس کم بخت نے کیسے اسے دیکھ لیا اور اب اس سُرخ جادوگر کو بھی سب کچھ بتا رہا تھا۔ پہلے تو وہ وہاں سے بھاگنے لگی۔ پھر اس خیال سے رُک گئی کہ کم از کم یہ تو معلوم کر لے کہ یہ خبیث مُردے کی روح مکار سرخ جادوگر کو کیا ترکیب بتانے والی ہے۔ مردے نے سرخ جادوگر کے سوال پر کہا۔

"وہ عورت اس وقت ٹھیک تمہارے پیچھے دس قدم کے فاصلے پر کھڑی ہے۔"

سرخ جادوگر اس پر چونک کر اُچھلا اور جونہی اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا اُسے تو کچھ دکھائی نہ دیا لیکن ماریا نے وہاں سے بھاگنا شروع کر دیا۔ سرخ جادوگر نے مُردے سے کہا۔

"مجھے تو نظر نہیں آ رہی۔"

"تمہیں نظر آ بھی نہیں سکتی۔ اب وہ بھاگ رہی ہے اسے پکڑو۔ نہیں تو تم اپنے قبیلے کے سردار نہیں بن سکو گے تمہاری بادشاہی اور طاقت کے لئے اس عورت کا پکڑنا بہت ضروری ہے۔"

"میں اُسے کیسے پکڑوں۔ یہ تو بتاؤ۔"

مُردے نے کہا۔

"میرے سینے میں چاقو مار کر ایک پسلی نکالو اور پھر اُسے ہوا میں اچھال دو۔ میری پسلی اس غیبی عورت کے گرد ایک ان دیکھی جادو کی دیوار کھڑی کر دے گی۔ جس میں سے

یہ میری اجازت کے بغیر نہیں نکل سکے گی۔ جلدی کرو عورت بھاگی جا رہی ہے۔"

سرخ جادوگر نے چاقو نکال کر مردے کے سینے میں گھونپا اور اس کی ایک پسلی کھینچ کر باہر نکال لی۔ پھر اُسے زور سے ہوا میں اُچھال دیا۔ پسلی ایک گونج کے ساتھ ہوا میں اڑتی ہوئی غائب ہو گئی۔ ماریا بھاگتی بھاگتی کافی دور نکل چکی تھی کہ پسلی ہوا میں نمودار ہوئی اور اس نے ماریا کے گرد ایک گول دائرہ بنایا اور واپس ہوا میں غائب ہو گئی۔ ماریا کچھ نہ سمجھ سکی کہ یہ کیا چیز تھی اور کیا کر گئی ہے لیکن جونہی وہ بھاگتی بھاگتی ایک چھوٹے پل پر پہنچی تو وہ کسی ان دیکھی شیشے کی دیوار سے ٹکرا کر گر پڑی۔ اس نے دیکھا کہ اس کے چاروں طرف شیشے کی دیوار تھی جس میں سے وہ شعاع بن کر بھی نہیں نکل سکتی تھی۔ ماریا اس جادو کی ان دیکھی دیوار میں قید ہو چکی تھی۔

اس کے بعد کیا ہُوا؟

ماریا اس دیوار سے کیسے نکلی؟

مُردے نے ماریا کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

عنبر اباچی قبیلے میں زرگاں کی تلاش میں کیوں کر پہنچا؟

ناگ کے ساتھ سپین کی طرف آتے بحری جہاز پر کیا گزری؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو اسی ناگ عنبر ماریا سیریز کی قسط نمبر ۱۶ جس کا نام "انسانی بلی" ہے میں ملیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
۳۰۰ معجزات
سبحان اللہ حضرت مولانا احمد سعید ؒ
قیمت ۔۔ ۱۲/۰۰ روپے

اولیاء اللہ کی
مقبول دعائیں
حافظ مسعود احمد
قیمت ۔۔ ۱۰/۰۰ روپے

کراماتِ اولیاء اللہ
حافظ مسعود احمد
قیمت ۔۔ ۱۵/۰۰ روپے

گنجِ خوبی
میر امن دہلوی
قیمت ۔۔ ۲۵/۰۰ روپے

پامسٹری پر کیرو کی مکمل کتاب
کیرو پامسٹری گائیڈ
صفحات ۲۰۲
قیمت ۔۔ ۱۶/۵۰ روپے

سفرنامہ مارکوپولو
میاں محمد افضل
قیمت ۔۔ ۲۵/۰۰ روپے

نعتوں کے مجموعے
کالی کملی والے تجھ پہ لاکھوں سلام
قیمت ۔۔ ۵/۵۰ روپے

شانِ رسالتمآب اللہ اللہ
قیمت ۔۔ ۵/۵۰ روپے

شانِ مظہرِ جلیل
قیمت ۔۔ ۶/۵۰ روپے

دل ۔۔ پسند شعرا کی نعتیں
نغمۂ دل
مرتبہ: جلال احمد
صفحات ۱۲۸
قیمت ۔۔ ۸/۵۰ روپے

دوپٹے جو پرچم بنے
آغا اشرف
قیمت ۔۔ ۲۰/۰۰ روپے

عجیب سے عجیب تر
صابر لودھی
قیمت ۔۔ ۱۵/۰۰ روپے

عجیب و غریب معلومات
مشتاق شباب
قیمت ۔۔ ۱۸/۰۰ روپے

چند دنوں میں
عربی سیکھیے
علامہ سید عالم جلالی
قیمت ۔۔ ۸/۰۰ روپے

قوس پبلی کیشنز، ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۔ ۸

Courtesy www.pdfbooksfree.pk
۱۹
ناگ، ماریا اور عنبر کے پانچ ہزار سالہ ....
انسانی بلّی
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK
PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

سرکولیشن پروڈکشن انچارج

جلال الانور

پانچ روپے

بار اوّل :
تعداد : دو ہزار

ناشر : مکتبہ اقراء ۱۲۰ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع : الجدۃ پرنٹرز لاہور
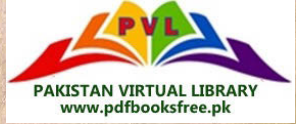
پیارے دوستو!

عنبر ابن الماس کی روح کی آخری اولاد ذرگال کی تلاش میں خونخوار اپاچی قبیلے والوں کے درمیان پہنچ جاتا ہے۔ ایک آدمی اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ عنبر کسی خفیہ خزانے کی تلاش میں ہے۔ وہ عنبر کو ہلاک کر کے اس سے خزانے کا نقشہ چھین لینا چاہتا ہے۔ عنبر آدھی رات کو ایک جنگل میں قیام کرتا ہے۔ ڈاکو اس کے پیچھے لگا ہوا ہے، وہ بھی اس جنگل میں آ کر رک جاتا ہے۔ اور عنبر کی طرف پستول لے کر بڑھتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ یہ آپ خود ورق الٹ کر پڑھیے۔

اے حمید

ترتیب

آدم خور اپاچی

ماریا جادو کی ان دیکھی دیوار میں قید ہو گئی۔

وہ بے بس ہو کر زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کے اِرد گِرد ایک گول اُونچی بلند جادو کی دیوار کھچ گئی تھی جو اسے نظر نہیں آتی تھی اور جس میں سے وہ باہر بھی نہیں نکل سکتی تھی۔ ریڈ انڈین جادوگر نے درخت سے لٹکتے ہوئے مردے کی طرف دیکھا۔ اس کی چھاتی سے نکلی ہوئی پسلی اپنا کام کر گئی تھی۔ مُردے نے کہا:

"غیبی عورت کا نام ماریا ہے۔ وہ پانچ ہزار سال سے زندہ اور غیب چلی آ رہی ہے۔ اس وقت وہ تمہاری اور میری قید میں ہے۔"

جادوگر ریڈ انڈین بولا: "کیا وہ اسی جگہ پہاڑوں میں رہے گی؟"

مردہ بولا: "نہیں۔ میں اسے اپنے جادو کے زور سے اس پہاڑ کے اندر ایک کنوئیں میں بند کر دوں گا جہاں
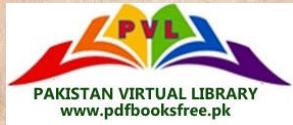
سے وہ ساری زندگی باہر نہیں آ سکے گی۔"

"کیا میں اسے دیکھ سکوں گا؟" ریڈ انڈین جادوگر نے پوچھا۔

مردے نے جواب دیا: "نہیں۔ کوئی زندہ انسان سوائے میرے اسے نہیں دیکھ سکتا۔ تمہیں اس کی ضرورت بھی نہیں۔ میں اسے قید کر دوں گا۔ تم قبیلے کے سردار بن جاؤ گے۔ تمہیں اور کیا چاہیے۔"

ریڈ انڈین بولا۔ "میں کس طرح سے غائب ہو سکوں گا؟"

مردہ کہنے لگا: "تم میرے مردہ ناخن کو کاٹ کر اس کا تعویذ بنا کر گلے میں ڈال رکھو۔ پھر جب تم آنکھیں بند کر کے میرا نام لو گے غائب ہو جاؤ گے۔"

ریڈ انڈین نے اسی وقت مردے کے پاؤں کی ایک انگلی کا ناخن کاٹ کر اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر اس کا تعویذ بنایا اور اپنے گلے میں ڈال لیا۔ پھر اس کو مردے نے اپنا نام بتایا۔ ریڈ انڈین جادوگر نے مردے کا نام لیا تو وہ غائب ہو چکا تھا۔ ابھی اس کی آنکھیں بند تھیں۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اسے اپنے ہاتھ پیر ٹانگیں اور جسم کا کوئی بھی حصہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ غائب تھا۔ جادوگر بڑا خوش ہوا۔ بولا:

"تمہارا شکریہ! میں اب اپنے قبیلے کا سردار بن سکوں

گا۔ میں سارے قبیلوں کو شکست دے سکوں گا۔ اب میرا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ لیکن۔ میں اگر ظاہر ہونا چاہوں تو کیا کروں؟"

مردے نے کہا: "تم صرف میرے ناخن کا تعویذ اپنے گلے سے اتار لینا۔ اس کے ساتھ ہی تم ظاہر ہو جاؤ گے۔"

ریڈ انڈین جادوگر نے جونہی اپنے گلے سے تعویذ اتارا۔ وہ پھر سے ظاہر ہو گیا۔ اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وہ خوشی سے ناچنے لگا۔ پھر ایک دم اسے ماریا کا خیال آگیا۔ کیونکہ جب تک وہ غیبی عورت زندہ ہے اس کی طاقت کو چیلنج کر سکتی تھی۔ اور اپنی کرامت دکھا کر اسے شکست دے سکتی تھی۔ اس نے مردے سے کہا:

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اس غیبی عورت ماریا کو ہلاک کر دو؟"

مردہ بولا: "نہیں۔ یہ میری طاقت سے باہر ہے۔ میں اسے ساری زندگی پہاڑ کے اندر کنوئیں میں قید تو کر سکتا ہوں مگر اسے ہلاک کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ وہ اب ہمیشہ اسی کنوئیں میں رہے گی۔ میں نے جادو کے زور سے اسے پہاڑ کے

اندر والے کنوئیں میں پہنچا دیا ہے۔"

ریڈ انڈین نے مردے کا ایک بار پھر شکریہ ادا کیا۔ اسے درخت سے اتار کر اپنے کاندھے پر اُٹھایا اور پہاڑیوں میں سے گذر کر ایک ویران قبرستان میں لے جاکر اس کی قبر میں دوبارا دفن کر دیا۔ مردے کی پسلی اسی جگہ پہاڑیوں میں پڑی رہی۔ اسے ریڈ انڈین نے نہ اُٹھایا۔

یہاں سے وہ سیدھا اپنے قبیلے کی طرف روانہ ہوا۔ یہ وہی اپاچی قبیلہ تھا جس کی تلاش میں عنبر بگھی میں جولیانہ اور مریانہ اور ان کے بوڑھے باپ کے ساتھ بیٹھا ٹیکساس کے شہر کی طرف جا رہا تھا۔ دوسرے روز ریڈ انڈین نے سارے قبیلے میں جاکر اعلان کر دیا کہ دیوتاؤں نے اسے ان کا سردار بنا کر بھیجا ہے۔ لوگوں نے جب اس سے اس کا ثبوت مانگا تو اس نے جھونپڑے کے اندر جا کر مردے کے ناخن کا تعویذ گلے میں ڈال لیا اور آنکھیں بند کر کے مردے کا نام لیا اور غائب ہوگیا۔ اب وہ غیبی حالت میں باہر آ کر بولا:

"اس کا ثبوت یہ ہے کہ دیوتاؤں نے مجھے یہ طاقت دی ہے کہ میں جب چاہوں غائب ہو جاؤں۔ اس وقت میں تمہارے سامنے غیبی حالت میں ہوں اور تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔"

پھر ریڈ انڈین جادوگر نے زمین پر سے ایک نیزہ اٹھایا۔ لوگوں نے دیکھا کہ نیزہ خود بخود ہوا میں بلند ہوگیا۔ وہ ڈر گئے۔ انہوں نے ایک دم سجدہ کر دیا اور کہا:

"تم ہمارے سردار ہو۔ تم ہمارے دیوتا ہو۔"

اسی وقت ریڈ انڈین جادوگر نے اپنے گلے سے تعویذ اتار کر چھپا لیا اور وہ پھر سے سب کو نظر آنے لگا۔ یہ ایسی کرامت تھی کہ سب دنگ رہ گئے اور انہوں نے اسے اپنے اپاچی قبیلے کا سردار مان لیا۔ بادشاہ ابی الماس کے خاندان کا آخری شہزادہ زرگال اسی قبیلے میں غلاموں کی سی زندگی بسر کر رہا تھا اور مصیبت کے دن گذار رہا تھا۔ اسی روز ریڈ انڈین جادوگر کی تاج پوشی کی گئی اور وہ اپاچی سردار بن گیا۔

اُدھر ماریا نے دیکھا کہ وہ گویا کسی جادو کے اثر سے پہاڑیوں میں سے نکل کر پہاڑ کے اندر ایک گہرے کنوئیں میں اُتر گئی ہے اور ہزار کوشش کے باوجود وہاں سے باہر نہیں نکل سکتی۔ ماریا بے حد پریشان ہوئی۔ اس نے کئی بار چھلانگ لگا کر اُوپر اُڑنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکی۔ کنوئیں کی دیوار پتھر کی تھی اور اس میں سے ایک بھی پتھر اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا تھا۔

ماریا کنوئیں کے پتھروں پر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور خدا سے دعا کرنے لگی کہ وہ اسے اس مصیبت سے نجات دلائے۔

ناگ تو سمندری جہاز میں بیٹھا سپین کی طرف چلا آ رہا تھا تاکہ عنبر اور ماریا کو تلاش کر سکے۔ دوسری طرف عنبر کاوچ بگھی میں بیٹھا دو بہنوں اور ان کے باپ کے ساتھ ٹیکساس شہر کی طرف جا رہا تھا۔ کیونکہ وہاں سے وہ علاقہ پچاس میل کے فاصلے پر تھا جہاں اپاچی قبیلے کے پہاڑ شروع ہوتے تھے۔ یہی پہاڑ عنبر کی منزل تھی۔

صبح ہوتے ہی کاوچ بگھی ٹیکساس کے پرانے شہر میں پہنچ گئی۔ اس زمانے میں یہ شہر امریکی کاؤ بوائز اور زبردست نشانچی پستول چلانے والوں کے لیے سارے امریکہ میں مشہور تھا۔ عنبر نے ایک ہوٹل میں جا کر منہ ہاتھ دھویا۔ کافی پی کر تازہ دم ہوا اور ہوٹل کے مالک سے اپاچی قبیلے کی طرف جانے والے راستے کے بارے میں پوچھا۔ ہوٹل کے مالک نے ہنسنے کی نظروں سے عنبر کو غور سے دیکھا اور گردن ٹیڑھی کر کے کہا:

"کیا تم قتل ہونا چاہتے ہو؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپاچی لوگ تمہاری گردن کاٹ کر تمہارے سر کو چھوٹا کر کے اپنے گھر کے باہر لٹکا دیں؟"

عنبر نے کہا: "میں ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں چاہتا۔"

"تو پھر تم اپاچی لوگوں کے علاقے کا راستہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

عنبر بولا: "میرا ایک بھائی ادھر زمیندارہ کرتا ہے۔ میں اس کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔ اگر تم مجھے ان پہاڑوں کا راستہ بتا دو جہاں اپاچی قبیلے کے ریڈ انڈین رہتے ہیں تو میں تمہارا شکر گذار ہوں گا۔"

ہوٹل والے کے پاس ایک دوسرا آدمی بھی آ کر کھڑا ہو گیا جو کاؤ بوائے والے لباس میں تھا اور جس کی پیٹی کی دونوں جانب پستول لٹک رہے تھے۔ اس نے عنبر کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"برخوردار! تم ابھی نوجوان ہو۔ کیوں اپنی جان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو۔ اپاچی لوگ کسی آنے والے کو زندہ نہیں چھوڑتے۔ کیا تم افریقہ کے رہنے والے ہو؟ مگر تمہارا رنگ زیادہ کالا نہیں ہے۔"

عنبر نے کہا: "میں شمالی افریقہ کے ملک مصر کا رہنے والا ہوں۔ میرا ایک رشتے کا بھائی عرصہ ہوا ادھر آ گیا تھا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ اپاچی قبیلے کی پہاڑیوں میں رہتا ہے۔"

کاؤ بوائے نے قہقہہ مار کر ہنسا: "یقیناً اس کی قبر اپاچی
پہاڑیوں میں ہوگی۔ میں تمہیں پھر کہوں گا کہ اُدھر
جانے کا خیال دل سے نکال دو اور یہیں سے
واپس چلے جاؤ۔"

عنبر نے کہا: "میں واپس جانے کے لیے نہیں آیا۔
اگر آپ مجھے اپاچی پہاڑیوں کا راستہ بتا سکتے ہیں تو
بتا دیں۔ نہیں تو میں خود وہاں جا کر تلاش کر لوں گا۔"

کاؤ بوائے سر کو جھٹک کر چلا گیا۔ ہوٹل کے مالک نے کہا:
"سنو! شہر کے شمال میں ایک چشمہ ہے۔ اس چشمے
کے قریب سے ایک کچا راستہ اپاچی پہاڑیوں کو جاتا
ہے۔ مگر یہ راستہ بڑا لمبا ہے۔ پورے پچاس میل کا
فاصلہ ہے۔"

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا اور ہوٹل سے باہر نکل گیا۔
اس کے جاتے ہی وہی کاؤ بوائے اپنی میز سے اُٹھ کر کاؤنٹر
پر ہوٹل کے مالک کے پاس آیا اور راز داری میں بولا:
"یہ مصری نوجوان مجھے بڑا پراسرار لگتا ہے۔ میرا
خیال ہے یہ ضرور کسی خزانے کی تلاش میں یہاں آیا
ہے۔ اور ہم سے چھپا رہا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"
ہوٹل کے مالک نے کہا: "شک مجھے بھی ہے۔ ورنہ

ایک نوجوان کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ مصر سے یہاں
آئے اور اپاچی قبیلے کی طرف جانے کا خطرہ مول لے۔"

کاؤ بوائے نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جیب سے اخروٹ
نکال کر اسے توڑنے لگا۔ پھر اس نے اس کا مغز نکالا۔
آدھا ہوٹل کے مالک کو دیا اور آدھا اپنے منہ میں ڈال
کر اُسے چباتے ہوئے بولا:

"تم بھی اخروٹ کھاؤ۔"

اور مسکراتا ہوا ہوٹل سے باہر نکل گیا۔ کاؤ بوائے نے
عنبر کا پیچھا کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ عنبر ہوٹل سے نکل کر
سیدھا اس ہوٹل میں گیا جس کی اُوپر والی منزل کے چھوٹے
سے کمرے کو اس نے ایک دن کے لیے کرائے پر لے رکھا
تھا۔ اپاچی قبیلے کو جانے والا راستہ اسے معلوم ہو گیا تھا۔ اب
وہ وہاں بیٹھ کر وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے
ہوٹل والے کو پیسے ادا کیے۔ ایک گھوڑا خریدا اور اُس پر
کر اپاچی قبیلے کی طرف چل پڑا۔ شہر سے باہر نکل کر وہ چشمے
پر آ گیا۔ یہاں سے ایک کچا راستہ خشک ٹیلوں کے بیچ
سے ہو کر ایک میدان کی طرف جاتا تھا۔ جہاں دُور دُور تک
سوائے چھوٹی بڑی کانٹے دار جھاڑیوں کے اور کچھ نظر
نہیں آتا تھا۔

عنبر نے گھوڑے کو خوب سیر ہو کر پانی پلایا اور اُس پر بیٹھ کر اپنے پچاس میل لمبے سفر پر روانہ ہو گیا۔ عنبر کو کوئی خبر نہیں تھی کہ ٹیکساس کا کاؤ بوائے اس کے پیچھے پیچھے کچھ فاصلے پر گھوڑے پر سوار چلا آ رہا تھا۔ یہاں سورج خوب چمک رہا تھا اور گرمی خوب ہو گئی تھی۔ عنبر کو تو نہ پیاس لگتی تھی اور نہ گرمی ہی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن اس نے گھوڑے کے لیے چھاگل پانی سے بھر کر رکھ لی تھی۔ راستے میں کہیں کہیں خشک گھاس کا ٹکڑا آ جاتا تو وہ گھوڑے کو روک کر گھاس چرا دیتا اور پھر اپنے سفر پر چل پڑتا۔

شام ہو گئی۔ ابھی آدھا راستہ ہی طے ہوا تھا۔ میدان میں خنکی پیدا ہو گئی۔ پھر رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیلنے لگا۔ عنبر کا گھوڑا بھی تھک گیا تھا۔ اس نے ایک جگہ اونچی جھاڑیوں میں رات بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ گھوڑے سے اُتر آیا۔ گھوڑے کو اس نے چھاگل میں سے پانی پلایا۔ کچھ خشک گھاس اور جھاڑیوں کے پتے توڑ کر اس کے آگے ڈالے اور خود کچھ سوکھی لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلائی اور قریب ہی کمبل بچھا کر اس پر لیٹ گیا اور ناگ اور ماریا کے بارے میں غور کرنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ ابی الماہن کی روح نے ماریا کو بتا دیا ہو گا کہ عنبر امریکہ چلا گیا ہے اور وہ اس کی

تلاش میں امریکہ کے ملک میں اور شاید اسی علاقے میں پہنچ چکی ہو گی۔ عنبر کو پوری اُمید تھی کہ وہ اس کی تلاش میں آئے گی اور کہیں نہ کہیں اپاچی پہاڑوں میں اسے مل جائے گی۔ اس کو کچھ علم نہیں تھا کہ ماریا وہاں سے تھوڑی دُور ہی دریا کنارے پہاڑوں کے اندر ایک کنوئیں میں قید ہو چکی ہے اور وہ جادو کا کنواں ہے اور مُردے کے قبضے میں ہے۔ یہ راستہ عنبر کے راستے میں ہی پڑتا تھا۔ کیونکہ اس دریا کے آگے اپاچی قبیلے کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔

ویران سنسان میدان کی رات بڑی خاموش تھی۔ صرف کسی وقت جھینگر کے بولنے کی آواز آ جاتی تھی۔ گھوڑا اندھیرے میں ہی کھڑے کھڑے بڑے مزے سے آرام کر رہا تھا۔ آسمان پر کہیں کہیں ستارے چمک رہے تھے۔ عنبر نے محسوس کیا کہ یہاں کے آسمان پر ستارے اتنی خوب صورتی سے نہیں چمکتے جتنی خوب صورتی اور تیزی سے مصر کے آسمان پر چمکا کرتے تھے۔ عنبر خاموشی سے کمبل پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کچھ کھلی کچھ بند تھیں۔ وہ سو بھی رہا تھا اور جاگ بھی رہا تھا۔ گھوڑے نے منہ سے خر خر کی آواز نکالی۔ عنبر نے کوئی خیال نہ کیا۔ حالانکہ گھوڑے نے اسے خبردار کیا تھا کہ آس پاس کوئی اجنبی آیا ہوا ہے۔ یہ اجنبی کون تھا؟

عنبر کو معلوم نہیں تھا۔

یہ اجنبی ٹیکساس کے شہر کا وہی کاؤ بوائے تھا جس کو شبہ تھا کہ عنبر اپاچی قبیلے کی پہاڑیوں کی طرف کسی خفیہ خزانے کی تلاش میں جا رہا ہے اور وہ صبح ہی سے عنبر کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ کاؤ بوائے عنبر سے تھوڑی دور جھاڑیوں کے اندھیرے میں کھڑا تھا۔ جھاڑیوں سے نکل کر جب وہ عنبر کے قریب آیا تو گھوڑے نے خرخر کی۔ کاؤ بوائے فوراً واپس چلا گیا۔ وہ صرف یہ یقین کرنا چاہتا تھا کہ عنبر وہاں موجود ہے۔ کیونکہ کاؤ بوائے عنبر کا خزانے تک پیچھا کرنا چاہتا تھا اور اسے اپنی نظروں میں رکھنا چاہتا تھا۔

دن نکلا تو عنبر نے اپنا سفر پھر سے جاری کر دیا۔

کاؤ بوائے بھی اس کے پیچھے لگ گیا۔ اب علاقہ کہیں کہیں سرسبز تھا۔ بیچ میں کہیں برساتی نالے بھی تھے۔ ایک جانب سے دریا آ کر عنبر کے ساتھ چلنے لگا۔ یہاں ایک طرف ڈھلان تھی جس پر درخت کھڑے تھے۔ اب عنبر اس جگہ سے گذر رہا تھا جہاں اپاچی قبیلے کے جادوگر سردار ریڈ انڈین نے مُردے کو درخت پر لٹکا کر اس کی پسلی نکالی تھی اور پھر وہ پسلی دریا کی طرف پھینک کر اسے جادو کی دیوار میں قید کر لیا تھا۔ تھوڑی دور جا کر دریا ایک طرف کو مڑ گیا۔ دھوپ خوب

پھیلی ہوئی تھی۔ عنبر گھوڑے پر بیٹھا چلا جا رہا تھا کہ اچانک گھوڑا یوں بدک کر ایک طرف ہو گیا جیسے سامنے سانپ آ گیا ہو۔

عنبر نے جھک کر دیکھا؛ سانپ تو کہیں نہیں تھا ہاں ایک پسلی ضرور گھاس پر پڑی تھی۔ یہ وہی پسلی تھی جو مُردے کے سینے سے نکالی گئی تھی۔ اور جس پر ابھی تک طلسم کا اثر تھا۔ عنبر نے پہلے تو کوئی خیال نہ کیا اور وہ گھوڑے کو دوسری طرف لے گیا مگر اس نے دیکھا کہ پسلی اپنی جگہ سے ہلی۔ وہ ذرا اوپر جا کر دوبارا زمین پر گر پڑی۔ عنبر رُک گیا۔ وہ گھوڑے سے اُتر کر پسلی کے پاس آ گیا۔ اس قسم کی جادو کی طلسمی چیزوں سے اسے شروع ہی سے بہت لگاؤ تھا۔ اس نے پسلی کو ہاتھ میں اُٹھا لیا۔

اس کے ہاتھ میں آتے ہی پسلی ساکت ہو گئی۔ عنبر نے خیال کیا کہ شاید اس کا وہم تھا۔ یہ جادو کی پسلی نہیں ہے۔ اس نے پسلی کو وہیں پھینک دیا۔ زمین پر گرتے ہی وہ پھر ہوا میں تھوڑا بلند ہو کر رُکی اور پھر زمین پر گر پڑی۔ عنبر سمجھ گیا کہ اس پسلی پر کسی نے طلسم کر رکھا ہے۔ اس نے پسلی اٹھا کر اپنی قمیض کے اندر رکھی اور گھوڑے پر آ کر بیٹھ گیا۔ گھوڑا کچھ دور ڈر ڈر کر چلا۔ پھر سیدھا ہو کر اپنی منزل کی

طرف بھاگنے لگا۔

کاؤ بوائے کچھ فاصلے پر برابر عنبر کا پیچھا کر رہا تھا۔ دو بھرے ہوئے ریوالور ایک چاقو اس کی پیٹی کے ساتھ بندھا تھا۔ وہ بھی گھوڑے کو کبھی آہستہ اور کبھی بھگا کر عنبر کا تعاقب جاری رکھے ہوئے تھا۔ یہاں سے اپاچی قبیلے کا علاقہ شروع ہونے ہی والا تھا۔ کاؤ بوائے کو اس خطرے کا احساس تھا جو اس علاقے میں داخل ہو کر پیدا ہونے والا تھا۔ لیکن عنبر اس خطرے سے بے نیاز برابر آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ کاؤ بوائے چاروں طرف سے چوکنا ہو گیا تھا۔

یہاں سے اپاچی انڈین لوگوں کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔ اپاچی پہرے دار اِدھر اُدھر کی پہاڑیوں میں زہریلے تیر لیے چھپے پہرہ دیا کرتے تھے۔ وہ پہاڑ کی چوٹی پر دھوئیں سے ایک دوسرے کو سگنل بھی دیتے تھے۔ یہاں جنگل اور وادی کا کچا راستہ آ کر بند ہو جاتا تھا۔ عنبر ایک جھاڑی کے پیچھے سے باہر نکلا تو ٹھٹھک کر رُک گیا۔

سامنے ایک بانس پر انسانی کھوپڑی اور بازو کی ہڈیاں ٹنگی ہوئی تھیں۔ یہ گویا خطرے کا نشان تھا اور مسافروں کو خبردار کیا گیا تھا کہ اگر انہیں اپنی جان عزیز ہے تو یہاں

سے آگے نہ جائیں۔ کیونکہ آگے اپاچی ریڈ انڈین کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ جو اپنے قبیلے کے سوا ہر اجنبی کے دشمن ہیں اور خود مر جانا اور کسی کو مار دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

عنبر خطرے کو محسوس کرتے ہوئے گھوڑے سے اتر آیا۔ اسے اپنی جان کی تو پروا ہی نہیں تھی۔ وہ اس لیے چھپ کر اپاچی لوگوں میں جانا چاہتا تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر ملے بغیر ہی ابی الماس بادشاہ کی آخری اولاد زرگال تک پہنچ جائے۔ کیونکہ شور مچ جانے پر وہ زرگال کو قتل بھی کر سکتے تھے۔ عنبر نے گھوڑے کو واپس بھیج دیا اور خود اکیلا پہاڑیوں اور برساتی نالے میں سے گذرتا آگے بڑھنے لگا۔

کاؤ بوائے نے جب دیکھا کہ یہ عنبر تو بے دھڑک خطرے کی سرزمین میں بھی بڑھتا جا رہا ہے تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ کسی بڑے ہی قیمتی خزانے کے پیچھے ہے کہ جس کی خاطر اس کو اپنی جان کی بھی فکر نہیں ہے۔ کاؤ بوائے نے بھی اپنا گھوڑا ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا اور خود پیدل عنبر کے پیچھے روانہ ہو گیا۔

عنبر جس پر خشک برساتی نالے میں سے گذر رہا تھا۔ اس کا کنارہ کافی اونچا تھا اور ڈھلان پر گھاس اُگی ہوئی تھی۔

عنبر اس نالے کی دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ کچھ فاصلے پر کاؤ بوائے بھی اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ عنبر گھوڑوں کے دوڑنے کی آوازیں سن کر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید گھوڑے برساتی نالے میں نہ آ رہے ہوں۔ مگر یہ گھوڑے نالے سے باہر ذرا فاصلے پر دوڑتے ہوئے گذر رہے تھے۔ ان کی ننگی پیٹھوں پر ریڈ انڈین سوار تھے۔ وہ زور زور سے منہ سے چیخوں کی آوازیں نکالتے وہاں سے گذر گئے۔

عنبر نے نالے کے کنارے پر منہ نکال کر انہیں دور سرسبز درختوں کے جھنڈ میں گم ہوتے دیکھا تو سوچا کہ ہو نہ ہو یہی ریڈ انڈین اپاچی لوگ ہیں۔ وہ سچ مچ اپاچی لوگ تھے اور عنبر ان کے دشوار اور خطرناک علاقے میں پہنچ چکا تھا۔ ان کے جسموں پر سرخ و سفید اور زرد رنگوں کی دھاریاں تھیں۔ سارا بدن ننگا، صرف کمر کے گرد لنگوٹی بندھی تھی اور ہاتھوں میں نیزے تھے۔ وہ گھوڑوں پر بغیر کاٹھی کے بیٹھتے تھے اور دوڑاتے اور دشمن پر حملہ کرتے وقت منہ سے چیخوں کی آوازیں نکالتے تھے۔

جب اپاچی اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو عنبر کھائی سے نکل آیا اور مغرب کی جانب جو میدان تھا اس

طرف چلنے لگا۔ یہاں ارد گرد گھاس کے سرسبز ڈھلانی میدان پھیلے تھے۔ کہیں کہیں کھیت بھی دور نظر آ رہے تھے۔ یہ سب سے خطرناک علاقہ تھا۔ اس کا احساس عنبر کو نہیں مگر کاؤ بوائے کو اچھی طرح تھا۔ عنبر بھی اگرچہ بڑی احتیاط سے چل رہا تھا مگر کاؤ بوائے تو جھک کر آگے بڑھ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ کسی نہ کسی طرف سے کوئی تیر آ کر اس کی پیٹھ میں کھب جائے گا۔ عنبر اس جانب آ گیا جدھر درختوں کے بے شمار جھنڈ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کھڑے تھے۔ یہاں تک پہنچتے پہنچتے سورج غروب ہو گیا اور شام کے سائے اترنے لگے۔

ذرا فاصلے پر کچی پگ ڈنڈی تھی۔ اس پر چند ایک اپاچی انڈین گھوڑے دوڑاتے گذر گئے۔ عنبر رک گیا۔ وہ غور کرنے لگا کہ اب جب کہ وہ قبیلے کے علاقے میں آ گیا ہے اسے زرگال نوجوان کو کہاں تلاش کرنا چاہیئے۔ میرا خیال ہے مجھے رات اسی جگہ بسر کرنی چاہیئے تاکہ صبح دن کی روشنی میں وہ علاقہ تلاش کیا جائے جہاں ان لوگوں کے غلام کام کرتے ہیں۔ اس خیال کے ساتھ ہی عنبر نے اپنی کمر کے ساتھ بندھا ہوا کمبل اتار کر گھاس پر بچھایا اور درخت سے ٹیک لگا کر اس پر لیٹ گیا۔ مردے کی طلسمی پسلی ابھی تک اس کی قمیص کے اندر تھی۔ پسلی خاموش تھی۔

کاؤبوائے نے جب عنبر کو رات بسر کرنے کے ارادے
سے ایک جگہ ڈیرا ڈالتے دیکھا تو وہ بھی ذرا فاصلے پر ایک
درخت کے نیچے آکر رک گیا۔ چھاگل سے پانی پیا اور جیب
سے خشک ڈبل روٹی نکال کر کھانے لگا۔ ابھی شام کی روشنی
باقی تھی۔ کاؤبوائے نے سوچا کہ کیوں نہ اس شخص کی تلاشی
لے کر خزانے کا نقشہ اس سے چھین لیا جائے تاکہ خزانے
کو خود سوچ سمجھ کر تلاش کیا جائے۔ یہ مصری نوجوان تو پاگلوں
کی طرح آگے بڑھا جا رہا ہے۔ اس کو تو اپنی جان کی ذرا
پروا نہیں ہے۔

چنانچہ جب ذرا رات کا اندھیرا پھیلا تو کاؤبوائے نے
پستول نکال کر ہاتھ میں تھام لیا اور جھک کر چلتا عنبر کی طرف
بڑھا جس درخت کے نیچے عنبر لیٹا ہوا تھا وہاں پہنچ کر
کاؤبوائے آہستہ آہستہ رک رک کر قدم اٹھاتا آگے بڑھنے
لگا۔ عنبر کے سر پر پیچھے کی جانب آکر اس نے عنبر کی
گردن پر پاؤں مار کر کہا:

"ہاتھ اٹھا کر اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ۔"

عنبر چونک پڑا۔ اسے سخت غصہ آیا کہ یہ کون بدتمیز
ہے کہ جس نے اس کی گردن پر پاؤں مارنے کی جرأت
کی؟ میدان ہونے کی وجہ سے رات کے اندھیرے میں

بھی وہاں ستاروں کی ہلکی روشنی تھی۔ اس روشنی میں عنبر
نے کاؤبوائے کو پہچان لیا۔

"تو تم ہو! کیا چاہتے ہو؟" عنبر نے پوچھا:

کاؤبوائے دانت پیس کر بولا:

"تم جس خفیہ خزانے کی تلاش میں یہاں آئے ہو اس
کا نقشہ میرے حوالے کر دو۔"

عنبر نے کہا: "میں کسی خزانے کی تلاش میں نہیں بلکہ
اپنے ایک بھائی کی تلاش میں آیا ہوں۔ میں تمہیں
خبردار کرتا ہوں۔ اگر جان عزیز ہے تو اسی وقت
واپس چلے جاؤ۔"

کاؤبوائے پر تو خزانے کا اور سونے کا بھوت سوار
تھا۔ کیوں کہ لوگ اکثر ریڈ انڈین کے علاقے میں سونا
تلاش کرنے آیا کرتے تھے اور یہاں ایک بات بڑی
مشہور تھی کہ افریقہ کے لوگوں کو معلوم تھا کہ سونا کس جگہ
ہوتا ہے۔ شروع شروع میں جب دوسرے ملکوں کے
لوگ یہاں آکر آباد ہوئے تو ان علاقوں میں سونا بہت
نکلتا تھا۔ اور ریڈ انڈین قبیلے کے لوگوں کے برتن سونے
کے ہوتے تھے۔ کیوں کہ انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ
کس قدر قیمتی دھات ہے اور یہ کہ دوسرے ملکوں میں

اس کی خاطر لوگ اپنے دوستوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں۔ پھر ان لوگوں نے بھی سونے کی قدر جان لی۔ اور اسے جگہ جگہ زمین کے اندر دفن کر دیا اور چمڑے پر نقشے بنا کر اپنے بچوں کے حوالے کرتے چلے گئے۔ کاؤ بوائے کو یقین تھا کہ عنبر کے پاس بھی اسی قسم کے کسی خفیہ خزانے کا نقشہ موجود ہے۔

اس نے عنبر کی طرف حقارت سے ٹھوکر مار کر ایک پتھر لڑھکایا اور کہا:

"تم دیکھ رہے ہو کہ میرے ہاتھ میں پستول ہے اور میں بڑی آسانی سے تمہیں گولی مار کر تمہاری جیکٹ کے اندر سے خزانے کا نقشہ نکال سکتا ہوں۔ لیکن میں تمہیں موقع دیتا ہوں کہ اپنی زندگی بچا لو اور نقشہ میرے حوالے کر کے یہاں سے واپس چلے جاؤ۔"

عنبر اس کے جواب میں کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ سَن کی آواز کے ساتھ ایک تیر کسی طرف سے آیا اور درخت کے تنے میں ٹھک کی آواز کے ساتھ کھب گیا۔ اس تیر کے پیچھے پرندے کے پَر لگے ہوئے تھے۔ کاؤ بوائے جھٹ زمین پر لیٹ گیا اور اس نے اشارے سے عنبر کو بھی لیٹ

جانے کو کہا۔ دوسرا تیر آ کر عنبر کے سر کے اوپر سے ہو کر نکل گیا۔

"بلڈی فول! ادھر سے رینگ کر نکل چلو۔ اپاچی ریڈ انڈین آ گئے ہیں۔"

کاؤ بوائے نے غراتے ہوئے کہا، مگر اتنی دیر میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آ گئی اور دس بارہ گھوڑے ان کے ارد گرد کھڑے تھے۔ اور ان کے اوپر بیٹھے ہوئے اپاچی ریڈ انڈین اپنی خونخوار آنکھوں سے دونوں کو گھور رہے تھے۔

◎

غیبی قدموں کی آواز

کاؤ بوائے نے پستول پھینک دیا۔
کیوں کہ اگر وہ پستول چلا کر ایک دو کو مار بھی دیتا
تو بھی اس کی اپنی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے جاتے۔
عنبر نے اپاچی لوگوں کو دیکھا اور پھر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک
ریڈ انڈین نے اشارہ کیا۔ اس کے اشارے پر دونوں کو
رسّی کے ساتھ باندھ کر گھوڑے پر بٹھایا اور رات کے اندھیرے
میں وہ انہیں لے کر اپنی بستی کی طرف روانہ ہوئے جو وہاں
سے تھوڑی دُور دریا کنارے آباد تھی۔ انہیں ایک خیمے کے اندر
بند کر کے باہر پہرہ لگا دیا گیا۔ دونوں کے ہاتھ پیچھے رسّی سے
بندھے تھے۔

کاؤ بوائے نے اپنی رسّی کھولنے کی ناکام کوشش کرتے
ہوئے جھنجھلا کر کہا:
"کم بخت مصری لومڑ! تم اپنے ساتھ مجھے بھی لے ڈوبے
میں تو دیکھ رہا تھا کہ تم شیر کے منہ میں جا رہے ہو۔

کیا سونے کے خزانے کو جانے کے لیے تمہیں یہی
ایک راستہ رہ گیا تھا۔ تم کسی دوسرے راستے سے
بھی آ سکتے تھے۔"
عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا:
"تمہیں بھی تو لالچ کی سزا ملنی چاہیئے تھی۔"
"اور کیا تم ان لوگوں کے انتقام سے بچ جاؤ گے؟"
"نہیں۔ ہم دونوں اکٹھے مریں گے۔"
اور عنبر ہنس دیا۔ کاؤ بوائے نے گردن ٹیڑھی کر کے کہا:
"تم ہنس رہے ہو؟ کوئی بات نہیں، تم دوسرے ملک
سے آئے ہو۔ ان ریڈ انڈین اپاچی لوگوں کو نہیں
جانتے۔ یہ سب سے خونخوار وحشی لوگ ہیں۔ یہ زندہ
انسان کا سر کاٹ کر اسے سکیڑ کر اتنا چھوٹا کر دیتے
ہیں کہ وہ مٹھی میں آ جاتا ہے۔"
عنبر بولا: "پھر تم اپنے سر کی خیر مناؤ۔ وہ تو کل تک
چھوٹا ہو جائے گا۔"
"اور تمہیں تو یہ اپنا سردار بنا لیں گے۔"
کاؤ بوائے نے جل کر کہا۔
عنبر کہنے لگا: "اگر میرا سر بھی کاٹ کر چھوٹا کر دیں
گے تو پھر کیا ہو گا۔ میں پہلے ہی اپنی گردن پر اتنا

بڑا سر اُٹھا اُٹھا کر تنگ آ گیا ہوں۔"

"تم کو مذاق سوجھ رہا ہے اُلّو کی دُم۔"

کاؤ بوائے کو اپنی زندگی کی اُمید نہیں رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سخت جھنجلایا ہوا تھا۔ اسی طرح رات گذر گئی۔ دن نکلا تو ایک ریڈ انڈین اپاچی ان کے لیے پیالوں میں دُودھ لے کر آیا۔ دونوں کے ہاتھ کھول دیئے گئے۔ اس وقت باہر سے بھی دو وحشی اپاچی آ گئے۔ اور تیر اپنی اپنی کمانوں میں جوڑ کر اس کا نشانہ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ کاؤ بوائے نے سر کو جھٹک کر دودھ پینا شروع کر دیا۔ عنبر ابھی تک مسکرا رہا تھا۔ وہ تو خوش تھا کہ اپنی منزل پر پہنچ گیا ہے اور اب ابی الماس خاندان کے آخری چشم و چراغ زرگال تک خزانے کی چابی پہنچا دے گا۔

جب انہوں نے دودھ پی لیا تو ان کے ہاتھ دوبارہ پیچھے کس کر باندھ دیئے گئے اور اپاچی وحشی خیمے سے چلے گئے۔ کاؤ بوائے نے پوچھا:

"اب تو ہماری زندگی کی چند گھڑیاں باقی رہ گئی ہیں۔ اب تو بتا دو کہ جس خزانے کی تلاش میں تم یہاں آئے تھے وہ کس جگہ پر ہے؟"

عنبر نے کہا: "اب بتانے کا کیا فائدہ؟"

کاؤ بوائے نے عنبر کے قریب آ کر اس کو ہلکی سی ٹھوکر ماری اور غراتے ہوئے کہا:

"فائدے کے بچے۔ کم از کم مرنے سے پہلے مجھے یہ تو تسلی ہو جائے کہ میں خزانے تک پہنچ گیا تھا۔"

عنبر کو غصہ تو بڑا آیا۔ لیکن وہ غصے کو پی گیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ شخص ابھی اس کا غلام بن جائے گا۔ اس نے کہا:

"خزانہ اسی جگہ دفن ہے۔ جہاں تم کھڑے ہو؟"

"بکواس کرتے ہو تم۔"

"بے شک کھود کر دیکھ لو۔"

"یہاں تمہارا باپ آ کر کھودے گا۔"

باپ کے خلاف عنبر کبھی کچھ نہیں سن سکتا تھا۔ کیونکہ اسے اپنے باپ سے بے حد محبت رہی تھی اور وہ اُس کا بہت احترام کرتا تھا۔ کاؤ بوائے نے اس کے باپ کے خلاف بات کی تو اسے غصہ آ گیا۔ اس نے ایک ہی جھٹکے سے اپنے دونوں ہاتھوں کی رسی توڑ کر پرے پھینکی اور کاؤ بوائے کو گردن سے پکڑ کر جو ایک بار جھنجھوڑا تو اس کی گردن میں کئی بل پڑ گئے اور وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ کاؤ بوائے کی آنکھیں دہشت سے کھلی تھیں۔ اسے دو باتوں پر حیرانی اور دہشت تھی۔ پہلی بات تو یہ کہ عنبر نے

اتنی مضبوطی سے بندھی ہوئی پکی رسی کو ایک ہی جھٹکے میں کیسے توڑ دیا اور دوسری بات یہ تھی کہ عنبر کے ہاتھوں میں فولاد کی سختی تھی اور اس کی گردن جیسے شکنجے میں جکڑ دی گئی تھی۔

عنبر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا:

"تم سے پہلی بار یہ غلطی ہوئی ہے۔ میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ نہیں تو تم میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتے تھے۔ آئندہ میرے والد کے بارے میں کوئی گستاخی کی تو زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

کاؤ بوائے نے مسکرا کر گردن سہلاتے ہوئے کہا:

"ارے تم تو ناراض ہو گئے۔ میں نے یوں ہی دل لگی سے بات کی تھی۔ اچھا بابا اب ایسی بات نہیں کروں گا۔"

پھر وہ عنبر کے قریب آ کر بولا:

"یار! اگر تمہارے پاس جادو تھا تو پہلے کیوں نہ بتایا؟ لو۔ اب میری رسی بھی کھول دو۔"

عنبر نے کہا: "میں ایسا نہیں کروں گا۔"

اس کی بجائے عنبر نے رسی اٹھا کر اپنے ہاتھ پیچھے کیے اور ان پر الٹی سیدھی کر کے رسی لپیٹ دی۔ کاؤ بوائے

حیران ہو کر بولا:

"یہ کیا کر رہے ہو تم؟ دوبارا رسی باندھ رہے ہو؟"

"ہاں ـــــ" عنبر نے سانس بھر کر کہا۔

پھر کاؤ بوائے کی طرف بڑی گہری چمک دار اور سخت نظروں سے گھور کر بولا:

"الو کے پٹھے! اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو جس طرح میں کہتا ہوں ویسے ہی کرتے چلو۔"

یہ عنبر نے اتنی سختی اور اعتماد کے ساتھ کہا کہ کاؤ بوائے سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ عنبر ضرور مصر کا کوئی زبردست جادوگر ہے اور قدیم مصر کا خطرناک جادو جانتا ہے۔ کہنے لگا:

"میں نے پہلے کب اعتراض کیا ہے؟ تم جو کہو گے جس طرح کہو گے۔ اسی طرح کروں گا۔"

پھر عنبر کے قریب گھسٹ کر بیٹھ گیا اور بڑی چاپلوسی سے بولا:

"اچھا یہ بتاؤ کہ ہم یہاں سے خزانہ نکال کر فرار ہو سکتے ہیں؟ میں جانتا ہوں تم جادوگری جانتے ہو۔ پھر تم اس جادوگری سے کام کیوں نہیں لیتے؟"

عنبر نے کہا: "سنو احمق کاؤ بوائے! نہ میں جادوگر

"...دل اور نہ میں کسی خزانے کی تلاش میں یہاں آیا
... اب ایسی بات پھر کبھی نہ کرنا۔"

کاؤ بوائے نے بولا: "تو پھر تم اتنی دور ملک مصر سے
یہاں کیا کرنے آئے ہو؟"

عنبر بولا: "اس سے تمہیں کیا۔ خاموشی سے بیٹھے رہو
اور پھر کوئی ایسی بات منہ سے نکالی تو تمہاری
خیر نہیں۔"

کاؤ بوائے چپ ہو گیا۔ اب اسے اپنی زندگی کا خیال
آیا کہ ہو سکتا ہے یہ مصری لڑکا اس کی جان نہ بچا سکے۔
گھبرا کر بولا:

"دوست! کیا تم مجھے یہاں سے فرار کرا سکتے ہو؟
میرا مطلب ہے کہ جس طرح تم نے اپنی رسی
توڑی ہے اسی طرح میری رسی توڑ دو تاکہ میں
یہاں سے بھاگ جاؤں۔"

"میں تمہاری رسی کھول بھی سکتا ہوں، لیکن یہاں
ارد گرد اس قدر پہرہ ہے کہ تم دو قدم بھی جاؤ
گے تو تمہارا جسم اپاچی لوگ تیروں سے چھلنی
کر دیں گے۔"

"اچھا پھر رات کے اندھیرے میں بھاگ جاؤں گا۔"

عنبر بولا: "شاید وہ رات تک تمہیں زندہ نہ رکھیں۔"

کاؤ بوائے نے ذرا سختی سے کہا: "تم اتنے سکون
سے کس طرح ہو۔ کیا تمہیں اپنی موت کا خوف نہیں
ہے؟ کیا یہ لوگ تمہیں زندہ چھوڑ دیں گے۔"

"نہیں۔ مجھے زندہ چھوڑنے کا ان کا کوئی ارادہ نہیں۔"

"تو پھر کیا تم اپنی جادوگری سے زندہ بچ جاؤ گے؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"ہونہہ ــــــ ٹھیک ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں
ریڈ انڈین اپاچی وحشیوں کے ہاتھوں قتل ہو
جاؤں تو میری قسمت۔"

کاؤ بوائے کے اس اندازِ گفتگو سے عنبر مسکرایا:
"شاید اب تم سیدھی راہ پر آتے جا رہے ہو۔"

اتنے میں باہر اپاچی وحشیوں کی تیز تیز باتیں کرنے کی
آوازیں سنائی دیں۔ خیمے کا پردہ ہٹا۔ دو اپاچی اندر آئے
اور دونوں کو پکڑ کر دھکیلتے ہوئے باہر لے گئے۔ سامنے
اس قبیلے کا وہی جادوگر ریڈ انڈین جادوگر سردار بنا سر پر
پروں کا تاج رکھے تخت پر بیٹھا تھا۔

سردار کی آنکھیں لال لال تھیں اور ان میں جادوگری کی
کشش تھی۔ اس کشش کو عنبر نے بھی محسوس کیا۔ دونوں قیدیوں

کو سردار کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا گیا۔ سردار نے اپنی
زبان میں اپنے آدمیوں سے کہا:
"یہ ہماری سرحد میں داخل ہوئے ہیں۔ آج انہیں مار
دیا جائے گا۔ اور ان کے سر کاٹ کر ہیں اپنے
گلے میں پہنوں گا۔"
اس پر سارے اپاچی لوگ خوشی سے نیزے لہرا کر نعرے
لگانے لگے۔ کاؤ بوائے نے انگریزی زبان میں آہستہ سے
عنبر سے کہا:
"کیا یہ لوگ ہمیں رہا کرنے والے ہیں؟"
عنبر نے کہا: "ہاں —— آج شام وہ ہمیں زندگی کی
قید سے رہا کر دیں گے۔"
"کیا مطلب ہے تمہارا؟" کاؤ بوائے نے سہم کر پوچھا
"مطلب یہ کہ سردار نے کہا ہے آج شام ہم دونوں
کی گردنیں کاٹ دی جائیں گی۔"
"تم جھوٹ بکتے ہو۔"
"شام پڑ جانے پر خود دیکھ لینا!"
اتنے میں سردار نے چیخ مار کر کہا:
"آج شام —— ہی ہی ہی۔ آج شام ہم سب لوگ
تمہارا خون پئیں گے۔ ہا ہا ہا۔ لے جا کر بند کر دو

ان لوگوں کو۔"
دونوں کو واپس خیمے میں لے جا کر بند کر دیا گیا اور باہر
پہلے سے زیادہ سخت پہرہ لگا دیا گیا۔
شام ہوتے ہوتے کاؤ بوائے کی حالت بہت خراب
ہو گئی۔ اس پر موت کا شدید خوف چھا گیا تھا۔ جب سورج
غروب ہو گیا اور ان دونوں کے قتل کی تیاریاں شروع
ہوئیں تو کاؤ بوائے نے کہا: "میں جا رہا ہوں دوست! میں
یوں نہیں مروں گا۔"
اور اس سے پہلے کہ عنبر کوئی جواب دے یا اسے پکڑ
سکے۔ کاؤ بوائے نے خیمے کے پیچھے کپڑے کی دیوار کو ذرا
سا اوپر اٹھایا اور باہر نکل گیا۔ عنبر دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ جانتا
تھا کہ یہ شخص محض موت کے خوف سے بھاگا ہے اور
ریڈ انڈین اسے ہرگز زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اس کی جان
بچانی چاہیے۔
یہ سوچ کر عنبر بھی خیمے کی دیوار کے نیچے سے ہو کر
باہر آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ شام کے پھیلتے ہلکے ہلکے
اندھیرے میں کاؤ بوائے ذرا دور گھاس پر رینگتا ہوا دریا کی
طرف جا رہا تھا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس وقت خیمے
کے پیچھے جو اپاچی پہرہ دے رہا تھا۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ عنبر نے

بھی زمین پر لیٹ کر کاؤ بوائے کے پیچھے پیچھے دریا کی طرف رینگنا شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ کھلے تھے۔ چنانچہ وہ بہت جلد کاؤ بوائے کے پاس پہنچ گیا۔ عنبر کو دیکھ کر کاؤ بوائے کو حوصلہ ہوا۔ وہ مسکرایا۔ عنبر نے اس کے ہاتھ بھی کھول دیئے۔

اب وہ دونوں مل کر رینگنے لگے۔

مگر ریڈ انڈین اپاچی بھی غافل نہیں تھے۔ انہیں جھٹ پتہ چل گیا کہ قیدی بھاگ گئے ہیں۔ بس اس وقت وہاں شور مچ گیا۔ چیخوں اور نعروں کی آوازیں آنے لگیں۔

عنبر نے کہا: "جلدی سے بھاگ کر دریا میں چھلانگ لگا دو۔"

دونوں اُٹھ کر دریا کی طرف بھاگے۔ دریا وہاں سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ اُن کے پیچھے تیروں کی بارش آنے لگی۔ اپاچی لوگوں نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ دو ایک تیر عنبر کی پیٹھ پر بھی آکر لگے۔ دریا سامنے تھا۔ اپاچی وحشی گھوڑے دوڑاتے آ رہے تھے۔ عنبر اور کاؤ بوائے نے دریا میں چھلانگ لگا دیں اور دوسری طرف تیرنا شروع کر دیا۔ کاؤ بوائے اچھا تیراک تھا۔ وہ دیکھتے دیکھتے تیزی سے تیرتا دریا کے درمیان میں پہنچ گیا۔ عنبر بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ ریڈ انڈین اپاچیوں کے تیر اُن کے اُوپر گر رہے تھے اور دریا میں

گم ہو رہے تھے۔

دونوں دریا کے دوسرے کنارے پر آ گئے۔ پیچھے اپاچیوں نے بھی دریا میں گھوڑے ڈال دیئے تھے۔ کاؤ بوائے نے گھبرا کر انہیں دیکھا۔

"یہ کم بخت تو چلے آ رہے ہیں۔ اب کیا کریں؟"

عنبر نے سامنے والے جنگل کی طرف اشارہ کر کے کہا: "اس طرف بھاگ چلو۔" اور دونوں نے تیزی سے جنگل کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ اپاچی لوگ ابھی دریا میں ہی تھے کہ یہ دونوں جنگل میں داخل ہو گئے۔ اور رات کے پہلے پہلے اندھیرے نے انہیں اپنی سیاہ چادر میں چھپا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اپاچی وحشی بھی گھوڑے دوڑاتے گھنے درختوں کے جھنڈوں کے پاس آ گئے۔ انہوں نے دونوں مفرور قیدیوں کو اس جنگل میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔ وہ گھوڑوں سے اُترے اور کلہاڑیاں اور تیر کمان لیے جنگل میں گھس گئے۔

کاؤ بوائے اور عنبر درختوں میں بھاگتے جا رہے تھے۔ کاؤ بوائے کے بارے میں عنبر بھی پریشان تھا۔ اسے اس احمق قسم کے لالچی نوجوان سے ہمدردی ہو گئی تھی۔ وہ اسے زندہ دیکھنا چاہتا تھا اور اپاچی وحشیوں کے تیروں اور کلہاڑیوں سے بچانا چاہتا تھا۔ اس کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ اسے کسی جگہ

چھپا دے۔ اس نے سوچا کہ کسی درخت پر چڑھ جائے۔ مگر درخت پر بیٹھ کر وہ اپاچیوں کے زہریلے تیروں سے نہیں بچ سکتا تھا۔ عنبر سوچتا بھی جا رہا تھا اور بھاگتا بھی جا رہا تھا۔ درختوں کے تنے بڑے چوڑے چوڑے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ ہزاروں سال پرانے درخت ہیں۔ ایک درخت میں عنبر کو بڑا سوراخ دکھائی دیا جس کو آدھے سے زیادہ جنگلی جھاڑیوں نے چھپا رکھا تھا۔ اس وقت سوچنے کی زیادہ مہلت نہیں تھی۔ عنبر نے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا۔ درخت کا کھوہ نیچے گہرا اور چوڑا تھا۔ اس نے کاؤ بوائے سے کہا:

"اس میں چھپ جاؤ۔ جلدی۔"

کاؤ بوائے کو بھی اپنی جان کے لالے پڑے تھے۔ وہ عنبر کا اشارہ پاتے ہی درخت کے تنے کے کھوہ میں اُتر گیا۔ اس کے پیر اندر زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔ عنبر نے کہا چھلانگ لگا دو۔ کاؤ بوائے نے چھلانگ لگا دی۔ وہ دھپ سے درخت کے تنے کے اندر موٹی موٹی سخت جڑوں پر جا گرا۔ یہاں سے اوپر درخت کے سوراخ تک کوئی ڈیڑھ مرد کی اُونچائی تھی۔ عنبر نے سوراخ کے پاس منہ لے جا کر کہا:

"خبردار! جب تک میں آواز نہ دوں باہر نہ نکلنا۔"

"او کے باس!" اندر سے کاؤ بوائے نے جواب دیا۔

عنبر وہاں سے نکل کر ذرا فاصلے پر کھڑے ایک درخت کے اُوپر چڑھا اور اپنے آپ کو اس کی گھنی شاخوں میں چھپا لیا۔ تھوڑی دیر بعد اپاچی وہاں آ گئے۔ وہ ایک ایک جھاڑی میں کلہاڑی مار کر دیکھ رہے تھے۔ تیز آنکھوں والے درندوں کی طرح درختوں کی شاخوں کو بھی گھور رہے تھے۔ وہ اس درخت کے قریب سے گذر گئے جس کے اندر کاؤ بوائے چھپا ہوا تھا۔ عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا۔

رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔ رات کے دو بج رہے ہوں گے۔ خاموشی چھا گئی تھی۔ اپاچی شاید اپنی بستی میں چلے گئے تھے۔ یا پھر ان دونوں کی تلاش میں دُور نکل چکے تھے۔ عنبر نے سوچا کہ اب کاؤ بوائے کو وہاں سے نکال کر لے چلنا چاہیئے۔ ابھی وہ اُترنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا۔ کہ اسے خشک پتوں پر کسی کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ عنبر وہیں رُک گیا۔ آواز اس کے قریب آئی اور پھر ایسا محسوس ہوا کہ اس کے درخت کے نیچے سے ہو کر آگے کاؤ بوائے کے درخت کی طرف چلی گئی۔

حیرانی کی بات یہ تھی کہ عنبر کو باقاعدہ قدموں کے چلنے کی آواز آئی تھی مگر انسان یا درندہ جس کے قدموں کی بھی

وہ آواز بھی دکھائی نہیں دیا تھا۔ عنبر سوچ میں پڑ گیا کہ یہ
کون جن بھوت ہے؟ اچانک اسے خیال آیا کہ کہیں وہ
ماریا نہ ہو کہ غیبی عالم میں چل رہی ہو۔ وہ ماریا کو آواز دینے
ہی لگا تھا کہ جلدی سے اس نے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ کیونکہ
اگر وہ ماریا ہوتی تو اُسے ماریا کی ضرور خوشبو آتی اور ماریا بھی
اس کے جسم اور کپڑوں کی بُو سُونگھ کر اس کے درخت کے
پاس آکر رُک جاتی اور پھر اُسے آواز دے کر بلاتی۔ کیونکہ
ایسا پانچ ہزار سالوں کے سفر میں ایک بار بھی نہیں ہوا تھا
کہ وہ عنبر یا ناگ کے قریب سے گذری ہو اور انہیں ایک
دوسرے کی خوشبو نہ آئی ہو۔

پھر یہ کون تھا؟

اب عنبر کو تشویش لگ گئی۔ کیا یہاں بھی کوئی ایسا انسان
موجود ہے جو غائب ہو سکتا ہے؟ یا پھر یہ کوئی جن بھوت
تھا۔ مگر عنبر جن بھوت کی موجودگی کو محسوس کر لیا کرتا تھا بلکہ
انہیں اصلی شکل میں دیکھ بھی لیا کرتا تھا۔ لیکن یہاں تو اسے
سوائے آواز کے اور کچھ بھی دکھائی نہیں دیا تھا۔ عنبر درخت
کی شاخوں میں چھپا یہی سوچ رہا تھا کہ ایک دم سے اسے
کسی مرد کی بھاری پُراسرار سی آواز سنائی دی۔ یہ آواز کاؤ بوائے
سے مخاطب تھی:

"تم میرے مفرور قیدی ہو۔ باہر نکل آؤ۔ میں رسی
پھینک رہا ہوں۔ نہیں تو میں کھولتا ہوا تیل اوپر
سے ڈال دوں گا:"

اب تو جناب عنبر کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ یہ تو
کوئی انسان تھا جو غائب تھا اور غیبی حالت میں ماریا ہی کی
طرح وہاں چل پھر کر اس نے کاؤ بوائے کو درخت کے
اندر چھپے دیکھ لیا تھا۔ عنبر بڑی آہستگی کے ساتھ درخت
پر سے اُتر کر رینگتا ہُوا کاؤ بوائے کے درخت کے
نزدیک آکر چھُپ گیا۔ وہاں اسے کوئی انسان نظر نہیں
آ رہا تھا۔ لیکن کیا دیکھتا ہے۔ کہ اس کا ساتھی کاؤ بوائے
درخت کے کھوکھلے تنے میں سے رسی کی مدد سے
باہر نکل آیا ہے۔ وہ بھی دہشت زدہ تھا کہ باہر کون
تھا جو اس سے بات کر رہا تھا اور جس نے رسی
اندر پھینکی تھی۔

رات خاموش تھی۔ اتنے میں پھر وہی بھاری آواز
سنائی دی:

"مَیں تمہارے پاس کھڑا ہوں۔ میں کوئی جن بھوت
نہیں ہوں۔ بلکہ اس قبیلے اپاچی کا سردار جادوگر
ہوں۔ میرے پاس ایسی خفیہ طاقت ہے کہ میں

جب چاہوں غائب ہو جاؤں اور جب چاہوں ظاہر ہو جاؤں ۔ اس لیے بڑے آرام سے بائیں طرف چلے چلو ۔ میں تمہارے ساتھی کو بھی تلاش کر کر لوں گا ۔" باہر چار گھوڑ سوار کھڑے تھے ۔

سردار جادوگر نے اعلان کیا ۔

"اسے باندھ کر لے جاؤ ۔ میں دوسرے کو تلاش کرتا ہوں ۔"

اپاچی وحشیوں نے گھوڑوں سے اُتر کر کاؤ بوائے کو باندھا اور گھوڑے پر ڈال کر لے گئے ۔ عنبر جلدی سے واپس جنگل میں آکر چھپ گیا ۔ کیونکہ اسے تو سردار جادوگر نظر نہیں آ رہا تھا مگر وہ کم بخت اسے دیکھ سکتا تھا ۔ عنبر ایک درخت کے اُوپر چڑھ کر ٹہنیوں میں چھپ گیا ۔ اسے خشک پتوں پر چلنے کی آواز سنائی دی ۔ آواز قریب آکر دُور چلی گئی ۔ تھوڑی دیر بعد پھر قریب آ گئی ۔ ایسا لگتا تھا کہ کم بخت غیبی جادوگر اسی جگہ عنبر کو تلاش کر رہا ہے ۔ اب ایسا ہوا کہ اچانک مُردے کی وہ پسلی جو عنبر نے اپنی جیکٹ کے اندر چھپا رکھی تھی ہلنے لگی ۔ اس نے اندر ہاتھ کیا تو پسلی جیب سے اپنے آپ باہر آ رہی تھی ۔

عنبر نے ہاتھ باہر نکال لیا ۔

مُردے کی پسلی اس کی جیکٹ کے اندر سے نکل کر اس کی آنکھوں کے سامنے آکر ہوا میں کھڑی ہو گئی ۔ اور دائیں بائیں جھومنے لگی ۔ عنبر سمجھ گیا کہ اس پر کسی نے کوئی طلسم کر کے جنگل میں پھینک دیا تھا اور اب وہ ظاہر ہو گیا ہے ۔ وہ خاموش درخت میں بیٹھا رہا ۔ پسلی درخت سے نیچے آ گئی ۔ پھر وہ درخت سے ہٹ کر ایک طرف کو فضا میں بلند ہو کر تیرتی ہوئی غوطہ لگا گئی ۔ اس کے غوطہ لگانے کے تھوڑی دیر بعد ہی سردار جادوگر کی پریشان آواز بلند ہوئی :

"یہ کیا کر رہی ہو ؟ میں اپاچی سردار جادوگر ہوں ۔ تم اس مُردے کی پسلی ہو جس پر میں نے چلّہ کیا تھا ۔ واپس قبر میں اپنے مُردے کے پاس جاؤ ۔"

عنبر کان کھڑے کر کے یہ آواز سن رہا تھا ۔ پسلی نے

کوئی نئی مصیبت کھڑی کر دی تھی۔ پسلی کی آواز تو نہیں آ رہی تھی۔ کیوں کہ پسلی بول نہیں سکتی تھی۔ سردار جادوگر ہی بول رہا تھا۔

"واپس اپنی قبر میں جاؤ۔ واپس اپنی قبر میں جاؤ۔"

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پسلی نے سردار جادوگر کے اِردگرد کوئی دائرہ کھینچ دیا تھا جس میں وہ پھنس کر رہ گیا تھا۔ آسمان پر پچھلے پہر کا چاند نکل آیا تھا جس کی روشنی درختوں سے چھن چھن کر اس جگہ گھاس پر پڑ رہی تھی جہاں سے سردار جادوگر کی آواز آ رہی تھی۔ چاند کی روشنی میں عنبر نے مُردے کی پسلی کو دیکھا کہ ایک جگہ زمین میں سیدھی کھڑی تھی اور آہستہ آہستہ دائیں بائیں ہل رہی تھی۔ سردار کی آواز پھر بلند ہوئی۔

"بدبخت پسلی! مجھے یہاں سے نکال! میرے اِردگرد دیوار بن گئی ہے۔ مجھے یہاں سے نکال! اے مُردے! جلدی آکر مجھے یہاں سے نکال!"

اس کے بعد جنگل میں گہری خاموشی چھا گئی۔ ساتھ ہی خشک پتوں پر کسی کے گھسٹ گھسٹ کر چلنے کی آواز سنائی دی۔ یہ بڑی پُراسرار اور ڈراؤنی آواز تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بے حد زخمی انسان چلا آ رہا ہے۔ عنبر نے

جھاڑیوں کو ایک جگہ سے الگ ہوتے ہوئے دیکھا۔ ساتھ ہی وہاں سے ایک مُردہ نکل آیا۔ یہ وہی مُردہ تھا جس کے سینے میں چاقو مار کر ریڈ انڈین جادوگر سردار نے اس کی پسلی نکالی تھی اور اب اُسی پسلی نے اسے قید کر رکھا تھا۔ عنبر بڑے غور سے مُردے کو دیکھنے لگا۔ مُردے کی گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی۔ جیسے ابھی ابھی اسے پھانسی لگی ہو اور اس کے سینے میں ایک جگہ چاقو کا زخم تھا۔ جہاں سے سفید پسلیاں جھانک رہی تھیں۔ مُردہ گھسٹ گھسٹ کر چلتا ایک جگہ پہنچ کر رُک گیا۔ سردار جادوگر کی آواز پھر بلند ہوئی:

"اے مُردے! مجھے یہاں سے باہر نکال!"

مُردے کے ٹھنڈے بے جان ہونٹ ذرا سے ہلے اور کمزور سی آواز آئی:

"سردار! تم اپنے جال میں آپ ہی پھنس گئے ہو۔ میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ میری پسلی پر غیبی انسان کے گرد حصار باندھ کر اُسے قید کر لے گی۔ تم نے غلطی کی جو پسلی کو جنگل میں چھوڑ آئے۔ تجھے چاہیئے تھا کہ اسے میرے ساتھ ہی قبر میں رکھ دیتے۔"

سردار کی آواز سنائی دی:

اب کیا کروں میں؟ یہ بتاؤ مجھے۔"
مُردہ بولا: "اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ تمہیں بھی اسی
جگہ ساری زندگی غیبی حالت میں قید رہنا ہو گا۔
کیوں کہ میں اپنی پسلی کو واپس لیے جا رہا ہوں۔"
اتنا کہنے پر پسلی زمین میں سے اُچھل کر مُردے کی طرف
آئی اور اس کے سینے میں گھس کر غائب ہو گئی۔ سردار
جادوگر چلانے لگا:
"او بدبخت مُردے! تو نے مجھے کس عذاب میں
پھنسا دیا ہے۔"
مردے نے کہا: "بُرے کاموں کا نتیجہ ہمیشہ بُرا ہوتا
ہے۔ جادوگری بُرا کام ہے۔ اب اس کا نتیجہ
بھگتو۔ میں اپنی قبر میں واپس جا رہا ہوں اور تمہیں
اسی جگہ ہمیشہ کیلئے بند کر رہا ہوں۔"
اور مُردے نے ایک ایسا قہقہہ لگایا کہ خوف سے عنبر
کے جسم میں بھی خون سرد پڑ گیا۔ قہقہے کی آواز ایسی تھی
جیسے بہت سی انسانی کھوپڑیاں ایک دوسری سے ٹکرا رہی
ہوں۔ مردہ واپس جھاڑیوں میں جا کر جیسے غائب ہو گیا۔
اس کے جاتے ہی سردار جادوگر کی چیخ بلند ہوئی اور پھر
یوں غائب ہو گئی جیسے وہ کسی اندھے کنوئیں میں چلی

گئی ہو۔
عنبر جلدی سے درخت پر سے اُتر آیا۔ اس نے
جھاڑیوں میں دیکھا۔ مُردہ کہیں نہیں تھا۔ سردار جادوگر کا
بھی کوئی نشان وہاں نہیں تھا۔ چاندنی پھیکی پڑ رہی تھی۔
چاند دریا کے پار کے جنگل میں غروب ہو رہا تھا۔ رات
کے تین بج چکے تھے۔ عنبر کے سامنے ایک زبردست
جادو کا پُراسرار ڈرامہ کھیلا جا چکا تھا۔ اس کو کاؤبوائے
کا خیال آیا۔ پہلے اس کی جان کی خبر لی جائے۔ عنبر اپاچی
قبیلے کی بستی کی طرف چلا۔ بستی یہاں سے کافی فاصلے پر
تھی۔ راستے میں دریا بھی تھا۔ کچھ دیر وہ دریا کے کنارے
بیٹھ کر ماریا کے بارے میں سوچتا رہا کہ وہ کہاں ہوگی؟
اس کے حساب سے تو ماریا کو وہاں پہنچ جانا چاہیئے تھا۔
اس عرصے میں دن نکل آیا۔ عنبر واپس اپاچی
علاقے کی طرف دریا کے ساتھ ساتھ روانہ ہوا۔ وہ اگرچہ
اپاچی قبیلے کے علاقے میں ہی تھا۔ مگر کافی دُور نکل آیا تھا۔
چلتے چلتے سخت مٹی اور چھوٹے چھوٹے گول پتھروں کے
ٹیلے کھڑے تھے۔ ان کے درمیان کھائیاں تھیں۔ گہری
گہری کھڈیں تھیں۔ بعض ٹیلے میناروں کی طرح آسمان کی
طرف منہ اُٹھائے ہوئے تھے۔ عنبر نے ایک ٹیلے پر سے

دوسری طرف جھانک کر دیکھا۔ وہاں کافی نیچے ایک ریتیلا میدان تھا جو دریا کا راستہ تھا جو کبھی یہاں سے بہا کرتا ہو گا مگر اب خشک ہو کر ریت میں جذب ہو گیا تھا۔ یہ عجیب پُر اسرار سنسان جگہ تھی۔ نہ کوئی آواز تھی نہ ہوا چل رہی تھی اور نہ کسی پرندے کی صدا تھی۔ عنبر کو خیال آیا کہ واپس دریا کے ساتھ ساتھ اوپر کی طرف چلنا چاہیئے۔ اسی صورت میں وہ واپس اپاچی قبیلے کی بستی میں پہنچ سکے گا۔

عنبر واپس ہوا تو اسے نیچے ٹیلے کی سیدھی دیوار کے ساتھ دھوپ میں کچھ سائے آگے جاتے نظر آئے۔ اس نے جُھک کر غور سے دیکھا تو وہ دو آدمی تھے جو اُوپر سے چھوٹے دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں سے جو آدمی آگے تھا اس کے سر پر ایک بڑا سا پتھر تھا جس کے بوجھ سے وہ جُھک کر چل رہا تھا۔ دوسرا اس کے پیچھے تھا اور اس کے ہاتھ میں رائفل تھی۔ عنبر غور کرنے لگا کہ یہ لوگ کون ہیں۔ کچھ آگے جا کر دونوں انسان ٹیلے کی غار نما کھوہ میں غائب ہو گئے۔

اچانک عنبر کو یاد آ گیا کہ ابی الماس کی روح نے کہا تھا کہ اس کے خاندان کا آخری نوجوان زرگال اپاچی قبیلے میں غلاموں سے بدتر زندگی بسر کر رہا ہے۔ تو کہیں ایسا تو

نہیں کہ زرگال اسی جگہ پر ہو؟ یہ سوچ کر عنبر نے واپسی کا خیال چھوڑ دیا اور ٹیلے پر سے نیچے اترنے لگا۔ ایک کچا راستہ وہاں بنا ہوا تھا جو گول پتھروں کے درمیان سے گھومتا نیچے ریتلے دریا کے خشک پاٹ تک چلا گیا تھا۔ عنبر میدان میں آ کر ٹیلے کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

جب وہ سامنے والی پہاڑی کے غار کے قریب پہنچا تو ایک طرف ہو گیا۔ یہی وہ غار تھا جس کے اندر دو انسان ابھی ابھی داخل ہوئے تھے۔ یہ کافی چوڑے منہ والا گول غار تھا اور اندر اندھیرا تھا۔ عنبر نے آہٹ سنی تھی جس کی وجہ سے وہ ایک طرف چھپ گیا تھا۔ اسی طرح سے دو آدمی نمودار ہوئے۔ ایک اپاچی ریڈ انڈین تھا جس کے ہاتھ میں پرانی طرز کی بھرمار رائفل تھی۔ اس کے آگے آگے ایک غلام قسم کا سفید فام آدمی تھا جس کے سر پر بھاری پتھر تھا۔ وہ بوجھ سے دہرا ہو رہا تھا اور رُک رُک کر چل رہا تھا۔ دونوں پہلے کی طرح غار کے اندر چلے گئے۔

اندر کیا ہو رہا ہے؟ یہ اپاچی ان غلاموں سے کیا مشقت لے رہے ہیں۔ کیا زرگال بھی ان ہی لوگوں میں ہے؟ یہ سوال تھے جو عنبر کے ذہن میں ابھر رہے تھے۔

صرف غار کے اندر جا کر ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ وہاں کیا
ہو رہا ہے۔ عنبر چھپ کر اندر جانا چاہتا تھا۔ ویسے تو
اسے جان کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن چونکہ اسے زرگال
کو وہاں سے زندہ نکال کر لانا تھا اس لیے وہ ہر قسم
کی احتیاط برتنا چاہتا تھا اور کسی قسم کا خطرہ مول لینے کو
تیار نہیں تھا۔

غار کے اندر سے دو ریڈ انڈین نکل کر آئے۔ آپس
میں کچھ باتیں کیں۔ ایک چلا گیا اور دوسرا وہیں پتھر پر
بیٹھ کر پہرہ دینے لگا۔ عنبر کو ایک ترکیب سوجھی۔ وہ اوٹ
ہی سے نکل کر سیدھا اپاچی پہرے دار کے پاس پہنچ گیا
اسے چونکہ اپاچی زبان آتی تھی۔ اس لیے اس نے یہ خطرہ
مول لے لیا تھا۔ اپاچی ریڈ انڈین اُسے دیکھ کر رائفل کا
فائر کرنے ہی والا تھا کہ عنبر نے دونوں ہاتھ اُٹھا دیے
اور اپاچی قبیلے کی زبان میں کہا:

"دوست! میں تمہارے قبیلے کے پہلے سردار کا
بھتیجا ہوں۔ میں چھوٹا سا تھا کہ ریاست کیلی فورنیا
جا کر مزدوری کرنے لگا۔ اب قبیلے میں واپس آیا
تو راستہ بھول گیا۔ یہاں میں بچپن میں کھیلا کرتا تھا۔
تم بے شک مجھے اپنے سردار کے پاس لے چلو۔"

ریڈ انڈین نے جب دیکھا کہ ایک جیکٹ اور جین والا
سانولا نوجوان ان کے قبیلے کی خاص زبان بول رہا ہے تو
اسے یقین آ گیا۔ اس نے کہا:

"تمہیں میرے ساتھ قبیلے میں چلنا ہو گا۔"

عنبر قبیلے میں جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔
کیوں کہ وہاں سے تو وہ پہلے ہی فرار ہو کر آیا تھا۔
اور وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ یہ اپاچی گولی کا دھماکہ کرے
اور اس کی آواز سن کر اگر وہاں اس کا کوئی ساتھی ہے تو
وہ بھی آ جائے اور یہ لوگ غصے میں آ کر اندر کے
غلاموں کو بھون ڈالیں جن میں ہو سکتا ہے کہ زرگال بھی
ہو، چنانچہ عنبر نے جھک کر ریڈ انڈین اپاچی کو سلام کیا
اور پھر جب سر اُٹھایا تو اس کے ساتھ ہی ایک زوردار
لات اس کے ہاتھ پر ماری۔ رائفل اس کے ہاتھ سے اچھل
کر دُور جا گری۔ یہی عنبر چاہتا تھا۔

ریڈ انڈین گلے سے آواز نکال کر عنبر پر جھپٹ پڑا۔
یہ ایک بے کار حملہ تھا۔ کیوں کہ جونہی ریڈ انڈین نے
خنجر سے عنبر پر حملہ کیا۔ عنبر نے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا
لیے اور مذاق سے بولا:

"دیکھ لو۔ میں نہتا ہوں۔ میں تمہیں کچھ نہیں

کہنا چاہتا۔"

ریڈ انڈین اوپر تلے عنبر پر وار کر رہا تھا لیکن اس پر کچھ اثر ہی نہیں ہوتا تھا۔ نہ خنجر اس کے جسم میں جاتا تھا اور نہ زخم لگتا تھا۔ نہ خون بہتا تھا۔ پہرے دار ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ عنبر کو کوئی جن بھوت خیال کر کے وہاں سے بھاگنے ہی والا تھا کہ عنبر چھلانگ لگا کر اس پر گرا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ قبیلے میں جا کر بتائے کہ کوئی اجنبی غار میں آ گیا ہے۔ عنبر کا اس پر گرنا ہی کافی تھا۔ اسے یوں لگا جیسے کوئی چٹان اس کے اوپر آن گری ہو۔ وہ عنبر کے نیچے پس گیا۔ اس کی پسلیاں ٹوٹ گئیں اور بے ہوش ہو گیا۔

عنبر نے اسے وہیں چھوڑا اور غار کے اندر چلا گیا یہاں ٹھنڈا اندھیرا تھا۔ غار اندر سے ایک لمبے ہال کمرے کی طرح بہت کھلا تھا اور چھت اتنی نیچی تھی کہ عنبر کو جھک کر چلنا پڑ رہا تھا۔ آگے جا کر غار کی چھت اونچی ہو گئی اور سیڑھیاں آ گئیں۔ عنبر سیڑھیاں اترا تو سامنے ایک تہہ خانہ تھا جہاں ایک جگہ پتھروں سے کوئی چبوترہ بنایا رہا تھا۔ چار خستہ حال غلام کام کر رہے تھے۔ ایک ریڈ انڈین رائفل لیے کونے میں بیٹھا ان کی نگرانی کر رہا تھا۔ عنبر کو دیکھتے

ہی اس نے گولی چلا دی۔ عنبر نے آگے بڑھ کر اس کی رائفل چھین کر پرے پھینک دی اور جبڑے پر ایسا مکا مارا کہ وہ گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ غلام چونک کر عنبر کی طرف پھٹی پھٹی خشک آنکھوں سے تکنے لگے۔ بے چاروں کا بھوک اور کمزوری سے برا حال ہو رہا تھا۔ وہ چاروں سفید فام امریکی لگتے تھے۔

عنبر نے ان کی زبان میں پوچھا کہ ان میں زرگال نام کا کوئی نوجوان ہے؟ پہلے تو وہ عنبر کو تکتے ہی رہے۔ پھر انہیں احساس ہوا کہ وہ تو ان کا نجات دہندہ بن کر آیا ہے۔ ایک نے کہا:

"وہ پہلے یہاں تھا مگر اب نہیں ہے۔"

عنبر نے پوچھا کہ وہ کہاں مل سکے گا؟ دوسرا غلام بولا: "اس کو یہاں سے پانچ ہزار میل دور میکسیکو شہر کے ایک جنگل میں بھیج دیا گیا ہے جہاں مایا تہذیب کے زمانے کے پرانے کھنڈروں میں ریڈ انڈین ایک مندر بنا رہے ہیں۔"

عنبر نے سر پکڑ لیا۔ اب اسے پانچ ہزار میل کا سفر کرنا ہو گا۔ بہرحال وہ مجبور تھا۔ اس کو ابی الماس کی روح کو دیا ہوا وعدہ ہر حالت میں پورا کرنا تھا۔ کہنے لگا:

"آج سے تم لوگ آزاد ہو۔ آؤ میرے ساتھ اور
یہاں سے نکل چلو۔"

غلاموں کے سوکھے چہرے مسکرا اُٹھے۔ عنبر انہیں لے
کر غار سے باہر آگیا۔ وہ بے چارے بھوک اور پیاس
کے مارے ہوئے تھے۔ لڑکھڑا کر چل رہے تھے۔ وہ خود
ہی عنبر کو پہاڑی میں ایک چشمے پر لے گئے۔ وہاں جا کر
انہوں نے درختوں سے پھل توڑ کر کھائے۔ ٹھنڈا پانی پیا۔
جب ذرا ہوش آیا تو اُن میں سے ایک نے کہا:

"ہم تمہارے بے حد شکر گذار ہیں کہ تم نے ہمیں
ان ظالم اپاچیوں سے نجات دلائی۔"

اور پھر وہ عنبر سے ہاتھ ملا کر پہاڑی راستوں پر اپنے
اپنے علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ عنبر ان کو آزاد کروا
کر بے حد خوش ہوا۔ اب وہ اپنے طویل سفر پہ جانے سے
پہلے اپنے ساتھی اور احمق نوجوان کاؤ بوائے کو ریڈ انڈین
کی قید سے آزاد کرانا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ واپس دریا کی
طرف روانہ ہو گیا۔ دریا کے کنارے چلتے چلتے تیسرے پہر
جب دھوپ ڈھل رہی تھی تو وہ اپاچی لوگوں کی بستی میں
پہنچ گیا۔ اب اسے کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ کیونکہ جس کی
جان کی اسے فکر تھی وہ وہاں نہیں تھا۔

اچانک پیچھے سے ایک تیر آ کر اسے لگا۔ عنبر جھوٹ
موٹ زمین پر گر پڑا اور یوں ظاہر کیا جیسے بے ہوش ہو گیا
ہے۔ تین ریڈ انڈین اس کے سر پر آ گئے۔ انہوں نے عنبر
کو اِدھر اُدھر ہلایا۔ دیکھا کہ تیر کہیں نہیں لگا مگر وہ بے ہوش
ہے۔ اتنے میں عنبر نے آنکھ کھول دی۔ ریڈ انڈین اپاچی عنبر
کو اُٹھا کر گھسیٹتے ہوئے اپنی بستی میں لے گئے۔ اپاچی لوگوں
کا سردار گم ہو گیا تھا۔ اس کی جگہ سردار کا بڑا بیٹا تخت پر
بیٹھ کر قبیلے پر حکومت کر رہا تھا۔ عنبر کو سردار کے سامنے
پیش کیا گیا۔ عنبر سے پوچھا گیا کہ وہ کون ہے اور یہاں کیا
کر رہا تھا؟ عنبر نے اپاچی زبان میں جواب دیا:

"میں سیر کرنے ادھر آیا ہوں۔ میں مصر کا رہنے والا
ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس قبیلے کے
سردار کو ایک مُردے کی پسلی نے پہاڑوں کے
نیچے قید کر رکھا ہے۔"

سردار کا بیٹا اُٹھ کر کھڑا ہو گیا "کیا بکواس کر رہے ہو
تم؟ تم ہماری زبان کیسے جانتے ہو؟"

عنبر نے کہا: "میں دنیا کی ساری زبانیں جانتا ہوں۔"

"تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میرے باپ کو مُردے کی
پسلی نے پہاڑ کے نیچے قید کر رکھا ہے؟"

"میں نے مُردے کو خود دیکھا ہے جس نے پہلے
تمہارے باپ کو پسلی کے ذریعے قید کیا۔ پھر اسے
پہاڑ کے نیچے پہنچا دیا۔"

"کیا تم ہمیں اس پہاڑ کے اندر لے جا سکتے ہو؟"

عنبر کو تو خود معلوم نہیں تھا کہ پہاڑ کے اندر سردار
جادوگر کس جگہ قید ہے۔ وہ سر کھجا کر بولا:

"وہ جگہ تو میں نے بھی نہیں دیکھی۔"

سردار کا بیٹا سخت غصے میں آگیا:

"تم ہمیں بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ تم سفید لوگوں
کے جاسوس ہو اور ہمارے قبیلے میں جاسوسی کرنے
آئے ہو۔ تمہاری سزا موت ہے۔"

سارے اپاچیوں نے نعرے لگا کر کہا: اسے مار ڈالا جائے

عنبر نے کہا:

"تم مجھے نہیں مار سکتے۔"

سردار نے کہا: "کل سورج نکلتے ہی اس کی گردن
کاٹ کر سر چھوٹا کر دیا جائے۔ اس کا سر میں
اپنے دروازے پر لٹکاؤں گا۔"

عنبر کو ایک جھونپڑی میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ اس
کے دونوں ہاتھ پیچھے رسّی کے ساتھ بڑی مضبوطی سے باندھ

دیئے گئے تھے۔ اس کا ایک پاؤں بھی زمین میں گڑھے
ہوئے بانس کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ عنبر بانس کے ساتھ
ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اب اسے یہ فکر تھی کہ کاؤ بوائے کس
جگہ قید ہے؟ کہیں ان لوگوں نے اسے ہلاک تو نہیں کر
دیا۔ اتنے میں ایک ریڈ انڈین اس کے لیے پانی کا مٹکا
لے کر اندر آیا۔ عنبر نے اس سے اس کی زبان میں کہا:

"کیا کل صرف میری گردن ہی کاٹی جائے گی یا کسی
دوسرے سفید آدمی کو بھی۔۔۔۔؟"

ریڈ انڈین نے بات کاٹ کر سختی سے کہا:

"تم کون ہوتے ہو یہ باتیں پوچھنے والے۔ کل تمہیں
خود معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ساتھ اور کس
سفید آدمی کی گردن کاٹی جا رہی ہے۔"

اتنا کہہ کر ریڈ انڈین باہر نکل گیا۔ باہر چار ریڈ انڈین اپاچی
پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر کو اپنے سوال کا جواب مل گیا
تھا۔ یقیناً اس کے ساتھ دوسرے روز کاؤ بوائے کو ہی قتل
کیا جا رہا تھا۔ اس نے صبح کا انتظار شروع کر دیا۔ وہ کل
صبح اپاچی لوگوں پر اپنی کرامت کا رُعب جمانا چاہتا تھا۔ آخر
دن چڑھ آیا۔ عنبر کو باہر لے جا کر کھلی جگہ پر درخت کے
نیچے کھڑا کر دیا گیا۔ اس کی دونوں ٹانگیں جوڑ کر باندھ دی گئیں۔

سردار سامنے تخت بچھا کر بیٹھ گیا۔ اردگرد بستی کے سارے
اپاچی مرد اور عورتیں قتل کا تماشا دیکھنے کھڑی ہو گئیں۔ ایک
اپاچی کلہاڑا لے کر عنبر کے پاس آ گیا۔ سردار نے کہا:

"دوسرے کو بھی لاؤ۔"

اتنے میں عنبر نے دیکھا کہ دوسری طرف سے ریڈ انڈین
اس کے نادان دوست کاؤ بوائے کو لیے آ رہے ہیں۔
اسے بہت خوشی ہوئی کہ وہ ابھی تک زندہ ہے۔ اب
وہ چاہتا تھا کہ پہلے کاؤ بوائے کو قتل نہ کیا جائے۔
کاؤ بوائے خوف سے کانپ رہا تھا۔ اس کے ہونٹ
خشک تھے۔ اسے بھی عنبر کے پاس لا کر باندھ دیا گیا۔
عنبر نے سردار کی طرف مخاطب ہو کر کہا:

"میری آخری خواہش ہے کہ پہلے اس کاؤ بوائے
کی جگہ مجھے قتل کیا جائے۔"

سردار نے گردن اٹھا کر کہا:

"تم کون ہوتے ہو ایسا کہنے والے؟ جیسا میں چاہوں
گا وہی ہو گا۔"

عنبر پریشان ہو گیا۔ کاؤ بوائے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس
کے حلق سے آواز تک نہیں نکل رہی تھی۔ موت بے چارے
کے سامنے کھڑی تھی۔ عنبر نے سوچا کہ یہ جاہل اپاچی سردار

کاؤ بوائے کی گردن پہلے اڑا دے گا۔ اب جو کچھ کرنا ہے
جلدی سے کر دینا چاہیئے۔ یہ سوچ کر عنبر نے سردار کی طرف
گھور کر دیکھا اور کہا:

"سنو بدبخت اور احمق سردار!"

سردار نے ایسی گالیاں کبھی نہیں سنی تھیں۔ وہ طیش
میں آ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنا خنجر پورے زور سے
عنبر کی طرف پھینکا۔ خنجر عنبر کے سینے سے ٹکرا کر دور
جا گرا۔ عنبر نے مسکرا کر کہا:

"او جاہل اپاچی!"

سارے اپاچی بے چین ہو گئے اور عنبر پر ٹوٹ پڑنے
کو تیار ہی تھے کہ عنبر نے زور سے جھٹکا دے کر اپنے
ہاتھ پاؤں کی رسیاں کاٹ کر رکھ دیں۔ جو اپاچی کلہاڑا
اٹھائے پاس کھڑا تھا اس نے پوری طاقت کے ساتھ
کلہاڑا عنبر کی گردن پر دے مارا۔ کلہاڑا ٹوٹ کر دور جا گرا۔
اس کے ساتھ ہی عنبر نے کلہاڑا چلانے والے اپاچی کو ایک
ہاتھ سے گردن سے پکڑ کر اوپر کو اتنی زور سے اچھالا کہ
وہ اوپر درخت کی ٹہنیوں میں جا کر الجھ گیا۔ جو وحشی عنبر
کی طرف بڑھے انہیں بھی عنبر نے اوپر اچھال دیا اور وہ
درخت کی شاخوں سے ٹکرا کر نیچے گر کر ادھ موئے ہو گئے۔

سردار یہ سب کچھ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ عنبر
نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا:
"سنو! میں تمہارے اپاچی قبیلے کے دیوتا کا بیٹا ہوں۔"
ان الفاظ نے سب پر جادو کا اثر کیا۔ وہ عنبر کی
کرامات دیکھ چکے تھے۔ سب اس کے آگے گر پڑے۔
مگر سردار کو ابھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا:
"ہمارے دیوتا پر آگ حرام ہے۔ اگر تم آگ
میں سے گذر کر زندہ بچ جاؤ تو ہم تمہیں دیوتا کا
بیٹا تسلیم کر لیں گے۔"
اسی وقت آگ کا الاؤ روشن کر دیا گیا۔
جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تو
عنبر نے ان میں چھلانگ لگا دی۔ سب اپاچی اور سردار
اور عورتیں سانس روکے یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ ان کا
خیال تھا کہ عنبر آگ میں جل کر راکھ ہو گیا ہو گا۔ مگر کچھ دیر
بعد عنبر آگ کے شعلوں میں سے اس طرح باہر نکل آیا کہ
اس کا ایک بال بھی نہیں جلا تھا اور کپڑے ویسے ہی
تھے۔ سب نے نعرے لگائے۔ سردار نے عنبر کے
آگے سجدہ کر دیا۔ ہر طرف خوشیاں منائی جانے لگیں کہ
دیوتا کا بیٹا خود ان کی بستی میں آیا ہے۔ عنبر کو ہاروں سے

لاد دیا گیا۔ کاؤ بوائے کی بھی جان بچ گئی تھی۔
وہ رات عنبر اور کاؤ بوائے نے اپاچیوں کی بستی میں
بسر کی۔ زرگال کے بارے میں سردار کے بیٹے نے بتایا
کہ انہوں نے چند غلام فروخت کر دیئے تھے۔ زرگال
بھی ان میں تھا۔ یہ غلام میکسیکو کے ریڈ انڈین اپنے ساتھ
لے گئے ہیں جو وہاں ایک ویرانے میں مایا تہذیب کے
کھنڈروں میں ایک پُراسرار مندر تیار کر رہے ہیں۔
شام کے وقت عنبر کاؤ بوائے کو ساتھ لے کر ٹیکساس کے
شہر میں پہنچ گیا۔ کاؤ بوائے تو عنبر کا چیلا بن گیا تھا۔ وہ اس
سے بار بار کہتا کہ اسے بھی آگ میں زندہ رہنے کا جادو
بتائے۔ عنبر مسکرا کر خاموش رہتا۔ ٹیکساس شہر میں رہ کر عنبر
نے میکسیکو جانے کی تیاریاں مکمل کیں۔ وہاں سے ایک قافلہ
جنوبی امریکہ کی طرف جاتا تھا۔ عنبر اس کے ساتھ شامل ہو
گیا۔ یہ دس بارہ گھوڑا گاڑیوں کا قافلہ تھا۔ جس میں عورتیں
اور بچے بھی سوار تھے۔ عنبر زرگال کی تلاش میں جا رہا تھا۔
مگر اس کا دل ابھی تک ماریا کی طرف لگا ہوا تھا۔ اسے اتنا
یقین تھا کہ وہ امریکہ پہنچ چکی ہے۔ اس نے کاؤ بوائے
سے صرف اتنا کہا تھا کہ اگر کبھی اسے کوئی ایسی عورت کی
آواز آئے جو غائب ہو تو اسے بتا دینا کہ عنبر میکسیکو کی جانب
چلا گیا ہے۔

قبر کی تلاش

ماریا پہاڑ کے اندر کنوئیں میں قید تھی۔

طلسم نے اسے چاروں طرف سے بند کر رکھا تھا۔ وہ کئی روز سے اسی تنگ کنوئیں میں پڑی عنبر اور ناگ کو یاد کر رہی تھی۔ اس کے ذہن میں وہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب آتی تھی۔ سوچ سوچ کر وہ تھک گئی تھی اور اب اس نے صبر کر لیا تھا کہ شاید کبھی عنبر کا اس طرف سے گذر ہو اور وہ اسے وہاں سے نکال سکے۔ اب ایسا اتفاق ہوا کہ اس پہاڑی کے دامن میں ایک کالا سانپ رہتا تھا۔ یہ سانپ پچاس برس سے اسی جنگل میں رہ رہا تھا۔ پچاس برس کی عمر تک پہنچنے کے بعد اس میں اتنی طاقت آگئی تھی کہ ناگ دیوتا کے خاندان والوں کی بُو کو ہوا میں محسوس کر لے۔ ایک روز وہ جنگل سے نکل کر پانی پینے پہاڑی والے چشمے کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک اس نے فضا میں ایک مانوس قسم کی بُو محسوس کی۔ کالا

سانپ وہیں رُک گیا۔ یہ پانچ فٹ لمبا بڑا مضبوط اور خطرناک سانپ تھا۔ اس نے اپنا پھن اُٹھا کر چاروں طرف گھمایا۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ بُو کدھر سے آ رہی ہے؟ یہ بُو مقدس ناگ دیوتا کے خاندان والوں کی بُو تھی۔ اور صرف ان ہی لوگوں کے جسموں سے آیا کرتی ہے جو ناگ دیوتا کے ساتھ رہ چکے ہوں۔ یہ بُو پہاڑی کی جانب سے آ رہی تھی۔

کالا سانپ پہاڑی کے پاس آیا تو بُو تیز ہو گئی۔ اب وہ بُو کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ وہ پہاڑی کے اندر ایک سوراخ سے ہوتا ہوا ایک غار میں آ گیا۔ بُو برابر اس کی رہنمائی کر رہی تھی۔ کالا سانپ ایک تہہ خانے میں اُتر آیا۔ اس نے دیکھا کہ آگے ایک کنواں ہے۔ مقدس ناگ کی بُو اسی کنوئیں میں سے آ رہی تھی۔ کالا سانپ کنوئیں کے اُوپر چڑھ گیا۔ اس نے گردن جھکا کر نیچے دیکھا۔ کنوئیں میں اندھیرا تھا۔ مگر بُو بڑی تیز تھی۔ پچاس برس تک زندہ رہنے سے کالے سانپ میں یہ اہلیت بھی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ انسان کے دماغ میں اپنی بات لہروں یعنی سگنل کے ذریعے ڈال سکتا تھا۔

سانپ نے سوچا کہ اگر اندر ناگ خاندان کا کوئی شخص موجود ہے تو اس سے بات کرنی چاہیئے۔ اس نے پھن

اٹھا کر ایک بڑا طاقتور سگنل نیچے بھیجا، ماریا نے بھی سانپ
کی بُو محسوس کر لی تھی۔ جب ایک خیال کی لہر اس کے دماغ
سے آکر ٹکرائی تو وہ اُٹھ بیٹھی۔ یہ لہر اس کے ذہن میں آتے
ہی ایک فقرہ بن گئی جو یہ تھا۔

"تم کون ہو؟"

ماریا نے چیخ کر کہا: "ناگ بھائی! کیا تم آ گئے؟"

ماریا کی آواز تو کالا سانپ نہ سُن سکا لیکن ماریا کے ذہن
کا خیال اس کے جسم سے لہریں بن کر ٹکرایا اور وہ ماریا کی بات
سمجھ گیا۔ اس نے ایک اور سگنل دیا:

"تم مقدس ناگ کو جانتی ہو؟"

ماریا نے کہا: "میں اس کی بہن ہوں۔"

سانپ کا سگنل: "تم یہاں کیسے آ گئیں بہن؟"

ماریا کا سگنل: "یہ لمبی کہانی ہے۔ میں عنبر کی تلاش
میں آئی تھی۔ کہ ایک انسانی پسلی اڑتی ہوئی میرے
اُوپر سے گذری اور میں اس کنوئیں میں بند ہو
کر رہ گئی۔"

سانپ کا سگنل: "مُردے کی پسلی؟"

"ہاں"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ کالے سانپ نے کوئی سگنل نہ

دیا۔ وہ غور کر رہا تھا۔

ماریا نے سگنل دیا: "تم کیا سوچ رہے ہو؟ کیا تم
چلے گئے ہو؟"

سانپ نے سگنل دیا: "نہیں ماریا بہن! میں تمہیں چھوڑ
کر نہیں جا سکتا۔ تمہیں اس طلسم سے آزاد کرانا میرا
فرض ہے۔ ساری بات میری سمجھ میں آ گئی ہے۔
تم میرا انتظار کرو۔"

یہ کہہ کر کالا سانپ غار سے باہر نکل آیا۔ اس نے جنگل
کی طرف رینگنا شروع کیا۔ وہ بڑی تیزی سے جا رہا تھا اور
گھاس کے ٹیلوں پتھروں اور کھائیوں کو عبور کر رہا تھا۔
آخر وہ اس پرانے قبرستان میں پہنچ گیا جہاں پسلی والے
مُردے کی قبر تھی۔ کالے سانپ نے ایک ایک قبر میں سے
گذر کر دیکھا، وہاں جتنے بھی مُردے سو رہے تھے۔ ان کی
پسلیاں پوری تھیں۔ آخر وہ ایک قبر میں گھُسا تو اس نے
دیکھا کہ وہاں جو مُردہ پڑا ہے۔ اس کے سینے میں ایک طرف
شگاف پڑا ہے اور اس کی ایک پسلی اکھڑ کر باہر کو نکلی
ہوئی ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ کسی نے ایک بار پسلی باہر نکال
کر اسے دوبارہ اندر داخل کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔
کالا سانپ سمجھ گیا کہ یہی وہ جادو کی پسلی ہے جس نے مقدس

ناگ کی بہن ماریا کو کنوئیں کے طلسم میں قید کر رکھا ہے۔

کالے سانپ نے اپنے دانتوں سے پکڑ کر پسلی باہر کھینچ لی اور اسے لے کر قبر سے باہر نکل آیا۔ قبرستان میں آدھی رات کے بعد بڑی پُر اسرار زرد چاندنی پھیلی ہوئی تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے قبرستان میں روحیں اُتر کر آپس میں سرگوشیاں کر رہی ہیں۔ کالا سانپ منہ میں مُردے کی پسلی اُٹھائے خشک پتوں پر رینگتا قبرستان سے باہر نکل گیا۔ وہ پہاڑی کی طرف جانے والی پگڈنڈی پر ہو لیا۔

کالا سانپ مُردے کی پسلی لے کر پہاڑی کے اندر آگیا۔ ماریا کنوئیں کے اندر خاموش بیٹھی کالے سانپ کا انتظار کر رہی تھی۔ اچانک اس نے محسوس کیا کہ کوئی غیبی طاقت اسے اپنی ہتھیلی پر بٹھا کر کنوئیں سے اُوپر لیے جا رہی ہے۔ پھر اسے کنوئیں سے باہر نکال کر پتھروں پر رکھ دیا گیا۔ ماریا نے دیکھا کہ اس کے سامنے کالے رنگ کا لمبا سانپ کنڈل مارے پھن اُٹھائے بیٹھا جھوم رہا ہے اور مُردے کی پسلی اس کے آگے پڑی ہے۔ سانپ نے سگنل دیا:

"بہن ماریا! تم اگر غائب ہو۔ مگر میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے بال لمبے لمبے ہیں اور تم بڑی خوب صورت ہو۔"

ماریا نے سگنل کی لہروں میں جواب دیا:

"شکریہ میرے بھائی! تم نے میری مدد کی۔ میں تمہارا احسان یاد رکھوں گی۔"

کالے سانپ نے کہا: "مقدس ناگ کے دوستوں اور خاندان والوں پر تو ہمارا جان بھی قربان ہے۔ میرے ساتھ غار سے باہر آ جاؤ ماریا بہن۔"

ماریا غار سے نکل کر باہر آگئی۔ رات دم توڑ رہی تھی۔ چاندنی پھیکی پڑتی جا رہی تھی۔ مشرق میں صبح کی روشنی کی ایک نیلی جھلک دکھائی دینے لگی تھی۔ کالے سانپ نے کہا:

"ماریا بہن! مقدس ناگ کہاں ہیں۔ ان کو دیکھے ایک زمانہ گذر گیا۔ میں بوڑھا ہو چلا ہوں۔ سوچتا ہوں اگر مرنے سے پہلے ایک بار مقدس دیوتا ناگ کے درشن ہو جائیں تو میں خوشی خوشی جان دے سکوں گا۔"

ماریا نے سگنل میں جواب دیا:

"سانپ بھائی! ناگ میری تلاش میں اس علاقے میں ضرور آئیں گے۔ اگر تم سے ان کی ملاقات ہو تو میرے بارے میں بتانا کہ میں اپنے دوست اور بھائی عنبر کی تلاش میں ادھر سے گذری تھی۔"

کالے سانپ نے کہا:

"بہت اچھا میری بہن! مگر یہ تو بتاؤ کہ عنبر کو تم
اس طرف کیوں تلاش کر رہی ہو؟"
ماریا نے کالے سانپ کو ابی سلمان کی روح کا سارا
قصہ سنا دیا اور بتایا کہ عنبر ابی سلمان خاندان کے آخری
بیٹے زرگال کی تلاش میں آیا ہے۔ زرگال کو شاہی خزانے
کی چابی دینی ہے اور زرگال کے بارے میں خبر ملی تھی
کہ وہ اپاچی قبیلے کی قید میں مصیبت کے دن گزار رہا ہے۔
کالے سانپ نے کہا:
"ماریا بہن تم جس علاقے میں اس وقت کھڑی ہو یہ
اپاچی قبیلے والوں کا علاقہ ہے۔"
"تو پھر عنبر اس علاقے میں کہیں ہے۔ کیا تم اس کی
تلاش میں میری مدد کر سکتے ہو؟"
کالے سانپ نے کہا: "مجھے افسوس ہے بہن
ماریا۔ میں اس پہاڑی اور جنگل سے باہر نہیں جا
سکتا۔ پچاس برس گزر جانے پر ہر سانپ ایک
خاص علاقے میں دس برس کے لیے پابند کر دیا
جاتا ہے۔ اس کے بعد اسے آزادی ہوتی ہے کہ
اگر چاہے تو کسی درندے یا جانور کی شکل اختیار کر
کے باقی زندگی بسر کرے۔ اس لیے میں مجبور ہوں

نہیں تو میں تمہاری ضرور مدد کرتا۔ تم قبیلے میں
جاؤ۔ اگر تمہیں کوئی پریشانی ہوئی تو میرے پاس
آ جانا۔ اس جگہ میں تمہارے لیے جان بھی قربان
کر سکتا ہوں۔"
ماریا جانتی تھی کہ طلسم اور جادو کی دنیا میں سانپوں کی
اپنی مجبوریاں بھی ہوتی ہیں۔ اس نے کالے سانپ کا شکریہ
ادا کر کے اس سے اجازت لی اور اپاچی بستی کی طرف
چل پڑی۔ کئی روز سے کنوئیں کے اندر پڑے رہنے سے
وہ بیٹھی بیٹھی تھک گئی تھی۔ جوں ہی وہ کھلی فضا میں آئی
اس نے تھوڑا تھوڑا اڑنا شروع کر دیا۔ سامنے دریا آ گیا۔
دریا پار اپاچیوں کی بستی تھی۔ ماریا ایک بار زور سے اچھلی
اور وہ ہوا میں تیرنے لگی۔ اڑتے اڑتے اس نے دریا
پار کر لیا۔
دریا کے پار آ کر وہ اپاچیوں کی بستی میں آ گئی۔ اپاچی
بے خبر سو رہے تھے۔ جھونپڑیوں میں خاموشی تھی۔ دو تین
وحشی ریڈ انڈین مشعلیں جلائے پہرہ دے رہے تھے۔
ماریا نے ایک ایک جھونپڑی کے اندر جا کر جھانک کر دیکھا
مگر عنبر کہیں دکھائی نہ دیا۔ ایک جھونپڑی سب سے بڑی
تھی اور اس کے اندر روشنی ہو رہی تھی۔ ماریا اس جھونپڑی

کی طرف بڑھی۔ باہر پہرہ لگا تھا۔ لیکن ماریا چونکہ غائب
تھی۔ اس لیے وہ بڑی آسانی کے ساتھ پہرہ داروں کے
درمیان سے گذر گئی۔ اندر جا کر دیکھا کہ قبیلے کا نوجوان سردار
بیٹھا ہے۔ دو ریڈ انڈین ادب سے قریب کھڑے ہیں
سردار نے کہا:

"میں نے اپنے باپ کی تلاش میں سارے علاقے کا
کونہ کونہ چھان مارا۔ مگر کہیں اُن کا نشان تک نہیں
ملا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔"
ریڈ انڈین بولا: "سردار! مقدس دیوتا کے بیٹے نے
کہا تھا کہ آپ کے والد پہاڑی کے نیچے کسی تہہ
خانے میں بند ہیں۔ اور ان پر طلسم کیا گیا ہے۔"
سردار نے کہا: "مقدس دیوتا کے بیٹے نے ٹھیک
کہا ہوگا۔ مگر اب ہم پہاڑی کو تو نہیں کھود سکتے۔
کہیں ہماری بستی پر کوئی آفت نہ آ جائے۔"
دوسرا ریڈ انڈین بولا: "سردار! کہیں مقدس دیوتا کا
بیٹا جھوٹا تو نہیں تھا!؟"
اس پر سردار نے اسے ڈانٹ دیا: "خبردار! ایسی
بات پھر زبان پر مت لانا۔ کیا تمہارے سامنے
مقدس دیوتا کا بیٹا آگ میں سے نہیں گذرا تھا؟

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس کی گردن پر کلہاڑا
لگا اور گردن کو کچھ نہیں ہوا۔ یہ سب مقدس
دیوتا کے بیٹے کی نشانیاں نہیں تو اور کیا ہیں؟"
ماریا کا ماتھا ٹھنکا۔ سمجھ گئی کہ جس مقدس دیوتا کے بیٹے
کا یہ لوگ ذکر کر رہے ہیں وہ سوائے عنبر کے اور
کوئی نہیں ہو سکتا۔ اب اسے یہ معلوم کرنا تھا کہ مقدس
دیوتا کا بیٹا یعنی عنبر وہاں سے کِدھر کو گیا ہے؟ ماریا
نے سوچا کہ کیوں نہ وہ مقدس دیوتا کی بیٹی بن جائے؟
اس نے دیکھا کہ سردار کے آگے تخت پر ایک چنگیر
پڑی ہے جس میں دودھ کا پیالہ رکھا تھا۔ ماریا نے بڑے آرام
سے ہاتھ آگے بڑھا کر دودھ کا پیالہ اُٹھا لیا۔ سردار اور ریڈ انڈین
باتیں کر رہے تھے کہ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ پیالہ ہوا میں
بلند ہو گیا ہے۔ وہ ڈر کر پرے پرے ہٹ گئے۔ ماریا نے
پیالہ واپس تخت پر رکھ کر کہا:

"گھبراؤ نہیں۔ میں مقدس دیوتا کی بیٹی ہوں اور اپنے
بھائی کی تلاش میں یہاں آئی ہوں۔ کیا تمہیں معلوم ہے
کہ وہ کس طرف گیا ہے؟"

سردار کے منہ سے بات نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے
رُک رُک کر کہا:

"اے مقدس دیوتا کی بیٹی! وہ شخص ایک کاؤ بوائے کو ساتھ لے کر ٹیکساس شہر کی طرف گیا تھا۔"

ماریا نے ٹیکساس شہر کا پورا راستہ معلوم کیا اور کہا:

"اچھا اب میں جاتی ہوں۔ مگر جاتے جاتے تمہیں اپنی نشانی ضرور دیتی جاؤں گی۔"

اور ماریا نے جھونپڑی میں نکلنے سے پہلے پھونک مار کر موم بتی بجھا دی۔ ماریا اپاچیوں کی بستی کو الوداع کہہ کر وہاں سے ٹیکساس شہر کی طرف روانہ ہوئی جو پچاس میل کے فاصلے پر تھا۔ وہ رُک رُک کر اُڑتی ہوئی واپس جا رہی تھی اور صبح ہوتے ہی شہر میں پہنچ گئی۔ یہ وہی شہر تھا جہاں سے عنبر میکسیکو کی جانب روانہ ہوا تھا اور جہاں اس کا احمق ساتھی رہتا تھا۔ شہر ابھی سو کر اُٹھا تھا۔ بازاروں میں لوگ گھوڑوں پر سوار جا رہے تھے۔ ایک چھکڑا گاڑی جا رہی تھی۔ سبزی والے آ رہے تھے۔

ماریا بازار میں چلی جا رہی تھی۔ اس نے سارے بازاروں کا چکر لگایا۔ ایک ایک دکان اور مکان میں جھانک کر دیکھا۔ عنبر وہاں بھی نہیں تھا۔ سوچنے لگی کہ کیا کرے؟ کس سے عنبر کے بارے میں پوچھے؟

جب تک عنبر کا پتہ نہیں چل جاتا وہ وہاں سے کیسے

جا سکتی تھی۔ عنبر کی خبر اسے اس شہر سے مل سکتی تھی۔ ماریا نے سوچا کہ یہاں سب سے پہلے کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی چاہیے جہاں آرام سے رات بسر کرنے کا بندوبست ہو سکے۔ ایسی جگہ کوئی ہوٹل ہی ہو سکتا تھا۔ اس چھوٹے سے شہر میں ایک ہی اچھا ہوٹل تھا۔ ماریا اس دو منزلہ ہوٹل میں آ گئی۔ اس کے کمرے اکثر خالی پڑے تھے۔ چھوٹے چھوٹے معمولی سے کمرے تھے۔ اوپر والی منزل پر تین کمرے تھے جو بند پڑے تھے۔ ماریا ایک کمرے کے بند دروازے میں سے گزر کر اندر چلی گئی۔

کھڑکی بند تھی۔ پردہ گرا تھا۔ دیوار کے ساتھ ایک پلنگ بچھا تھا۔ منہ ہاتھ دھونے کے لیے ٹب رکھا تھا۔ جگ پانی سے بھرا پڑا تھا۔ ایک کرسی میز بھی تھی۔ ماریا کے لیے یہ جگہ کافی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ دو تین دنوں میں گھوم پھر کر کسی نہ کسی سے یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائے گی کہ عنبر کہاں اور کس طرف گیا ہے۔ کیونکہ یہ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ عنبر اس شہر میں نہیں ہے — اس کا دل کافی پینے کو چاہا۔ وہ نیچے والے کاؤ بوائے ہوٹل میں آ گئی۔ یہاں شہر کے بدنام غنڈے قاتل اور پستول باز جمع تھے جو شریف لوگوں کی بے عزتی کرتے اور کبھی کبھی انہیں جان سے بھی مار دیتے تھے۔ ماریا کو کچھ معلوم نہیں تھا

کہ یہ لوگ کتنے خطرناک ہیں۔ وہ اس خیال سے بھی
ہوٹل میں آگئی تھی کہ شاید اسے عنبر کے بارے میں
کچھ خبر مل جائے۔

ہوٹل میں لوگ میزوں کے گرد بیٹھے کافی وغیرہ پی
رہے تھے۔ کاؤنٹر کے پیچھے ہوٹل کا مالک گاہکوں کو ناشتہ
بنا بنا کر دے رہا تھا۔ ماریا نے ذرا پرے جا کر کافی کا
ایک پیالہ اُٹھا لیا۔ پیالہ اس کے ہاتھ میں آتے ہی
غائب ہو گیا۔ ماریا کے اختیار میں یہ بات تھی کہ وہ
جب چاہے اپنے ہاتھ کی چیزوں کو غائب کر دے اور
جب چاہے انہیں ظاہر کر دے۔ اس وقت کافی کا
پیالہ اس کے ہاتھ میں غائب تھا۔ وہ کونے والی چھوٹی
سی گول میز کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی اور چاروں طرف
غور سے دیکھتی کافی پینے لگی۔ وہ ہر آنے والے پر بھی نظر
رکھے ہوئے تھی کہ شاید کہیں عنبر نہ آ جائے۔ باہر گھوڑوں
کی ٹاپوں کی آواز آئی اور دو غنڈے گھوڑوں سے اُتر کر
اندر آ گئے۔ شکل صورت سے ہی وہ بڑے خطرناک
قاتل لگ رہے تھے۔ اس قسم کے غنڈے آج سے ڈیڑھ
سو سال پہلے اس علاقے میں عام پائے جاتے تھے۔ وہ
قصبوں شہروں اور ہوٹلوں میں دندناتے پھرتے۔ جہاں سے

جو جی چاہتا اُٹھا کر کھا پی جاتے اور کسی کو قیمت ادا نہ کرتے
تھے۔ ماریا ان کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی۔ کیونکہ
وہ ایک بار پہلے بھی عنبر کے ساتھ اس قسم کے لوگوں
سے مل چکی تھی۔

دونوں غنڈے ہوٹل میں داخل ہو گئے۔ سیدھے کاؤنٹر
پر آئے۔ اپنی پستولیں کاؤنٹر پر سامنے رکھیں اور ہوٹل کے
مالک کو حکم دیا کہ کافی لائی جائے۔ ہوٹل میں خاموشی چھا گئی۔
سبھی لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ اب خون خرابہ ہو گا۔
کچھ شریف بوڑھے تو ہوٹل سے کھسک گئے۔ جو بیٹھے
رہے انہوں نے منہ دوسری طرف کر لیے اور سہمے ہوئے
انداز میں جلدی جلدی ناشتہ ختم کرنے لگے۔ ہوٹل کے
مالک نے دونوں غنڈوں کو کافی اور کھانے کو دیا۔ غنڈوں
نے جلدی جلدی ناشتہ کیا۔ پھر ایک غنڈے نے لوگوں
کی طرف منہ کر کے پستول تان لیا اور دوسرے غنڈے
نے ہوٹل کے مالک پر پستول تان کر حکم دیا۔

"جتنا کیش تمہاری تجوری میں ہے ہمارے حوالے کر دو۔"
غنڈے نے چمڑے کی تھیلی اس کی طرف بڑھا کر کہا
کہ وہ اسے بھر دے۔ ہوٹل کا مالک پریشان ہو گیا۔ بے چارے
کی ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ غریب کیا کر سکتا تھا۔ بے دلی

سے تھیلی میں کیش بھرنے لگا۔ غنڈہ ہنس رہا تھا۔ دوسرے
غنڈے نے لوگوں سے کہا:
"اگر کسی نے ذرا سی بھی حرکت کی تو میں گولی
سے اڑا دوں گا۔"
اب ماریا سے یہ ظلم نہ دیکھا گیا۔ اس نے ہمیشہ ظلم
کے خلاف جنگ کی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔
اُٹھتے وقت اس کی کرسی پیچھے گئی تو ساتھ والی میز پر
بیٹھے گاہک کی آنکھیں کھل گئیں کہ یہ کرسی اپنے آپ کیسے
پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے آنکھیں ملیں کہ شاید اس کی
نظر کا دھوکہ تھا۔
ماریا آہستہ آہستہ چلتی اس غنڈے کے پاس آگئی۔
جس نے گاہکوں کی طرف منہ کر کے پستول تان رکھا تھا۔
ماریا نے اس کے کان میں کہا:
"کیوں بھئی کیا خیال ہے تمہاری گردن توڑ ڈالوں؟"
غنڈہ ایک عورت کی آواز سن کر اچھل کر پرے ہو گیا۔
کیوں کہ اس کے پاس کوئی عورت نہیں کھڑی تھی۔ ماریا
نے اس کے پستول والے ہاتھ پر زور سے ہاتھ مارا۔ پستول
نیچے گر پڑا۔ ماریا نے پستول اُٹھا لیا۔ پستول اس کے ہاتھ
میں آتے ہی غائب ہو گیا۔ ماریا نے غنڈے کی گردن

پر نالی لگا کر کہا:
"یہاں سے بالکل نہ ہلنا۔ میں بھوت ہوں۔ تمہارا
پستول میرے پاس ہے۔ اگر بھاگے تو میں تم
کو جہاں بھی ہو گے وہاں پہنچ کر تمہیں ہلاک
کر ڈالوں گا۔"
دوسرے غنڈے نے چلّا کر کہا:
"اُلو کے پٹھے تمہارا پستول کہاں ہے؟"
پہلا غنڈہ کانپتی آواز میں بولا:
"کسی بھوت نے میری گردن کے ساتھ پستول
لگا رکھا ہے۔ میں اپنی جگہ سے ہلا تو یہ گولی
چلا دے گا۔"
دوسرا غنڈہ غرّایا:
"تم پاگل ہو گئے ہو۔ میں جا رہا ہوں۔ تم
جاؤ جہنم میں اپنے بھوت کے ساتھ۔"
دوسرے غنڈے نے کیش کی تھیلی اُٹھائی اور
پستول تانے ہوٹل کے دروازے کی طرف بڑھا۔ ماریا
نے پہلے غنڈے کو وہیں چھوڑا اور دوسرے غنڈے
سے دو دو ہاتھ کرنے اس کے پیچھے لپکی۔ اور اسے
دروازے میں ہی جا لیا۔ غنڈہ کیش کی تھیلی لیے باہر نکلنے

ہی لگا تھا کہ ماریا نے ایک میز پر سے رسّی کا ٹکڑا اٹھا کر اس کی گردن میں ڈالا اور اسے پیچھے کھینچنا شروع کیا۔ غنڈہ بوکھلا گیا۔ پیچھے دیکھا۔ پیچھے کوئی بھی نہیں تھا رسّی کا دوسرا سرا ہوا میں گُم ہو گیا تھا۔ ماریا کی طاقت بے پناہ تھی۔ اس نے پیچھے کو دھکا دیا تو غنڈہ گر پڑا۔ ماریا نے کیش کی تھیلی اٹھا کر ہوٹل کے مالک کے آگے پھینک دی۔ دوسرے غنڈے نے گولی چلا دی۔ ایک گولی گاہک کو لگی۔ وہ ڈھیر ہو گیا۔ دوسری گولی نے ایک دوسرے گاہک کو ہلاک کر دیا۔ ماریا نے پستول سے فائر کیا۔ پہلا غنڈہ گولی کھا کر گر پڑا۔ دوسرے کے گلے میں رسّی پڑی تھی۔ وہ رسّی کھول کر فائرنگ کرنے لگا۔ گولیاں کھڑکیاں توڑتی ہوئی نکل گئیں۔ لوگوں نے باہر کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ غنڈہ پستول چلاتا ایک طرف کو بھاگا کہ کھڑکی میں سے نکل جائے اور گھوڑے پر سوار ہو کر جان بچا لے مگر ماریا اسے معاف نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے دو آدمیوں کا خون کیا تھا۔ ماریا اُچھل کر ہوا میں اُڑی اور کھڑکی میں سے نکل کر سیدھی پستول باز قاتل غنڈے کے سر پر جا پہنچی۔

انسانی بلّی

پستول باز غنڈہ گھوڑے پر سوار گولیاں چلا رہا تھا۔ ماریا اس کے سر کے اُوپر آ گئی تھی۔ وہیں سے اس نے غوطہ لگایا اور غنڈے کے سر پر آن گری۔ غنڈہ نیچے گر پڑا اور اپنے ہی گھوڑے کے پاؤں تلے آ کر کچلا گیا۔ سارے شہر میں شور مچ گیا کہ بھوت نے غنڈوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ شہر میں خوف پھیل گیا۔ یہ خبر کاؤ بوائے نے بھی سُنی تو اُس کے کان کھڑے ہو گئے۔ اسے اپنے دوست عنبر کی بات یاد آ گئی۔ اس نے کہا تھا کہ اس کی بہن ماریا آئے گی تو وہ کسی کو دکھائی نہیں دے گی۔ اسے کہنا کہ میں میکسیکو چلا گیا ہوں۔

کاؤ بوائے نے بازاروں میں گھومنا شروع کر دیا۔ وہ اس ہوٹل میں بھی آیا۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے ماریا موجود تھی۔ سارا دن وہ ماریا کو تلاش کرتا رہا۔ لیکن وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے سوچنا شروع کیا کہ کون سی

ایسی ترکیب اختیار کرے کہ ماریا سے اس کی ملاقات
ہو جائے۔ آخر ایک ترکیب اس کی سمجھ میں آ گئی۔ یہ
ترکیب بڑی زبردست تھی۔ اس نے کھلم کھلا اعلان کرنا
شروع کر دیا کہ وہ بھوتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ لوگ یونہی
خوف زدہ ہو رہے ہیں۔ ہر دکان پر جا کر وہ خود ہی
بھوت کی بات چھیڑتا اور پھر بلند آواز میں کہتا:

"کہاں ہے بھوت؟ میرے سامنے آئے میں
اسے پستول سے گولی مار کر ہلاک کر سکتا ہوں۔"

اُونچی آواز میں وہ اس لیے کہتا کہ اگر ماریا وہاں
موجود ہو تو سُن لے۔ مگر ماریا اپنے ہوٹل کے کمرے میں
جا کر آرام کر رہی تھی۔ شام ہو گئی۔ ماریا ہوٹل کے کمرے
میں لیٹی ہوئی تھی کہ کمرے کا تالا کھول کر اس کا مالک
کسی گاہک کو لے کر اندر آ گیا۔ ماریا وہاں کسی کی مداخلت
برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ مالک گاہک کو کمرہ دکھانے
لگا تو ماریا نے پلنگ سے اُٹھ کر پانی کا جگ اُٹھا کر
گاہک کے سر پر دے مارا اور ساتھ ہی بھاری آواز
میں کہا:

"بھاگ جا یہاں سے۔"

ہوٹل کا مالک اور گاہک ڈر کر سر پر پاؤں رکھ کر

وہاں سے بھاگ گئے۔ اسی وقت سارے علاقے میں
شور مچ گیا کہ بھوت ہوٹل کی دوسری منزل کے کمرے
میں رہتا ہے۔ کاؤ بوائے اسی خبر کا انتظار کر رہا تھا۔
وہ سیدھا ہوٹل میں پہنچا اور اس کے مالک سے کہا کہ وہ
اس کے ہوٹل سے بھوت نکال دے گا۔

"مگر اس کے عوض میں ایک سو ڈالر لوں گا۔"

ہوٹل کا مالک سخت پریشان تھا۔ کہنے لگا:

"میں تمہیں ایک ہزار ڈالر دوں گا تم بھوت کو
نکال دو۔"

کاؤ بوائے نے کہا: "تم لوگ اسی جگہ ٹھہرو۔ میں
اُوپر جاتا ہوں بھوت کے پاس۔"

کاؤ بوائے دوسری منزل میں آ گیا۔ سامنے وہ کمرہ
تھا جہاں ماریا رہتی تھی۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ ماریا کو اندر
سے کنڈی لگانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ ادھر کوئی
نہیں آتا تھا۔ کاؤ بوائے نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر
چلا گیا۔ ماریا نے ایک سرپھرے نوجوان کو اندر آتے دیکھا
تو اسے سخت غصہ آیا۔ اس نے موم بتی جلائی۔ کمرے میں
روشنی ہو گئی۔ کاؤ بوائے کو موم بتی جلانے والی ماریا نظر نہ
آئی۔ ماریا نے میز پر رکھی ہوئی کتاب لگی۔ اٹھا کر کاؤ بوائے کو ماری۔

کاؤ بوائے کے سر پر کتاب لگی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اگر تم بھوت نہیں ہو اور تمہارا نام ماریا ہے تو میری بات غور سے سنو!"

اپنا نام اس اجنبی نوجوان کی زبان سے سن کر ماریا دنگ رہ گئی۔ اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ ماریا ہے؟ ماریا نے محبت سے کہا:

"تم — تم کون ہو؟"

کاؤ بوائے نے عورت کی آواز سُنی تو اس کی جان میں جان آئی کہ یہ بھوت نہیں ہے اور وہ ایک ہزار ڈالر جیت گیا ہے۔ اس نے کہا:

"کیا تم ماریا ہو؟"

"ہاں — میں ماریا ہوں۔ مگر تم میرا نام کیسے جانتے ہو؟ کون ہو تم؟"

کاؤ بوائے نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا:

"ماریا میری بات سنو! عنبر نے مجھے ایک پیغام دیا ہے جو تمہیں پہنچانا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ تم مل گئیں۔ میں اسی لیے شہر میں تمہاری مخالفت کرتا پھرتا تھا کہ تم گرمی کھا کر میرے مقابلے پہ آ جاؤ گی اور پھر میں تمہیں بتا سکوں گا کہ عنبر میرے ساتھ اپاچی قبیلے

میں قید تھا۔"

ماریا نے کہا: "اب وہ کہاں ہے؟"

کاؤ بوائے بولا:

"عنبر نے تمہارا یہاں بہت انتظار کیا۔ وہ اپاچی بستی میں ابی سلمان کی آخری اولاد زرگال کی تلاش میں تھا۔ یہاں آ کر اسے معلوم ہوا کہ زرگال کو میکسیکو کے جنگل میں ایک مایا خاندان کے قبیلے کے ہاتھ بیچ دیا گیا ہے۔ اور وہ میکسیکو کی طرف روانہ ہو گیا۔ جاتے ہوئے اس نے مجھے کہا تھا کہ ماریا یہاں ضرور آئے گی۔ اسے بتا دینا کہ میں میکسیکو کی طرف جا رہا ہوں۔"

ماریا نے کاؤ بوائے سے کہا:

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ کیا تم مجھے میکسیکو کو جانے والے راستے کے بارے میں کچھ بتا سکو گے؟"

کاؤ بوائے نے کہا:

"یہ شہر یہاں سے بہت دُور ہے۔ عنبر ایک قافلے کے ساتھ یہاں سے روانہ ہوا ہے۔ یہ قافلہ کوئی ایک مہینے میں وہاں پہنچے گا۔ اس سے اندازہ لگا

سکتی ہو کر میکسیکو کتنی دور ہے؟"
ماریا نے کہا: "قافلہ کس جگہ سے روانہ ہوتا ہے؟
کیا تم مجھے وہ سڑک دکھا سکتے ہو جہاں سے قافلہ
میکسیکو کو جاتا ہے؟"

"وہ سڑک یہاں سے تو ٹھیک سیدھی جاتی ہے مگر
آگے جا کر وہ پہاڑوں میں گم ہو جاتی ہے۔ آگے
کا راستہ مجھے بھی معلوم نہیں۔"

ماریا نے کچھ سوچ کر کہا: "تمہارا شکریہ۔ میں خود ہی
پہنچ جاؤں گی۔"

کاؤ بوائے نے پوچھا: "کیا تم ہوا میں اڑ سکتی ہو ماریا؟"

"ہاں"

اس کے بعد ماریا نے ایک بار پھر کاؤ بوائے کا شکریہ
ادا کیا اور اسے وہاں سے واپس بھیج دیا۔ رات ماریا نے
ہوٹل کے کمرے میں بسر کی۔ دوسرے دن وہ شہر سے باہر
نکل کر اس کچے راستے پر آ گئی جہاں سے میکسیکو کو جاتے
تھے۔ ماریا نے اس سڑک پر اڑنا شروع کر دیا۔ وہ سڑک سڑک
کر اڑ رہی تھی اور یوں کافی فاصلہ طے ہو رہا تھا۔ دوپہر
تک وہ ٹیکساس شہر سے بہت دور، پہاڑیوں سے نکل کر
خشک بنجر اور تپتے ٹیلوں میں آ گئی جہاں ریت ہی ریت

پھیلی ہوئی تھی۔ شام کے وقت صحرا میں اندھیرا پھیل گیا۔
ستارے چمکنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد آسمان پر اتنے ستارے
نکل کر چمکنے لگے کہ ان کی روشنی سے صحرا جگمگا اٹھا۔ ایسا
صحرا ماریا نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

دور صحرا میں ایک ٹیلے کے اوپر ماریا کو چراغ کی
روشنی دکھائی دی۔ وہ اس طرف ہوا میں اڑتی ہوئی پہنچ گئی۔
یہ روشنی ٹیلے پر بنے ہوئے ایک ایسے مکان سے آ رہی
تھی جس کی شکل کسی پرانے زمانے کے مندر سے ملتی جلتی
تھی۔ ماریا مکان کے پاس گئی۔ یہ محرابی چھوٹے سے دروازے
والا مکان تھا۔ جس کی چھت گول گنبد کی طرح تھی۔ دیوار
کے اوپر چھت کے پاس روشندان کا طاق تھا جس میں
سے روشنی کی کرنیں باہر نکل رہی تھیں۔

ماریا اچھل کر ہوا میں اوپر اٹھتی روشن دان کے پاس
پہنچ گئی۔ اس نے جھانک کر دیکھا۔ اندر ایک بلی کا سیاہ
بُت چبوترے کے اوپر بنا ہوا تھا اور دیا اس کے سر
کے اوپر جل رہا تھا۔ ماریا روشندان میں سے گذر کر اندر
چلی گئی۔ دیواروں پر فرعون مصر کے زمانے کی تصویریں
بنی ہوئی تھیں۔ بلی کافی بڑی تھی۔ اور ایک بات جس نے
ماریا کو حیران کیا اور کچھ دہشت زدہ بھی کیا، وہ یہ تھی کہ

بلّی کا سارا جسم بلّی ایسا تھا مگر اس کا چہرہ یعنی شکل
کسی خوب صورت عورت کی تھی۔ لمبی پلکوں والی بڑی بڑی
آنکھیں تھیں۔ لمبا ستواں ناک اور گول رخسار تھے۔ ہونٹوں
پر گہرے سرخ رنگ کی سرخی لگی تھی۔ بال گھنگھریالے سیاہ
تھے اور ماتھے پر پڑے تھے۔

یہ انسانی بلّی کا بڑا ہی حسین بُت تھا۔ سوال یہ تھا کہ
کیا یہاں انسانی بلّی کی پوجا ہوتی ہے۔ پھر یہ بُت یہاں
کس نے بنا دیا اور دیا بھی روشن کر دیا تھا۔ ماریا کے
دل میں اسی طرح کے سوال آ رہے تھے۔ اس نے
انسانی بلّی کے چاروں طرف گھوم کر اسے غور سے دیکھا
وہ ایک پتھر کا بت تھا اور سر کے اوپر دیا رکھا تھا جس
میں تیل بھرا ہوا تھا اور بتی آہستہ آہستہ جل رہی تھی۔ دیئے
کی لَو کی وجہ سے بلّی کے مجسّمے کا سایہ اس کے پاؤں پر
کانپ رہا تھا۔ ماریا کو دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ وہ ذرا
پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ محرابی دروازہ ذرا سا کھلا اور
ایک سیاہ پوش انسان اندر آ گیا۔ وہ بلّی کے مجسمے کے سامنے
آ کر کھڑا ہو گیا۔

ماریا نے دیئے کی روشنی میں دیکھا کہ وہ ایک بوڑھا
آدمی تھا۔ سیاہ رومال سر پر باندھے سیاہ لمبا کُرتہ پہنے ہوئے

تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر بلّی کے سر سے دیا اُٹھا کر
نیچے رکھ دیا۔

نیچے رکھتے ہی انسانی بلّی میں جان پڑ گئی۔ اس نے اپنی
بڑی بڑی انسانی آنکھیں گھما کر سیاہ پوش آدمی کی طرف دیکھا
اور باریک آواز میں پوچھا۔

"کیا خبر لاتے ہو؟"

سیاہ پوش بولا: "اے ملکہ صحرا! جادوگر سامری اور جنوں
کے بادشاہ نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ اور کہا
ہے کہ تاج پوشی پرسوں ہو گی جب کہ رات تاریک اور
گہری ہو گی۔ قبرستان کے سارے مردے قبروں سے
نکل کر آپ کا انتظار کریں گے۔"

انسانی بلّی نے کہا: "ہمیں خبر مل گئی۔ کھانے کے لیے
تازہ لاش کا بندوبست کر کے رکھا جائے۔ اب تم جاؤ۔"

سیاہ پوش نے سر جھکایا۔ پھر دیا اُٹھا کر بلّی کے سر پر
رکھ دیا۔ انسانی بلّی پھر سے پتھر بن گئی۔ سیاہ پوش آدمی جدھر
سے آیا تھا اُدھر سے نکل کر غائب ہو گیا۔ ماریا نے یہ طلسم
دیکھ کر تعجب کیا۔ سیاہ پوش کے جاتے ہی ماریا نے بھی
آگے بڑھ کر بلّی کے سر کا دیا اُٹھا کر نیچے رکھ دیا۔ انسانی
بلّی نے ایک بار پھر اپنی بڑی آنکھیں گھمائیں اور مسکرا کر کہا:
"ماریا! کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمہیں نہیں دیکھ رہی؟"

ماریا پریشان سی ہو گئی ۔ انسانی بلی دوبارا بولی :
"میں تمہیں دیکھ رہی ہوں اور میں یہ بھی جانتی ہوں
کہ تم عنبر کی تلاش میں جا رہی ہو ۔"
ماریا نے ادب سے کہا : "اے ملکہ صحرا ! میں تمہیں
سلام پیش کرتی ہوں مجھے بتاؤ تم کون ہو ؟ اور
عنبر سے میں کہاں مل سکوں گی ؟"
انسانی بلی نے کہا : "میں فرعون کے زمانے کی بلی
ہوں اور پانچ ہزار سال سے اس صحرائی کھنڈر میں
رہ رہی ہوں ۔ تم مجھے نہیں جانتیں ۔ مگر میں تمہیں
اور عنبر کو جانتی ہوں ۔ آج سے پانچ ہزار سال
پہلے میں نے عنبر کو دریائے نیل کے کنارے
راع کے مندر کے باہر کھیلتے دیکھا ہے ۔"
ماریا نے پوچھا : "عنبر اس وقت کہاں ہے ؟"
انسانی بلی نے کہا : "وہ اس وقت دریائے ایمزن
کے پار مایا مندر کی طرف سفر کر رہا ہے ۔ جہاں
اسے ابی الماس کی آخری اولاد زرگال کی تلاش ہے ۔"
ماریا نے کہا : "کیا تم مجھے عنبر کے پاس پہنچا سکتی ہو ؟"
انسانی بلی بولی : "وہ دریائے ایمزن پار کر چکا ہے اور
میری سلطنت صرف دریائے ایمزن کے اس طرف

تک ہے ۔ ہاں میں تمہیں دریائے ایمزن کے
کنارے پہنچا سکتی ہوں عنبر دریا پار ایک گھوڑا
گاڑی میں سفر کر رہا ہے ۔"
ماریا نے کہا : "اگر تم مجھے دریائے ایمزن تک پہنچا
دو تو میں بے حد شکر گذار ہوں گی ۔"
انسانی بلی نے کہا : "تم عنبر کی بہن ہو اور عنبر میرے
وطن کا رہنے والا ہے ۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتی
ہوں یاد رکھو تم ایک رات مایا مندر میں پہنچو گی ۔
جہاں دس ہزار سال پرانی دیوی الکندہ کی مورتی ہے ۔
اس مورتی کو میرا سلام کہنا ۔ بس اس سے زیادہ میں
تمہاری اور کوئی مدد نہیں کر سکتی ۔ اب تم آنکھیں
بند کرو تاکہ میں تمہیں دریا تک پہنچا دوں جو یہاں
سے پانچ ہزار میل دور ہے ۔"
ماریا نے آنکھیں بند کر لیں ۔ دوسرے لمحے انسانی بلی
کی آواز سنائی دی :
"آنکھیں کھول دو ۔"
ماریا نے آنکھیں کھولیں تو دن کی روشنی میں چاروں
طرف پھیلی ہوئی تھی اور وہ ایک سیاہ کالی چٹانوں کے
قریب ایک بہت بڑے دریا کے کنارے کھڑی تھی ۔ دریا

کا پاٹ اتنا چوڑا تھا کہ دوسرا کنارہ دھندلا دھندلا دکھائی
دے رہا تھا۔ پانی بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ ماریا انسانی
بلی کی کرامت پر حیران رہ گئی۔ ایک پل میں اس نے
پانچ ہزار میل کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ عنبر اسی دریا کی دوسری
جانب میکسیکو کے مایا مندر کی طرف سفر کر رہا تھا جہاں
اسے زرگال کی تلاش تھی۔

ماریا نے ارد گرد دیکھا۔ وہاں کوئی آدم یا آدم زاد نہیں
تھا۔ وہ اُڑ کر بھی دریا پار نہیں کر سکتی تھی۔ دور ایک جگہ
کنارے پر اسے کچھ لوگ کھڑے دکھائی دیئے۔ ماریا وہاں
آ گئی۔ یہ ایک چھوٹا سا گھاٹ تھا۔ یہاں ایک بہت
بڑی کشتی میں لوگ دریا پار کرنے کے لیے جمع ہو رہے
تھے۔ ماریا بھی اُن میں شامل ہو گئی۔ جب سارے مسافر
سوار ہو چکے تو کشتی دوسرے کنارے کی طرف روانہ ہوئی۔

یہ عجیب کپڑوں اور شکلوں والے لوگ تھے۔ ان کے
بال سیاہ اور لمبے تھے۔ آنکھیں پاکستانیوں ایسی تھیں اور
بالوں کی مانگ ریڈ انڈین کی طرح درمیان سے نکالتے تھے۔
وہ اپنی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ کشتی دوسرے کنارے
پر جا پہنچی۔ ماریا بھی کنارے پر اُتر گئی اور اس نے ایک
سڑک پر سفر شروع کر دیا جو کالے کالے پہاڑوں کے درمیان

چلی جا رہی تھی۔

اب ہم ناگ کی خبر لینے چلتے ہیں کہ اس کا سمندری جہاز
کہاں پہنچا ہے۔ ناگ بادبانی جہاز میں سوار سمندر میں سپین
کی طرف سفر کر رہا تھا۔ اس کے پاس سفید سانپ کا مہرہ
تھا جس کو منہ میں رکھ کر وہ غائب ہو کر انسانی شکل میں
ہوا میں اُڑ سکتا تھا۔ اس مہرے کے ساتھ اسے ضرورت
نہیں تھی کہ وہ جانور یا پرندہ بن کر اُڑے۔ پہلے وہ غائب
نہیں ہو سکتا تھا۔ اس مہرے کی وجہ سے وہ غائب بھی
ہو سکتا تھا۔

سمندری جہاز افریقہ کا چکر کاٹ کر جب بحیرہ روم میں
داخل ہوا تو آسمان پر اچانک گھنے گھنے سیاہ بادل آنا شروع
ہو گئے۔ ہلکی ہلکی ہوا چلنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہوا نے
طوفان کی شکل اختیار کر لی۔ بادل زور سے گرجنے لگا۔
موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ جہاز کے بادبان لپیٹ
دیئے گئے۔ مسافروں میں افراتفری مچ گئی۔ جہاز بُری
طرح ڈولنے لگا۔ طوفان کا زور بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔
جہاز بے قابو ہو کر طوفانی لہروں پر اِدھر اُدھر اُچھلنے لگا۔
آخر وہ بڑے بھیانک دھماکے کے ساتھ کسی سمندری چٹان
سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گیا۔

ناگ جہاز کے عرشے پر کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔
جب جہاز چٹان سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہوا تو اس نے سفید
سانپ کا مہرہ منہ میں رکھ لیا۔ اسی وقت وہ غائب ہو کر
آسمان پر اوپر اُٹھ گیا۔ اور آہستہ آہستہ ہوا میں اُڑنے لگا۔
ناگ نے اوپر ہی سے دیکھا کہ جہاز کو طوفانی لہروں نے
نگل لیا تھا اور اس کا نشان بھی باقی نہیں رہا تھا۔ اس
نے سمندر کے اوپر جہاں جہاز ڈوبا تھا ایک چکر لگایا کہ
شاید کوئی مسافر بچا ہو تو وہ اسے اُٹھا کر لے جائے مگر جہاز
کے سارے کے سارے مسافر بھی ڈوب چکے تھے۔

ناگ نے ایک طرف اُڑنا شروع کر دیا۔ اسے کچھ معلوم
نہ تھا کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔ بادل چھائے ہوئے تھے اور
بارش اسی طرح موسلا دھار ہو رہی تھی۔ ناگ کو اُڑتے کافی
دیر گذر گئی تو بارش تھمی اور بادلوں میں سے سورج کی
سُرخ روشنی نے جھانکا۔ ناگ نے اندازہ لگایا کہ سورج غروب
ہو رہا ہے۔ وہ اُڑتا چلا گیا۔ شام ہو رہی تھی کہ اس کو دُور
ساحل کی روشنیاں دکھائی دیں۔ اس کی جان میں جان آئی۔
اگرچہ اُڑتے اُڑتے وہ ایک پل کے لیے بھی نہیں تھکا
تھا مگر وہ تنگ آگیا تھا۔ روشنیاں قریب آنے لگیں۔
آخر ناگ سمندر کے ساحل پر ایک جگہ چٹانوں کے

قریب ریت پر اُتر آیا۔ زمین پر اُترتے ہی وہ ظاہر ہو گیا۔
اس نے مہرہ منہ سے نکال کر جیب میں رکھا اور شہر کی
طرف روانہ ہوا۔ چلتے چلتے وہ ایک پتھریلی سڑک پر آگیا۔
ایک گھوڑا گاڑی تیزی سے گذر گئی۔ ناگ نے ہاتھ دیا۔ گاڑی
نہ ٹھہری۔ کچھ دیر بعد ایک اور گھوڑا گاڑی گذری تو ناگ
نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دُور جا کر سڑک پر گاڑی رُک گئی۔
ناگ بھاگ کر اس کے پاس گیا۔ ایک خوب صورت
عورت نے سر باہر نکال کر ناگ کو دیکھا:

"تم کون ہو؟"

ناگ نے کہا: "میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ میں
ملک مصر کا رہنے والا ہوں۔ اپنی ایک بہن کی
تلاش میں یہاں آیا تھا جو گم ہو گئی ہے۔ کیا آپ
مجھے شہر لے چلیں گی؟"

عورت مسکرائی اور ناگ کو گاڑی میں بٹھا لیا۔ گاڑی
اندر سے بڑی خوب صورت تھی۔ ایک میٹھی خوشبو پھیلی
تھی۔ عورت سُرخ و سپید تھی۔ سر پر زرد تنکوں والا بڑا
ہیٹ پہن رکھا تھا۔ جس میں کاغذ کے پھول لگے تھے۔
اس کا گاؤن پھولا ہوا تھا۔ اس نے ناگ سے پوچھا:

"تمہاری بہن کہاں کھو گئی تھی؟"

ناگ نے کہا: "وہ مصر میں ہمارے مکان کے باہر
کھیل رہی تھی کہ بردہ فروش اسے اُٹھا کر لے گئے
میں اس کی تلاش میں ایک سمندری جہاز میں سفر
کر رہا تھا کہ جہاز غرق ہو گیا۔ میں بڑی مشکل سے
یہاں ساحل تک پہنچا ہوں۔ اس شہر کا نام کیا ہے؟"
خوب صورت عورت نے کہا: "تم وینس شہر میں ہو
نہروں اور پھولوں کا شہر ہے۔ میرا نام ازابیلا ہے
میں اس شہر کے ایک رئیس کی بیٹی ہوں۔"
ناگ نے کہا: "آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔
بس آپ مجھے شہر لے جا کر چھوڑ دیجئے گا۔"
ازابیلا نے مسکرا کر کہا: "تم اجنبی ہو۔ کہاں جاؤ گے
اور پھر تم اپنی بہن کی تلاش میں ہو۔ پریشان
ہو گے۔ تم ہماری حویلی میں ٹھہر جاؤ۔ جب تمہیں
بہن مل جائے تو بے شک واپس چلے جانا۔"
ناگ نے کچھ سوچ کر کہا: "شکریہ۔ میں آپ کا احسان
ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"
ناگ نے سوچا کہ جب تک اسے یہ معلوم نہیں ہو
جاتا کہ سپین کو سمندری جہاز وہاں کب اور کس روز جاتا
ہے وہ اسی خوب صورت عورت ازابیلا کی حویلی میں ہی

رہے گا۔ گاڑی اب شہر میں داخل ہو گئی تھی۔ دکانوں پر
تیل کے چراغ روشن تھے۔ گھوڑوں کے سم اینٹوں سے
بنی ہوئی سڑکیں پر آواز پیدا کر رہے تھے۔ شام کے بعد
رات کا اندھیرا بازاروں میں اُتر آیا تھا۔ گاڑی ایک جگہ
رُک گئی۔ ازابیلا نے ناگ کو ساتھ لیا اور گاڑی سے باہر
آ گئی۔ ناگ نے دیکھا کہ سامنے پانی میں مکان کھڑے
تھے۔ یہ نہریں اس شہر کی گلیاں تھیں۔ نہروں میں کشتیاں
چل رہی تھیں جن کو یہاں کے لوگ گنڈولا کہتے تھے۔
ایک شاندار کشتی فوراً وہاں آ گئی جسے دو حبشی چلا رہے
تھے۔ ازابیلا نے ناگ کو ساتھ لیا اور کشتی میں سوار ہو گئی۔
کشتی نہروں سے ہوتی۔ کئی ایک مکانوں کے آگے سے گذر
کر ایک پُل کے نیچے سے نکل کر بائیں جانب ایک حویلی
کے باہر والے برآمدے کے ساتھ آ کر لگ گئی۔ ناگ نے
دیکھا کہ حویلی تین منزلہ تھی اور قلعے کی طرح کی تھی۔ اس کی
لمبی لمبی کھڑکیوں میں کہیں کہیں روشنی ہو رہی تھی۔ بڑی پُراسرار
سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ دو حبشی غلام ازابیلا کو لینے
وہاں کھڑے تھے۔ ازابیلا کو انہوں نے جھک کر سلام کیا۔
ازابیلا نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:
"انہیں مہمان خانے میں پہنچا دو۔"

اور خود بڑی شان سے چلتی حویلی کے صدر دروازے
میں داخل ہو گئی۔ حبشی غلاموں نے بڑی حقارت بھری نظروں
سے ناگ کی طرف دیکھا۔ ایک نے دوسرے سے اپنی
زبان سے کہا:
"یہ تو کوئی قصاب لگتا ہے۔ کہاں سے آ گیا یہ سوّر؟"
دوسرا بولا: "چھوٹی بیگم صاحبہ بھی خوب ہیں۔ ہر کسی
اُلو کے پٹھے کو اُٹھا لاتی ہیں۔"
انہیں کیا خبر تھی کہ ناگ اُن کی زبان خوب سمجھتا ہے۔
ناگ نے کوئی بات نہ کی۔ ایک حبشی نے اشارہ کیا اور
ناگ سے وینس کی عام زبان میں کہا:
"چلو۔"
حبشی ناگ کو لے کر حویلی کے پچھواڑے ایک کمرے میں
آ گیا۔ تنگ سا نیچی چھت والا کمرہ تھا۔ لکڑی کے پلنگ پر
گدا بچھا تھا۔ لمبی کھڑکی کے پاس میز پر پانی کا جگ اور
ٹب رکھا تھا۔ غسل خانہ ساتھ ہی بنا ہوا تھا۔ دیوار پر گول
شیشہ لگا تھا۔ طاق میں موٹی موم بتی رکھی تھی۔ حبشی نے
موم بتی روشن کی اور ناگ سے سختی سے پوچھا:
"کیا کھاؤ گے؟"
ناگ نے بڑی نرمی سے کہا: "میں صرف کافی اور

ڈبل روٹی لوں گا شکر
حبشی نے نفرت سے منہ بنایا اور دروازہ زور سے بند
کر کے چلا گیا۔ ناگ نے غسل خانے میں جا کر منہ ہاتھ دھویا
بال ٹھیک کیے۔ بھیگے ہوئے کپڑوں کو نچوڑ کر پھر پہن لیا۔
اور پلنگ پر آ کر ماریا اور عنبر کے بارے میں غور کرنے لگا
کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہوں گے۔ اس نے دل
ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ صبح اُٹھتے ہی وہ بندرگاہ پر جا
کر یہ معلوم کرے گا کہ سپین کو جہاز کب روانہ ہوتا ہے اور
پھر اس جہاز پر سوار ہو کر اس شہر اور حویلی کو چھوڑ دے گا۔
ویسے بھی اس کا اس حویلی میں کوئی کام نہیں تھا۔
کچھ دیر بعد حبشی اس کے لیے کافی اور ڈبل روٹی
لے کر آ گیا۔ یہ چیزیں میز پر رکھ کر اس نے اپنی حبشی
زبان میں گویا اپنے آپ سے کہا:
"کھاؤ سوّر کے بچے۔"
ناگ نے اسی حبشی کی زبان میں کہا:
"تم بھی کھاؤ سوّر کے بچے۔"
حبشی پر تو جیسے بجلی گر پڑی:
"کیا ——— کیا تم ہماری زبان ......"
"ہاں ———" ناگ نے کہا: "میں تمہاری زبان جانتا

ہوں۔ اس سے پہلے کہ میں تمہاری گردن اُتار کر تمہارے ہاتھ پر رکھ دوں یہاں سے باہر دفع ہو جاؤ۔"

ناگ کے اُن الفاظ پر حبشی ڈر کر باہر نکل گیا۔ ناگ نے تھوڑی سی ڈبل روٹی کھائی اور کافی پینے لگا۔ اُسے ان چیزوں کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن وہ اپنے آپ کو ذرا گرم کرنا چاہتا تھا۔ رات کے کھانے پر ازابیلا نے ناگ کو اپنے باپ سے ملایا۔ ادھیڑ عمر کا شخص بڑا شریف رئیس تھا۔ ازابیلا اس کی اکلوتی بیٹی تھی اور کروڑوں کی جائیداد کی مالک تھی۔ ناگ نے اُن کے ساتھ مل کر بڑا پُرتکلف کھانا کھایا۔ ازابیلا اسے چھوڑنے اس کے کمرے تک آئی۔ ناگ اس کی مہمان نوازی سے بڑا متاثر ہوا۔ ازابیلا شب بخیر کہہ کر چلی گئی۔ ناگ بستر پر لیٹ گیا۔

اس نے موم بتی گل کر دی تھی۔ لمبی کھڑکی میں سے چاند کی کرنیں اندر آ رہی تھیں اور کمرہ نیم روشن ہو گیا تھا۔ باہر وینس کی نہروں میں دور کسی کشتی والے کے گانے کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔ ازابیلا نے کھانے پر ناگ کو بتایا تھا کہ وینس میں نہر کے اُوپر ایک پُل ہے جس کو آہوں کا پل کہتے ہیں۔ اس پُل کے اوپر ایک پُرانی حویلی بنی ہوئی

ہے جس میں برسوں سے کوئی نہیں رہتا۔ آدھی رات کے بعد اس حویلی میں سے کسی عورت کے آہیں بھرنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اس آواز کو پُل کے نیچے سے گزرتے کشتی بانوں نے کئی بار سُنا ہے۔ ناگ پلنگ پر لیٹا اُس آہوں کے پُل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

رات بڑی خاموش تھی۔ اسے ایسا سنائی دیا جیسے باہر حویلی کے دالان میں پتھروں پر دو تین آدمی دبے پاؤں چل رہے ہیں۔ ان کے قدموں کی آواز ناگ کو صاف سنائی دے رہی تھی۔ ناگ نے سوچا کہ نوکر ہوں گے جو رات کو حویلی میں پہرہ دیتے ہیں۔ وہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے ابھی آنکھیں بند ہی کی تھیں کہ حویلی میں نوکروں کا شور مچ گیا۔ ناگ کے کان کھڑے ہو گئے۔ شور بڑھتا گیا۔ پھر ایسی آوازیں آئیں جیسے کوئی کسی کو پکڑنے کے لیے کہہ رہا ہو۔ ایسا لگتا تھا کہ حویلی میں چور گھس آئے ہیں۔ ناگ جلدی سے اُٹھ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ حبشی ملازم افراتفری میں ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ ناگ نے ایک کو پکڑ کر پوچھا کہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے کانپتی آواز میں بتایا کہ ڈاکو ازابیلا کو اُٹھا کر لے گئے ہیں۔ ناگ کے پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔

وہ بھاگا بھاگا اوپر کی منزل کے کمرے کی طرف گیا۔ وہاں ازابیلا کا باپ سر پکڑے اداس اور پریشان بیٹھا تھا۔ معلوم ہوا کہ چار ڈاکو اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔ اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا اور پھر ازابیلا کو اٹھا کر لے گئے۔ ناگ نے ازابیلا کے باپ کو تسلی دی اور کہا کہ وہ ازابیلا کو ضرور ڈھونڈ نکالے گا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ابھی اس کی تلاش میں جاتا ہوں۔"

ناگ آدھی رات کو ہی حویلی سے باہر نکل آیا اور جدھر ڈاکو گئے تھے اُدھر کو چل پڑا۔ وینس کی گلیاں سنسان پڑی تھیں۔ کونوں پر کہیں کہیں تیل کے لیمپ روشن تھے۔ مکانوں میں بھی اندھیرا تھا۔ ناگ نے مہرہ منہ میں رکھا اور غائب ہو کر ہوا میں اڑنے لگا۔ وہ غیبی پرندے کی طرح اندھیری گلیوں میں اِدھر اُدھر اُڑتا پھر رہا تھا۔ ڈاکوؤں کا کہیں سراغ نہیں مل رہا تھا۔ سب مکانوں میں اندھیرا تھا۔ ناگ اُڑتا اُڑتا نہروں کے اوپر آ گیا۔ ہر طرف پانی میں مکان کھڑے تھے۔ ناگ نے ایک پُل دیکھا جو پانی کے اوپر دو مکانوں کو آپس میں ملا رہا تھا اور اس پُل پر ایک سہ نشین بنی ہوئی تھی جو اوپر سے

بند تھی اور کھڑکیوں پر لکڑی کی جالیاں لگی تھیں۔ اچانک ناگ کو ازابیلا کا بتایا ہوا آہوں کا پُراسرار پُل یاد آ گیا۔ یہی وہ حویلی تھی جس میں سے آدھی رات کو کسی عورت کی روح کی آہیں بھرنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ناگ نے سوچا کہیں ڈاکو ازابیلا کو لے کر اسی حویلی میں تو نہیں چھپے ہوئے؟ ناگ آہوں کے پُل کی طرف اُڑنے لگا۔

وہ پُل کے نیچے سے اُڑ کر دوسری طرف نکل گیا۔ ادھر پُراسرار اُجڑی ہوئی حویلی کا صحن تھا۔ ناگ اس صحن میں اُتر گیا۔ گرد آلود صحن کے پتھروں پر اُترتے ہی وہ ظاہر ہو گیا۔ ناگ نے سوچا کہ اسے سانپ کی شکل میں حویلی کی تلاشی لینی چاہیے تاکہ ڈاکو اسے انسانی شکل میں دیکھ کر وہاں سے فرار نہ ہو جائیں۔ ناگ نے گہرا سانس بھرا اور چھوٹا سا سیاہ سانپ بن کر رینگتا ہوا حویلی کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

سیڑھیوں میں گھُپ اندھیرا تھا۔ لیکن سانپ بن جانے کے بعد ناگ اب اندھیرے میں بھی اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر حویلی کی دوسری منزل کے دروازے پر آ گیا۔ دروازہ بند تھا اور اندر گہری موت ایسی خاموشی تھی۔ سانپ ایک سوراخ میں سے گذر کر حویلی کے پہلے بڑے کمرے میں آ گیا۔ اس کمرے میں پرانے زمانے کی لکڑی کا فرنیچر پڑا

تھا جس پر گرد کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ دیوار پر تصویریں لگی تھیں۔ جن میں سے کچھ تصویریں ٹیڑھی ہو گئی تھیں۔ چھت سے جالے لٹک رہے تھے۔ آتشدان میں بھی مکڑیوں نے جالے تان رکھے تھے۔ ناگ فرش پر رینگتا دوسرے کمرے کی طرف بڑھا۔ اس کمرے کا دروازہ بھی بند تھا۔ ناگ نے ذرا سا زور لگایا۔ دروازہ اندر سے کسی نے بند کر رکھا تھا۔ اچانک کمرے میں سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی ٹھنڈی ٹھنڈی آہیں بھر رہا ہو۔ یہ آوازیں پہلے دور سے آ رہی تھیں پھر ناگ کے بالکل قریب آگئیں۔ ناگ کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے!!

◎

یہ سرد آہیں کس کی تھیں؟
انڈابیلا کو ناگ نے ڈاکوؤں کے جنگل سے کیسے بچایا؟
ماریا کی انسانی بلی سے پھر کہاں ملاقات ہوئی؟
اور عنبر کس طرح مایا مندر میں پہنچا۔
ماریا ناگ عنبر سیریز کی قسط نمبر ۲ بعنوان "سانپوں کا جنگل" میں پڑھیے گا۔

عمران، ریحان ایڈونچر

سُناتا، جالانگ اور پادری

مصنف: اے حمید

- پاگل رابن ہڈ کیا چاہتا تھا؟
- مورچے میں موجود لڑکی کون تھی؟
- عمران نے ترس کا روپ کیوں دھارا؟
- جیل، شکنجہ، پھانسی کی کوٹھڑی اور پادری۔
- عمران موت کے منہ سے کیسے نکلا؟

اِن سب سوالات کے جوابات کے لیے عمران ریحان ایڈونچر کی کہانی "سُناتا، جالانگ اور پادری" پڑھیے، شائع ہو گئی ہے۔

قیمت: پانچ روپے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk
ریٹائرڈ
مراد انسپکٹر رضوی اور موتی کے
کارناموں پر
مشتمل
ستار طاہر کے ۲۴ ناول
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
(۱) قتل کی رات ۴/-
(۲) قاتلوں کا تعاقب ۴/-
(۳) خطرناک راہیں ۴/-
(۴) انصاف کا دن ۴/-
(۵) لکڑی کی چابی ۴/-
(۶) مکھی کا قتل ۴/-
(۷) نیلی آنکھیں ۴/-
(۸) زندہ قبر ۴/-
(۹) اندھا لڑکا اور موتی ۴/-
(۱۰) موتی کا اغوا ۴/-
(۱۱) موتی آسمان پر ۴/-
(۱۲) موتی کی واپسی ۴/-
(۱۳) ڈھول کا پول ۴/-
(۱۴) موتی بڑھیا اور گلیکسی ۴/-
(۱۵) اصلی نقلی ۴/-
(۱۶) فصیل کا راز ۴/-
(۱۷) جس رات شہر میں قتل ہوا ۴/-
(۱۸) بھوت اور موتی ۴/-
(۱۹) ایک سے بڑھ کر ایک ۴/-
(۲۰) موتی اور سمگلر ۴/-
(۲۱) ٹیلی فون پر موت ۴/-
(۲۲) پیلا لفافہ ۴/-
(۲۳) شیشے کا آدمی (زیر طبع) ۴/-
(۲۴) برف پر خون (زیر طبع) ۴/-
یہ ناول آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے خریدیے یا براہ راست ہم سے منگوائیے!
مکمل سیٹ منگوانے کی صورت میں محصول ڈاک ہمارے ذمہ ہوگا!
مکتبہ اقرأ - ۱۴ - بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

سانپوں کا جنگل

اے حمید

انوار الادب لائبریری
تغلق روڈ۔ کوٹلہ تولیخان۔ ملتان
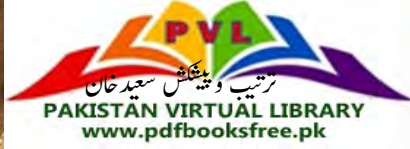
پیارے دوستو!

پچھلی قسط میں آپ پڑھ چلے ہیں کہ ناگ مزابیلا کی تلاش میں یونس شہر کی پُراسرار اجاڑ حویلی میں آدھی رات کو سانپ بن کر داخل ہوتا ہے۔ اس حویلی کے متعلق مشہور ہے کہ آدھی رات کے بعد کسی بھٹکی ہوئی روح کی سرد آہوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ ناگ سانپ کے روپ میں حویلی کے ویران کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ اسے ایسی آواز سنائی دیتی ہے جیسے دُور دور تک سمندر کی لہریں چٹانوں سے ٹکرا رہی ہوں۔ پھر جیسے کوئی عورت ٹھنڈی آہ بھر کر سائے کی طرح اس کے قریب سے گزر جاتی ہے کیا یہ روح تھی؟ ناگ سوچتا ہے اور ساتھ والی کوٹھڑی میں داخل ہوتا ہے اس نے روح کے سائے کو اسی کوٹھڑی میں جاتے دیکھا تھا۔ پھر کیا ہوا؟ یہ آپ خود پڑھیے گا!!

اے حمید

سرکولیشن، پروڈکشن انچارج
جلال انور

قیمت ۵ روپے

بار اوّل ــــــ ۱۹۸۳ء
ناشر: نیا مکتبہ اقرا، حافی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

ترتیب

شہزادی کی بے چین روح

ناگ اس وقت سانپ کی شکل میں تھا۔

اندھیرے میں وہ دروازے کے سوراخ میں سے دوسرے کمرے میں نکل گیا۔ بھٹکتی ہوئی روح کی ٹھنڈی آہوں کی رونگٹے کھڑے کر دینے والی آواز اسی کمرے سے آرہی تھی۔ سانپ کمرے کے گرد آلود فرش پر رینگتا ہوا کونے میں آکر سمٹ کر بیٹھ گیا اور تماشہ کرنے لگا کہ دیکھو اس پُراسرار حویلی میں کونسی شہزادی کی روح رہتی ہے کہ جو آدھی رات کو آکر آہیں بھرتی رہتی ہے۔

ناگ نے وینس کے رئیس اور ازابیلا کے باپ سے اس ویران حویلی کے بارے میں اسی قسم کی باتیں سنی تھیں۔ سانپ کی آنکھیں اندھیرے میں دیکھ سکتی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک اونچی چھت والا کمرہ ہے جس کی دیلواروں اور چھت کے ساتھ مکڑیوں نے بے شمار جالے بُن رکھے تھے۔ لمبے بیضوی بڑے میز پر رکھے ہوئے شمع دانوں سے بھی جالا لپٹا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ صدیوں سے اس کمرے میں کوئی نہیں آیا تھا اور یہ بند پڑا تھا۔

سچ مچ وہ بھٹکتی ہوئی روحوں کا گھر لگتا تھا۔ سانپ اندھیرے
کمرے کے کونے میں بیٹھا خاموشی اور تیز سرخ آنکھوں سے
چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

ٹھنڈی آہوں کی آواز اب نہیں آرہی تھی۔ کہیں یہ
ڈاکوؤں کی شرارت تو نہیں ہے؟ ہو سکتا ہے وہ ازابیلا کو
اغوا کر کے یہاں لے آئے ہوں اور اب شعبدہ بازی کر رہے
ہوں۔ مگر انہیں شعبدہ بازی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ناگ
کو انسانی شکل میں تو انہوں نے دیکھا ہی نہیں۔ ضرور یہ کوئی
بھٹکتی ہوئی روح ہے۔ شہزادی والی کہانی سچ معلوم ہوتی ہے۔
ناگ کا ذہن اس قسم کی باتیں سوچ رہا تھا کہ آہوں کی آواز
لرزتی کانپتی دور سے ہوا کے جھونکے کی طرح آئی اور سانپ
کے جسم سے ٹکرا کر گذر گئی۔ سانپ کا جسم ٹھنڈا ہو گیا۔
آواز کا جھونکا بے حد سرد تھا۔

سانپ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے بڑی گول میز پر رکھے
شمع دان کو دیکھا۔ اس کے سرے پر لگی بڑی موم بتی آہستہ آہستہ
روشن ہو رہی تھی۔ زرد رنگ کا ننھا سا شعلہ اوپر کو ابھر رہا
تھا۔ کمرے میں دھندلی موم بتی کی روشنی پھیل گئی۔ یہ روشنی
بڑی پُراسرار تھی اس نے اندھیرے سے زیادہ فضا کو دہشت ناک
بنا دیا۔ ناگ چپ چاپ دیوار کے ساتھ لگا یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔

موم بتی روشن ہو گئی تھی۔ اس کا انگلی کی طرح اٹھا ہوا
زرد شعلہ بالکل ساکت تھا۔ ذرا بھی نہیں کانپ رہا تھا۔ پھر
ناگ نے دیکھا کہ موم بتی کے قریب زرد روشنی کے دائرے
میں دھیرے دھیرے ایک شکل ابھرنے لگی۔ یہ ایک عورت
کی شکل تھی۔ اس کا چہرہ بہت خوبصورت مگر اداس تھا۔
سر پر ہیرے جواہرات والا تاج تھا۔ بال شانوں پر بکھرے
ہوئے تھے۔ چہرہ پھیکا پھیکا غم زدہ تھا۔ آنکھوں سے آنسو
بہہ رہے تھے۔ یہ کوئی شہزادی معلوم ہو رہی تھی۔ ناگ اُسے
غور سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ دیکھتے دیکھتے شہزادی نے
چہرہ اوپر اٹھایا اور ناگ کو ایک بار [illegible] کی ٹھنڈی آہ کی
آواز سنائی دی۔

اب اس آواز میں سسکی لینے کی آواز بھی تھی۔

ناگ اس پُراسرار طلسم کو غم اور حیرت سے دیکھ رہا تھا۔
کیا یہ کسی حسرت زدہ شہزادی کی روح کی شکل ہے؟
شہزادی کی اداس روح کی سرد آہ اور سسکی کی وجہ سے
موم بتی کی لَو تھرتھرانے لگی اور پھر اس کا شعلہ آہستہ آہستہ
نیچے ہوتا چلا گیا۔ کمرے کی دھندلی پُراسرار روشنی سمٹ کر موم
بتی کی طرف جانے لگی اور تھوڑی دیر کے لئے موم بتی کا ننھا
سا شعلہ ایک سرخ نقطہ بن کر چمکا اور پھر بجھ گیا۔ کمرے

بس ایک بار پھر وہی دہشت ناک اندھیرا پھیل گیا۔
شہزادی کا چہرہ دھندلا ہوتے ہوتے پھیکا پڑ چکا تھا۔
ناگ نے چاہا کہ کیوں نہ وہ سگنل کی لہروں کی زبان میں
اس روح سے بات کرنے کی کوشش کرے۔ اس نے سانپوں
کی زبان میں ایک طاقت ور سگنل روح کی طرف بھیجا۔
سگنل کا سوال یہ تھا۔ "تم کس کی روح ہو؟"
سگنل بھیجتے ہی ناگ نے دیکھا کہ شہزادی کا اداس چہرہ بے چین
سا ہو گیا۔ اس نے اپنی سیاہ آنسوؤں بھری آنکھیں اٹھا کر اس
کونے کی جانب دیکھا جہاں ناگ سانپ کی شکل میں کنڈلی مارے
بیٹھا تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ اس کا سگنل روح نے وصول کر لیا
ہے۔ کچھ وقت تک شہزادی کا چہرہ اندھیرے کونے کی طرف
تکتا رہا۔ پھر ناگ نے بھی ایک سگنل وصول کیا۔
"میں شہزادی اوفیلیا کی روح ہوں۔ تم کون ہو۔
یہاں کیسے آگئے ؟"
ناگ نے سگنل کی زبان میں کہا۔
"میں سانپ ہوں۔ میرا نام ناگ ہے۔ میں روحوں
کی زبان جانتا ہوں۔ مجھے تمہاری ٹھنڈی آہیں یہاں
کھینچ لائی ہیں۔ تم اداس کیوں ہو؟ تمہاری آنکھوں
میں آنسو کیوں ہیں؟"

شہزادی کی روح نے درد بھری آواز میں کہا۔
"تم سانپ ہو۔ تم میری مدد نہیں کر سکتے۔"
ناگ نے کہا۔
"میں سانپ ضرور ہوں۔ مگر میں جب چاہوں انسان کی
شکل میں بدل سکتا ہوں۔"
اور اس کے ساتھ ہی سانپ نے ناگ کی انسانی شکل اختیار کر لی
شہزادی کی روح نے اداس پلکیں اٹھا کر ناگ کو دیکھا اور کہا۔
"شکل سے تم شمالی افریقہ کے نوجوان لگتے ہو۔"
ناگ نے کہا۔
"میں مصر کا رہنے والا ہوں اور آج سے ہزاروں سال
پہلے دریائے نیل کے کنارے ایک دلدلی جنگل میں رہا
کرتا تھا۔ لیکن سب سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا دکھ
کیا ہے؟ تمہیں کس بات کا غم ہے؟ تمہاری روح
بے چین کیوں ہے؟"
اداس شہزادی کی روح بولی۔
"میں آج سے پچیس برس پہلے اس حویلی میں شہزادیوں
کی زندگی بسر کرتی تھی۔ میرا باپ اس شہر کا سب سے
امیر سوداگر تھا۔ میں اکیلی اپنے ماں باپ کی بے شمار
دولت کی وارث تھی۔ پھر میری شادی ہو گئی اور خدا

نے مجھے ایک چاند سا لڑکا دیا۔ مجھے اپنے بچے سے بڑا
پیار تھا۔ میرا بیٹا دس برس کا ہوا تو اس کا باپ
خدا کو پیارا ہو گیا۔ میرا ایک چچا بھی تھا۔ میرے
ماں باپ کے مرنے کے بعد میرا بیٹا ساری جائیداد
کا وارث بننے والا تھا۔ ظالم چچا خود ساری جائیداد پر
قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ ایک روز وہ میرے بیٹے کو ورغلا
کر فلورنس شہر کے جنگل میں لے گیا۔ وہاں اُس نے
میرے لختِ جگر کو قتل کر کے اندھے کنوئیں میں پھینک
دیا۔ تین دن بعد مجھے اس کی لاش ملی تو میں نے بھی
اسی کنوئیں میں کود کر خودکشی کر لی۔ تب سے لے
کر آج تک میری روح اسی حویلی میں بھٹکتی پھر رہی
ہے۔ میرے بچے کی روح جنت کے ایک حسین محل
میں میرا انتظار کر رہی ہے۔ لیکن میں جب تک اس
کے قاتل چچا سے اپنے بیٹے کے قتل کا بدلہ نہ لے لوں
اوپر جنت میں اپنے بیٹے کے حسین محل میں نہیں جا سکتی۔"
شہزادی کی روح کی دردناک کہانی سُن کر ناگ نے پوچھا۔
"تم اپنے بچے کے قاتل سے انتقام کیوں نہیں لیتیں؟"
روح نے کہا۔
"میری اور میرے بچے کی موت کے بعد چچا نے

ہماری یہ حویلی اور ساری جائیداد فروخت کر دی اور
فلورنس چلا گیا۔ آج کل وہ فلورنس میں عالیشان محل
بنا کر اس میں رہتا ہے۔ اور میں اس اجڑی ہوئی
حویلی میں قید ہوں۔ میں نے چونکہ خودکشی کی تھی جو
کہ حرام ہے اس لئے میری روح اس حویلی سے باہر
نہیں جا سکتی۔"
ناگ نے کہا۔
"اگر میں تمہارے بچے کے خون کا بدلہ تمہارے چچا سے
لے لوں تو کیا تمہاری روح جنت میں سکون کیساتھ
اپنے بیٹے کے پاس چلی جائے گی؟"
شہزادی کی روح نے خوش ہو کر کہا۔
"کاش تم ایسا کر سکو۔ میں ایک عرصے سے اس حویلی
میں کسی ایسے بہادر نوجوان کا انتظار کر رہی تھی جو
میرے بچے کے خون کا بدلہ لے کر میری روح کو سکون
دے اور میرے بیٹے کے پاس جنت میں پہنچا دے۔
مگر یہاں ڈر کے مارے کوئی میرے پاس نہیں آتا تھا
خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے۔ اگر تم میرے ظالم چچا
سے میرے بیٹے کا بدلہ لے لو تو میری روح جنت
میں چلی جائے گی اور پھر میں کبھی ٹھنڈی آہیں بھرنے

اس اُجڑی حویلی میں کبھی نہیں آؤں گی۔"
ناگ نے کہا۔
"تم مجھے قاتل چچا کا حلیہ اور فلورنس شہر میں اس
کا ٹھکانہ بتاؤ۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس
سے خون کا پورا پورا بدلہ لوں گا۔"
شہزادی کی روح نے کہا۔
"فلورنس شہر میں سنہری گنبد والا ایک ہی محل ہے
اسی محل میں وہ سنگ دل انسان رہتا ہے۔ اب وہ
بوڑھا ہو گیا ہوگا لیکن اس کی یہ نشانی ہے کہ اس
کے ماتھے پر کالا مسّہ ہے اور ایک آنکھ بیٹھی ہوئی
ہے۔ اس کا نام پولطینی ہے۔"
ناگ نے شہزادی کی روح سے کہا۔
"تم بے فکر ہو جاؤ۔ میں بہت جلد فلورنس جا کر اس
گناہ گار بدکردار انسان کو اس کے ظلم کی سزا دوں
گا۔ لیکن ابھی مجھے اس شہر کے رئیس کی بیٹی ازابیلا
کی تلاش ہے جس کو آج رات ڈاکو اغوا کر کے لے
گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ اسی حویلی میں آئے
ہوں گے۔"
شہزادی کی روح بولی۔

"ازابیلا کو میں نے جب وہ چھوٹی سی تھی تو دیکھا
تھا۔ مگر یہاں وہ نہیں ہے۔ ڈاکو اسے اس حویلی میں
نہیں لائے۔ اگر لاتے تو مجھے فوراً پتہ چل جاتا افسوس
کہ میں حویلی سے باہر نہیں جا سکتی۔ وگرنہ ازابیلا کو
تلاش کرنے میں تمہاری ضرور مدد کرتی۔"
ناگ شہزادی کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اس کے چچا سے بدلہ
لینے کا وعدہ کیا اور اجازت طلب کی۔ شہزادی کی روح کے
چہرے پر پہلی بار اطمینان کی لہر آئی۔ اس نے ناگ کو دھیمی
آواز میں الوداع اور خدا حافظ کہا اور اس کا دھندلا چہرہ
غائب ہو گیا۔
ناگ نے فوراً سانپ کی شکل بدلی اور کمرے سے نکل کر
حویلی کے دالان میں آ گیا۔ اب اسے ازابیلا کی بھی فکر ہوئی
وہ حویلی سے باہر نکل آیا۔ وینس شہر کا آسمان جگمگاتے ستاروں
سے بھرا ہوا تھا اور ان کا عکس نہروں کے پانی میں پڑ رہا
تھا۔ شہر کی اونچی نیچی پتھریلی گلیاں سنسان تھیں۔ ناگ نے
سوچا کہ یہاں سانپ کی شکل میں رینگنا خطرناک ہوگا۔ بہتر یہی
ہے کہ وہ کسی پرندے کے روپ میں اُڑ کر ازابیلا کا سراغ
لگائے۔ اس نے گہرا سانس لے کر ایک سیاہ رنگ کی چڑیا
کا روپ بدل لیا اور گلیوں بازاروں میں اڑنا شروع کر دیا۔

ایک جگہ اسے شہر کے محرابی دروازے میں سے ایک پراسرار شخص نظر آیا۔ اس نے اپنا جسم سیاہ لبادے میں چھپا رکھا تھا اور ادھر ادھر دیکھتا ایک گلی میں داخل ہو گیا۔ ناگ کو اس پر شک ہوا۔ جلدی سے غوطہ لگا کر ناگ بھی اسی گلی میں آ گیا وہ پراسرار آدمی ایک لکڑی کے دروازے والے مکان میں گھس گیا اور دروازہ بند کر دیا۔ ناگ مکان کی چھت پر آ گیا۔ یہاں ایک سیڑھی نیچے مکان کے صحن میں جاتی تھی۔ ناگ سیڑھی میں سے ہو کر نیچے صحن میں آ گیا۔

اندھیرے میں صحن ویران تھا۔ برآمدے میں ایک جگہ دھندلی سی روشنی آ رہی تھی۔ ناگ وہاں اُڑ کر گیا۔ یہ روشنی ایک بند کمرے کے روشندان سے آ رہی تھی۔ ناگ فوراً کالے رنگ کا چھوٹا سا سانپ بن کر روشندان کی دیوار پر چڑھ گیا۔ روشندان میں سلاخیں لگی تھیں۔ اس نے سلاخوں میں سے گزر کر دوسری طرف کمرے میں دیکھا۔ گول میز پر موم بتی روشن تھی۔ وہی پُراسرار آدمی ایک دوسرے آدمی کے پاس کھڑا اس سے باتیں کر رہا تھا۔ پھر پُراسرار آدمی نے لبادے کی جیب سے ایک چمکتا ہوا خنجر نکال کر اپنے ساتھی کو دیا اور کہا۔

"میں خنجر لے آیا ہوا ہوں۔ اب ہمیں اس کا کام تمام کر کے لاش تہہ خانے میں دفن کر دینی چاہیے۔"

دوسرے آدمی نے کہا۔

"تم نے بڑا اچھا کام کیا ہے۔ میں تمہیں اس کا پورا پورا انعام دوں گا۔ آؤ میرے ساتھ۔"

اور وہ دونوں آدمی کمرے کا چھوٹا سا تنگ دروازہ کھول کر جھکتے ہوئے اس کے اندر چلے گئے۔ ناگ کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس نے روشندان پر سے نیچے کمرے کے میز پر چھلانگ لگا دی۔ میز سے اُتر کر چھوٹے دروازے کے پاس آیا۔ دروازہ بند تھا۔ ناگ کو ایک جگہ چھوٹا سا سوراخ نظر آ گیا۔ اس نے اپنے آپ کو اور زیادہ باریک کر لیا اور سوراخ میں سے گزر گیا۔

دوسری طرف ایک تنگ سی کوٹھڑی تھی۔ یہاں طاق میں موم بتی جل رہی تھی۔ ایک تخت پر ازابیلا رسیوں سے بندھی پڑی تھی۔ شاید وہ بے ہوش تھی۔ کیونکہ وہ کوئی حرکت نہیں کر رہی تھی۔ دونوں پُراسرار آدمی اس کے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں خنجر چمک رہا تھا۔ سیاہ پوش آدمی کی داڑھی تھی اس نے خنجر والے آدمی سے کہا۔

"اب کیا دیر ہے۔ جلدی سے اس کا گلا کاٹ دو، اسے ہوش آ گیا تو شور مچانا شروع کر دے گی۔"

دوسرے آدمی نے خنجر اوپر اٹھایا ہی تھا کہ کمرے میں ایک بھیانک گرج پیدا ہوئی یہ آواز اس قدر خوفناک اور دھماکے

والی تھی کہ اس کے ہاتھ سے خنجر چھوٹ کر گر پڑا۔ سیاہ کپڑوں والا
آدمی بھی اپنی جگہ سے یوں ہل گیا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ انہوں
نے بند دروازے کی طرف دیکھا تو اُن کے ہوش اڑ گئے۔ ہاتھ
پیر ٹھنڈے پڑ گئے۔ کیونکہ کوٹھڑی کے بند دروازے کے آگے
ایک کالی پیلی دھاریوں والا بنگال کا خونخوار شیر اپنا تیز نوکیلے
دانتوں والا منہ کھولے دھاڑ رہا تھا شیر ان پر جھپٹا۔

ایک ہی پنجہ مار کر شیر نے دونوں کو زمین پر گرا لیا۔
دونوں بے ہوش ہو چکے تھے۔ یہ ناگ تھا جس نے سانپ سے
شیر کی شکل بدل لی تھی۔ وہ سانپ بن کر بھی ان کو ڈس سکتا
تھا۔ مگر اس نے سوچا کہ شیر بن کر دیکھا جائے کیونکہ اسے عرصہ
ہوا کہ وہ شیر نہیں بنا تھا۔ اب ناگ کو خیال آیا کہ اگر ازابیلا کو
ہوش آ گیا تو اپنے سامنے شیر دیکھ کر اس کا دل خوف سے
بند نہ ہو جائے۔ اس نے جھٹ انسانی شکل اختیار کر لی۔
بے ہوش آدمیوں میں سے سیاہ کپڑوں والے کی گردن بڑے
آرام سے خنجر سے کاٹ ڈالی۔ دوسرے آدمی کے سینے میں خنجر
اتار دیا۔ پھر ازابیلا کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور دروازہ کھول
کر مکان کے صحن اور پھر اس کو لے کر باہر برآمدے میں آ گیا۔ سامنے
سڑک تھی جو رات کے وقت بالکل سنسان تھی۔ ازابیلا ابھی تک
بے ہوش تھی۔

ناگ نے سفید سانپ کا مہرہ نکال کر اپنے منہ میں رکھا اور
غائب ہو کر ازابیلا سمیت اڑنے لگا۔ اڑتا اڑتا وہ شہر کے
مکانوں کے اوپر سے ہو کر ازابیلا کی شاندار حویلی کے آگے جا کر
اتر گیا۔ ازابیلا کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ اپنی حویلی کے
خوبصورت ہال کمرے میں بستر میں بیٹھی ہے۔ ریشمی کمبل اس کے
جسم پر ہے۔ ناگ اور اس کا باپ سرہانے کھڑے مسکرا رہے ہیں۔

"میں خواب تو نہیں دیکھ رہی ؟"

اس کے اطالوی باپ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں بیٹی! تم خواب نہیں دیکھ رہی ہیں۔ یہ تمہارا گھر
ہے۔ تمہیں میرے دشمن اغوا کر کے لے گئے تھے۔ ناگ۔
ہمارا معزز مہمان تمہیں ان کے چنگل سے نکال کر لے آیا
ہے تمہیں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔"

ازابیلا نے ذرا سا مسکرا کر ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ ناگ نے کہا۔

"اب آپ آرام کریں۔"

ناگ ازابیلا کے باپ سے اجازت لے کر اپنی کوٹھڑی میں آ کر
سو گیا۔ دوسرے روز اس نے ازابیلا اور اس کے باپ کو
خدا حافظ کہا اور سب سے پہلے بندرگاہ پر جا کر معلوم کیا کہ
سپین کو جانے والا جہاز دو ہفتوں کے بعد وہاں سے روانہ ہو
رہا ہے۔ اب اُسے ویران حویلی کی اداس شہزادی کی روح کا

بدلہ لینے فلورنس شہر کی طرف جانا تھا۔ جہاں ایک سنہری گنبد والے
مکان میں شہزادی اوفیلا کی اداس روح کے اکلوتے بیٹے
کے قاتل چچا سے انتقام لینا تھا۔ تاکہ شہزادی کی روح ویران
حویلی سے نکال کر اوپر جنت میں اپنے بیٹے کی روح کے پاس
پہنچ سکے۔

ناگ نے فلورنس شہر کے بارے میں پوری معلومات حاصل کر
لی تھیں۔ اس وقت دن کی روشنی شہر میں پھیلی ہوئی تھی لوگ
آج سے پونے دو سو سال پہلے کا لباس پہنے بازاروں میں آجا رہے
تھے۔ کئی جگہوں پر بند گھوڑا گاڑیاں بھی جا رہی تھیں۔ ناگ نے
بھی اس زمانے کا لباس پہن رکھا تھا۔ اور ایک سرائے کے باہر
کھڑا گھوڑا گاڑی یعنی بند بگھی کا انتظار کر رہا تھا جو اس زمانے
میں ایک شہر سے دوسرے شہر تک اسی طرح چلا کرتی تھیں۔ جس
طرح کل بسیں چلتی ہیں۔ کچھ دوسرے مسافر بھی پاس ہی کھڑے
تھے۔ اتنے میں دو گھوڑوں والی ایک بند بگھی آکر وہاں کھڑی ہو
گئی۔ اس میں چھ مسافر سوار تھے۔ وہ باہر نکل آئے اور جلد ہی
سے چھ اور مسافر سوار ہو گئے۔

ناگ کو اس میں جگہ نہ مل سکی۔ ویسے تو ناگ اڑ کر بھی جا
سکتا تھا۔ مگر ایک تو اسے راستے کا پتہ نہیں تھا۔ دوسرا وہ چاہتا
تھا کہ انسانوں کی حالت میں سفر کرے اور اطالیہ کے پہاڑی علاقے

کی سیر بھی کرے۔ لیکن جب اُسے بگھی میں جگہ نہ ملی تو اس
نے فیصلہ کیا کہ وہ اُڑ کر بگھی کے ساتھ ساتھ جائے گا۔ اس
نے ادھر اُدھر دیکھا کہ کوئی اکیلی جگہ ملے تو سفید سانپ کا
مہرہ منہ میں رکھ کر غائب ہو۔ سرائے کے آگے کافی لوگ جمع
تھے۔ بگھی چل پڑی۔

ناگ کو اور تو کچھ نہ سوجھا۔ اس نے جیب سے مہرہ نکالا
اور منہ میں رکھ لیا۔ ایک اطالوی بوڑھا اسے دیکھ رہا تھا۔
ناگ مہرہ منہ میں رکھتے ہی غائب ہو گیا۔ اس پر بوڑھے اطالوی
نے پہلے آنکھیں جھپک کر، پھر آنکھیں زور زور سے مل کر اس
جگہ کو دیکھا۔ جہاں ایک سیکنڈ پہلے ناگ کھڑا تھا۔ پھر
وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ کیوں کہ اس نے ایسا دہشت ناک
منظر اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا کہ ایک آدمی اسکی آنکھوں
کے سامنے کھڑے کھڑے غائب ہو گیا ہو۔ لوگ بوڑھے کی طرف
لپکے کہ وہ بے ہوش کیوں ہو گیا۔

ناگ اس وقت بگھی کے ساتھ ساتھ اس کے اوپر اڑتا
چلا جا رہا تھا۔ گھوڑا بگھی وینس شہر سے باہر نکل کر ایک
سرو کے درختوں میں گھری ہوئی پتھریلی سڑک پر بھاگی جا رہی
تھی۔ ناگ درختوں کے اوپر ہو کر اڑنے لگا۔ وہ اس طرح سے
اڑ رہا تھا جیسے مکان کی چھت پر کھڑا ہو۔ کبھی وہ غوطہ لگا

کر بگھی کے آگے نکل جاتا اور کبھی اوپر کو اٹھ جاتا۔ کبھی بگھی کے بالکل اوپر آ جاتا اور کبھی اس کی کھلی کھڑکی کے ساتھ لگ کر اندر جھانک کر دیکھتا کہ کون کون سفر کر رہا ہے وہ بگھی کی چھت پر اس حالت میں بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اگر بیٹھ جاتا تو فوراً ظاہر ہو جاتا اور اس کی اُڑان بند ہو جاتی۔

بگھی شہر سے کافی دُور نکل گئی تھی۔ سرو کے درخت ختم ہو گئے تھے۔ اور اب سڑک پہاڑیوں کے درمیان پھیلی ایک خوبصورت ہری بھری وادی میں سے گزر رہی تھی۔ سفر اس طرح جاری رہا۔ دن کے بارہ بجے بگھی ایک قصبے میں داخل ہو کر پرانی سرائے کے باہر آ کر رک گئی۔ کوچوان نیچے اتر آیا سواریاں بھی کپڑے جھاڑتی بگھی سے باہر آئیں اور سرائے کے آگے دھوپ میں بیٹھ کر آرام کرنے لگیں۔ یہاں تھکے ہوئے گھوڑوں کی جگہ نئے تازہ دم گھوڑے بگھی کے آگے جوتے گئے۔ بگھی کی صفائی شروع ہو گئی۔ ناگ ابھی تک ہوا میں اُڑ رہا تھا۔ اُس نے سوچا اگر کوئی اسے اس حالت میں دیکھ لے تو کس قدر حیران ہو۔ ناگ نے ایک طرف انگوروں کا باغ دیکھا جہاں سرو کے گھنے جھنڈ بھی تھے۔ ناگ اس طرف جا کر درختوں کے درمیان اُتر آیا۔

زمین پر اترتے ہی وہ ایکدم سے ظاہر ہو گیا۔ اچانک ایک

آدمی چیخ مار کر دوڑا۔ اس نے ناگ کو ایکدم غیب سے ظاہر ہوتے دیکھ لیا تھا۔ وہ بھوت بھوت بھوت چلاتا بھاگا جا رہا تھا۔ چھوٹا سا قصبہ تھا۔ اس نے سب کو بتا دیا کہ ایک بھوت انسان کی شکل میں آ گیا ہے۔ ناگ انگوروں کے باغ سے نکل کر سرائے کی طرف آیا تو اس آدمی کی نظر پڑ گئی۔ بس پھر کیا تھا اس نے شور مچا دیا۔

"یہ رہا وہ بھوت، پکڑ لو، جلا دو اسے، یہ جادوگر ہے، یہ چڑیل ہے، بھوت ہے۔"

اس زمانے میں رواج تھا کہ جس عورت پر چڑیل یا مرد پر جادوگر ہونے کا شبہ ہوتا اسے کلیسا کے حکم سے آگ میں زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ لوگ پہلے تو ڈرے۔ مگر پھر ناگ کی طرف نیزے اور تلواریں لہراتے ہوئے لپکے۔ ناگ تو گھبرا گیا کہ یہ کیا مصیبت آ گئی ہے۔ اس کو اور تو کچھ نہ سوجھا جلدی سے مہرہ نکال کر منہ میں رکھ لیا اور غائب ہو کر اوپر ہوا میں بلند ہو کر تیرنے لگا۔ لوگوں نے اُسے غائب ہوتے دیکھا تو ڈر کر پیچھے کو بھاگے۔ اب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ شخص سچ مچ کوئی بھوت پریت تھا۔ ناگ قصبے کے اوپر اڑنے لگا۔ کافی آگے جا کر وہ ایک پرانے محل کے کھنڈر میں اترا اور ایک پتھر پر دھوپ میں بیٹھ کر سامنے پھیلے ہوئے دریا کا نظارہ کرنے لگا۔

اصل میں وہ بگھی کے تیار ہو کر چلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ دُور
قصبے میں اسے سرائے نظر آ رہی تھی جہاں مسافر بگھی میں سوار ہونا
شروع ہو گئے تھے۔ وہی شیطان آدمی اِدھر اُدھر گھوم پھر کر
لوگوں کو بھوت سے خبردار رہنے کی ہدایت کر رہا تھا۔ لوگ کچھ
خوف زدہ بھی تھے اور جلدی سے وہاں سے نکل جانا چاہتے تھے
کوچوان اپنی اونچی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے لمبا سینٹا ہوا میں
لہرا کر کھٹاک کی آواز پیدا کی اور گھوڑوں کو آگے بڑھا دیا۔

بگھی قصبے سے باہر نکل کر فلورنس شہر کی طرف تیزی سے
بھاگنے لگی۔ ناگ اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس دفعہ اس نے
سیاہ عقاب کی شکل بدلی اور فضا میں اونچا بلند ہو گیا وہ تیر کی
کی طرح اوپر کو گیا۔ پھر غوطہ لگا کر ہوائی جہاز کی طرح بگھی کے
اوپر آیا اور اس کے ساتھ ساتھ اڑنے لگا۔ بگھی وادی سے نکل
کر دریا کے ساتھ والی کچی سڑک پر دوڑنے لگی۔

کھڑکی میں سے ایک مسافر نے دیکھا کہ کالے رنگ کا عقاب
ان کے ساتھ ساتھ اُڑتا چلا جا رہا ہے۔ اُس نے دوسرے
مسافروں کو بتایا۔ دوسرے مسافروں نے بھی کھڑکی میں سے سر
نکال کر کالے عقاب کو دیکھا اور پریشان ہو گئے۔ انہیں یقین
تھا کہ یہ وہی بھوت ہے جو عقاب کی شکل میں ان کا پیچھا کر رہا
ہے۔ بگھی میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ کوچوان بھی بار بار سر اونچا

کر عقاب کو دیکھنے لگا جو برابر اس کے اوپر اڑتا جا رہا تھا۔ وہ بھی
خوف زدہ ہو گیا۔

اس کے پاس ایک بارود بھر کر چلانے والی پرانی قسم کی
بندوق بھی تھی۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ جھٹ بھری ہوئی بندوق
کا رخ عقاب کی طرف کیا اور فائر کر دیا۔ دھماکے کی آواز آئی اور
بگھی میں بیٹھی عورتوں نے چیخ ماری۔ گولیاں ناگ کے قریب سے
ہو کر نکل گئیں۔ اسے کوچوان پر بڑا غصہ آیا۔ مگر وہ اسے کچھ نہیں
کہہ سکتا تھا۔ وہ اور زیادہ بلند ہو گیا۔ یہاں تک بندوق کی گولیاں
نہیں پہنچ سکتی تھیں۔

مسافروں نے سیاہ عقاب کو آسمان کی بلندیوں میں اونچا جاتے
دیکھا تو ان کی جان میں جان آئی کہ اب بھوت ان کا کچھ نہیں بگاڑ
سکے گا۔ بگھی اپنی منزل کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔ سورج اٹلی
کی پہاڑیوں میں غروب ہو رہا تھا کہ دُور فلورنس شہر کی فصیل
کی برجیاں دکھائی دینے لگیں۔ ناگ نے اب بگھی کا ساتھ چھوڑ
دیا اور اوپر سے ایسا زبردست غوطہ لگایا کہ تیر کی طرح شہر
فلورنس کی فصیل کے اوپر سے ہو کر اس کے اندر چلا گیا۔

ناگ شہر کے اوپر اڑنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ یہ شہر بھی
پرانی طرز کی دو منزلہ تین منزلہ عمارتوں سے بھرا ہوا تھا۔ بڑا
گنجان اور تنگ گلیوں والا شہر تھا۔ سڑکیں پتھروں کی تھیں

اور حویلیوں کے باہر گھوڑے بندھے تھے۔ ناگ شہر کی فصیل کے اندر ایک پرانے قلعے کی کھائی کے پاس اتر گیا۔ یہاں اس نے ایک دیوار کی اوٹ میں ہو کر انسانی شکل اختیار کی اور شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ شہر کی عمارتیں شروع ہو گئیں۔

بازار لوگوں سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر بھی زیادہ شور شرابا نہیں تھا۔ شام ہو جانے کی وجہ سے گھروں میں چراغ روشن ہو گئے تھے۔ ناگ نے سوچا کہ وہ رات کہاں بسر کرے؟ صبح اٹھ کر ہی وہ سنہری گنبد میں رہنے والے شہزادی اوفیلیا کے قاتل چچا کو تلاش کر سکتا تھا۔ رات کے پھیلتے اندھیرے میں سنہری گنبد والا محل تلاش کرنا بہت مشکل تھا۔ ناگ شہر کی گلیوں بازاروں میں گھومنے لگا۔ آخر اسے ایک سرائے نظر آئی جس کے باہر تیل کا لیمپ روشن تھا۔ ناگ کے پاس اس شہر کی کرنسی یعنی روپے پیسے نہیں تھے۔ اُسے خیال ہی نہیں رہا تھا کہ وہ کہیں سے کچھ پیسوں کا بندوبست کرے۔

بہرحال اُسے رات وہیں بسر کرنی تھی۔ کیونکہ سردی زیادہ شدید ہو رہی تھی۔ اگرچہ سانپ ہونے کی وجہ سے ناگ کو زیادہ سردی نہیں لگتی تھی۔ پھر بھی وہ سرائے سے باہر سرد رات کھلے آسمان تلے بسر نہیں کر سکتا تھا۔ پہلے اس کو خیال آیا کہ سانپ بن کر سرائے میں رات بسر کرلے۔ پھر سوچا کہ انسان بن کر

رات کو سونے کا مزہ لینا چاہیے۔ ناگ سرائے کے مالک کے پاس گیا۔ وہ ایک گول موٹے پیٹ والا اطالوی گینڈا نما انسان تھا ناگ نے جب اُسے بتایا کہ اس کے پاس کمرے کا کرایہ نہیں ہے اور وہ کل شہر میں کسی دوست سے لے کر کرایہ ادا کر دے گا تو موٹے آدمی نے ناگ کو موٹی سی گالی دے کر کہا کہ وہاں سے دفع ہو جاؤ اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔ گالی ناگ بھی نہیں سُن سکتا تھا۔ اُسے بے حد غصّہ آ گیا۔ وہ سب کچھ بھول گیا کہ کسی نے اسے دیکھ لیا تو اس کا راز فاش ہو جائے گا۔ اسی لمحے ناگ نے گہرا سانس لیا اور ایک اونچے بھاری بھرکم آدم خور قسم کے ہاتھی کی شکل بدلی اور اتنی زور سے چنگھاڑ ماری کہ سرائے کا مالک جو پہلے ہی ایک انسان کو ہاتھی بنتے دیکھ کر بھونچکا ہو گیا تھا چنگھاڑ سُن کر اپنی کرسی سے اچھل کر نیچے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

ناگ نے اپنی سونڈ پوری طاقت سے چبوترے پر ماری جو ٹوٹ پھوٹ گیا۔ لوگوں نے وہاں ایک ہاتھی کو دیکھا تو سب کی حیرت سے چیخیں نکل گئیں۔ کیونکہ اس علاقے میں کبھی کبھی ہاتھی صرف سرکس میں ہی آیا کرتے تھے۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ ناگ نے سونڈ بڑھا کر سرائے کے موٹے مالک کو اٹھایا اور دوبارہ کرسی پر بٹھا دیا۔ ناگ اس وقت پھر سے انسانی شکل میں آ گیا اور سرائے کے مالک کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارا۔ وہ

ہڑبڑا کر ہوش میں آگیا۔ اپنے سامنے ناگ کو دیکھا تو کانپتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"مجھے نہ مارنا، مجھے نہ مارنا"

وہ ناگ کو کوئی بہت بڑا جادوگر سمجھ رہا تھا۔ ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"اب بتاؤ مجھے سرائے میں رہنے کو جگہ دوگے کہ نہیں؟"

سرائے والے نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"حضور! یہ سرائے ساری کی ساری آپ کی ہے۔ جہاں جی چاہے جب تک جی چاہے ٹھہریئے"

سانپ اور کھوپڑی

ناگ کو سرائے میں سب سے اچھا کمرہ مل گیا۔

دوسری منزل کے اس کمرے کے آگے بالکونی بھی تھی سرائے کا مالک صبح وشام لذیذ کھانے لے کر خود آتا اور ناگ کے آگے پیچھے پھرتا۔ وہ اس سے جادوگری سیکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ خود بھی جادوگری کرکے دولت کما سکے۔ ناگ نے اُسے کہا۔

"تم خود ایک ہاتھی ہو۔ تمہیں جادو کے ذریعے ہاتھی بننے کی کیا ضرورت ہے"

ناگ نے اسی سرائے والے سے اداس روح کے قاتل چچا پولطینی کا پتہ معلوم کر لیا۔ وہ بڑا خوش ہو کر بولا۔

"جناب عالی! پولطینی کو کون نہیں جانتا وہ فلورنس کا سب سے بڑا رئیس ہے اس کے محل کے اوپر سنہری گنبد ہے"

پھر ناگ کے قریب منہ کر کے سرگوشی میں بولا۔

"مگر جناب! وہ بڑا کنجوس مکھی چوس اور ظالم ہے

لوگ کہتے ہیں اس نے اپنے اکلوتے بھتیجے کو قتل کر کے
کنوئیں میں پھینک دیا اور جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ کسی
فقیر کو ایک دھیلا بھی خیرات نہیں دیتا۔ جو کوئی اس
کے خلاف بولتا ہے اُسے قتل کروا دیتا ہے۔"

ناگ کو اس سے زیادہ معلومات اور کیا چاہیے تھیں اس
نے ایک دن اور ایک رات سرائے میں قیام کیا اور پھر پولطینی
کے محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ سرائے کے مالک نے ناگ کو یہ
بھی بتا دیا تھا کہ وہ کسی بھی باہر کے آدمی سے نہیں ملتا اور اپنے
خاص کمرے میں بیٹھا دریا کا نظارہ کرتا رہتا ہے۔ ناگ گھوڑے
پر سوار تھا۔ یہ گھوڑا بھی سرائے کے مالک کا تھا۔ فلورنس شہر
کے بازاروں سے ہوتا اک پولطینی کے محل کے سامنے جا پہنچا۔

چھ سات منزلہ بڑا خوبصورت محل تھا جس کی چھت پر سنہری
گنبد چمک رہا تھا۔ ڈیوڑھی کا دروازہ قلعے کے دروازے کی طرح
بھاری بھرکم اور کشادہ تھا۔ باہر چار پہرے دار نیزے لئے
کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ کو محل کی طرف غور سے
گھورتے دیکھ کر ایک پہرے دار نے اپنی زبان میں ذرا تیز لہجے
میں پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیا دیکھ رہے ہو؟ ناگ گھوڑے
سے اتر کر اُن کے قریب آ گیا اور بولا۔

"جناب! میں یہاں پردیسی ہوں۔ اس محل کی بڑی

تعریف سنی تھی۔ آج دیکھنے کا موقع ملا تو اپنا شوق
پورا کر رہا ہوں۔"

پہرے دار نے کہا۔

"چلو چلو — اب بہت شوق پورا کر لیا۔ اپنی
راہ لو۔"

ناگ نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں جناب! اس محل میں کوئی نوکری مل جائے
گی؟ بیکار ہوں۔ کام کر کے کمانا چاہتا ہوں۔"

دوسرے پہرے دار نے نیزہ ناگ کے سینے پر چھوتے ہوئے کہا
"بکتا ہے کہ یہ نیزہ تمہارے سینے سے پار کر دوں؟"

تیسرے نے وہیں سے چلّا کر کہا۔

"ارے دیکھتا کیا ہے۔ پرو دے اسے نیزے میں۔
مجھے تو کوئی ڈاکو لگتا ہے۔"

چوتھے پہرے دار نے پیچھے سے آ کر ناگ کو جکڑ لیا اور باقی
دو پہرے داروں نے اتنی تیزی سے ناگ کے ہاتھ پیچھے رسّی
سے باندھ ڈالے کہ خود ناگ بھی حیران رہ گیا۔

"اسے لے جا کر قید میں ڈال دو۔ کل مالک کے
حضور پیش کریں گے۔"

وہ گھسیٹتے ہوئے ناگ کو حویلی کی ڈیوڑھی میں لے آئے اور پھر

اسی کے نیچے سیڑھیوں میں سے گذار کر ایک تہہ خانے میں
پھینک دیا اور دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔ ناگ کو کم از کم اس
بات کی ضرور تسلّی ہوئی کہ وہ پولطینی کے محل کے اندر تو داخل
ہو گیا۔ لیکن وہ پولطینی کو ہلاک کرنے سے پہلے اس سے مل کر معلوم
کرنا چاہتا تھا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے اور مسافر لوگوں سے کیسا
سلوک کرتا ہے۔

ناگ ساری رات تہہ خانے میں بند پڑا رہا۔ آدھی رات کو
ایک پہرے دار نے اس کے آگے تھوڑی سی خشک ڈبل روٹی
پھینک دی تھی۔ ناگ کو کھانے پینے کی تو ضرورت ہی نہیں تھی۔
وہ تو چاہتا تھا کہ اُسے جلد وہاں سے نکال کر پولطینی کے پاس
لے جایا جائے۔ دوسرے روز دوپہر کے بعد ایک آدمی ہاتھ میں
بندوق تھامے اندر آیا۔ اس کے پیچھے دو آدمی اور بھی تھے۔
انہوں نے ناگ کو ساتھ لیا اور تہہ خانے سے باہر نکل کر مختلف
سیڑھیوں، برآمدوں، دروازوں اور بارہ دریوں سے ہوتے ہوئے
محل کی آخری منزل پر لے آئے۔

یہاں ایک بڑی خوبصورت سنگ مرمر کی بالکونی بنی تھی۔
جس کے سائبان پر سونے کا پترا چڑھا ہوا تھا۔ اس سائبان کے
نیچے آرام کرسی پر ایک ادھیڑ عمر کا گنجا آدمی بھڑکیلا لباس پہنے
بیٹھا تھا۔ اس کے ماتھے پر کالا مسّہ تھا اور ایک آنکھ اندر کو بیٹھی

ہوئی تھی۔ ناگ نے اُسے فوراً پہچان لیا۔ یہی شہزادی ادفیلیا کی
اداس روح کے بیٹے کا قاتل اور اس کا چچا پولطینی تھا۔ جو
ان دونوں ماں بیٹے کو موت کی نیند سُلا کر خود ان کے محل پر قبضہ
کر کے بیٹھ گیا تھا۔ اس کے سامنے چاندی کا میز تھا جس پر سرخ سیب
رکھے تھے۔ پولطینی کے پیچھے ایک خوبصورت یونانی کنیز کھڑی تھی۔
جو سیب کی قاشیں کاٹ کاٹ کر خود اس کے منہ میں ڈال رہی تھی۔

ناگ کو ایک طرف کھڑا کر کے پہرے دار نے جھک کر پولطینی
کو سلام کیا۔ پولطینی نے ذرا سا سر گھما کر پہرے داروں اور ناگ
کو دیکھا۔ پھر گردن دوسری طرف کر لی اور نیچے دریا پر بہتی کشتیوں
کا نظارہ کرنے لگا۔ پہرے دار نے کہا۔

"حضور! یہ ایک اجنبی جاسوس ہے۔ محل کے باہر
کھڑا اس کا نقشہ بنا رہا تھا۔ شاید حضور کے محل پر ڈاکہ
ڈالنے آیا تھا کہ ہم نے اسے پکڑ لیا۔"

اب پولطینی نے چونک کر ناگ کی طرف دیکھا۔ وہ موت سے بڑا
ڈرنے لگا تھا۔ اسے خوف رہتا تھا کہ کوئی اسے قتل نہ کر دے۔
گناہ کرنے والوں کا آخری عمر میں جا کر یہی حال ہوتا ہے وہ اپنے
گناہوں کی وجہ سے موت کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں کہ
موت کے بعد انہیں جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی لئے
انسان کو کبھی گناہ نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ جہاں گناہ کی بات بھی

ہو وہاں سے اٹھ کر چلے جانا چاہیے۔ پولطینی کی بھی اب یہی
حالت تھی۔ ناگ اُسے اپنے قاتل کی شکل میں نظر آنے لگا۔ وہ
کرسی سے اٹھ کر ناگ کے پاس آیا جو رسیوں میں جکڑا ہوا تھا
جُھک کر ناگ کی آنکھوں کو دیکھا اور بولا۔
"یہ تو اپنی آنکھیں نہیں جھپکتا۔ ضرور یہ سانپ کی
اولاد ہے۔ سانپ کا بچہ ہے۔ یہ مجھے ڈسنے آیا تھا۔
اسے میرے سامنے محل کی چھت سے نیچے دریا میں
پھینک دو۔"
جس جگہ اس سنگدل پولطینی کی بالکونی تھی اس کے نیچے دریا میں
چھوٹے بڑے بےشمار نوکیلے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ اس کے اوپر
سے وہ جس آدمی کو گرا کر ہلاک کرتا تھا اس کی بوٹی بوٹی کا قیمہ
بن جاتا تھا۔ پتھروں پر گرتے ہی اس کی ہڈی ہڈی الگ ہو
جاتی تھی۔ ناگ نے اپنی موت کا حکم بڑے اطمینان سے سنا۔
کیونکہ اسے تو معلوم تھا کہ وہ زندہ رہے گا۔ وہ بولا۔
"کیا تم اجنبی مسافروں سے یہی سلوک کرتے ہو؟"
"کون ہو تم؟ کہاں سے آئے ہو؟ تمہیں کس نے
مجھے قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے؟"
پولطینی نے کڑک کر پوچھا۔ ناگ نے کہا۔
"یہ سب باتیں میں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے تم مجھے

قتل کر لو۔ تاکہ تمہاری آرزو پوری ہو جائے۔"
پولطینی نے تعجب سے مگر ذرا سا مسکرا کر ناگ کی طرف دیکھا اور بولا۔
"کیا تم قتل کے بعد زندہ رہو گے جو مجھ سے باتیں کرو گے؟"
ناگ ہنس کر بولا۔
"یہ تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ ان لوگوں کو کہو
کہ تمہارے حکم پر عمل کریں اور مجھے دریا میں پھینک دیں۔"
پولطینی نے نوکروں نے کہا۔
"یہ کوئی بڑا خطرناک قاتل ہے۔ اسے فوراً یہاں سے
نیچے پھینک دو۔"
دو پہرے داروں اور دو نوکروں نے ناگ کو پکڑ کر بازوؤں پر
اٹھا لیا اور چھت کی پتھریلی منڈھیر پر سے دوسری طرف دریا
میں پھینک دیا۔ ناگ نے منہ میں سفید سانپ کا مہرہ رکھنے کی
بجائے محل کی چھت سے نیچے گرتے ہی گہرا سانس لیا اور سفید
عقاب بن کر ہوا میں پرواز کرنی شروع کر دی۔ پولطینی اور
نوکروں نے جھانک کر نیچے دیکھا۔ دریا میں کوئی انسان نہیں گرا
تھا ہاں ایک سفید عقاب ضرور اس کی بالکونی کے اوپر آ کر
اڑ گیا تھا۔
پہرے داروں نے ڈرتے ہوئے کہا۔
"حضور! یہ کوئی جادوگر تھا۔ انسان سے عقاب بن

گیا ہے "۔
پولطینی نے ناگ کو گرتے دیکھا تھا عقاب میں بدلتے نہیں دیکھا
تھا۔ اس کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ کہ ایک انسان پرندہ بھی بن
سکتا ہے۔ اس نے کہا۔
"تم جھوٹ بکتے ہو۔ انسان پرندہ کیسے بن سکتا ہے؟"
نوکروں نے کہا۔
"حضور! ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے اس جادوگر
کو انسان سے عقاب بنتے دیکھا ہے۔ وہ دیکھیے بالکونی پر
بیٹھا آپ کو گھور رہا ہے "۔
پولطینی نے اشارے سے حکم دیا کہ اسے تیروں سے مار دیا جائے۔
چھپے ہوئے تیر اندازوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ ناگ نے
پہلے ہی انہیں دیکھ لیا تھا۔ وہ وہیں بیٹھا بیٹھا سانپ بن کر
ہوا میں غوطہ لگا گیا۔ پولطینی کی کنیز یہ منظر دیکھ کر کانپنے لگی۔
پولطینی نے کہا۔
"اس عقاب کو زندہ پکڑو۔ میں خود اسے اپنے ہاتھ
سے ہلاک کروں گا "۔
اسی وقت محل کے خاص شکاریوں نے عقاب کو پکڑنے والے جال
چھت پر پھیلا دیئے۔ جال میں چھوٹے چھوٹے بکرے چھوڑ دیئے
کہ انہیں دیکھ کر عقاب جھپٹے گا اور جال میں پھنس جائے گا۔

اور پھر ایسا ہی ہوا۔ عقاب نے اوپر سے بکروں کو دیکھ کر ایک
غوطہ لگایا۔ عین جال کے اوپر آکر وہ چڑیا بن کر جال پر بیٹھ کر چوں چوں
کرنے لگا۔ پھر چڑیا سے ایکدم مگرمچھ بن گیا اور زور زور سے ڈکراتا
ہوا آگے بڑھا۔ نوکر اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ شکاری چبوتروں پر
چڑھ گئے۔ پولطینی خود بالکونی کے پیچھے ہو گیا۔ مگرمچھ ایک بار پھر
غائب ہو گیا اور اب ناگ انسانی شکل میں پولطینی کے سامنے جال
کے اوپر کھڑا مسکرا رہا تھا۔
"اب تمہیں یقین آ گیا ہو گا کہ میں کیوں کہتا تھا کہ اپنے
قتل کے بعد تم سے کچھ باتیں کروں گا "۔
پولطینی ناگ کی "جادوگری" سے بڑا متاثر ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھ
کر ناگ کو بازو سے تھام لیا اور کہا۔
"تم نے افریقہ کے جادوگروں کو بھی مات کر دیا۔ کیا تم
مجھے یہ جادو سکھاؤ گے؟"
ناگ نے کہا۔
"پہلے ان سب نوکروں کو یہاں سے بھجوا دو۔ پھر تم
سے بات کروں گا "۔
پولطینی نے اس وقت سب کو وہاں سے ہٹا دیا۔ اب ناگ اور
پولطینی دونوں اکیلے رہ گئے۔ پولطینی نے کہا۔
"میں تمہیں محل میں ساری زندگی اپنا استاد بنا کر رکھوں

گا۔ مجھے بھی کوئی ایسا جادو بتاؤ کہ جس سے میں غائب
ہو جاؤں اور کبھی نہ مر سکوں۔"
ناگ نے کہا۔
"کیا تمہیں موت سے ڈر لگتا ہے؟"
"ہاں۔ موت سے سبھی ڈرتے ہیں۔"
ناگ نے پولطینی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔
"اگر تمہیں موت کا اتنا ڈر تھا تو پھر جائیداد کی خاطر
اپنے معصوم بھتیجے کو قتل کیوں کیا؟"
اس سوال پر پولطینی اچھل سا پڑا اور قہر بھری نظروں سے ناگ
کو دیکھتے ہوئے غرایا۔
"تو تم میرے دشمن بن کر مجھے گرفتار کرنے آئے ہو؟"
ناگ نے بڑے اطمینان سے کہا۔
"نہیں۔ میں تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا دینے آیا
ہوں۔ تم نے ایک بے گناہ معصوم کی جان لی اور
اس کی ماں کو خودکشی کرنے پر مجبور کیا۔ اب اپنی
موت کے لئے بھی تیار ہو جاؤ۔"
پولطینی گھبرا گیا۔ سمجھ گیا کہ اس جادوگر سے فرار ممکن نہیں۔ پھر
بھی وہ طاقت ور آدمی تھا۔ سینکڑوں نوکر چاکر اس کی حفاظت
پر ہر وقت اپنی جان قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ اس نے

زور سے نعرہ لگایا۔
"اسے پکڑ لو، یہ قاتل ہے۔"
اتنا سننا تھا کہ ارد گرد سے پولطینی کے باڈی گارڈ بندوقیں تلواریں
نیزے لئے ناگ پر ٹوٹ پڑے۔ ناگ بھی بے خبر نہیں تھا۔ ایک پل
کے اندر اندر اس نے سفید سانپ کا مہرہ نکال کر منہ میں رکھا
اور غائب ہو کر بالکونی سے اوپر فضا میں اڑنے لگا۔ وہ بالکونی
کے سنہری گنبد کے اوپر چکر لگا رہا تھا۔ وہ اس طرح پولطینی کو
نہیں مارنا چاہتا تھا۔ ناگ نے فلورنس شہر کے اوپر ایک لمبا چکر
لگایا اور پھر جنگل کی طرف نکل گیا۔ وہ رات ہونے کا انتظار کر
رہا تھا۔ شام کے وقت اس نے ایک ننھی سی نیلی چڑیا کا روپ
بدلا اور پولطینی کے محل کے اوپر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ جائزہ لینا
چاہتا تھا کہ پولطینی رات کو کہاں ہوگا۔
یہاں سے اڑ کر وہ محل کے اندر والے بڑے صحن میں اتر
آیا۔ ارد گرد ساتوں منزلوں کے بیشمار کمرے اور بالکونیاں تھیں
جن میں پھولوں کے گملے بہار دے رہے تھے۔ ناگ ایک بالکونی
سے ہو کر محل کے اندر چلا گیا۔ محل کے برآمدے اور غلام گردشیں
کشادہ اور اونچی چھتوں والی تھیں۔ یہاں نیلی چڑیا کو کسی نے
نہ دیکھا۔ ناگ کئی کمروں سے ہو کر آخر پانچویں منزل میں آیا
تو دیکھا کہ ایک عورت سفید ایپران باندھے ہاتھ میں چینی کا

پیالہ لئے ایک شاندار دروازے والے کمرے میں داخل ہوئی۔

ناگ پھر سے اڑ کر اس کے ساتھ ہی کمرے میں چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک شاندار بستر پر پولطینی شیر کی کھال کا کمبل گھٹنوں تک رکھے آرام کر رہا ہے۔ چار نوکرانیاں آس پاس کھڑی ہیں۔ کوئی اس کے سر کو دبا رہی ہے۔ کوئی ہاتھ پونچھ رہی ہے۔ تو کوئی اس کے پیر دبا رہی ہے۔ پیالے والی نوکرانی نے چاندی کی تپائی پر جاکر پیالہ رکھا اور پھر ادب سے بولی۔

"یخنی حاضر ہے حضور!"

پولطینی نے یخنی پی کر تالی بجائی اور کہا۔

"تم سب یہاں سے چلی جاؤ اور میرے حبشی گارڈ کو بھیج دو۔"

نوکرانیاں چلی گئیں۔ تھوڑی دیر بعد دو حبشی غلام ہاتھوں میں تلواریں لئے وہاں آگئے۔ پولطینی نے کہا۔

"میرا دشمن بڑا خطرناک جادوگر ہے۔ اس سے بچنے کے لئے بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی۔۔"

اتنا کہہ کر پولطینی نے ارد گرد دیکھا اور کہا۔

"ہو سکتا ہے اس جادوگر کی روح سن رہی ہو۔ اس لئے میرے قریب کان لاؤ۔ میں کان میں اگلی بات

کہوں گا۔"

غلام نے کان پولطینی کے منہ کے قریب کر دیا۔ پولطینی نے اسے کچھ کہا۔ غلام نے سر جھکا کر کہا۔

"جو حکم میرے آقا۔"

ناگ کچھ نہ سمجھ سکا۔ اس نے پولطینی کا کمرہ دیکھ لیا تھا۔ اب وہ آدھی رات کا انتظار کرنے لگا۔ وہ محل کی چھت پر آگیا۔ وہاں اس نے آدھی رات کر دی۔ جب فلورنس شہر اور محل پر خاموشی چھاگئی تو ناگ نے نیلی چڑیا سے کالے سانپ کا روپ بدلا اور محل کی اوپر والی سیڑھیوں اور روشن دانوں سے ہوتا ہوا نیچے پانچویں منزل پر آگیا۔ برآمدے کی دیوار اور غلام گردش کی چھت پر رینگتا ناگ پولطینی کے سونے کے کمرے کے دروازے پر آگیا۔ یہاں ایک شمع روشن تھی۔ اور دو غلام حبشی تلواریں اٹھائے آمنے سامنے کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔

ناگ ابھی تک غلام گردش کی چھت پر تھا۔ اس کو روشندان کی تلاش تھی۔ اب اس نے دیکھا کہ خواب گاہ کا کوئی روشندان ہی نہیں ہے۔ کچھ دیر ناگ چھت کے ساتھ اندھیرے میں لگا سوچتا رہا۔ آخر اسے ایک ترکیب سوجھی۔ وہ رینگتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ اس نے انسان کی شکل اختیار کر لی۔ اور سفید سانپ کا مہرہ منہ میں رکھ لیا۔ اس کے رکھتے

ہی وہ غائب ہو کر اوپر ہوا میں تیرنے لگا۔

ناگ ہوا میں تیرتا ہوا غلام گردش سے ہو کر سیدھا پولطینی کی خواب گاہ کے دروازے پر آگیا۔ یہاں دو حبشی خونخوار قسم کے ہٹے کٹے غلام اسی طرح پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ اگر چاہتا تو دروازے کو دھکا دے کر یا توڑ کر اندر داخل ہو سکتا تھا مگر وہ نہیں چاہتا تھا کہ پولطینی اس کی آمد سے خبردار ہو کر کہیں خفیہ جگہ پر چھپ جائے۔ وہ بے خبری میں اسے پکڑنا چاہتا تھا۔

ناگ نے ایسا کیا کہ ہوا میں اسی طرح اڑتا ہوا ذرا پیچھے اندھیرے میں چلا گیا۔ یہاں جا کر اس نے آہستہ سے آواز دی۔ "بچاؤ، بچاؤ" اس آواز کو سن کر ایک حبشی غلام گردش کی طرف بھاگا۔ دوسرا اپنی جگہ پر پہرہ دیتا رہا۔ پہلا حبشی جب غلام گردش میں اس جگہ آیا جہاں اندھیرا تھا اور ناگ زمین سے کوئی آٹھ فٹ اوپر ہوا میں تیر رہا تھا تو اِدھر اُدھر تکنے لگا کہ کس نے آواز دی تھی ————

ناگ نے اوپر سے حبشی کے سر پر زور سے مکا مار دیا۔ حبشی کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی اور وہ گر پڑا۔ اس کی چیخ کی آواز سن کر اس کا ساتھی ادھر کو لپکا۔ ناگ اس کے لپکنے کا انتظار کر رہا تھا۔ دروازہ خالی ہوا تو ناگ غوطہ لگا کر وہاں پہنچا۔ ایک سیکنڈ کے اندر اندر باریک سیاہ رنگ کا سانپ بن

کر بند دروازے کی درز میں سے دوسری طرف نکل گیا۔

اب وہ پولطینی کی خواب گاہ میں تھا۔ پولطینی شیر کی کھال اوڑھے شاندار پلنگ پر خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ ناگ رینگتا ہوا اس کے پلنگ پر چڑھ گیا۔ پھر وہ سرہانے کی طرف آیا اور منہ سے پکڑ کر کمبل کو ذرا سا کھسکایا۔ سونے والے نے ہڑبڑا کر کمبل پرے ہٹا دیا۔ شمع کی روشنی میں ناگ نے دیکھا کہ پولطینی کی جگہ وہاں ایک حبشی غلام سو رہا تھا۔ حبشی غلام نے بھی اپنے سامنے ایک سانپ کو دیکھا تو چیخ مار کر پلنگ سے کود گیا۔ شور سن کر باہر کے غلام بھی تلواریں لہراتے اندر آگئے۔ اس عرصے میں ناگ ایک جگہ کونے میں چھپ گیا تھا۔

"سانپ! سانپ! ابھی یہاں ایک کالا سانپ تھا۔"

حبشی کے شور مچانے پر خواب گاہ میں دوسری شمعیں بھی روشن کر دی گئیں اور سانپ کونے سے نکل کر دیوار پر چڑھنے لگا تو سانپ پر ایک حبشی کی نظر پڑ گئی۔ "وہ رہا سانپ" اور اس نے تلوار کا وار دیوار پر کیا۔ ناگ کی خوش قسمتی تھی کہ بچ گیا ورنہ کٹ کر دو ٹکڑے ہو جاتا۔ معاملہ خطرناک تھا۔ ناگ اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ اس کے پیچھے حبشی غلام تلواریں لے کر بھاگے۔ ناگ نے گہرا سانس لیا اور انسان کی شکل میں آگیا۔ اس جادو پر حبشی غلام دنگ ہو کر جہاں کھڑے تھے وہیں بت بن کر رہ

گئے۔ ناگ نے اس سے فائدہ اٹھایا اور سفید سانپ کا مہرہ منہ
میں رکھ کر غائب ہو گیا اور خواب گاہ میں چھت کے ساتھ لگ کر
اڑنے لگا۔ سارے محل میں افراتفری مچ گئی۔

پولطینی وہاں نہیں آ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ جادوگر ناگ پہنچ
گیا ہے۔ اس لئے وہ وہاں ڈر کے مارے نہیں آ رہا تھا۔ حبشیوں
نے جب ناگ کو غائب ہوتے دیکھا تو ڈر کر وہاں سے بھاگ گئے
تمام کمروں کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ ناگ بھی پریشان سا
ہو گیا۔ پولطینی کی مکاری اور ہوشیاری کی وجہ سے وہ اپنے مقصد
میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ مگر وہ اسے چھوڑ کر وہاں سے جانا
بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ غلام گردشوں میں سے اڑتا ہوا محل کے
باورچی خانے کی طرف آ گیا۔ یہاں نوکر جاگ پڑے تھے اور دروازہ
بند کئے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی باتوں سے ناگ کو معلوم ہوا کہ
پولطینی محل کے ایک تہہ خانے میں چھپا بیٹھا ہے۔

یہ تہہ خانہ کہاں تھا؟ ناگ کو یہ معلوم نہ ہو سکا۔ وہ باورچی
خانے میں ہی چھت کے ساتھ اِدھر اُدھر چکّر لگا رہا تھا۔ ناگ
کی خوش قسمتی سے ایک کنیز بھاگتی ہوئی اندر آئی اور بولی۔

"مالک نے جلدی سے کبوتروں کی یخنی مانگی ہے۔"

باورچی نے سر جھٹک کر کہا۔

"آدھی رات کو مالک کو کبوتروں کی یخنی کی کیا ضرورت

پڑ گئی ہے؟"

کنیز نے کہا۔

"جادوگر کے محل میں آنے سے مالک پریشان ہے۔ وہ
یخنی پینا چاہتا ہے تاکہ اس کے دل کو طاقت ملے۔"

باورچی ہنس پڑا۔ اس نے یخنی گرم کر کے پیالے میں ڈالی اور کنیز
کو دے دی۔ کنیز یخنی لے کر چلی تو ناگ بھی اس کے ساتھ اُس
کے سر کے اوپر اڑتا ہوا چل پڑا۔ کنیز چار منزلوں کی سیڑھیاں اتر
کر محل کی پہلی منزل پر آ گئی۔ یہاں سے ایک جانب تہہ خانے کو
سیڑھی جاتی تھی۔ اس جگہ اکٹھے تین حبشی غلام پہرہ دے رہے
تھے۔ کنیز کو وہ جانتے تھے۔ انہوں نے اُسے کچھ نہ کہا۔ ناگ کو
وہ دیکھ نہ سکتے تھے۔ ناگ بھی غوطہ لگا کر سیڑھی میں آ گیا اور
نیچے پھسلنے لگا۔

تہہ خانے کیا تھا ایک سجا سجایا شاندار کمرہ تھا جس کی دیواروں
پر مخمل کے پردے ٹنگے تھے۔ چاندی کے پایوں والا پلنگ بچھا تھا
جس پر ریشمی کمبل اوڑھے پولطینی بے چین سا بیٹھا تھا۔ کنیز اندر
داخل ہوئی تو اس نے چلّا کر کہا۔

"دروازہ زور سے بند کر دو، زور سے بند کرنا۔"

کنیز نے دروازہ بند کر کے کنڈی چڑھا دی۔ مگر ناگ اندر داخل ہو چکا
تھا۔ پولطینی نے کبوتروں کی یخنی پیتے ہوئے کنیز سے پوچھا۔

"جادوگر کو کسی نے دیکھا ہے کیا؟"

"ہاں مالک۔ دیکھا تھا۔ مگر وہ جھٹ سے غائب ہو گیا۔"

"ہوں ــــ کم بخت میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ مگر خیر اس تہہ خانے میں تو اس کا باپ بھی داخل نہیں ہو سکتا۔"

باپ کے خلاف یہ جملہ ناگ نہ سن سکا۔ جھٹ ظاہر ہو گیا اور پولطینی کے سامنے کھڑا ہو کر بولا۔

"میں داخل ہو چکا ہوں اندھے قاتل!"

پولطینی کے ہاتھ سے یخنی کا پیالہ گر پڑا۔ کنیز چیخ مار کر پرے ہٹ گئی۔ ناگ نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں بہن، میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔"

پولطینی نے چلا کر کہا۔

"کوئی ہے؟ میری مدد کرو۔ میری مدد کرو۔"

مگر دروازہ اتنی زور سے بند تھا کہ باہر آواز نہ جا سکتی تھی اور پھر تہہ خانے سے آواز اوپر کم ہی جایا کرتی ہے۔ ناگ نے ایک پل میں اپنا آپ بدل لیا۔ اب وہاں ناگ کی جگہ ایک دس فٹ لمبا بڑا ہی خوفناک پھن دار سیاہ سانپ اپنا پھن اٹھائے کھڑا پولطینی کی طرف زبان نکال نکال کر پھنکار رہا تھا۔ پولطینی کا رنگ اڑ گیا۔ خون خشک ہو گیا۔ کنیز غش کھا کر گر پڑی۔ ناگ آہستہ آہستہ کھسکتا پولطینی کی طرف آیا۔

پولطینی کانپ رہا تھا۔ اس کا جسم لرز رہا تھا۔ چہرہ پسینے سے تر بہ تر تھا۔ سانپ اس کے چہرے کے بالکل آگے اپنا پھن لا کر زبان بار بار باہر نکالنے لگا۔

سانپ نے اپنی زبان پولطینی کی آنکھ کے ساتھ لگائی تو اس کی اکیلی آنکھ ایکدم سانپ کے زہر اور گرمی سے کالی پڑ گئی۔ پولطینی نے چیخ مارنی چاہی مگر اس کا حلق خشک ہو چکا تھا۔ اس کی آواز نہ نکل سکی۔ سانپ پولطینی کی گردن کے گرد لپٹ گیا۔ اس کا پھن پولطینی کے منہ کے آگے تھا۔ پولطینی گرنے ہی والا تھا کہ سانپ نے اس کے ہونٹوں پر ایک بار، دو بار، تین بار ڈس دیا۔ پولطینی کے خون میں خطرناک کالے ناگ کا زہر اس قدر تیزی سے داخل ہوا کہ وہ ریت کی دیوار کی طرح بستر پر بیٹھ گیا۔ اس کا جسم پہلے اکڑ کر سخت ہوا۔ پھر نرم ہو کر پگھلنے لگا اور پانی بن گیا۔ چند لمحوں کے بعد بستر پر صرف اس کی ہڈیاں اور کھوپڑی ہی باقی بچی تھی۔

کنیز کو ہوش آ گیا تھا۔ اس نے بستر پر سانپ اور مالک پولطینی کی کھوپڑی دیکھی تو دروازہ کھول کر چیختی چلاتی شور مچاتی باہر کو نکل بھاگی۔ حبشی غلام بھاگ کر اندر آئے انہوں نے دیکھا ان کے مالک پولطینی کی لاش کی جگہ بستر پر صرف چند ایک گلی سڑی ہڈیاں اور کھوپڑی پڑی تھی

مایا مندر کے پراسرار جنگل

ناگ نے چڑیا کا روپ اختیار کیا اور پھڑپھڑاتا ہوا تہہ خانے کی سیڑھیوں سے نکل اوپر محل کی پہلی منزل میں آ گیا۔ یہاں سے وہ برآمدے میں سے اڑتا ہوا باغ اور پھر باغ سے اڑ کر محل کے باہر نکل گیا۔

محل سے اڑتا ہوا وہ سیدھا ایک یونانی مندر کے پیچھے سنگِ مرمر کے فرش پر اُتر آیا۔ اور پھر سے انسانی شکل اختیار کر لی۔ مندر کا یہ حصّہ ویران تھا۔ یہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ ناگ اپنا مشن مکمل کر چکا تھا۔ اس نے شہزادی ادفیلیا کی بھٹکتی ہوئی روح کا انتقام لے لیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اب اُس کی بے چین روح جنت میں اپنے پیارے بیٹے کے پاس چلی گئی ہوگی۔

اتنے میں بڑی ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا کا جھونکا ناگ کے قریب سے گذرا۔ اور ساتھ ہی ادفیلیا کی آواز آئی۔

"تمہارا شکریہ ناگ! میں ویران حویلی کی قید سے آزاد ہوگئی ہوں۔ وہ دیکھو جنت کے دروازے پر کھڑا میرا

پیارا بچہ مجھے مسکرا کر ہاتھ ہلا ہلا کر اپنے پاس بلا رہا ہے۔ میں جنت میں اپنے پیارے بیٹے کے پاس جا رہی ہوں۔ خدا حافظ! میں تمہیں ہمیشہ یاد کرونگی اور تمہارے لئے دعا کیا کروں گی ــــــ"

"خدا حافظ" ناگ نے ہوا میں ہاتھ ہلا کر ادفیلیا کو الوداع کہا۔ ہوا کا ٹھنڈا خوشبودار جھونکا آگے نکل گیا۔ ناگ بڑا خوش ہوا کہ ایک بھٹکتی ہوئی روح کو اپنے بچے کی محبت نصیب ہو گئی اور ایک سنگدل قاتل کو اس کے گناہ کی سزا مل گئی۔ اب اس کا اپنا سفر شروع ہونے والا تھا۔ اس نے عنبر اور ماریا کی تلاش میں سپین کی طرف جانا تھا۔ اس کی جیب میں ایک پائی بھی نہیں تھی۔ وہ جہاز کا کرایہ کہاں سے ادا کر سکتا تھا۔ فلورنس کے موٹے سرائے والے سے وہ دھوکے سے روپے نہیں لینا چاہتا تھا۔ ناگ نے ایسا کبھی نہیں کیا تھا۔ اس نے ہمیشہ پرانے بادشاہوں کے دفن شدہ خزانوں سے رقم حاصل کی تھی۔

فلورنس شہر کے اردگرد کئی ایک بادشاہوں کے پرانے محل تھے اور ناگ کو یقین تھا کہ ان کے اندر کئی جگہوں پر خزانے دفن ہوں گے۔ ایک رات وہ سرائے سے چپکے سے نکل کر ایک محل کے کھنڈر میں آ گیا۔ اُسے خبر بھی نہ ہوئی اور سرائے کا موٹا مالک اس

کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ ناگ نے کھنڈر میں آکر ایک جگہ سانپوں
کی زبان میں خفیہ سگنل بھیجا تاکہ وہاں اگر کوئی سانپ ہو تو آجائے۔
سانپ اسی کھنڈر کے نیچے آرام سے سو رہا تھا اچانک اس
کے جسم سے ناگ دیوتا کا مقدس سگنل یعنی لہریں ٹکرائیں تو وہ
جلدی سے اٹھا اور کھنڈر سے باہر آکر ناگ کے آگے جھک گیا۔

"حکم میرے مقدس دیوتا!"

ناگ نے اپنی زبان میں اس سے پوچھا کہ کیا وہاں کوئی خزانہ دفن
ہے؟ سانپ نے کہا کہ ہاں وہاں سے چند قدم دور زمین کے
اندر ہیرے جواہرات سے بھری ہوئی ایک دیگ دفن ہے جو قارون
بادشاہ کے زمانے سے زمین کے اندر سفر کرتے ہوئی وہاں آگئی
ہے۔ ناگ نے کہا۔

"اس دیگ میں سے چند ایک ہیرے لاکر مجھے دے دو۔"

"جو حکم میرے مقدس ناگ دیوتا!"

یہ کہہ کر سانپ واپس چلا گیا۔ ایک ستون کی اوٹ سے سرائے
کا مالک یہ سارا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ وہ ناگ اور سانپ کی آوازیں
تو نہیں سن سکتا تھا مگر یہ دیکھ کر حیران تھا کہ ناگ کے آگے ایک
سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہے اور وہ اس کی طرف گھور کر تک رہا
ہے۔ جب سانپ چلا گیا تو ناگ وہاں پتھر پر بیٹھ گیا۔ سرائے
کا مالک بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ سانپ

کہاں گیا ہے؟

تھوڑی دیر بعد سرائے کے مالک نے دیکھا کہ سانپ اندھیرے
میں چلا آرہا ہے اور اس کے منہ میں کچھ ہیرے ہیں جن کی چمک
سے روشنی کا ایک دائرہ اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔
سرائے کے مالک کی آنکھیں ہیروں کو دیکھ کر چکا چوند ہوگئیں۔
سانپ نے ہیرے لاکر ناگ کے قدموں پر ڈال دیئے۔

"کچھ اور لاؤں میرے آقا؟"

"نہیں۔ یہی کافی ہیں۔"

ناگ نے یہ کہہ کر ہیرے اٹھا لئے اور دیکھنے لگا۔

"یہ ہیرے بہت قیمتی معلوم ہوتے ہیں۔ آج سے چار
ہزار برس پہلے فرعون کے تاج میں اس قسم کے ہیرے
ہوا کرتے تھے۔"

ناگ کے اس جملے پر سانپ نے کہا۔

"مقدس دیوتا بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ قارون فرعونوں
کے زمانے میں ہی تھا۔ یہ اسی کے خزانے کے ہیرے
ہیں حضور!"

"تمہارا شکریہ دوست! اب تم جا سکتے ہو۔"

"آپ کی خدمت کے لئے میں ہر وقت حاضر ہوں
مقدس دیوتا!"

یہ کہہ کر سانپ واپس اندھیرے میں گم ہو گیا۔ سانپ کے جاتے ہی سرائے کا مالک اوٹ سے نکل کر دوسری طرف جانے لگا تو پتھر سے ٹکرا کر گر پڑا۔ ناگ نے آواز سنی تو تیزی سے اُدھر آ گیا۔ سامنے زمین پر سرائے کا موٹا مالک پڑا کراہ رہا تھا۔ ناگ کو اس پر سخت غصّہ آیا۔ سمجھ گیا کہ وہ اس کا تعاقب کر رہا ہو گا۔ اس نے موٹے کو اٹھایا۔ وہ کپڑے جھاڑ کر بولا۔

"بھائی! مجھے معاف کر دینا۔ میں نے وہ ہیرے دیکھ لئے ہیں جو سانپ تمہیں دے کر گیا۔"

"پھر اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں۔ صرف تمہاری خوشی چاہتا ہوں۔"

اس بااخلاق اندازِ گفتگو نے ناگ پر بڑا اثر کیا۔ کہنے لگا۔

"اگر تم مجھ سے ہیرے جواہرات کا حصّہ طلب کرتے اور مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کرتے تو میں اسی وقت تمہیں زمین کے اندر زندہ دفن کر دیتا۔ لیکن تم نے ایسا اخلاق والا فقرہ کہا ہے کہ میرے دل کو جیت لیا ہے۔ سچ ہے۔ اچھے اخلاق والا انسان ہمیشہ فائدے میں رہتا ہے۔"

سرائے کا مالک بڑا خوش ہوا۔ اور زیادہ نرم گفتار ہو کر بولا

"بھائی! ہم تو تمہارے نوکر ہیں، غلام ہیں، تمہاری

خدمت ہمارا فرض ہے۔ تم کچھ دو چاہے نہ دو۔ یہ تمہاری مرضی ہے۔ ہمارا کام خدمت کرنا ہے سو ہم کرتے جائیں گے۔"

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"جو کچھ یہاں ابھی ابھی ہوا ہے اسے تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ ایک سانپ مجھے کسی جگہ سے یہ چار ہیرے لا کر دے گیا ہے۔ میں ان میں سے دو ہیرے تمہیں اپنی خوشی سے دیتا ہوں۔ یہ لو۔ یہ تمہارے اچھے اخلاق کا انعام ہے۔"

سرائے کے مالک نے جلدی سے ہیرے لے کر جیب میں رکھ لئے اور ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ ناگ اُسے لے کر واپس سرائے میں آ گیا۔ دوسرے روز ناگ فلورنس شہر کے ایک سب سے مشہور جوہری کے ہاں گیا جو ایک یہودی تھا۔ مگر شہر میں بڑا ایماندار مشہور تھا۔ ناگ نے اُسے دونوں ہیرے دکھائے تو وہ ان ہیروں کی چکاچوند دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بار بار ہیروں کو گھما پھرا کر دیکھتا تھا۔ بولا۔

"برخوردار! تم نے یہ ہیرے کہاں سے چرائے ہیں؟ مجھے صاف صاف بتا دو۔ میں کسی سے ذکر نہیں کروں گا۔"

ناگ نے کہا۔

" یہ ہمارے آبائی خاندانی ہیرے ہیں۔ ایک ضرورت کی وجہ سے فروخت کر رہا ہوں۔ آپ یقین کریں کہ میں نے انہیں چرایا نہیں ہے۔"

جوہری نے کہا۔

" میرا تجربہ اور ہیرے جواہرات کا علم مجھے بتا رہا ہے کہ یہ ہیرے آج سے ہزاروں برس پہلے کے فرعون مصر کے زمانے کے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہارے خاندان میں چلے آ رہے ہوں۔ ضرور یہ کسی جگہ زمین میں خزانے کے ساتھ دفن تھے اور تم وہاں سے چرا کر لے آئے ہو۔"

ناگ کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا۔

" جناب اگر آپ اسے خریدنا چاہتے ہیں تو بات کریں نہیں تو میں کسی دوسری دکان پر جاتا ہوں۔"

ناگ نے ہیرے جوہری کے ہاتھ سے لے لئے۔ جوہری نے جلدی سے کہا

" نہیں نہیں برخوردار، میں تو ویسے ہی تم سے دریافت کر رہا تھا۔ میں اسے ضرور خریدوں گا۔ بولو۔ کیا لو گے اس کا ؟"

ناگ نے کہا۔

" جو مناسب دام بنتے ہیں دے دیں۔"

جوہری نے ناگ کو تجوری میں سے ایک ہزار سونے کی اشرفیاں نکال کر دے دیں۔ ناگ کو اس سے زیادہ چاہیں بھی نہیں تھیں شکریہ ادا کر کے اشرفیاں تھیلے میں ڈال واپس سرائے میں آ گیا۔

سرائے کے مالک کو پتہ چلا تو اس نے ناگ سے کہا۔

" تمہیں تو جوہری نے لوٹ لیا ہے۔ ان ہیروں کی قیمت لاکھوں اشرفیاں ہیں۔"

ناگ بولا۔

" مجھے لاکھوں اشرفیوں کی ضرورت نہیں جتنی چاہیے تھیں وہ مجھے مل گئیں۔ اب میں ملک سپین کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ یہاں سے کوئی سمندری جہاز کب روانہ ہوتا ہے۔"

سرائے والے نے کہا۔

" یہ میں آج ہی معلوم کر لیتا ہوں۔"

شام کو سرائے والے نے ناگ کو بتایا کہ سپین کی جانب ایک بادبانی جہاز اگلے روز شام کو روانہ ہونے والا ہے۔ ناگ نے بندرگاہ پر جا کر کرایہ ادا کر دیا اور اگلے روز شام کو جہاز میں سوار ہو کر سپین کی جانب روانہ ہو گیا۔

اب ہم عنبر اور ماریا کی طرف امریکہ کے ملک میں جاتے

ہیں۔ یاد رہے کہ یہ امریکہ آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے کا امریکہ
ہے جبکہ وہاں ابھی لوگ آباد ہو رہے تھے اور کچھ ریاستوں
میں لاقانونیت کا دور دورہ تھا۔ خاص طور پر جنوبی ریاستوں
میں پستول باز کاؤبوائے اور ڈاکو اکثر قصبوں میں دندناتے پھرتے
تھے اور بنکوں اور کاؤچ گاڑیوں کو لوٹ لیا کرتے تھے کسی انسان
کو جان سے مار دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اس سے پہلی
قسط میں آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ عنبر کو ابی الماس بادشاہ
کی روح نے خزانے کی چابی دی تھی جسے لے کر وہ زرگال کی تلاش میں
جا رہا ہے۔ عنبر کو ریاچی قبیلے والوں نے بتایا تھا کہ زرگال کو جنوبی
امریکہ کے ملک میکسیکو کے جنگلوں میں رہنے والے مایا تہذیب کے قبیلے
کے ریڈ انڈین خرید کر لے گئے ہیں اور وہاں وہ کسی مایا مندر میں
پتھر ڈھو رہا ہے۔ عنبر خزانے کی چابی لئے ایک گھوڑا گاڑی میں
دوسرے مسافروں کے ساتھ بیٹھا دریائے ایمزن پار کر کے میکسیکو
شہر کی جانب سفر کر رہا ہے ماریا اس کی تلاش میں ایک پہاڑی
غار میں پہنچ گئی تھی۔ جہاں ایک انسانی بلّی نے اُسے بتایا تھا کہ
عنبر دریائے ایمزن پار کر چکا ہے اور مایا مندر کی طرف روانہ ہے
چنانچہ ماریا بھی عنبر کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ ماریا اس وقت
دریا پار کر کے کالی چٹانوں کے درمیان سے گذرنے والی کچی
سڑک پر اکیلی جا رہی ہے۔

ہم ماریا کو دریا پار کی کالی چٹانوں میں چھوڑتے ہیں اور
پہلے عنبر کی خبر لیتے ہیں۔ کہ وہ کس حال میں ہے۔
یہ ایک وسیع صحرائی علاقہ ہے۔ جہاں تھوہر کی کانٹے دار
جھاڑیوں کے سوا کچھ نہیں اُگا ہوا۔ اونچے نیچے مٹی کے ٹیلے ہیں
تیز دھوپ اور گرم ہوا ہے۔ دو گھوڑوں کی بند گاڑی کچے راستے
پر بھاگی جا رہی ہے۔ ہر بیس میل کے بعد پڑاؤ آتا ہے جہاں گھوڑے
بدلے جاتے ہیں۔ گاڑی کی صفائی ہوتی ہے۔ مسافر ٹھنڈا پانی پی کر
کچھ ہوش میں آتے ہیں اور اس کے بعد پھر سفر شروع ہو جاتا ہے۔
عنبر بڑی خاموشی سے سفر کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ چھ سات
مسافر ہیں۔ یہ کاؤچ گاڑی ذرا بڑی ہے۔ مسافروں میں دو عورتیں
بھی ہیں۔ بچے بھی ہیں۔ صرف ایک رات اور ایک دن کا سفر
باقی رہ گیا ہے۔ شام کے وقت گھوڑا گاڑی ایک پڑاؤ پر رکتی
ہے۔ یہاں مسافر رات کا کھانا کھاتے ہیں۔ گھوڑے تبدیل کئے
جاتے ہیں اور شروع رات میں پھر سفر شروع ہو جاتا ہے صحرائی
رات کچھ ٹھنڈی ہے۔ مسافر نیند میں ہیں۔ رات گذر جاتی ہے
دوسرے روز دوپہر کے وقت اس طویل سفر کا آخری پڑاؤ آتا
ہے۔ یہاں مسافر کھانا کھاتے ہیں۔ منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہوتے
ہیں۔ دھوپ خوب تیز ہے۔ گاڑی کے گھوڑے بدلے جا رہے
ہیں۔ مسافر سرائے کے چھجے تلے لکڑی کی کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔

یہاں چھاؤں میں کچھ آرام ہے۔ سکون ہے۔ ایک بچہ چھاؤں میں
ایک طرف کھیل رہا ہے۔ اچانک بچے کے سامنے جھاڑی سے نکل
کر ایک سانپ آجاتا ہے۔ لوگ شور مچاتے اسے مارنے لگتے ہیں
کہ سانپ بچے کی گردن میں لپٹ جاتا ہے۔ بچہ سہم کر وہیں بیٹھ
جاتا ہے۔ بچے کی ماں کا بُرا حال ہے۔ وہ رو رہی ہے۔ کئی ایک
مسافر پستولیں نکال کر سانپ کو مارنے لگتے ہیں۔ مگر خطرہ ہے کہ
گولی بچے کو نہ لگ جائے۔

عنبر نے یہ ڈراؤنا منظر دیکھا تو ایکدم بچے کے عقب میں آگیا
اور اپنا ہاتھ سانپ کی طرف بڑھایا۔ سانپ نے فوراً عنبر کے ہاتھ
پر ڈس دیا۔ عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔ عنبر نے سانپ کو گردن
سے پکڑ کر بچے کی گردن سے اتار لیا۔ پھر سانپ کی گردن نیچے رکھ
کر اُسے پاؤں سے اتنی زور سے مسلا کہ وہ زمین کے اندر دھنس
گیا۔ عورت نے اپنے بچے کو سینے سے لگا لیا۔ لوگ عنبر کی طرف لپکے۔

"زہر کا اثر ابھی نہیں ہوا۔ ہاتھ باندھ دو۔ تھوہر کے
کڑوے پتے ابال کر پلاؤ۔"

ہر کوئی سانپ کے زہر سے بچنے کے نسخے بتا رہا تھا۔ ایک بوڑھا بولا۔

"یہ سانپ بے حد زہریلا تھا۔ مجھے خطرہ ہے کہ اس نوجوان
کی زندگی نہ بچا سکو گے۔ یہ اب کوئی دم کا مہمان ہے۔"

عنبر ان سب کی باتیں خاموشی سے سن رہا تھا اور کرسی پر بیٹھا

اپنے ہاتھ کی اس جگہ کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں سانپ نے کاٹا تھا وہاں
زخم کا ذرا سا بھی نشان نہیں تھا۔ لوگوں نے بھی جب دیکھا کہ
زخم کا ہلکا سا نشان تک نہیں تو پہلے تو حیران ہو کر ایک دوسرے کو تکنے
لگے پھر عنبر سے پوچھا۔

"سانپ نے کہاں کاٹا تھا؟"

"اس جگہ" عنبر نے انگلی سے ہاتھ پر ایک جگہ اشارہ کیا کسی کو
یقین نہیں آسکتا تھا کہ سانپ نے نہیں کاٹا ہوگا۔ کیونکہ ان سب
کی آنکھوں کے سامنے سانپ نے عنبر کے ہاتھ پر زور سے منہ مار کر
کاٹا تھا۔ عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"مجھ پر سانپ کے زہر کا اثر نہیں ہوا کرتا۔"

وہی بوڑھا جس نے کہا تھا کہ عنبر کوئی دم کا مہمان ہے اٹھا اور عنبر
کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تم نے ایسی کونسی چیز کھا رکھی ہے کہ تم پر سانپ کے
زہر کا اثر نہیں ہوتا ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"مجھ پر ایک بزرگ کی دُعا کا اثر ہے۔"

"یہ ناممکن بات ہے۔ تم ضرور کوئی جادوگر ہو۔ کیا یہ
جادو تم ہم لوگوں کو نہیں بتا سکتے کیونکہ ہمارے ہاں اکثر
لوگوں کو سانپ کاٹتے رہتے ہیں۔ اس سے ہم لوگوں کا

بڑا فائدہ ہوگا"۔

عنبر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ انہیں کیا جواب دے، وہ انہیں کیسے بتائے کہ اسے دنیا کا کوئی سانپ صرف اس لئے نہیں ڈس سکتا کہ وہ خدا کے حکم سے کچھ عرصے کے لئے موت سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور اُسے ابھی موت نہیں آ سکتی۔ وہ لوگوں کی مدد بھی کرنا چاہتا تھا۔ کہنے لگا۔

"بات یہ ہے کہ مجھے جس بزرگ کی دعا ہے وہ یہاں ہوتے تو تمہیں بھی دعا دیتے۔ اب وہ یہاں نہیں ہیں اس لئے میں مجبور ہوں اور خواہش کے باوجود تمہاری مدد نہیں کر سکتا"۔

مسافروں میں ایک سرپھرا پستول باز کاؤبوائے بھی تھا جو اس سے پہلے خونی مقابلوں میں کتنے ہی لوگوں کو پستول سے ہلاک کر چکا تھا۔ بڑا اکھڑ اور بدتمیز آدمی تھا۔ جسم بھی گینڈے کی طرح مضبوط تھا۔ گردن سؤر کی طرح موٹی تھی۔ پستول تان کر عنبر کے پاس آیا۔ بولا۔ "تم بکواس کرتے ہو۔ تمہیں دعا یاد ہے۔ تم ہمیں بتانا نہیں چاہتے۔ جلدی بتاؤ نہیں تو میں تمہیں گولی مار دوں گا"۔

عنبر الجھن میں پھنس گیا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ بڑے اخلاق اور نرمی سے کہنے لگا۔

"بھائی! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اگر مجھے دعا یاد ہوتی تو یقین کرو میں تم سب کو بتا دیتا۔ لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس سلسلے میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا"۔

اکھڑ پستول باز کا پارہ اور چڑھ گیا۔ لوگ بھی خاموش تھے کہ شاید سختی کرنے سے ہی عنبر کچھ بتا دے۔ پستول باز کاؤبوائے نے پستول کی نالی کا رخ عنبر کے سر کی طرف کر کے کہا۔

"میں دس تک گنتی گنوں گا۔ اگر تم نے دعا نہ بتائی تو گولی چلا دوں گا"۔

سب لوگ کاؤبوائے کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔ عنبر کو بڑا غصہ آیا۔ جس بچے کی عنبر نے جان بچائی تھی اس کی ماں نے چلا کر کہا۔

"یہ ظلم نہ کرنا۔ اس کی جان بخشی کر دو۔ یہ ایک شریف نوجوان ہے۔ اس نے میرے بچے کی جان بچائی ہے"۔

ایک مسافر نے چیخ کر کہا۔

"تو پھر یہ ہمیں زہر کا توڑ کیوں نہیں بتاتا ہے اس پر سانپ کے زہر کا کوئی اثر نہیں ہوا"۔

پستول باز نے گنتی شروع کر دی تھی۔ عنبر مسکرایا۔

"تم احمق ہو۔ تمہاری ایک بھی گولی مجھے نقصان نہ

پہنچا سکے گی۔"

پستول باز آٹھ تک پہنچ چکا تھا۔ لوگ خاموش کھڑے تھے وہاں سناٹا چھا گیا تھا۔ جونہی پستول باز کاؤبوائے دس کے ہندسے تک پہنچا اس کی پستول سے شعلہ نکلا۔ دھماکہ ہوا۔ گولی عنبر کی کھوپڑی سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔ عنبر اپنی جگہ پر اس طرح کھڑا مسکراتا رہا۔ کاؤبوائے نے سوچا کہ شاید نشانہ چوک گیا ہے۔ اس نے اوپر تلے چار فائر کر دیئے۔ چاروں کی چاروں گولیاں عنبر کے سر اور سینے کے سامنے لگیں۔ اور ایک ایک کر کے نیچے گرتی گئیں۔ لوگوں کی تو حیرت سے چیخیں نکل گئیں۔ سرائے کا مالک اور کوچوان بھی دنگ رہ گئے کہ یہ کس قسم کا جادوگر نوجوان ہے کہ اس پر گولی کا اثر نہیں ہوا۔ عنبر نے اب اپنی جیکٹ میں سے بھرا ہوا پستول نکال لیا۔ اور بولا۔

"اب میری باری ہے۔ میرے خیال میں تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ تم اپنی باری لے چکے ہو۔"

سارا مجمع دم بخود ہو گیا۔ کوئی نہ بولا۔ کاؤبوائے کو پسینہ آ گیا۔ عنبر نے اس کے پاؤں کے قریب دو گولیوں کے فائر کئے۔ مٹی اُڑی اور کاؤبوائے کھڑے کھڑے کانپ اٹھا۔ عنبر نے تیسرا فائر آسمان کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ مجھے بڑے ناشکرے معلوم ہوتے ہو۔ پھر بھی

میں نے اس آدمی کو معاف کر دیا ہے۔ اگر اب کسی نے میرے ساتھ الجھنے کی کوشش کی تو میں پستول کے بغیر ہی اُسے قبر میں پہنچا سکتا ہوں۔"

لوگ شرمندہ ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ عنبر خاموشی سے گھوڑا گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ عورت بھی عنبر کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے عنبر کا بیحد شکریہ ادا کیا۔ ہر کوئی عنبر کو اس طرح دیکھ رہا تھا۔ جیسے وہ کوئی بھوت پریت ہو۔ کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں آج تک ایسا انسان نہیں دیکھا تھا جس پر گولی کا اثر نہ ہوتا ہو۔ گھوڑا گاڑی اپنے سفر پر روانہ ہو گئی۔ شام ہونے سے ذرا پہلے ان کی منزل آ گئی اور گھوڑا گاڑی میکسیکو کے بڑے شہر میں داخل ہوئی۔ آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے کا یہ شہر آج کی طرح ماڈرن شہر نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی بڑا گنجان تھا اور گلیوں، بازاروں میں رونق تھی۔ عنبر ایک سرائے میں جا اُترا۔

رات سرائے میں گذارنے کے بعد عنبر نے دوسرے دن سرائے کے مالک سے مایا مندر کے بارے میں دریافت کیا۔ مایا مندر کا نام سن کر اُس نے گھبرا کر عنبر کو دیکھا۔

"کیوں میاں! تم مایا مندر کا کیوں پوچھ رہے ہو؟ وہاں تو چڑیلوں اور بھوتوں کا قبضہ ہے۔ جو کوئی اُدھر گیا آج تک واپس نہیں آیا۔ تمہیں سونے کی تلاش ہے تو کسی دوسرے علاقے کا رخ کرو، مایا مندر کو بھول جاؤ۔"

عنبر بولا۔

"بات اصل میں یہ ہے کہ میرا ایک بھائی جس کا نام زرگال ہے اُدھر گیا تھا۔ میں اس کی تلاش میں جا رہا ہوں۔"

سرائے کے مالک نے عنبر کے کندھے میں ہاتھ رکھ کر کہا۔

"برخوردار! مایا مندر اور اپنے بھائی کو بھول جاؤ۔ تمہارے بھائی زرگال کی تو اب ہڈیاں بھی نہیں رہیں ہوں گی۔"

عنبر نے تنگ آ کر کہا۔

"بھائی تم مجھے صرف اتنا بتا دو کہ مایا مندر کی طرف کون سا راستہ جاتا ہے۔ باقی میں جانوں اور میرا کام۔"

سرائے کے مالک نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

"اچھا میاں۔ اگر تم واقعی مرنا چاہتے ہو تو بھلا میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ مایا مندر یہاں سے پانچ سو میل دور دریائے یوگوٹا کے کنارے والے جنگل میں ایک ٹیلے پر ہے۔ ایک سٹیمر یہاں سے تمہیں دریائے یوگوٹا تک پہنچا دے گا۔ اس سے آگے جنگل میں تمہیں اکیلا سفر کرنا ہوگا۔ کیونکہ دنیا کا کوئی انسان اگر تم اسے لاکھ روپے بھی دے دو تو تمہارے ساتھ اس جنگل میں نہیں جائے گا۔"

تین دن بعد عنبر ایک چھوٹے سے آگ سے چلنے والے سٹیمر میں دریائے یوگوٹا میں سفر کر رہا تھا۔ اس نے میکسیکو شہر میں اپنے ساتھ رسّی اور پستول کی

گولیاں رکھ لی تھیں۔ اس سے زیادہ اُسے کسی شے کی ضرورت نہیں تھی۔
جس سٹیمر پر عنبر سفر کر رہا تھا۔ وہ بھاپ سے چلتا تھا اور اس کے اوپر بادبان بھی لگے تھے۔ اس زمانے میں بھاپ کے پرانی طرز کے انجن نئے نئے دریافت ہوئے تھے۔ سٹیمر کی رفتار بہت کم تھی۔ پانچسو میل کا سفر جہاز نے ایک مہینے میں طے کیا۔ آخر ایک روز جہاز نے عنبر کو یوگوٹا قصبے کی گھاٹ پر پہنچا دیا۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ چند ایک دکانیں تھیں جہاں سے دیہات کے لوگ آٹا دال وغیرہ خرید کر آس پاس کے دیہات میں لے جاتے تھے۔ یہاں سے وہ خطرناک جنگل شروع ہوتا تھا جس میں کافی دور جا کر مایا مندر کا ٹیلہ تھا۔ اس جنگل میں کبھی کوئی نہیں گیا تھا۔ لوگ ادھر جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ گھنے درختوں کا یہ جنگل دور ہی سے خوفناک دکھائی دے رہا تھا۔ اس جنگل میں ریڈ انڈین کے ایسے خونخوار آدم خور قبیلے رہتے تھے جو کبھی یوگوٹا قصبے تک نہیں آئے تھے۔ جو کوئی بھی بھولا بھٹکا اس جنگل میں چلا گیا پھر کسی کو نظر نہ آیا۔ یا تو جنگل کے زہریلے سانپوں نے اُسے ہلاک کر دیا۔ اور یا پھر آدم خور ریڈ انڈین اُسے بھون کر کھا گئے۔

عنبر گھاٹ کے قریب ایک دکان کے باہر بیٹھا تھا اور اپنے گھسے ہوئے جوتوں کو نئے تلے لگوا رہا تھا۔ دکاندار نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جب عنبر نے اُسے بتایا کہ وہ مایا مندر کی تلاش میں جا رہا ہے تو دکاندار نے حیرت سے دیکھا اور کہا۔

"کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو؟ کیا تم خودکشی کرنا چاہتے ہو؟"

عنبر نے کوئی جواب دیا۔ رات اس نے یوگوٹا کے قصبے میں بسر کی۔

دوسرے دن خدا کا نام لیا اور گھاٹ کے مغربی کنارے سے ہو کر جنگل میں داخل ہو گیا۔ اس جنگل میں کوئی راستہ نہ تھا۔ عنبر نے ایک چھرا خرید لیا تھا جس کی مدد سے وہ گھنی جھاڑیاں میں راستہ بناتا جنگل میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ دوپہر تک وہ جنگل میں تھوڑی دور ہی جا سکا۔ اس نے بزرگ کی دی ہوئی سرمے کی سلائی کو بہت یاد کیا۔ اگر اس وقت وہ سرمہ اس کے پاس ہوتا تو اُسے آنکھوں میں لگا کر ہوا میں اڑتا مایا مندر تک پہنچ سکتا تھا۔ لیکن اب اُسے جنگل میں پیدل چل کر ہی سفر کرنا تھا۔ جنگل بڑا گھنا اور پُراسرار تھا۔ شاخیں زمین کو چھو رہی تھیں۔ صاف لگتا تھا کہ ادھر کبھی کسی انسان کا گذر نہیں ہوا۔ جنگل میں دن کے وقت بھی ہلکا ہلکا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ سارا دن عنبر جنگل میں سے گذرتا رہا۔ رات کو وہ ایک گھنے درخت کے نیچے آرام کرنے کو بیٹھا ہی تھا کہ اسے کسی سانپ کی پھنکار سنائی دی۔

ناگن دیوی

سانپ کی پھنکار عنبر کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔

اس نے دیکھا کہ ایک گھنے درخت کے اوپر سے لال دھاری دار سات فٹ لمبا سانپ نیچے اتر رہا تھا۔ عنبر پریشان ہونے کی بجائے یونہی تماشے کی خاطر ذرا دلچسپی سے اس کی طرف تکنے لگا۔ سانپ بڑے سکون سے جلیبی کی طرح رینگتا عنبر کے قریب آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا پھن کھول لیا اور عنبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورنے لگا۔ عنبر کچھ حیران ہوا کہ یہ کیسا سانپ ہے جو سیدھا اُسی کے پاس آ کر بیٹھ گیا ہے۔ کہیں یہ ناگ تو نہیں ہے عنبر جلدی سے بولا۔

"ناگ! کیا یہ تم ہو؟"

دھاری دار سرخ سانپ پیچھے کی طرف ذرا سا کھسکا اور اچانک وہ ایک ایسی خوبصورت شکل والی عورت بن گیا جس کا سر تو عورت کا تھا۔ لیکن باقی سارا جسم سانپ کا تھا۔ عنبر اسے دیکھ کر سخت حیران ہوا اس نے آج تک ایسی عورت نہیں دیکھی تھی کہ جس کا دھڑ سانپ کا ہو اور سر عورت کا۔ اس عورت کے بال بڑی خوبصورت

بنے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں کالا کاجل تھا۔ ہونٹ سرخ تھے اور وہ مسکرا رہی تھی۔ عنبر اس سے بات کرنے ہی والا تھا کہ عورت خود بولی۔

"عنبر! میرا نام ناگن دیوی ہے۔ میں جانتی ہوں تم عنبر ہو اور مقدس ناگ دیوتا کے بھائی ہو۔ میں بھی پانچ سو برس بعد مقدس ناگن دیوی بن جاؤں گی۔ ابھی میرا پانچ سو سال کا چلّہ رہتا ہے۔ ابھی مجھ میں صرف اتنی ہی طاقت آئی ہے کہ میرا چہرہ عورت کا بن جاتا ہے لیکن باقی دھڑ سانپ کا ہی رہتا ہے۔ تمہارے جسم سے مقدس ناگ دیوتا کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے تمہیں دیکھا تو سب کچھ معلوم ہو گیا کہ تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو۔"

عنبر نے کہا۔

"ناگن دیوی! تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں مایا مندر کی طرف جا رہا ہوں۔ کیا تم میری کچھ مدد کر سکتی ہو اور بتا سکتی ہو کہ مایا مندر یہاں سے کتنی دُور ہے؟"

ناگن دیوی بولی۔

"عنبر! مایا مندر کا خیال اگر تم اپنے دل سے نکال ڈالو تو اچھا ہے۔ کیونکہ اس مندر پر خبیث روحوں کا قبضہ ہے ریڈ انڈین آدم خور ہیں۔ خیر تمہیں تو وہ کچھ نہ کہہ سکیں گے

پہاڑ کاٹ رہے تھے۔ ایک انگریز انجینئر غنڈہ پستول لئے ان کی نگرانی کر رہا تھا۔ عنبر بھی ٹوکری میں مٹی بھرنے لگا۔ اس کی طرف کسی نے دھیان نہ دیا۔ سارے مزدور کمزور اور بدحال تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ انہیں مہینوں سے اچھی خوراک نہیں ملی۔ ان میں ریڈ انڈین لوگ بھی تھے میکسیکو کے نوجوان بھی تھے اور امریکی کسان بھی تھے۔ سارا دن عنبر کام کرتا رہا۔ دوپہر کو انہیں خشک ڈبل روٹی اور سبزی دی گئی۔ اس کے بعد انہیں پھر جانوروں کی طرح کام پر لگا دیا گیا۔ ذرا سی کسی سے غلطی ہو جاتی یا وہ آرام کرنے یا سانس لینے کے لئے کہیں رُکتا تو انگریز پہرے دار اس پر کوڑوں کی بارش شروع کر دیتے۔ اگر کوئی آدمی بے بس ہو کر یا بیماری کی وجہ سے گر پڑتا تو اسے وہیں گولی مار دی جاتی تھی۔

عنبر کو وہاں کام کرتے دو تین روز ہو گئے تھے مگر کسی مزدور نے اس کے ساتھ زیادہ بات چیت نہیں کی تھی۔ سارا دن گدھوں کی طرح کام کرتے رہنے کے بعد انہیں الگ الگ لے جا کر غاروں میں بند کر دیا جاتا تھا۔ کام کے وقت وہ اتنے پریشان اور تھکے ہوئے ہوتے تھے کہ ایک دوسرے سے کوئی بات چیت نہ کرتے تھے پھر ایک نگران اُن پر ہر وقت موجود رہتا تھا۔ وہاں کئی ایک گڑھے بھی تھے۔ عنبر کو ایک دن اس کے ساتھ مزدور نے بتایا۔

"ان گڑھوں میں ہم لوگوں کو مرنے کے بعد دبا دیا جائے گا۔ اس طرح کے کئی گڑھے میرے سامنے ہی ہمارے

بھائیوں کی لاشوں سے بھرے گئے ہیں۔"

عنبر نے اس سے پوچھا۔

"کیا یہاں سے کسی نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی ہے؟"

"یہاں سے جو بھاگنے کی کوشش کرتا ہے بہت جلد پکڑ لیا جاتا ہے۔ پھر اس کا سر کاٹ کر سونے کی کان کے دروازے پر لٹکا دیا جاتا ہے۔ اس لئے پھر کسی کو جرات نہیں ہوتی۔ کوئی بھی اپنا سر تن سے جُدا نہیں کرنا چاہتا۔"

عنبر نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ وہ ان لوگوں کو اس ظلم سے نجات دلا کر وہاں سے واپس جائے گا۔ انہیں اکیلا ان ظالم اور سنگدل قاتلوں اور انسانیت کے دشمن درندوں کے پاس چھوڑ کر وہاں سے اکیلا نہیں جائے گا۔ اسی روز عنبر نے کام کرتے ہوئے باری باری ہر ایک کے کانوں تک یہ بات پہنچا دی کہ وہ تیاری کر لیں۔ ان کی مصیبتوں کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ یہ اذیت کیمپ تھا جہاں چھ غنڈے اُن پر نگرانی کرتے تھے۔ روزانہ کئی من مٹی غار میں سے کھود کر جھونپڑے میں لائی جاتی اور ہر روز مٹی میں سے سونا چھان کر اس کا برادہ چمڑے کے تھیلوں میں جمع کر دیا جاتا تھا۔ یہ تھیلے بارک کی ایک کوٹھڑی میں پڑے تھے۔ جہاں ایک غنڈہ ہر وقت پستول لگائے پہرہ دیتا تھا۔

عنبر نے اپنے مشن پر عمل شروع کر دیا۔ اسے اس اذیت

کیمپ میں کام کرتے چھٹا روز تھا۔ اُسے نہ تو پاؤں کی بیڑی تنگ کرتی تھی۔ اور نہ بوجھ اٹھانے سے کوئی تکلیف ہوتی تھی۔ وہ تو وہاں کام کرتے انسانوں کی جانوروں سے بدتر حالت دیکھ کر پریشان تھا۔ اور انہیں ہر طریقے سے اس مصیبت، ذلت اور عذاب سے نجات دلانا چاہتا تھا۔ آٹھویں روز عنبر نے بیماری کا بہانہ بنا کر کام کرنے سے انکار کیا تو غنڈے اُس پر ہنٹر برسانے لگے۔ عنبر کو ذرا بھی تکلیف نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"تم لوگ ظالم انسان ہو۔ میں شہر جا کر تمہاری رپورٹ پولیس کو کروں گا اور تمہارے ظلم و ستم اور قتل و غارت گری کا بھانڈا پھوڑ دوں گا۔"

اس پر غنڈوں نے عنبر کو رسیّوں سے جکڑ کر کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ دوپہر کے وقت جب سارے مزدور ایک جگہ بیٹھے روکھی سوکھی روٹی کھا رہے تھے۔ یہ غنڈے عنبر کو کوٹھڑی میں سے نکال کر باہر لے آئے۔ سب سے بڑے غنڈے نے دوسرے مزدوروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھو یہ شخص بیماری کا بہانہ بنا کر کام سے بھاگ رہا ہے۔ یہ باغی بن گیا ہے۔ کہتا ہے میں شہر جا کر پولیس کو خبر کر دوں گا۔ اس کا انجام کیا ہوگا یہ ابھی تم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔"

سارے مزدوروں کو عنبر پر افسوس اور ترس آنے لگا کہ کیوں
اس بے چارے نے ان کی خاطر اپنی زندگی قربان کرنے کا فیصلہ کیا۔
چھ کے چھ غنڈے ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر ایک ہٹا کٹا گینڈے
ایسا غنڈا ہاتھ میں خنجر لے کر عنبر کے پاس آیا۔ عنبر کے ہاتھ پیر رسیوں میں
جکڑے ہوئے تھے۔ اس نے عنبر کو زمین پر گرا دیا اور اس کے سینے پر
چڑھ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے دوسرے مزدوروں کو چمکتا ہوا تیز خنجر دکھا
کر کہا۔

"یہ ہوتا ہے باغی کا انجام اور بغاوت کی سزا۔ اگر تم میں سے
کوئی بغاوت کرے گا۔ اس کو بھی یہی سزا ملے گی۔"

مزدوروں کے رنگ فق ہو گئے۔ دل میں ہر کسی کو سخت افسوس تھا کہ عنبر
کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ کیونکہ عنبر ان کے ساتھ بڑی ہمدردی کرتا
تھا اور انہیں یہ خوش خبری دیا کرتا تھا کہ وہ بہت جلد ان کو آزاد کرا دے
گا۔ غنڈے نے خنجر عنبر کی گردن پر رکھ دیا۔ عنبر نے کسی کا اعتراض نہ کیا
وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ غنڈے نے کہا۔

"بڑا بہادر نوجوان ہے۔ ہنستے ہوئے موت کو قبول کر رہا ہے۔"

عنبر نے صرف اتنا کہا۔

"تمہیں بھی ہنستے ہوئے موت کو قبول کرنا چاہیے جو تھوڑی
دیر بعد آ رہی ہے۔"

غنڈے کو سخت طیش آ گیا کہ یہ شخص خنجر کی نوک کے نیچے اس قسم کی
گستاخی کی باتیں کر رہا ہے۔ اس نے پوری طاقت سے عنبر کی گردن پر
خنجر پھیر دیا۔ خنجر پھیرتے ہوئے غنڈہ ذرا پرے ہٹ گیا تھا تاکہ عنبر کی
گردن سے جو خون کا فوارہ چھوٹے گا اس سے کہیں اس کے کپڑے نہ
خراب ہو جائیں۔ لیکن وہاں کچھ اور ہی ہو رہا تھا۔ عنبر کی گردن ویسی کی
ویسی تھی اور خنجر ایسے پھر رہا تھا جیسے وہ کسی پتھر کی سل پر پھر رہا ہو۔
غنڈے نے دوسری بار اور طاقت استعمال کی۔ اس بار اس کا اپنا ہاتھ
خنجر کی دھار لگنے سے زخمی ہو گیا۔ دوسرے غنڈوں نے آواز دی۔

"کیا کر رہے ہو؟ ابھی تک سر تن سے جدا کیوں نہیں کیا؟"

مزدور بھی کچھ حیران حیران تھے۔ غنڈہ دیوانوں کی طرح خنجر چلا رہا تھا۔
عنبر کی گردن پر ہلکی سی خراش تک نہیں آ رہی تھی۔ وہ اٹھ کر پرے ہو کر
کھڑا ہو گیا۔

"اس کی گردن تو پتھر کی ہے۔"

"کیا بکتے ہو؟" دوسرے غنڈے نے کہا۔

اور آگے بڑھ کر عنبر پر پستول کی ایکدم دو گولیاں فائر کر دیں۔ دونوں
گولیاں عنبر کے سینے پر لگ کر ٹن کی آواز کے ساتھ دور جا گریں۔ اب تو
غنڈوں نے عنبر کو پکڑ لیا کہ ضرور اس نے جیکٹ کے اندر لوہے کی صدری
پہن رکھی ہے۔ مگر عنبر کا سینہ خالی تھا۔ انہوں نے خنجر کے وار کرنے شروع
کر دیئے۔

اب عنبر کے صبر کا پیمانہ بھر گیا تھا۔ اس نے ایک جھٹکا کھایا اور

اس کے ہاتھ پاؤں کی رسیاں ٹوٹ کر پرے جا گریں۔ وہ کپڑے جھاڑتا ہوا
اٹھ کھڑا ہوا۔ سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ ایک غنڈے کو گردن
سے پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا۔ اس کی گردن تن سے الگ ہو گئی۔ عنبر نے
اس کا خون آلود سر پرے پھینکا۔ اور پستول ہاتھ میں تھام کر باقی پانچوں
غنڈوں سے کہا۔

"سامنے دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اگر کسی نے
بھاگنے کی ذرا سی بھی کوشش کی تو یاد رکھو میری گولی تمہارا
پیچھا کرے گی۔ تم میری طاقت سے واقف ہو گئے ہو۔"
پانچوں غنڈے چپ چاپ سامنے والی دیوار کے ساتھ لگ گئے۔ عنبر نے
مزدوروں سے کہا۔

"ان کے پستول اور خنجر چھین لو۔"
مزدوروں میں نئی زندگی آ گئی تھی۔ اٹھے اور سب غنڈوں کے پستو
اور خنجر اتار لئے۔ عنبر نے کونے والی خالی کوٹھڑی کا دروازہ کھلوا ک
چھ کے چھ غنڈوں کو اس کے اندر دھکیل کر باہر سے دروازہ بند کر
لوہے کا تالہ لگا دیا۔ اس کوٹھڑی میں صرف ایک ہی روشن دان تھا جو او
چھت کے قریب تھا۔ عنبر نے کہا۔

"گھاس کے گٹھے اور لکڑیاں لاؤ۔"

سانپوں کا جنگل

عنبر نے سب سے پہلے تمام مزدوروں کی بیڑیاں کاٹ دیں۔
پھر سب نے مل کر کوٹھڑی کے باہر گھاس اور لکڑیاں جمع کر دیں۔ عنبر
نے ایک سیڑھی منگوا کر دیوار کے ساتھ روشندان تک لگائی اور اندر
گھاس اور لکڑیاں پھینکنی شروع کر دیں۔ غنڈوں نے اندر شور مچانا اور
دروازے کو توڑنا شروع کر دیا۔ دروازہ بہت مضبوط تھا اور لوہے کا
داڈ لگا ہوا تھا۔

عنبر نے مزدوروں سے کہا۔

"اگر کہیں تیل ہو تو لاؤ۔"

مزدور تیل کا ایک پیپا لے آئے۔ جس سے رات کو لیمپوں کو روشن
کیا جاتا تھا۔ عنبر نے روشن دان میں سے تیل اندر انڈیل دیا۔ اس کے
ساتھ ہی اس نے گھاس کے ایک گٹھے کو پتھر رگڑ کر آگ لگائی اور اندر
پھینک دیا۔ تیل نے آگ پکڑ لی۔ کوٹھڑی میں گھوڑ دوڑ شروع ہو گئی۔
ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے گھوڑے دوڑ رہے ہوں چیخ رہے ہوں۔ عنبر
روشندان پر سیڑھی سے لگا اور فائرنگ کرنے لگا۔ اس نے اپنے پستول

کی ساری گولیاں ختم کر دیں۔ آگ بھڑک اٹھی تھی۔ کوٹھڑی سے غنڈوں کے
شور مچانے، چیخنے، چلانے اور زور زور سے کھانسنے کی آوازیں آ رہی تھیں
عنبر سیڑھی سے اتر کر دروازے کو اندر کی طرف دھکیلے کھڑا ہو گیا کہ کہیں
وہ دروازہ توڑ کر باہر نہ نکل جائیں۔

آگ اور دھوئیں نے بہت جلد اُن قاتل انسانوں کو ان کے گناہوں کی
سزا دے دی۔ اور وہ جل بھُن کر کباب بن گئے۔ کوٹھڑی سے آگ کے
شعلے بلند ہونے لگے۔ عنبر نے دوسرے مزدوروں سے مل کر آخر والی کوٹھڑی
سے سونے کے تھیلے باہر نکلوا لئے۔ کھانے پینے کا سامان بھی باہر رکھوا لیا۔
کوٹھڑی دھڑا دھڑ چھ غنڈوں کی لاشوں کے ساتھ جل رہی تھی۔ عنبر نے
تمام مزدوروں میں بہترین پھل، گوشت اور مکھن تقسیم کیا۔ ایک عرصے سے
انہوں نے اس قسم کی خوراک نہیں کھائی تھی۔ وہ تو عنبر پر بے حد خوش تھے
اس کے متوالے ہو رہے تھے۔ وہ عنبر کو کوئی زبردست جادوگر سمجھ رہے
تھے جس پر نہ خنجر نے اثر کیا نہ گولی نے اثر کیا۔ جب تمام مزدوروں نے
پیٹ بھر کر کھا پی لیا تو عنبر نے اصطبل سے گھوڑے نکال کر انہیں دیئے
چمڑے کے تھیلوں کا سارا سونا ان میں برابر برابر تقسیم کر دیا اور کہا کہ یہ
تم لوگوں کا حق ہے۔

"جاؤ آج سے تم آزاد ہو۔ اپنے اپنے گھروں کو جاؤ اور اس
دولت سے اپنی اپنی نئی زندگیاں عیش و آرام سے شروع کرو۔"

انہوں نے عنبر کو باری باری گلے لگایا۔ خوشی سے ان کی آنکھوں سے آنسو

بہہ رہے تھے۔ پھر وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اپنے اپنے گھروں کی
طرف روانہ ہو گئے۔ عنبر بھی ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور واپس مایا
کی طرف چل پڑا۔ اب اُسے زرگال کو قید سے رہائی دلوانی تھی اور اس
کی امانت خزانے کی چابی اس کے حوالے کرنی تھی۔

وہاں سے مایا مندر کا فاصلہ پچاس میل سے کچھ زیادہ ہی تھا۔ عنبر
بہت جلد وہاں پہنچ گیا۔ مایا مندر پر خاموشی تھی۔ ابھی شام نہیں ہوئی تھی
ریڈ انڈین جنگلی مندر کے عقب میں ایک جگہ مزدوروں سے پتھر رکھوا کر
مندر کا چبوترہ بنوا رہے تھے۔ ان مزدوروں میں زرگال نہیں ہو سکتا تھا
کیونکہ اس کی تو اگلے ماہ بلّی دیوی کے آگے قربانی تھی۔ اس لئے اُسے
قید میں رکھا گیا تھا۔

عنبر نے گھوڑا چھوڑ دیا اور پیدل ہی ریڈ انڈین کے درمیان آ گیا اور
لوگ اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ کیونکہ رات کو تو انہوں نے اسے دیوی
کے آگے بھینٹ کیا تھا اور دیوی اس کا کلیجہ کھا کر اس کی لاش غائب
کر چکی تھی۔ دیوی بلّی کے بت کے آگے اس کا خون بھی گرا ہوا تھا۔ پھر
یہ کہاں سے آ گیا ہے؟ ریڈ انڈین جنگلی لوگوں کا سردار آگے بڑھا اور سر
سے پاؤں تک عنبر کو تکنے لگا۔ عنبر نے کہا۔

"میں دیوی کے حکم سے آ گیا ہوں۔"

جنگلی سردار نے چیخ ماری۔

"اس کو قتل کر دو۔ اس نے ہماری دیوی کو دھوکہ دیا ہے۔"

سارے کے سارے جنگلی ریڈ انڈین عنبر پر ٹوٹ پڑے۔ عنبر پوری طرح مقابلے کو تیار تھا۔ اس نے ایک ایک کر کے جنگلی لوگوں کو ہلاک کرنا شروع کر دیا۔ اب اس پر تیروں کی بارش ہونے لگی۔ عنبر کے جسم سے لگ کر تیر ٹیڑھے ہو کر نیچے گر گر پڑتے تھے۔ عنبر نے سردار کو گردن سے پکڑ کر ہوا میں اتنی زور سے اچھالا کہ وہ اڑتا ہوا مایا مندر کے مینار تک پہنچ گیا اور پھر ہاتھ پاؤں مارتا چیختا چلاتا نیچے گرا تو اس کی ہڈی ہڈی الگ ہو گئی۔ اس پر سارے جنگلی لوگوں پر موت کی خاموشی چھا گئی۔

وہ عنبر کے آگے سجدے میں گر گئے۔

"دیوی کے بیٹے کی جے ہو"

وہ عنبر کو مایا دیوی کا بیٹا سمجھنے لگے تھے۔ عنبر نے سوچا کہ چلو ایسا ہے تو ایسا ہی سہی۔ وہ ان لوگوں کے درمیان دیوتا بن کر تخت پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ جس نوجوان کو اس ماہ دیوی پر قربان کرنا ہے اُسے لایا جائے۔ فوراً ایک خوش شکل نیلی آنکھوں والے نوجوان کو سامنے لایا گیا جس کا جسم فاقوں اور غم سے کمزور ہو گیا تھا۔ مگر آنکھیں اور پیشانی بتا رہی تھی کہ اس کا تعلق شاہی خاندان سے ہے۔ عنبر نے تمام لوگوں کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ جب سب جنگلی چلے گئے تو عنبر اس نوجوان کو لے کر سردار کی جھونپڑی میں آ گیا۔ اس نے زرگال کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تمہارا نام زرگال ہے؟"

"ہاں"

اس نوجوان نے کہا۔ پھر عنبر کی طرف غور سے دیکھ کر بولا۔

"مگر تم کون ہو؟ یہ کیا چکر ہے۔ تمہیں تو یہ لوگ سنا ہے مایا دیوی پر قربان کر چکے تھے۔ پھر تم زندہ کس طرح بچ گئے؟"

عنبر نے کہا۔

"یہ کہانی تمہیں بعد میں سناؤں گا۔ پہلے تمہیں تمہاری کہانی سناتا ہوں"

اس کے بعد عنبر نے قرطبہ اور غرناطہ کا قصہ چھیڑ کر اس کے آباؤ اجداد کی روح ابی الماس کا ذکر کر کے شروع سے آخر تک ساری داستان بیان کر دی اور آخر میں خزانے کی چابی دے کر کہا۔

"یہ ہے اس شاہی خزانے کی چابی جو غرناطہ کے شاہی محل کے کھنڈر میں دفن ہے اور تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ یہ تمہاری امانت ہے جو خدا کا شکر ہے کہ میں آج تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔ اب تمہارا فرض ہے کہ یہاں سے فوراً ملک سپین جا کر غرناطہ پہنچو کھنڈر کے نیچے سے خزانہ نکال کر اس سے کاروبار کرو اور بادشاہوں ایسی زندگی بسر کرو"

زرگال نے کہا۔

"میں بادشاہوں ایسی زندگی بسر نہیں کروں گا۔ میں نے

زندگی میں بڑی سخت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ میں جانتا ہوں غریب
مزدور لوگ کس طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور بھوکوں مرتے
ہیں۔ میں یہ ساری دولت غریبوں کے کام میں لاؤں گا۔ میں
غرناطہ میں غریبوں کا ایک بہت بڑا گاؤں بساؤں گا جہاں ہر
غریب کو رہنے کے لئے مفت مکان ملے گا میرے مکان کے باہر
ہر روز لنگر کھلا رہے گا۔ جہاں ہر کوئی جب اور جس وقت چاہے
آ کر کھانا کھا سکے گا۔"
عنبر نے زرگال کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
"شاباش! تمہارے ارادے بڑے نیک ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں
اسی قسم کے نیک کاموں میں دولت خرچ کرنے کی توفیق عطا
فرمائے۔ کیونکہ دنیا میں کئے ہوئے نیک عمل ہی انسان کے
ساتھ جاتے ہیں۔ یہ محل، یہ دولت کے انبار اور ہیرے جواہرات
سب اس دنیا میں رہ جاتے ہیں۔"
زرگال نے عنبر کو بتایا کہ پرتگال کے ساحل سے اُسے سپین کی طرف جانے
والا بادبانی جہاز مل سکے گا۔ عنبر نے کہا۔
"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ کیونکہ میرا کام ختم ہو چکا ہے
اور میرا خیال ہے کہ میری بہن ماریا اور ناگ اس ملک میں
نہیں ہیں۔ اگر وہ یہاں ہوتے تو میری ان سے ضرور ملاقات ہوتی
ویسے ناگ اب تک سپین پہنچ چکا ہو گا۔ اس سے بھی ملاقات

ہو جائے گی۔"
عنبر نے زرگال کو ساتھ لیا اور دریائے یوگوٹا کی طرف روانہ ہو گئے۔
چونکہ عنبر اب ریڈ انڈین قبیلے کا سردار بن چکا تھا۔ اس لئے راستے
کے جنگل میں اُسے جنگلیوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا بلکہ چار محافظ جنگلی
ان کے ساتھ جنگل کے اندر تک انہیں چھوڑنے آئے۔ جنگل کے محفوظ
علاقے میں پہنچ کر عنبر نے انہیں واپس بھجوا دیا۔
یہاں سے ناگن دیوی کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔ زرگال عنبر کے
ساتھ تھا اور اس کی وجہ سے اُسے بھی جنگل میں سفر کرنے کا حوصلہ ہو
گیا تھا۔ نہیں تو وہ اکیلا کبھی اس جنگل کا رُخ نہ کرتا۔ انہیں جنگل میں سفر
کرتے دو روز ہو گئے تھے۔ تیسرے روز عنبر اور زرگال ایک جگہ
آرام کرنے کے لئے رُک گئے۔ عنبر نے پھل اور پانی لا کر زرگال کو
دیا۔ اس کے سامنے خود بھی پھل کھائے اور پانی پیا۔ وہ اس پر اپنی
خفیہ طاقت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔
اتنے میں زور کی پھنکار کی آواز آئی۔ زرگال ڈر گیا۔
"یہ کالے ناگ کی پھنکار ہے، جلدی سے درخت پر
چڑھ چلو عنبر!"
عنبر نے کہا۔
"فکر نہ کرو۔ کوئی سانپ ہمیں کچھ نہیں کہے گا۔"
مگر زرگال خوف زدہ ہو کر درخت پر چڑھنے لگا تو بدقسمتی سے جس

سانپ نے پھنکار ماری تھی وہ اسی درخت کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ جونہی زرگال سانپ کی طرف بے خیالی میں بڑھا۔ سانپ نے اُسے ڈس لیا۔ زرگال چیخ مار کر گرا۔ عنبر نے فوراً اُسے دیکھا۔ سانپ نے اس کے ہاتھ پر کاٹا تھا۔ زہر کا اثر شروع ہو گیا تھا۔ عنبر نے جلدی جلدی زرگال کے بازوؤں پر دو جگہ پر کس کر پٹی باندھی مگر زرگال بے ہوش ہو چکا تھا اور اب موت کی طرف جا رہا تھا۔ عنبر یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اس کی اتنی محنت ضائع ہو جائے۔ اچانک اُسے ناگن دیوی کا خیال آ گیا۔

عنبر نے آنکھیں بند کر کے ناگن دیوی کا خیال دل میں کیا اور پھر پوری طاقت سے ایک زبردست سگنل اسے بلانے کے لئے بھیجا۔ ناگن دیوی وہاں سے قریب ہی ایک بل کے اندر آرام سے سو رہی تھی کہ عنبر کے سگنل نے اُسے جگا دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور بل سے نکل کر عنبر کی طرف آ گئی۔ اس نے دیکھا کہ عنبر کسی اجنبی نوجوان پر جھکا ہوا ہے۔ ناگن دیوی اس کے سامنے آکر پھن اٹھائے کھڑی ہو گئی۔ اس کا چہرہ وہی خوبصورت عورت کا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"میں نے تمہیں تکلیف دی۔ معافی چاہوں گا۔ لیکن میرے دوست کو ایک سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ اس کی جان بچا سکتی ہو تو بچاؤ۔"

ناگن دیوی نے جھک کر سانپ کے کاٹے کا زخم دیکھا۔ پھر آنکھیں بند

کر کے اسی سانپ کو آواز دی۔ وہ سانپ ایک درخت کی کھوہ میں گم ہو چکا تھا۔ ناگن دیوی کے حکم پر فوراً کھوہ میں سے نکل کر اُس کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ناگن دیوی نے اسے حکم دیا کہ زہر واپس چوس لیا جائے۔ سانپ نے سر جھکایا اور زرگال کے ہاتھ کے زخم پر منہ رکھ کر اس کے جسم سے سارا زہر واپس چوس لیا۔ ناگن دیوی نے سانپ سے کہا۔

"اب یہاں سے دفع ہو جاؤ اور خبردار یونہی کبھی انسان کو مت ڈسنا۔ نہیں تو میں تمہاری تکابوٹی کر دوں گی۔"

سانپ ادب سے سر جھکا کر واپس چلا گیا۔ زرگال کو آہستہ آہستہ ہوش آ رہا تھا۔ ناگن دیوی نے عنبر سے ماریا کے بارے میں پوچھا کہ کیا اس سے اُس کی ملاقات ہوئی ہے کہ نہیں؟ عنبر نے کہا۔

"ماریا سے میں نہیں مل سکا۔ خدا جانے وہ اس ملک میں آئی بھی ہے کہ نہیں۔ بہرحال اب میں اس نوجوان کے ساتھ واپس سپین جا رہا ہوں کیونکہ تم نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ملک سپین کی طرف سمندر میں سفر کر رہا ہے۔"

ناگن دیوی نے کہا۔

"ہاں۔ میرا علم تو مجھے یہی بتا رہا ہے۔ باقی غیب کا علم تو سوائے اللہ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ اچھا اب میں جاتی ہوں۔ ہاں، کیا تم نے میری کینچلی استعمال کی تھی؟"

عنبر نے کہا۔

"نہیں۔ ابھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔"
ناگن مسکرائی۔
"وہ تمہارے بڑے کام آئے گی۔ اچھا اب میں جاتی ہوں۔
ناگ دیوتا کو میرا اسلام پہنچا دینا۔"
"اس سے جب بھی ملاقات ہوئی میں تمہارا اسلام سب سے
پہلے پہنچاؤں گا۔ خدا حافظ!"
زرگال کو ہوش آ گیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا۔ ناگن
دیوی جا چکی تھی۔ زرگال نے پوچھا۔
"مجھے خواب میں تمہاری کسی سے باتیں کرنے کی آواز آ رہی
تھی۔ تم کس سے باتیں کر رہے تھے؟"
عنبر نے کہا۔
"کسی سے بھی نہیں۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہاری جان
بچ گئی۔ میں نے جو پٹی باندھی تھی اس کی وجہ سے سارا زہر
واپس زخم کے راستے بہہ گیا۔"
"ہاں - اللہ کا شکر ہے۔"
زرگال اور عنبر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہاں سے آگے
روانہ ہوئے۔ جنگل ختم ہو گیا۔ سامنے دریا بہہ رہا ہے۔ زرگال اس
علاقے سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا۔ اس نے عنبر کو بتایا کہ اگر
ہم دریا میں مشرق کی طرف سفر کرتے رہے تو پرتگال کے سمندر

میں پہنچ جائیں گے۔ جہاں یہ دریا جا کر گرتا ہے۔ وہاں سے ہمیں سپین
جانے والا جہاز مل جائے گا۔ عنبر کو بھی یہی راستہ پسند آیا۔ انھوں نے
ایک کشتی خریدی اور دریا کی لہروں پر مشرق کی طرف سفر شروع کر دیا۔
دوسری طرف ناگ بادبانی جہاز میں ملک سپین کی طرف چلا آ رہا تھا۔
ادھر عنبر اور زرگال کشتی میں بیٹھے دریا کی لہروں پر سفر کرتے پرتگال کی
طرف جا رہے تھے۔ اور تیسری جانب ماریا دریائے ایمزن کے پار کالی
چٹانوں میں سفر کرتی دریائے یوگوٹا کے کنارے اس جنگل کے کنارے پر
آ گئی جس میں سے گزر کر عنبر اور زرگال ایک روز پہلے دریا کے سفر پر
روانہ ہوئے تھے۔
ماریا کو سیاہ چٹانوں، میدانوں، صحراؤں اور وادیوں میں سے گزرتے
پورے سات آٹھ دن لگ گئے۔ بیچ میں وہ راتوں کو آرام بھی کرتی تھی۔
اس کے پاس اڑنے کی معمولی سی طاقت تھی جو اسے زیادہ پریشان کرتی تھی۔
اس لئے اس نے زیادہ سفر پیدل چل کر یا راستے میں کسی قافلے کے ساتھ
شامل ہو کر کسی بند بگھی یا کاؤچ کے اوپر بیٹھ کر طے کیا تھا۔ کھنڈر کے مندر
کی انسانی بلی نے اسے بتایا تھا کہ عنبر مایا مندر کی طرف جا رہا ہے۔ جہاں اس
کی بڑی بلی دیوی کی مورتی ہے اور اسے میرا اسلام بھی کہنا۔ ماریا کو یہ خبر
ہی نہیں تھی کہ عنبر وہاں سے واپس چلا گیا تھا۔ ماریا نے رات یوگوٹا دریا کے
گھاٹ پر بسر کی۔
دوسرے روز وہ جنگل میں داخل ہو گئی۔ ایک دن ایک رات جنگل میں

سفر کرتے رہنے کے بعد وہ جنگل کے سانپوں والے علاقے میں آ گئی۔ یہ جنگل
وہ علاقہ تھا جہاں سانپ بہت زیادہ تھے اور یہاں پر ناگن دیوی کی حکومت
تھی۔ ماریا نے جگہ جگہ درختوں سے لٹکتے ہوئے سانپ دیکھے تو اُسے ناگ یاد
آ گیا۔ اصل میں ماریا کے جسم سے اس کے بھائی ناگ کی ہلکی ہلکی بُو آتی تھی۔
جس کی وجہ سے سانپ اسے دیکھ کر ادب سے ایک طرف ہٹ جاتے تھے۔

ناگن دیوی اپنے کھوہ میں آرام سے لیٹی تھی کہ اچانک اُسے ماریا میں سے
نکلتی ناگ دیوتا کی بُو محسوس ہوئی۔ فوراً کھوہ سے باہر آ گئی۔ بُو اسے برابر آ رہی
تھی مگر ماریا کہیں دکھائی نہیں دیتی تھی۔ سمجھ گئی کہ یہی ناگ دیوتا کی وہ بہن
ہے جو کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن ناگن دیوی کو ماریا نے دیکھ لیا تھا۔
ناگن دیوی کا چہرہ سانپ ہی کا تھا۔ انسانی چہرہ اس نے تبدیل نہیں کیا تھا۔
ماریا نے دیکھا کہ ایک سرخ دھاریوں والا سات فٹ لمبا سانپ جہاں وہ
کھڑی ہے اس کے ارد گرد گول چکر لگا رہا ہے۔ پھر اسے ناگن دیوی کا
زبردست لہروں والا سگنل ملا۔

"کیا تم ناگ دیوتا کی بہن ماریا ہو اور یہاں موجود ہو؟"

ماریا مسکرائی۔

"ہاں! میں ناگ دیوتا کی بہن ماریا ہوں اور تمہارے سامنے
موجود ہوں۔ مگر تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔"

ناگن دیوی نے کہا۔

"نہیں دیکھ سکتی کہو۔ کیونکہ میں ناگن دیوی ہوں۔"

اور اس کے ساتھ ہی ناگن دیوی کا چہرہ خوبصورت عورت میں
تبدیل ہو گیا۔

"میرا خیال ہے اب تمہیں میرا چہرہ دیکھ کر یقین آ گیا ہو گا کہ
میں ناگن دیوی ہوں۔"

ماریا نے ایک حسین شگفتہ عورت کے چہرے کو سانپ کے پھن میں لگا ہوا
دیکھا تو حیران بھی ہوئی اور خوش بھی ہوئی۔ اس نے ناگن دیوی کو سلام
کیا اور سب سے پہلے سوال ناگ کے بارے میں کیا کہ وہ کہاں ہو گا۔
ناگن دیوی نے کہا۔

"ناگ دیوتا! میرے علم کے مطابق اس وقت سمندر میں سفر
کر رہا ہے اور ملک سپین کی طرف آ رہا ہے۔"

ماریا نے عنبر کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کہاں ہو گا؟ ناگن دیوی بولی۔

"عنبر اس وقت کہاں ہو گا؟ یہ تو میں نہیں بتا سکوں گا
لیکن یہ ضرور یقین سے بتا سکتی ہوں کہ وہ مندر کو جاتے
ہوئے بھی مجھے ملا تھا۔ اور جب وہاں سے زرگال نامی نوجوان
کو لے کر واپس آیا تو بھی مجھے ملا تھا۔

"اچھا۔ کیا عنبر یہاں سے گذرا ہے؟"

"ہاں۔ وہ بھی تمہارا پوچھ رہا تھا۔ لیکن میں سوائے ناگ
کے اور کسی کے بارے میں نہیں بتا سکتی کہ وہ کہاں ہے
چنانچہ عنبر بھی ناگ کی تلاش میں ملک سپین کی جانے کا

لیکن ناگ تو سانپ بن کر چھت کے ساتھ لگا تھا۔ اسے
کون دیکھ سکتا تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہ دونوں بن مانسوں کے
بڑے سردار ہیں۔ جب وہ اس کے نیچے سے ہو کر آگے گزر گئے
تو ناگ اس کمرے کے کھلے دروازے ہی سے اندر داخل ہو گیا
جہاں سے ابھی ابھی بن مانس بادشاہ اپنے جادوگر بن مانس کے
ساتھ باہر نکلا تھا۔ یہاں کوئی بن مانس نہیں تھا۔ ناگ بڑی آسانی
سے دیوار پر آ گیا۔ اس نے کمرے کے کونے والے دروازے کی
طرف رینگنا شروع کیا۔ یہ دروازہ اس ہال کمرے کی طرف جاتا تھا
جہاں بن مانس بادشاہ کا تخت لگا تھا اور اس کے دائیں جانب
ماریا اور عنبر پتھر کے بُت بنے کھڑے تھے۔

ناگ بڑے آرام سے ہال کمرے میں آ گیا۔ تخت خالی پڑا
تھا۔ اچانک جو اس کی نگاہ اوپر اٹھی تو سامنے ماریا اور عنبر تخت
کے پاس اپنے کپڑوں میں کھڑے تھے۔ ناگ نے بھی ماریا کو دو
ایک بار ہی ہزاروں سالوں میں انسانی شکل میں دیکھا تھا۔ وہ
ہمیشہ غائب ہی رہا کرتی تھی۔ ناگ حیران ہوا کہ وہ ایک جگہ
پر چپ چاپ بے حرکت کیوں کھڑے ہیں؟ وہ آپس میں بات
چیت کیوں نہیں کرتے اور چلتے پھرتے کیوں نہیں؟ ناگ تیزی
سے ان کے پاس آ گیا۔ قریب آتے ہی اس کا دل دھک سے
رہ گیا۔ اس کو فوراً پتہ چل گیا کہ عنبر اور ماریا کو پتھر بنا دیا گیا

ناگ نے گہرا سانس لیا اور انسانی شکل میں آ گیا۔ اب اس
نے ہاتھ لگا کر ماریا کو عنبر کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا۔ وہ بالکل انسان
لگتے تھے۔ ان کی آنکھوں میں چمک بھی تھی۔ چہرے کا رنگ بھی
زندہ انسانوں کی طرح تھا۔ مگر وہ سخت پتھر بن چکے تھے۔ نہ ان
کے دل دھڑکتے تھے نہ ان کی آنکھوں میں بینائی باقی تھی۔ ناگ
سمجھ گیا کہ ان دونوں کو ان بن مانسوں نے جادو کے زور سے
پتھر بنا دیا ہے۔ اس کا توڑ کیا تھا؟ یہی ناگ کو معلوم کرنا تھا۔

وہ ابھی ماریا اور عنبر کے مجسموں کے سامنے ہی کھڑا تھا
کہ اس کے پیچھے بن مانس کی چیخ سنائی دی۔ ناگ نے پلٹ کر
دیکھا۔ اس کے پیچھے ایک بن مانس اچھل اچھل کر شور مچا رہا
تھا۔ چھ سات بن مانس اور آ گئے۔ وہ سب ناگ کی طرف
دوڑے کہ اسے پکڑ لیں۔ ناگ بھی غافل نہیں تھا۔ اس نے گہرا
سانس لیا اور سانپ بن کر پتھر کے فرش پر تیزی سے رینگتا ہوا
چھت کے ساتھ جا کر چمٹ گیا۔ گوریلے اچھل اچھل کر ناگ کو پکڑنے
کی کوشش کرنے لگے۔ اس کے فوراً بعد بن مانسوں کا بادشاہ اور
جادوگر بھی وہاں آ گئے۔ انہوں نے جو چھت کے ساتھ چمٹے سبز
سانپ کو دیکھا تو حیران ہوتے کہ یہ کہاں سے ان کے محل میں آ
گیا۔ آج تک کسی سانپ کو ادھر آنے کی جرات نہ ہوئی تھی۔
جنگل کے سبھی سانپ وہاں آتے ڈرتے تھے کیوں کہ سب کو

کو جہاز پر چڑھتے دیکھ رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ دو تنگے کے لمبے چوڑے
ہیٹ والے چوڑے چکلے آدمی ایک بے ہوش لڑکی کو سٹریچر پر ڈالے
لے کر آئے اور جہاز پر چڑھ گئے۔ ماریا نے خیال کیا کہ بے چاری بیمار عورت
ہے اس کو رشتہ دار کہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر جا رہے ہیں۔

جہاز دریا سے نکل کر سمندر میں آ گیا اور اپنی منزل کی طرف چل پڑا
پرتگال کی بندرگاہ سمندر کے راستے وہاں سے چھ دن کے سفر پر تھی۔ دو
دن اسی طرح گذر گئے۔ جہاز سکون سے سفر کر رہا تھا۔ ایک دن دوپہر کے
وقت ماریا جہاز کے ڈیک پر چکر لگا رہی تھی کہ اس نے اُن دو ہٹے کٹے
کاؤ بوائے قسم کے آدمیوں کو دیکھا جو بے ہوش عورت کو سٹریچر پر ڈال
کر لائے تھے۔ ماریا یونہی اُن کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ ٹھنڈی سمندری
ہوا چل رہی تھی۔ وہ سمندر کی لہروں کی طرف دیکھتے ہوئے ایک دوسرے
سے گفتگو کر رہے تھے۔ اُن کا باتیں کرنے کا انداز بڑا پراسرار تھا۔ کسی
وقت وہ یونہی سر گھما کر پیچھے دیکھ لیتے کہ کوئی ان کی باتیں سن تو نہیں رہا۔
ماریا کو شک ہوا۔ وہ ان کے زیادہ قریب ہو گئی۔

چونکہ وہ ماریا کو چھو نہیں سکتے تھے اس لئے ماریا اگر اُن کے کندھوں
پر بھی جا کر بیٹھ جاتی تو کوئی ہرج نہیں تھا۔ ایک کے بال سرخ تھے اور
دوسرے کی آنکھیں کیری تھیں۔ شکل وصورت سے وہ کوئی ڈاکو یا قاتل
لگ رہے تھے۔ جو جیل توڑ کر بھاگ آئے ہوں۔ سرخ بالوں والا کہہ رہا تھا۔
"رات کو اُسے ہوش آ گیا تھا۔ میں نے بے ہوشی کی دوائی ایک

بار پھر اُسے زبردستی پلا دی۔"

"بہت اچھا کیا۔ کم بخت یہ تین دن آرام سے گذر جائیں۔
پھر ہم دوسرے ملک میں پہنچ جائیں گے۔ کسی قسم کا خطرہ
باقی نہیں رہے گا۔"

"میں تو کہتا ہوں یہ ایک مصیبت ہمارے ساتھ لگ گئی ہے
ہم پہلے ہی پھانسی کی کوٹھڑی کی دیوار توڑ کر جیل سے بھاگے
ہوئے ہیں۔ یہ عورت کہیں ہمیں پکڑوا نہ دے۔ کیونکہ راستے
میں میکسیکو پولیس کے کشتی جہاز چھاپہ مارا کرتے ہیں۔ میں تو
کہتا ہوں اسے گولی مار کر ہلاک کر دو۔ رات کو سمندر میں پھینک
دیں گے۔"

"نہیں۔ ہم پرتگال جا کر اس کی پوری قیمت وصول کریں گے۔
اگر پنٹو نے اس کی رقم ادا نہ کی تو اس کے ساتھ اس عورت
کو بھی ہلاک کر دیں گے؟"

ماریا سارا معاملہ سمجھ گئی۔ ان لوگوں کو اسی جگہ چھوڑ کر وہ نیچے آ گئی۔ جس
کیبن میں عورت بند تھی اس کو تالا لگا تھا۔ ماریا بند کیبن میں داخل ہو کر
چلی گئی۔ وہ عورت بڑی خوبصورت تھی اور کسی اعلیٰ خاندان کی لگتی تھی۔
سرخ و سفید رنگ تھا سنہری بال شانوں پر بکھرے تھے اور بے ہوش پڑی
تھی۔ ماریا نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور ایک خفیہ منتر پڑھ
کر پھونک ماری۔ عورت نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے دیکھا۔ کیبن خالی

آن کھڑا ہوا۔ ناگ نے اسے سلام کیا۔ جوگی نے ناگ کے سر
پہ ہاتھ پھیرا اور کہا۔

"میرے بیٹے! میں جانتا ہوں تم کون ہو اور اس
جزیرے پر کیا غرض لے کر آئے ہو۔

ناگ نے کہا: "بابا! اگر آپ سب کچھ جانتے ہیں تو مجھے
بتائیے میں اپنی بہن ماریا اور دوست عنبر کو بن مانس
کے جادو سے کیسے آزاد کرا سکتا ہوں؟"

بوڑھے جوگی نے کہا: "میرے ساتھ آؤ میری جھونپڑی میں بیٹا۔

جوگی ناگ کو اپنی جھونپڑی میں لے گیا۔ یہ جھونپڑی ندی کے
کنارے ایک جگہ کیلوں کے جھنڈ میں تھی۔ باہر ایک لکڑی کا
تخت بچھا تھا۔ جوگی اس تخت پر ناگ کے پاس بیٹھ گیا۔ اس
نے ناگ کو بتایا کہ یہ بن مانس صدیوں سے اس جزیرے پر
حکمرانی کرتے آرہے ہیں۔ ان کے پاس جو جادوگر بن مانس ہے
وہ ملک کا سب سے خوفناک جادوگر ہے۔ مگر اس کے جادو کا
ایک ہی توڑ ہے۔ ناگ نے پوچھا:

"وہ کیا ہے مجھے بتائیے؟"

جوگی نے کہا: "مگر اس میں تمہاری جان کا خطرہ ہے۔"

ناگ بولا: "آپ بتائیے۔ میں اپنی بہن اور دوست کی خاطر
جان بھی قربان کر سکتا ہوں۔"

جوگی نے ناگ کو بتایا کہ بوڑھا بن مانس جادوگر محل کے نیچے
ایک تہہ خانے میں رہتا ہے۔ اس تہہ خانے میں ایک لوہے کا
صندوق ہے۔ اس صندوق کے اندر ایک مُردے کی کھوپڑی رکھی
ہے۔ اگر کسی طرح سے تم اس مردے کی کھوپڑی کو توڑ ڈالا تو بوڑھے
بن مانس کا سارا جادو ختم ہو جائے گا اور ماریا اور عنبر اپنے آپ
دوبارا پتھر سے انسان بن جائیں گے۔ ناگ نے کہا:

"میں اس مردے کی کھوپڑی کو توڑنے کی پوری کوشش
کروں گا۔ آپ مجھے اس تہہ خانے کا راستہ بتا دیجیے۔"

جوگی بولا: "بیٹا! یہ کام بے حد خطرناک ہے اور آج
تک کوئی اس تہہ خانے تک نہیں جا سکا۔ کیونکہ جو کوئی
ادھر کا رُخ کرتا ہے بوڑھے جادوگر بن مانس نے وہاں
جو ایک جادو کا پتلا پہرے پر کھڑا کر رکھا ہے۔ اسے
خبر ہو جاتی ہے اور وہ تلوار مار کر اندر آنے والے کو
ہلاک کر ڈالتا ہے۔"

لیکن ناگ فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ تہہ خانے میں پہنچ کر مُردے
کی کھوپڑی کو ہر قیمت پہ توڑ ڈالے گا اور ماریا اور عنبر کو پھر سے
زندہ کرے گا۔ اس نے جوگی سے محل کے اندر تہہ خانے کا خفیہ
راستہ معلوم کیا اور ادھر کو روانہ ہو گیا۔ سب سے زیادہ خطرہ
اس جادو کے پتلے کا تھا جو تہہ خانے کے باہر پہرہ دیتا تھا

سے باہر نکل گئی۔ رات ہو گئی۔ سمندر تاریک ہو گیا۔ جہاز میں کہیں کہیں روشنی کر دی گئی۔ دونوں مفرور قاتل چپکے سے عورت کے کیبن کا تالا کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ عورت بے ہوش بنی لیٹی تھی۔ وہ آگے بڑھے اور بے ہوش عورت کے منہ کو کپڑے سے باندھ دیا۔ تاکہ اگر اُسے ہوش بھی آجائے تو آواز بلند نہ کر سکے۔ اُسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور اندھیری سیڑھیوں میں سے نکل کر اوپر جہاز کے ڈیک پر آگئے۔ سردی کی وجہ سے ڈیک خالی پڑا تھا۔ وہ عورت کو اٹھائے جب ڈیک کے جنگلے کے پاس پہنچے کہ اسے سمندر میں گرا دیں تو وہاں ماریا پہلے ہی سے کھڑی ان کا انتظار کر رہی تھی۔ جونہی وہ جنگلے پر جھکے ماریا نے اُن کو گردن سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔ عورت ڈیک پر گر پڑی۔ دونوں مفرور قاتل بوکھلا کر دیکھنے لگے کہ ان کی گردنیں کس نے پکڑ رکھی ہیں ؟

حسین عورت کون تھی ؟

ماریا ناگ اور عنبر کی ملاقات کن حالات میں ہوئی ؟

کیا زرگال کو اپنے باپ دادا کا خزانہ مل گیا ؟

ناگ سپین کیسے پہنچا ؟

عنبر ناگ ماریا کی قسط نمبر ۱۸ "ماریا اور بن مانس" میں پڑھیے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk
قدم قدم حیرانی
ہر موڑ پر نئی کہانی
عمران ریحان ایڈونچر
"موت کے تعاقب کی واپسی" کے مشہور مصنف اے حمید کا ایک نیا سلسلہ
درج ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں:
۱ لنڈی کوتل کا بھوت -/۵
۲ مفرور قیدی -/۵
۳ ہینڈز اپ -/۵
۴ ہیروں کے چور
۵ شاہی تاج کی چوری -/۵
۶ خونی راز
۷ آدھی رات کو فرار -/۵
۸ خفیہ ڈائری کی تلاش
۹ جب ہمیں عمر قید ہوئی -/۵
۱۰ بند کمرے کا راز
۱۱ پیرس کا جاسوس -/۵
۱۲ ایلا، سکالا اور حبشی دادا -/۵
۱۳ کے۔جی۔بی کے جاسوس -/۵
۱۴ موت کی چٹانیں -/۵
۱۵ بارود کی موت -/۵
۱۶ سنڈریلا اور مسٹر ڈی کارلو -/۵
نیا مکتبہ اقرا - ۱۴ - بی شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور ۵

PDFBOOKSFREE.PK
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

سرکولیشن، پروڈکشن انچارج
جلال انور

قیمت ۵ روپے

باراوّل ــــ ۱۹۸۳ء

ناشر: نیا مکتبہ اقرا، ۴۰ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: العزیز پرنٹرز، لاہور

پیارے بچو!

پچھلی قسط میں آپ نے پڑھا تھا کہ ماریا ایک سمندری جہاز پر سوار ہو کر عنبر اور ناگ کی تلاش میں میکسیکو سے پرتگال کی طرف روانہ ہوئی جہاں سے وہ سپین کو جانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ جہاز پر ایک رات اس نے دو جیل توڑ کر بھاگے ہوئے قاتلوں کو دیکھا کہ ایک عورت کو رسیوں سے باندھ کر سمندر میں گرانے کے لیے اُوپر لے جا رہے ہیں۔ جہاز پر اس وقت کوئی نہیں تھا۔ اتفاق سے ماریا رات کی ٹھنڈی ہوائیں سیر کر رہی تھی۔ عورت بڑی خوبصورت اور معصوم تھی، جونہی مفرور قاتل عورت کو سمندر میں پھینکنے لگے ماریا نے اُن کی گردنیں دبوچ لیں اور ایک دوسرے کی کھوپڑیاں ٹکرا ٹکرا انہیں اُوپر اُچھال دیا۔ سمندر میں گرتے ہی دونوں قاتل لہروں میں غائب ہو گئے۔ عورت کو ہوش آ گیا تھا۔ وہ حیران تھی کہ قاتلوں کو کس نے اچھال کر سمندر میں پھینک دیا ہے؟ کیونکہ ماریا کو وہ نہیں دیکھ سکتی تھی! اس کے آگے کا حال آپ خود پڑھیے گا!!

اے حمید

ترتیب

خوفناک بھونچال

ماریا نے مفرور قاتلوں کی گردنوں کو جھٹکا دیا۔

یہ جھٹکا اتنا زبردست تھا کہ دونوں کی گردنوں کے منکے ٹوٹ گئے۔ ماریا نے دونوں لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ اتفاق سے ایک ملّاح رات کے وقت اوپر ڈیک پر آگیا۔ اس نے جو اپنے آپ دو آدمیوں کی لاشوں کو اچھل کر سمندر میں گرتے دیکھا تو وہ چیخ مار کر نیچے بھاگ گیا۔ اس نے جاتے ہی سٹیمر کے کپتان کو خبر کر دی۔ کپتان اوپر آیا۔ وہاں ماریا اور وہ عورت جس کو مفرور قاتل سمندر میں پھینک کر ہلاک کرنے والے تھے موجود تھیں۔ ماریا انہیں دکھائی نہیں دے سکتی تھی۔ عورت کی رسیاں ماریا نے کھول دی تھیں اور وہ جہاز کے جنگلے کے پاس کھڑی تھی۔ کپتان سیدھا اس کے پاس آگیا۔

"خاتون! آپ نے دو آدمیوں کو ابھی ابھی

سمندر میں گرتے دیکھا ہے؟"
چشم دید گواہ یعنی ملاح ساتھ تھا۔ جھٹ بولا:
"کیپٹن سر! وہ آدمی نہیں تھے بلکہ دو لاشیں تھیں۔"
کیپٹن نے غصّے سے پلٹ کر کہا:
"اُلّو! لاشوں کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ اپنے آپ
اٹھ کر سمندر میں چھلانگیں لگاتیں انہیں ضرور کسی
نے سمندر میں گرایا ہو گا۔"
عورت کے پاس ہی ماریا خاموش کھڑی یہ سب کچھ
سن رہی تھی۔ عورت کے چہرے پر ابھی تک گھبراہٹ
کے آثار تھے۔ پھر بھی اس نے سنبھلتے ہوئے کہا:
"نہیں جناب! میں نے تو کسی کو سمندر میں گرتے
نہیں دیکھا۔"
کیپٹن نے ملاح کو گردن سے دبوچ لیا اور یہ کہہ
کر اسے نیچے لے گیا:
"حرام خور! تو نے خواب دیکھا ہو گا۔ خواہ مخواہ
مجھے اور مسافروں کو پریشان کرتا ہے۔"
ملاح ابھی تک یہی دہرا رہا تھا۔
"کیپٹن سر! میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"
"بکواس بند کر الّو کی دُم۔"

ماریا کی ہنسی نکل گئی۔ اس نے عورت سے کہا:
"تمہارا نام کیا ہے؟"
"لورینا۔ ان لوگوں نے مجھے میکسیکو شہر سے اغوا
کیا تھا۔ تمہارا شکریہ میری والدہ کی سہیلی کی روح
تُو نے میری عزّت اور میری جان بچا لی۔ اب
میں واپس اپنے شہر جانا چاہتی ہوں۔"
ماریا نے کہا: "لورینا! یہ جہاز تو پرتگال جا رہا ہے
تم میکسیکو کیسے جاؤ گی؟"
لورینا کہنے لگی:
"تم روح ہو۔ میں نے امّی سے سن رکھا ہے کہ
روحیں سب کچھ کر سکتی ہیں۔ کیا تم مجھے واپس
میکسیکو بھی نہیں پہنچا سکتیں؟"
ماریا ہنس پڑی:
"میری بہن لورینا! میں وہ روح نہیں ہوں۔ پھر
بھی میں کوشش کروں گی کہ پرتگال پہنچ کر تمہیں
میکسیکو جانے والے کسی جہاز پر سوار کروا دوں۔"
لورینا کچھ سوچ کر بولی:
"میرا خیال ہے میں پرتگال کے شہر لزبن میں اپنی
خالہ کے پاس چلی جاؤں گی۔ وہ مجھے میکسیکو پہنچا

دے گی۔"

"یہ اچھا خیال ہے۔"

تین دن کے سفر کے بعد ماریا کا سٹیمر یا بحری جہاز لزبن کی بندرگاہ پر پہنچ گیا۔ لورینا اس شہر سے واقف تھی۔ وہ ایک بگھی میں سوار ہو کر اپنی خالہ کے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔ ماریا بھی اس کے ساتھ تھی۔ ماریا کی خالہ کا گھر شہر کی گنجان آبادی کے شروع میں ایک چھوٹے سے تالاب کے کنارے پر تھا۔ لورینا کو دیکھ کر اس کی خالہ بڑی حیران ہوئی۔

"میری بچی! تم اچانک کیسے آ گئیں؟"

لورینا نے کہا: "یہ میں آرام سے بتاؤں گی خالہ۔"

پھر اس نے ماریا کی طرف منہ کر کے کہا:

"خدا حافظ پیاری اور ہمدرد روح!"

"خدا حافظ!" ماریا نے کہا۔

خالہ اور زیادہ حیران ہو کر بولی:

"بیٹی لورینا! یہ تم کس سے باتیں کر رہی ہو۔ مجھے تو کوئی بھی دکھائی نہیں دیتا۔ یہ کس کی روح سے مخاطب ہو؟"

لورینا خالہ کو لے کر اندر چلی گئی۔

ماریا واپس روانہ ہوئی۔ وہ بندرگاہ کے پاس ایک باغ کے بنچ پر بیٹھ گئی۔ اس نے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا کہ ملک سپین کی طرف بحری جہاز دو روز بعد روانہ ہو گا۔ وہ ناگ اور عنبر سے ملنے سپین جانا چاہتی تھی۔ اسے یہی اطلاع ملی تھی۔ کہ دونوں سپین کی طرف جا رہے ہیں۔ حقیقت یہ تھی۔ کہ عنبر پرتگال پہنچ چکا تھا اور اسی شہر کی ایک سرائے میں زرگال کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا اور سپین جانے والے جہاز کا انتظار کر رہا تھا۔

عنبر اور زرگال شام کا کھانا کھا کر شہر کی سیر کو نکلے۔ عنبر کو بالکل معلوم نہیں تھا کہ ماریا بھی اسی شہر میں گھوم پھر رہی ہے۔ راستے میں زرگال کو ایک ضروری کام یاد آ گیا۔ اور وہ عنبر سے اجازت لے کر واپس سرائے کی طرف روانہ ہو گیا۔ شام کا وقت تھا۔ رات کا ہلکا ہلکا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ مکانوں دکانوں اور گلی بازاروں میں لیمپ روشن ہو گئے تھے۔ عنبر ٹہلتے ٹہلتے بندرگاہ کی طرف نکل آیا۔ اسی جگہ ایک خوبصورت باغ کے پارک میں ماریا چل پھر رہی تھی۔ چلتے چلتے ماریا بھی ایک بارونق بازار میں آ گئی۔

عنبر بھی شہر کی سڑکوں اور گلیوں میں پھرتے پھرتے ایک

بازار میں آگیا۔ سامنے ایک ہوٹل تھا جس کے اندر
خوب روشنی ہو رہی تھی۔ اور گرم گرم کھانوں کی خوشبو
پھیلی ہوئی تھی۔ عنبر نے سوچا کہ چل کر چائے کا ایک
گرم پیالہ پیا جائے۔ اس کے پاس سونے کے دو ایک
سکے باقی رہ گئے تھے۔ وہ ہوٹل کے اندر آگیا۔ لوگ
میزوں کے گرد بیٹھے کھا پی رہے تھے۔ ایک موٹی
گردن والا غنڈہ قسم کا آدمی سر پر بڑا سا ہیٹ رکھے
کمر میں پستول لگائے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک
میز کے گرد بیٹھا بھنا ہوا مُرغ کھا رہا تھا۔

اتنے میں ایک بوڑھا فقیر قسمت کا مارا ہوٹل کے
اندر آگیا۔ بے چارا سیدھا اسی موٹے گردن والے
کے پاس آیا۔ اس نے کچھ کھانے کو مانگا تو موٹی
گردن والے غنڈے نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر
ایک ہڈی فرش پر پھینکی اور بوڑھے فقیر کو حکم دیا:

"اسے کتے کی طرح فرش پر گھٹنوں کے بل
جھک کر کھاؤ۔"

بے چارہ بوڑھا فقیر ہاتھ باندھ کر بولا:

"معاف کر دو بیٹا۔ میں تم سے کچھ نہیں مانگوں گا"
موٹی گردن والے غنڈے نے پستول نکال کر میز

پر رکھا اور غرّایا۔

"اگر تم کتا نہ بنے تو میں اس پستول کی گولی تمہارے
سر کے پار کر دوں گا۔"

بوڑھا بے چارہ بے بسی کے ساتھ دوسرے لوگوں کو
تکنے لگا کہ کوئی تو اس کی مدد کرے۔ مگر موٹی گردن والا
ایک مشہور غنڈہ اور قاتل تھا۔ اس سے بھلا کون مقابلہ
کر سکتا تھا۔ عنبر ایک طرف بیٹھا یہ سارا تماشا خاموشی
سے دیکھ رہا تھا۔ عین اس وقت ماریا بھی ہوٹل میں چائے
پینے کے خیال سے آگئی۔ عنبر چونکا۔ اسے ماریا کی خوشبو
آگئی تھی۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ پھر سوچا
کہ وہ تو ماریا کو دیکھ ہی نہیں سکتا۔

ماریا نے بھی عنبر کو دیکھ لیا تھا۔ وہ بڑی خوش ہوئی۔
اسے ہرگز اُمید نہیں تھی کہ یوں عنبر سے ملاقات ہو جائے
گی۔ وہ سیدھی اس کی میز کی طرف آگئی۔ عنبر نے محسوس
کیا کہ ماریا کی خوشبو تیز ہو گئی ہے۔ وہ آہستہ سے بولا:

"ماریا؟"

اس کے سامنے رکھا ہوا گلاس اپنے آپ میز کی
سطح پر سے تھوڑا سا اُوپر اُٹھا اور پھر میز پر آگیا۔
عنبر خوشی سے نہال ہو گیا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم سے ملاقات ہو گئی۔ ماریا! کیسی ہو میری بہن؟"

ماریا نے آہستہ سے کہا:

"تمہیں دیکھ کر بے حد خوش ہوئی ہوں۔ ناگ کہاں ہے؟"

عنبر بولا: "میں نے صرف اتنا ہی سنا ہے کہ وہ کسی جہاز پر سوار ہو کر سپین کی طرف جا رہا ہے۔ میرا خیال ہے۔ ہمیں بھی یہاں سے سپین جانا ہو گا۔"

ماریا بولی: "ایسا ہی کریں گے۔ مگر یہ ہوٹل میں کیا ہو رہا ہے؟"

موٹی گردن والے غنڈے نے پستول ہاتھ میں لے رکھا تھا اور غریب بوڑھا بھکاری گھٹنوں کے بل فرش پر ہاتھ جوڑے بیٹھا۔ اس کی منت کر رہا تھا:

"خدا کے لیے مجھے کتا نہ بناؤ۔ میں تمہارے باپ کی جگہ ہوں۔ میری بے عزتی نہ کرو۔ میں تم سے کچھ نہیں مانگتا۔"

"او بڈھے! بن جا کتا! چبا لے ہڈی!"

ماریا نے عنبر سے کہا:

"اس سے زیادہ ایک بوڑھے انسان کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔"

عنبر بولا: "میں کہاں برداشت کر سکتا ہوں بھلا۔"

"تو پھر کام شروع کر دوں میں؟"

عنبر نے کہا: "نہیں۔ شروع میں کروں گا۔ تم بعد میں جنگ میں چھلانگ لگا دینا۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔"

عنبر بڑے آرام سے اپنی کرسی پر سے اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا موٹی گردن والے غنڈے کے آگے سے ہو کر فرش پر جانور کی طرح بیٹھے ہوئے غریب فقیر کے پاس جا کھڑا ہوا۔ غنڈے کی آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے۔ آج تک اس شہر میں کسی کو اتنی جرأت نہیں ہوئی تھی کہ اس کے قریب بھی آ سکے۔ دوسرے لوگ اور غنڈے کے ساتھی بھی چوکس ہو گئے۔ انہیں معلوم تھا کہ یہ جو نوجوان فقیر کے قریب غلطی سے آ گیا ہے اب اس کی خیر نہیں ہے۔ عنبر نے فقیر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اٹھا لیا اور اس کی فرش پر گری ہوئی ٹوپی اٹھا کر جھاڑی اور بڑے ادب سے

فقیر کے سر پر رکھ کر کہا:
"بابا جی! مجھے معاف کر دیں۔ ان لوگوں کو اس
بے ادبی کی سزا اللہ تعالےٰ ضرور دے گا۔"
فقیر حیران پریشان تھا کہ یہ کیا سے کیا ہو گیا۔ آج
تک کبھی کسی نے اسے عزت کے نام سے نہیں
پکارا تھا۔ مگر عنبر نے ہمیشہ بزرگوں کی عزت کی تھی۔
کیوں کہ قرآن میں اللہ تعالےٰ نے ہدایت فرمائی ہے
کہ انسان کی عزت کرو۔ اور اپنے سے بزرگ انسانوں
کا احترام کرو۔ فقیر جلدی سے پیچھے ہٹ کر دروازے
سے باہر نکل گیا۔ موٹی گردن والا غنڈہ فقیر کو بھول چکا
تھا۔ اب وہ عنبر سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس کے
خیال میں عنبر کو ہلاک کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ ایسا
ہی تھا۔ جیسے کسی مکھی کو مار دیا۔ غنڈہ پستول لے کر
کرسی کو ٹھوکر مار کر اُٹھ کھڑا ہوا اور عنبر کی طرف
پستول کا رُخ کر کے گرجا۔
"اپنا پستول نکال کر مقابلہ کرو۔ یہاں لوگ یہ نہ
کہیں کہ میں نے تمہیں نہتا مار ڈالا۔"
عنبر نے غنڈے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا:
"مقابلہ کرنے سے پہلے میں تمہیں حکم دیتا ہوں

کہ فرش پر گری ہوئی ہڈی کو اسی طرح جانور
بن کر منہ سے اُٹھاؤ جس طرح تم نے فقیر
کو مجبور کیا تھا۔"
یہ سن کر تو غنڈے کے تن بدن میں آگ لگ
گئی۔ اس کے ساتھی آگے بڑھے کہ عنبر کو اس گستاخی
کا مزا چکھائیں لیکن موٹی گردن والے غنڈے نے
ان کو ہاتھ سے پیچھے رہنے کا حکم دیا اور خود آگے
بڑھ کر عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے زور سے
اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔ عنبر نے غنڈے کے
منہ پر زور سے طمانچہ مار کر کہا:
"ذلیل غنڈے! فرش پر گری ہوئی ہڈی کو اُٹھا۔"
غنڈے نے پستول سے اُوپر تلے چار فائر عنبر
پر جھونک دیئے۔ عنبر اپنی جگہ پر اسی طرح کھڑا رہا۔
غنڈے کے ساتھیوں نے بھی عنبر پر فائرنگ شروع کر
دی۔ لوگ ہوٹل میں اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ اب ماریا
آگے بڑھی۔ اس نے پیچھے سے آ کر ایک کرسی کو
اُٹھایا۔ ہوٹل کے مالک نے دیکھا کہ ایک کرسی اپنے
آپ اُوپر اُٹھی اور زور سے غنڈے کے ایک ساتھی
کے سر پر آ کر لگی اور چکنا چور ہو گئی۔ غنڈے کا ساتھی

چکرا کر گر پڑا۔ اسی طرح باری باری ایک ایک کرسی
اپنے آپ اوپر اُٹھ کر غنڈوں کے ساتھیوں کے سروں
سے ٹکرائیں اور سبھی گر کر بے ہوش ہو گئے۔
موٹی گردن والا غنڈہ پریشان ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس
کی کسی گولی نے عنبر پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ عنبر نے
آگے بڑھ کر غنڈے کا پستول چھین کر کھڑکی سے باہر
سڑک پر پھینک دیا اور غنڈے سے کہا:
"جب تک تم جانور بن کر فرش کی ہڈی نہیں
اٹھاؤ گے میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔"
ماریا نے پیچھے سے آ کر غنڈے کے کان میں کہا:
"بن جا جانور بیٹا۔"
غنڈہ تڑپ کر اُچھلا اور پیچھے دیکھنے لگا کہ یہ
کس نے اس کے کان میں کہا۔ پیچھے کوئی بھی نہیں
تھا۔ عنبر نے پستول تان لیا۔
"میں فائر کر رہا ہوں۔"
غنڈہ خوف سے کانپنے لگا۔ موت اس کے سامنے
کھڑی تھی۔ وہ ایک دم گھٹنوں کے بل گرا اور پھر
دونوں ہاتھ فرش پر ٹیک کر جانور کی طرح چلتا ہوا
فرش پر اپنی ہی گرائی ہوئی ہڈی کے پاس گیا اور

اسے منہ سے اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ عنبر نے
اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر کہا:
"بس تمہارے جیسے اتنی ہی سزا کافی ہے۔
اب انسانوں کی عزّت کرنا۔ خبردار اگر پھر کسی
بزرگ کو ذلیل کرنے کی کوشش کی۔ اُٹھو اور
بھاگ جاؤ یہاں سے۔"
غنڈہ جلدی سے اُٹھا اور ہوٹل سے باہر نکل گیا۔
ماریا نے عنبر کے کان میں کہا:
"اب یہاں سے نکل چلو۔ یہ لوگ تمہیں نہیں
چھوڑیں گے۔ آؤ۔ میں ہوٹل سے باہر جا
رہی ہوں۔"
عنبر لوگوں کے درمیان سے ہو کر بڑی مشکل سے
ہوٹل کے باہر آ گیا۔ دونوں سرائے میں آ گئے۔ زرگال
بھی آ گیا۔ اسے بالکل معلوم نہیں تھا کہ سرائے میں
عنبر کے ساتھ ماریا نام کی کوئی غیبی لڑکی بھی موجود
ہے۔ اس نے عنبر کو بتایا کہ ایک قافلہ لزبن شہر سے
ابھی ایک گھنٹے بعد سپین کی طرف جا رہا ہے۔
"میں ان کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس
قافلے میں میرا ایک پرانا دوست بھی جا رہا

ہے ۔ کیا تم اجازت دیتے ہو؟"
عنبر نے کہا: "اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو
میں کیسے روک سکتا ہوں ۔ تم بے شک جاؤ
مگر چابی کا خیال رکھنا"
زرگال نے مسکرا کر کہا:
"فکر نہ کرو۔ اسے میں نے اپنے جسم کے ساتھ
کپڑے میں لپیٹ کر باندھ رکھا ہے۔ اچھا خدا
حافظ تم نے میرے لیے جو کچھ کیا۔ میں اسے
کبھی فراموش نہیں کروں گا"
عنبر نے زرگال کو گلے لگا لیا اور کہا:
"بھائی! میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں نے تو تمہیں
تمہاری امانت لا کر دے دی ہے۔ بس"
زرگال کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ عنبر کے گلے
مل کر رخصت ہو گیا۔ اس وقت رات کے نو بج رہے
تھے۔ یہ وہ رات تھی جب لزبن شہر میں تاریخ کا
بہت ہولناک زلزلہ آیا تھا اور پورا شہر تباہ و برباد
ہو کر رہ گیا تھا۔ یہ اچھی بات ہوئی تھی کہ زرگال
زلزلہ آنے سے کافی پہلے ایک قافلے کے ساتھ مل
کر شہر سے دور نکل چکا تھا۔ ورنہ وہ بھی زلزلے

میں ہلاک ہو جاتا۔
عنبر اور ماریا کو بھی اس زلزلے کی خبر نہ تھی۔
حالانکہ وہ تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کرتے آ رہے
تھے۔ اگرچہ لزبن کا بھیانک زلزلہ بھی تاریخ میں درج
تھا مگر عنبر اسے بھول گیا تھا۔ لیکن آدھی رات کو جب
زلزلے کا پہلا جھٹکا محسوس ہوا تو عنبر ایک دم سے
اٹھ بیٹھا۔ اس نے ماریا کو آواز دی۔
"ماریا ـــــ تم جاگ رہی ہو؟"
ماریا نے نیند بھری آواز میں کہا:
"ہاں جاگ رہی ہوں۔ یہ ابھی ابھی مجھے ہلکا
سا جھٹکا کیسا لگا تھا؟"
عنبر بولا: "مجھے یاد پڑتا ہے کہ لزبن شہر کی
تاریخ میں ایک بہت بڑا زلزلہ آیا تھا۔ ابھی
ابھی زلزلے کا ایک جھٹکا محسوس ہوا ہے کہیں
یہ وہی زلزلہ تو نہیں ہے؟"
ماریا بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ کچھ کہنے ہی لگی تھی
کہ زلزلے کا ایک اور جھٹکا آیا۔ یہ پہلے سے زیادہ
شدید تھا۔ کوٹھڑی کی دیواریں جیسے اپنی جگہ سے اوپر
اچھل کر پھر نیچے آ گئیں۔ عنبر کو ماریا کی فکر ہوئی۔

کیوں کہ وہ زخمی ہو سکتی تھی۔
"ماریا! جلدی سے باہر نکل چلو۔ میں تمہارے
ساتھ رہوں گا۔ باہر کھلے باغ میں آ جاؤ۔
جلدی کرو۔ یہ وہی تاریخی زلزلہ ہے۔ اس
میں پورا شہر تباہ ہو جائے گا!"
ماریا سرائے میں سے نکل کر باہر باغ میں آ
گئی۔ عنبر اس کے پیچھے آ رہا تھا کہ ایک اور
جھٹکا لگا۔ زمین جھولنے کی طرح جھولنے لگی۔ سرائے
کی ڈیوڑھی کی چھت دھڑام سے اس کے اوپر آن
گری۔ وہ ملبے میں دب گیا۔ لیکن چونکہ وہ مر نہیں
سکتا تھا۔ اس لیے اس نے اپنے آپ کو ملبے
کے نیچے سے باہر نکالا۔ شہر میں کہرام مچا ہوا تھا۔
سارے کا سارا شہر اندھیرے میں ڈوب چکا تھا۔
بلڈنگیں دھڑام دھڑام گر رہی تھیں۔ لوگوں کی چیخ و
پکار سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ ہر
طرف اندھیرا اور گرد و غبار پھیلا تھا۔ زمین اسی
طرح جھول رہی تھی۔ کئی جگہوں سے زمین پھٹ گئی
تھی اور عمارتیں اس عزق ہو رہی تھیں۔
عنبر نے ماریا کو آوازیں دیں۔ ماریا! ماریا!

ماریا نے عنبر کی آواز سن لی تھی۔ وہ لوگوں
کے درمیان سے ہو کر ایک طرف آ گئی۔ یہاں
کئی ایک درخت جڑوں سے اکھڑ کر گرے پڑے
تھے۔ ماریا نے عنبر کو دیکھ لیا۔ وہ ایک گرے ہوئے
درخت کے پاس کھڑا تھا۔ وہ عنبر کے پاس آ گئی۔
عنبر ابھی تک اسے آوازیں دے رہا تھا۔ ماریا نے
عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:
"یہاں سے نکل چلو عنبر۔ شہر میں آگ لگ چکی ہے!"
عنبر نے ماریا کا ہاتھ تھام لیا۔ دونوں باغ سے
نکل کر سمندر کی طرف بھاگے۔ بچے بوڑھے لوگ بے سرو
سامانی کے عالم میں ہر پیر سے ننگے سمندر کی طرف
بھاگ رہے تھے۔ کیوں کہ شہر میں ہر طرف آگ ہی
آگ تھی۔ تمام سڑکوں پر مکانوں کا ملبہ گرا ہوا تھا۔
ہزاروں لوگ اس کے نیچے دب کر ہلاک ہو چکے
تھے۔ عنبر نے ماریا کا ہاتھ نہ چھوڑا۔ دونوں کسی نہ
کسی طرح گرتے پڑتے سمندر کے کنارے آ گئے۔
یہاں ایک الگ تباہی مچی ہوئی تھی۔ کئی جہاز سمندر
میں عزق ہو چکے تھے۔ کئی جہازوں کو آگ لگی ہوئی
تھی۔ کچھ کشتیوں اور جہازوں کو بڑی بڑی سمندری لہریں

نے اٹھا کر خشکی پر پھینک دیا تھا جو ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔

شہر کی آگ سمندر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ لوگ لکڑی کے تختوں اور باقی بچی ہوئی کشتیوں میں سوار ہو کر سمندر کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ایک چھوٹی سی کشتی عنبر اور ماریا کو بھی مل گئی۔ دونوں اس میں سوار ہو گئے۔ بھونچال رُک گیا تھا۔ مگر کسی وقت ہلکے ہلکے جھٹکے محسوس ہوتے تھے۔ شہر پوری طرح سے تباہ ہو چکا تھا۔ یہی وہ تاریخی زلزلہ تھا جس نے آج سے ڈیڑھ پونے دو سو برس پہلے لزبن شہر کو مکمل طور پر زمین کے ساتھ ملا دیا تھا۔ پھر رات کا اندھیرا چھا گیا۔ سمندری موجیں کشتی کو لے کر کسی نامعلوم منزل کی طرف بھاگ جا رہی تھیں۔ عنبر نے ماریا سے کہا:

"تم کشتی میں ہو نا؟"

"ہاں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

نقلی مہاراجہ

اب ہم ناگ کا حال معلوم کرتے ہیں۔

وینس شہر کے پُر اسرار محل میں بھٹکنے والی اوفیلیا کی روح کا بدلہ لینے کے بعد ناگ ایک بحری جہاز میں سوار ہو کر عنبر اور ماریا کی تلاش میں سپین کی طرف جا رہا تھا۔ جب کہ ماریا اور عنبر ایک اکیلی کشتی میں بیٹھے پرتگال کی بندرگاہ سے نکل کر ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں نامعلوم منزل کی طرف چلے جا رہے تھے۔

ناگ کے جہاز کو سمندر میں سفر کرتے دس دن ہو گئے تو وہ سمندر میں ایک جزیرے کے ساحل سے آن لگا۔ یہاں جہاز پانی اور خوراک کے لیے رُکا تھا۔ اس جزیرے میں ناگ کو لزبن شہر کے زلزلے کی خبر ملی کہ بھونچال نے سارا شہر تباہ و برباد کر دیا ہے۔ کچھ لوگ زلزلے والے شہر سے بچ کر

کشتیوں میں سوار اس جزیرے پر پہنچے تھے۔ انہوں
نے بھونچال کی تباہی کی بڑی خوف ناک باتیں بیان
کیں۔ لوگ دہشت زدہ ہو گئے۔ ناگ یہ سب کچھ
خاموشی سے ایک جگہ بیٹھا سنتا رہا۔ اسے یقین تھا کہ
ماریا اور عنبر اس شہر میں نہیں ہوں گے۔ دن کی
روشنی جزیرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ جہاز پر سامان لادا
جا رہا تھا۔ ناگ ایک دکان کے آگے کھڑا کالے
حبشیوں کو سامان کے گٹھڑ اُٹھائے جہاز پر لے جاتے
دیکھ رہا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ ایک آدمی اس
کی طرف گھور رہا ہے۔ اس آدمی کی لمبی ڈاڑھی تھی اور
سر پہ پرانا سا ہیٹ پہن رکھا تھا۔ جسم پر لمبا چغہ
تھا۔ وہ بندرگاہ پر ایک لکڑی کے ستون کے ساتھ
لگا ناگ کی طرف ٹکٹکی باندھے تک رہا تھا۔ ناگ کو
یہ بات بڑی ناگوار لگی۔ پھر اس نے سوچا کہ دیکھتا ہے
تو دیکھنے دو۔ یہ میرا کیا بگاڑ لے گا۔

ناگ وہاں سے نکل کر جزیرے کے ایک پارک
میں آ گیا۔ دُھوپ کھلی تھی۔ پھول بہار دے رہے تھے۔
ناگ ایک خالی بنچ پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہے
کہ وہی ڈاڑھی والا آدمی اس کی طرف آیا اور بنچ پر

بیٹھتے ہوئے مسکرا کر بولا:

"تم پر خدا کی رحمت ہو بیٹا! مجھے تم مصر کے
رہنے والے لگتے ہو۔ میرے دادا بھی مصر کے
رہنے والے تھے۔ مجھے مصر سے بڑی محبت
ہے۔ اس لیے میں تمہیں دیکھ رہا تھا۔ تم
نے بُرا تو نہیں مانا؟"

ناگ کے دل میں اس آدمی کے بارے میں جو
وسوسہ پیدا ہوا تھا۔ وہ دُور ہو گیا۔ اس نے ہنس کر
ڈاڑھی والے کے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ ہاں وہ
مصر کا رہنے والا ہے اور سپین اپنے ایک دوست
کے پاس جا رہا ہے۔ ڈاڑھی والے نے ناگ سے
ہاتھ ملایا اور کہا:

"بیٹا میرا نام توشنکو ہے۔ میں اس جزیرے
میں تجارت کرتا ہوں اور اب ارادہ ہے کہ
اسی جہاز میں بیٹھ کر ملک سپین جاؤں۔ کیا تم
دوپہر کا کھانا میرے ساتھ نہیں کھاؤ گے؟ جہاز
تو آج رات روانہ ہو گا؟"

ناگ کچھ ہچکچایا تو توشنکو نے جھٹ کہا:

"بیٹا مجھے اس سے بڑی خوشی ہو گی۔ میری کوئی

اولاد نہیں۔ ایک بیٹا تھا جو مر گیا۔ اس کی شکل
تم سے بہت ملتی ہے۔"

اب ناگ انکار نہ کر سکا۔ اس نے یہ بھی محسوس نہ
کیا کہ توشنکو ناگ کی طرف بار بار بڑی گہری نظر سے
دیکھ لیتا تھا۔ وہ ایسا کیوں کرتا تھا؟ یہ آپ کو آگے
چل کر خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ اصل بات یہ تھی
کہ یہ شخص جس نے اپنا نام توشنکو بنایا تھا اور
جو ناگ کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دے رہا تھا۔
ایک بڑا پُر اسرار سپیرا تھا۔ اور ملک لنکش دیپ کا رہنے
والا تھا جو ہندوستان کے کالے سمندر میں ہے۔ اس
سپیرے توشنکو نے بڑے چلّے کاٹے تھے۔ ساری
ساری رات دریا میں کھڑا رہ کر منتر پڑھتا تھا۔ قبر
میں لیٹ کر وظیفے کرتا تھا۔ اسے ایک ایسے سانپ
کی تلاش تھی جو انسان جانور اور پرندے کا روپ بدل
سکتا ہو۔ اس سپیرے نے اپنے علم کے زور سے معلوم
کر لیا تھا۔ کہ ناگ اصل میں ایک سانپ ہے جو انسان
کا روپ بدل کر چل پھر رہا ہے۔ یہ سپیرا ناگ کو پکڑ کر
ایک ایسا عمل کرنا چاہتا تھا کہ جس کی مدد سے اس کو
بھی اتنی طاقت مل جائے کہ وہ بھی پرندہ جانور اور سانپ

بن کر دنیا کی سیر کرتا پھرے اور اسے کبھی موت نہ آ
سکے۔ اس نے ناگ کو دیکھا تو بڑا خوش ہوا۔ اس کے
دل کی مُراد بر آئی تھی۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ ناگ آنکھ
نہیں جھپک رہا اور یہ سانپ ہے۔ جب ناگ نے
اس کی دعوت قبول کر لی تو وہ بڑا خوش ہوا۔ اب کامیابی
زیادہ دُور نہیں تھی۔

اس نے چکنی چپڑی باتیں کر کے ناگ کو اپنے ساتھ
کر لیا۔ وہ اسے لے کر جزیرے کے ایک جنگل میں
بنے ہوئے اپنے پُراسرار مکان میں لے گیا۔ یہاں
برآمدے میں تخت بچھا تھا۔ توشنکو نے ناگ کو وہاں
بٹھایا اور پھر تھوڑی دیر میں میٹھے پھل اور ہرن کا بھنا
ہوا گوشت لا کر سامنے رکھ دیا۔

"بیٹے خوب کھاؤ۔ مجھے خوشی ہو گی۔"

ناگ بھولا بھالا تھا۔ اس کی باتوں میں آ گیا۔ بولا:

"چچا جان! آپ بھی کھائیں نا"

توشنکو کہنے لگا:

"پہلے تم کھاؤ بیٹا۔ میں تمہارے بعد کھاؤں گا۔
اسی میں میرے دل کی خوشی ہے۔"

ناگ کو اتنی بھوک نہیں تھی۔ پھر اس نے بوڑھے

توشنکو کا دل رکھنے کے لیے تھوڑے سے پھل کھائے۔
توشنکو نے کہا:
"بیٹا ہرن کا گوشت بھی چکھو۔ میں نے خاص
طور پر یہ تمہارے لیے بھونا ہے۔"
ناگ نے گوشت چکھا۔ بڑا مزیدار تھا۔ وہ کافی
کھا گیا۔ توشنکو اسے بڑی گہری نظروں سے دیکھتا رہا۔
جب ناگ نے گوشت کھا لیا تو توشنکو پانی لانے کا
بہانہ کر کے باہر چلا گیا۔ ناگ نے سوچا کہ اُٹھ کر ذرا
جنگل کی سیر کی جائے۔ کیوں کہ وہاں بڑے خوب صورت
پھول کھلے ہوئے تھے۔ جونہی وہ اُٹھا اس کا سر چکرایا
اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ فوراً سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ
دھوکہ ہوا ہے۔ دل میں پرندہ بن کر اُڑنے کا خیال
لا ہی رہا تھا کہ بے ہوش ہو گیا۔ اسے کوئی ہوش
نہ رہا۔

مکار سپیرا توشنکو ایک طرف چھپ کر کھڑا یہ سارا
تماشا دیکھ رہا تھا۔ جونہی ناگ بے ہوش ہو کر گرا وہ
قہقہہ لگا کر باہر نکل آیا۔ اس نے ناگ کے ہاتھ
پاؤں مضبوط رسی کے ساتھ خوب کس کر باندھے۔
پھر اسے گھسیٹ کر پچھلے کمرے میں لے گیا۔ یہاں
اس نے پہلے ہی سے ایک صندوق تیار کر رکھا تھا۔
اس صندوق میں ناگ کو بند کر کے باہر سے تالا لگا
دیا۔

ایک ہفتے بعد سپیرا توشنکو صندوق کو ساتھ لے کر
ہندوستان کی طرف جانے والے ایک سمندری جہاز
پر سوار ہو گیا۔ دس دن کے سمندری سفر کے بعد جہاز
ہندوستان کے قریب کے جزیرے لکش دیپ میں
جا کر رُکا۔ سپیرا توشنکو ناگ کے صندوق کو ایک مزدور
کے سر پر رکھوا کر جہاز سے اُتر آیا۔ اس جزیرے کے
جنگل میں اس نے ایک پرانے قلعے کے کھنڈر میں
اپنا گھر بنا رکھا تھا۔ اس کھنڈر میں ایک کوٹھڑی تھی جس
میں سپیرا توشنکو رہتا تھا۔ اس نے ناگ کے صندوق کو
کونے میں لا کر رکھ دیا۔ صندوق کھول کر دیکھا۔ ناگ
اسی طرح بے ہوش پڑا تھا۔ اس نے ناگ کا منہ کھول
کر اس کے حلق میں ایک بے ہوش کرنے والی دوائی
کے چند قطرے ٹپکا دیے۔ اب وہ دو دن اور بے ہوش
رہ سکتا تھا۔

جب رات کا اندھیرا پھیل گیا اور جنگل میں سناٹا چھا

گیا تو سپیرے نے اپنا عمل شروع کر دیا۔ اس نے
ناگ کا صندوق کھول دیا۔ اس کے سرہانے دیا جلا
کر آلتی پالتی مارے بیٹھ گیا۔ اور منتر پڑھنے شروع
کر دیئے۔ یہ منتر اتنے سخت تھے کہ تین بار دیا
بجھ گیا۔ سپیرے توشنکو نے تینوں بار دیا دوبارا جلایا۔
وہ ساری رات منتر پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ دن نکل
آیا۔ دن کو اس نے کچھ نہ کھایا۔ صرف پانی کے
چند گھونٹ پیئے اور ایک پرانی قبر کے اندر جا کر لیٹ
گیا اور منتر پڑھنے لگا۔ سارا دن وہ قبر میں لیٹا منتر
پڑھتا رہا۔ رات ہوئی تو پھر دیا جلا کر ناگ کے صندوق
کے آگے بیٹھ کر منتروں کا جاپ کرنے لگا۔ آدھی رات
کو دیئے کی لو کانپی اور سپیرے کی شکل بدلنی شروع
ہو گئی۔ وظیفہ پورا ہو گیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سپیرا توشنکو
سارے کا سارا نیلا ہو گیا۔ پھر وہ سرخ رنگ کا ہو گیا۔
اس کے بعد سفید اور پھر آہستہ آہستہ اپنی اصلی شکل میں
آ گیا۔ وہ مسکراتا ہوا اٹھا۔ اس نے صندوق کے اندر
ناگ پر منتر پڑھ کر زور سے پھونک ماری اور قہقہہ
لگا کر کہا:

"اے ناگ! اب تو ساری زندگی اسی صندوق

کے اندر بے ہوش پڑا رہے گا اور میں ناگ
بن کر دنیا میں عیش کروں گا۔"

سپیرے توشنکو نے کوٹھڑی کے باہر آ کر تالا لگایا
اور مکان کے صحن میں آ کر آسمان کو دیکھا۔ صبح ہو رہی
تھی۔ سورج نکل رہا تھا۔ توشنکو نے ایک گہرا سانس لیا
اور جب سانس زور سے چھوڑا تو وہ کبوتر بن چکا تھا۔
توشنکو کبوتر بن کر پھڑ پھڑا کر اڑ گیا۔ جزیرے میں ایک
راجہ حکومت کرتا تھا۔ جس کا نام راجہ وکرم تھا۔ توشنکو
اڑتا ہوا سیدھا راجہ کے محل میں آ گیا۔ راجہ اس وقت
مندر میں سے پوجا پاٹ کر کے نکل رہا تھا۔ توشنکو کبوتر
کی شکل میں اس کے کندھے پر جا کر بیٹھ گیا۔ راجہ کبوتر
کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ اس کا وزیر اور درباری ساتھ
تھے۔ راجہ نے مسکرا کر کہا:

"دیوتاؤں نے میری دعا قبول کر لی۔ یہ کبوتر
اچھا شگون ہے۔ ہم اسے اپنے ساتھ محل میں
لے جائیں گے۔"

راجہ وکرم کبوتر کو لے کر محل میں آ گیا۔ جب وہ اکیلا
رہ گیا تو کبوتر نے اپنی سرخ آنکھوں سے راجہ کو غور
سے دیکھا۔ پھر ایک دم سے سانپ بن کر پنجرے سے

باہر آ گیا۔ راجہ خوف کے مارے پیچھے ہٹ گیا۔ سانپ
نے انسان کی آواز میں کہا:

"اے راجہ! ڈرو نہیں۔ میں دیوتا ہوں اور تمہیں
مبارک باد دینے آیا ہوں کہ تمہارے ہاں چاند
سا لڑکا پیدا ہو گا۔"

راجہ بڑا خوش ہوا۔ ہاتھ جوڑ کر بولا:

"اے ناگ دیوتا! میں آپ کی کیا خدمت کر
سکتا ہوں۔"

سانپ نے کہا:

"دُودھ کا پیالہ منگواؤ۔"

راجہ نے اسی وقت سونے کے پیالے میں دُودھ
منگوایا۔ سانپ نے تھوڑا سا دودھ خود پیا۔ اور دودھ
میں ایک خاص قسم کا زہر چھوڑ دیا۔ پھر بولا:

"اے راجہ! اس دُودھ کو تم پی جاؤ۔"

راجہ پہلے تو گھبرایا مگر دیوتا کی ہیبت کے خیال سے
دُودھ پی گیا۔ دُودھ کے پیتے ہی اس پر بے ہوشی
طاری ہو گئی۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ توشنکو اسی
وقت اپنی اصل شکل میں آ گیا۔ اس نے منتر پڑھ کر
راجے پر پھونک ماری۔ راجہ ایک ننھی سی چڑیا بن گیا۔

توشنکو سپیرے نے چڑیا کو اٹھا کر اپنے سر پر بٹھا لیا
اور آنکھیں بند کر کے ایک منتر پڑھا کر اس کی شکل
ایک دم سے راجہ وکرم کی شکل بن گئی۔ اب وہ سپیرا
توشنکو نہیں بلکہ وکرم راجہ بن چکا تھا۔ اس میں اور
اصلی راجہ وکرم کی شکل میں کوئی فرق نہیں رہا تھا۔ اس نے
سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ننھی بے ہوش چڑیا کو
ایک سوراخ دار ڈبے میں بند کر کے محل کی دیوار
کے ایک سوراخ میں چھپا کر رکھ دیا اور خود راجہ کی
شکل میں بڑی شان سے چلتا ہوا مہارانی کے کمرے میں
آ گیا۔ مہارانی کو ذرا سا بھی شک نہ ہوا کہ یہ اصل راجہ
نہیں ہے بلکہ مکار سپیرا توشنکو ہے۔ اس نے راجہ
کی طرف دیکھ کر کہا:

"مہاراجہ! آج آپ دریا پر اشنان کرنے نہیں
جائیں گے؟"

مکار توشنکو کو معلوم ہوا کہ راجہ دن کے وقت مہارانی
کے پاس آنے سے پہلے دریا پر اشنان کرنے جاتا تھا۔
توشنکو نے جھوٹ بولا:

"مہارانی! ہم اشنان کر آئے ہیں۔"

مہارانی کو راجہ کی آواز میں کچھ فرق محسوس ہوا۔

کہنے لگی :

"مہاراجہ ! آپ کی آواز کیوں بدلی ہوئی ہے!
کیا گلا خراب ہے ؟"

مکار توشنکو ذرا گھبرایا۔ پھر سنبھل گیا اور گلے پر ہاتھ
پھیر کر بولا :

"ہاں ہاں ۔۔۔ آج ہمارا گلا کچھ خراب ہے مہارانی"

راجہ وکرم کا ایک ہی بیٹا تھا جو تخت کا وارث بننے والا
تھا ۔ مکار توشنکو نے راجہ بننے کے بعد راجہ وکرم کے
بیٹے کو اپنے منتروں کی طاقت سے مکڑی بنا کر محل
کے تہہ خانے میں پھینک دیا اور اس کی جگہ اپنے
بیٹے کو افریقہ سے بلا کر دربار میں اعلان کر دیا کہ چونکہ
ہمارا بیٹا گم ہو گیا ہے اس لیے ہم اس لڑکے کو تخت
کا وارث قرار دیتے ہیں ۔ مہارانی نے راجہ سے پوچھا:
کہ یہ لڑکا کون ہے اور اسے کیوں تخت کا وارث بنا
رہے ہیں آپ ؟ اس پر مکار توشنکو نے مہارانی کو
ڈانٹتے ہوئے کہا :

"مہارانی ! تم کون ہوتی ہو ہمارے معاملے میں دخل
دینے والی ۔ ہم چاہے کسی غریب کے بچے کو
اُٹھا کر راج کمار بنا دیں ۔ خبردار اگر آئندہ ہمارے

کسی حکم پر اعتراض کیا تو ہم تمہیں بھی گدھی بنا
کر جنگل میں چھوڑ آئیں گے"

مہارانی تو حیرانی ہو کر رہ گئی ۔ اس سے پہلے اس
کے راجہ نے کبھی اس قسم کی سخت بات نہیں کی تھی۔
بلکہ راجہ وکرم تو اس کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش
آتا تھا ۔ وہ شک میں پڑ گئی کہ راجہ وکرم پر ضرور کسی
نے جادو ٹونہ کر دیا ہے ۔ اس نے ایک روز اپنے
خاص جوتشی کو بلا کر اس سے مہاراجہ کا زائچہ بنانے کے
لیے کہا ۔ جوتشی نے زائچہ بنا کر حیرت سے کہا :

"مہارانی ! یہ اصل راجہ نہیں ہے"

"ہیں ؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج ؟"

جوتشی نے ہاتھ باندھ کر کہا :

"میں سچ کہہ رہا ہوں مہارانی ! یہ اصلی راجہ وکرم
نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ جادو سے اس کی شکل
اختیار کر کے تخت پر آن بیٹھا ہے ۔ یہ کوئی بہت
بڑا جادوگر ہے"

مہارانی نے جوتشی سے پوچھا :

"اصلی مہاراجہ کہاں ہے ؟ کیا وہ زندہ ہیں ؟"

جوتشی زائچے کو غور سے دیکھنے کے بعد بولا :

"ہاں مہارانی صاحبہ! اصلی راجہ وکرم زندہ ہیں اور اسی محل میں کسی جگہ قید ہیں۔ مگر زائچہ یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ کس جگہ پر قید ہیں۔"

مہارانی نے پوچھا:

"اب یہ بتائیں کہ ہمارا بیٹا کہاں پر ہے؟"

جوتشی نے زائچہ دیکھ کر کہا:

"مہارانی! میرا زائچہ بتا رہا ہے کہ راج کمار بھی زندہ ہے اور اسی محل میں کسی جگہ قید ہے۔"

مہارانی نے جوتشی سے کہا کہ وہ زائچے پر اور زیادہ محنت کر کے بتائے کہ راجہ وکرم اور راج کمار محل میں کس جگہ پر ہیں۔ جوتشی نے نئے سرے سے حساب بنایا اور پھر غور کرنے کے بعد کہا:

"مہارانی! اس جادوگر نے مہاراجہ وکرم اور آپ کے راج کمار کو کوئی جانور بنا کر محل میں کسی جگہ قید کر رکھا ہے۔ جس کا کھوج لگانا بہت مشکل ہے۔"

مہارانی سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"مجھے تو پہلے ہی شک ہو گیا تھا کہ یہ مہاراجہ وکرم نہیں کوئی دھوکے باز ہے۔ اب کیا ہو گا۔ اس

نقلی راجہ سے نجات کس طرح سے حاصل کریں۔ کیا کوئی ایسا طریقہ ہے کہ مہاراجہ وکرم اور ہمارا بیٹا پھر سے انسان بن جائیں اور یہ جھوٹا راجہ بھی اپنے انجام کو پہنچے؟"

جوتشی نے کہا:

"مہارانی! اس نقلی راجہ کے پاس ناگ دیوتا کا منتر ہے جس کا توڑ یہاں کسی کے پاس نہیں ہے۔ اس کا توڑ تو ناگ دیوتا کا کوئی بیٹا ہی کر سکتا ہے۔"

مہارانی نے ناامید ہو کر جوتشی کو واپس بھیج دیا۔ خفیہ طور پر اس نے محل کا کونہ کونہ تلاش کر ڈالا کہ کہیں سے اصلی راجہ وکرم اور اس کے بیٹے کا سراغ مل سکے۔ مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اسی طرح دن گزرتے گئے۔ آخر ایک روز مکار توشنکو نے جو راجہ وکرم بن کر حکومت کر رہا تھا۔ اپنے افریقہ والے بیٹے کو تخت پر تاج پہنا کر اپنے ساتھ بٹھا لیا اور اسے جزیرے میں اعلان کر دیا کہ آج سے اس کا بیٹا راج کمار ہی مہاراجہ ہے۔ کسی نے اعتراض نہ کیا۔ کیوں کہ اس کی شکل ہو بہو مہاراجہ وکرم کی تھی۔ کوئی کیسے اس پر شک کر سکتا

تھا بھلا ؟ مہارانی ڈرتے مارے کسی سے ذکر نہیں کرتی
تھی ۔ کیونکہ اسے ڈر تھا کہ اگر نقلی راجہ کو خبر ہوگئی
کہ میں اس کے خلاف باتیں کر رہی ہوں تو وہ نہ
صرف یہ کہ اسے گدھی بنا دے گا بلکہ اس کے خاوند
اصلی راجہ وکرم اور اس کے بیٹے کو بھی ہلاک کر دے گا۔

ادھر ایسا ہوا کہ ناگ کا صندوق جزیرے کے جنگل
میں جس مکان کی کوٹھڑی میں بند تھا۔ اس کے پاس ہی
ایک ندی بہتی تھی۔ ایک روز بڑی بارش ہوئی اور
ندی میں سیلاب آ گیا۔ پانی کوٹھڑی میں داخل ہو گیا
اور صندوق کے سوراخوں میں سے بے ہوش ناگ کے
پاس بھی آ گیا۔ اس پانی میں اتفاق سے ایک بہت
ہی زہریلا سانپ بھی بہتے بہتے سیلاب کے ساتھ کوٹھڑی
میں داخل ہو گیا۔ یہ جزیرے کا سب سے زہریلا سانپ
تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ اگر یہ کسی مُردے
کو ڈس دے تو وہ ایک بار ضرور تڑپ اُٹھتا ہے۔

چونکہ ناگ بے ہوشی کی حالت میں تھا اور منتروں
کی وجہ سے اس کے جسم سے ناگ دیوتا کی خاص قسم کی
بُو نہیں نکل رہی تھی۔ اس لیے سانپ صندوق کے اندر
چلا گیا اور اس نے ناگ کو ڈس دیا۔ اس سانپ کے زہر

نے ناگ کے بے ہوش جسم میں پھر سے زندگی کی لہر
دوڑا دی۔ اس کے جسم نے زہر کی وجہ سے ایک جھرجھری
لی اور ناگ نے آنکھیں کھول دیں۔ ہوش میں آتے ہی
اس نے دیکھا کہ وہ ایک صندوق میں بند ہے اور ایک
سُرخ رنگ کا زہریلا سانپ صندوق کے سوراخ میں
سے نکل کر باہر جا رہا ہے۔

ناگ نے سانپ کو وہیں دبوچ لیا۔ پھر دوسرے ہاتھ
سے زور لگا کر وہ صندوق کا ڈھکنا کھول کر باہر آ گیا۔ کوٹھڑی
میں سیلاب کا پانی تھا۔ ناگ نے سانپ کو گردن سے پکڑ
رکھا تھا۔ وہ اسے لے کر کوٹھڑی سے نکل آیا اور جنگل
میں ایک اُونچی جگہ پر پہنچ کر سانپ سے کہا:

"جانتے ہو تم نے کس کو ڈسا ہے؟"

ہوش میں آتے ہی ناگ کے جسم سے دوبارہ ناگ
دیوتا کی خاص خوشبو جاری ہو گئی تھی۔ اس سُرخ سانپ
کے زہر نے مکّار تونشکو کے آدھے جادو کو ختم کر دیا تھا۔
سُرخ سانپ کو اب محسوس ہو گیا تھا کہ اس نے ناگ
دیوتا کو ڈسنے کی غلطی کی تھی۔ سُرخ سانپ نے لرزتی ہوئی آواز
میں معافی مانگی اور کہا:

"ناگ دیوتا! غلام کی یہ جرأت ہرگز نہ ہوتی اگر آپ

کے جسم سے ناگ دیوتا کی خوشبو آ رہی ہوتی۔
میں دھوکا کھا گیا۔ مجھے معاف کر دیا جائے حضور۔"
ناگ کو احساس ہو چکا تھا کہ اس ڈاڑھی والے توشنکو
نے اس کی طاقت چھین لی ہے اور وہ اسے صندوق
میں بے ہوش کر کے خود ناگ بن کر فرار ہو چکا ہے۔
ناگ نے گہرا سانس لے کر سانپ کا روپ اختیار کرنا
چاہا مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ اس کی طاقت اس سے چھین
لی گئی تھی ناگ کو بڑا دکھ ہوا۔ اس نے اس کا سُرخ
سانپ سے ذکر کیا اور کہا کہ کیا اس جزیرے میں ناگن
دیوی کی کوئی قبر ہے؟ ان سانپوں میں یہ طریقہ ہوتا
ہے کہ ہر علاقے میں ایک ناگن دیوی ہوتی ہے۔ جب
یہ ناگن دیوی مر جاتی ہے تو یہ سانپ زمین کے اندر
اس کی ایک جگہ قبر بنا دیتے ہیں۔ جب ناگن دیوی
کی قبر دو سو سال پرانی ہو جاتی ہے۔ ناگ کو معلوم
تھا کہ اب صرف کسی مردہ ناگن کی دو سو سالہ پرانی
ہڈی یا اس کی روح ہی اس کی طاقت کو واپس لا
سکتی ہے۔ سُرخ سانپ نے کہا:
"ہاں اے ناگ دیوتا! یہاں سے دور ایک
پہاڑی کے اندر ہماری مقدس ناگن دیوی کی

قبر ہے۔ اسے قبر میں دفن ہوئے تین سو
سال ہو گئے ہیں۔
ناگ یہ سن کر بے حد خوش ہوا۔ اس نے سُرخ
سانپ سے کہا:
"کیا تم مجھے وہاں تک لے جا سکتے ہو؟"
"کیوں نہیں میرے آقا! مگر آپ تو اب نہ
سانپ بن سکتے ہیں نہ پرندہ بن کر اُڑ سکتے
ہیں۔ پھر آپ اتنی دور جنگل کا راستہ پیدل کس
طرح طے کریں گے؟"
اچانک ناگ کو ہندوستانی سنیاسی جادوگر کے دیئے
ہوئے سانپ کے مہرے کا خیال آ گیا جس کو منہ میں
رکھ کر وہ غائب ہو جاتا تھا اور ہوا میں اڑنے لگتا تھا۔
اس نے جیبوں میں ہاتھ ڈال کر دیکھا۔ خوش قسمتی سے
مکار توشنکو نے ناگ کے کپڑوں کی تلاشی نہیں لی
تھی۔ سانپ کا مہرہ ناگ کے کپڑوں کی اندرونی جیب
میں اُسی طرح پڑا تھا۔ اس نے مہرہ نکال کر کہا:
"میں اس کی مدد سے غائب ہو کر اُڑ سکتا ہوں
تم میرے کندھے پر آ کر بیٹھ جاؤ اور ناگن کی
قبر تک میری راہ نمائی کرو۔"

سرخ سانپ ناگ کے کندھے پر آ کر بیٹھ گیا۔ ناگ نے اللہ کا نام لے کر سانپ کا مہرہ منہ میں رکھ لیا۔ مہرہ منہ میں رکھتے ہی وہ غائب ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ ہوا میں پھیلائے اور زمین سے بلند ہو کر اُڑنا شروع کر دیا۔ وہ درختوں کے اُوپر سے ہو کر اُڑ رہا تھا۔ راستے میں ایک دریا آ گیا۔ سُرخ سانپ نے کہا:

"اس دریا کے پار ایک پہاڑ آئے گا۔ اس پہاڑ کے اندر ایک غار میں ناگن دیوی کی قبر ہے۔"

ناگ دریا کے اُوپر سے اُڑتا ہوا گذر گیا۔ کافی آگے جا کر ایک بہت بڑا پہاڑ آ گیا جس کی ڈھلان پر گھنا جنگل پھیلا ہوا تھا۔ سُرخ سانپ نے کہا کہ یہی وہ پہاڑ ہے جس کے غار میں ہمیں جانا ہے ایک خاص جگہ پر ناگ زمین پر اُتر آیا۔ اس نے مہرہ منہ میں سے نکال کر جیب میں رکھ لیا۔ وہ پھر سے ظاہر ہو گیا۔ سُرخ سانپ ناگ کو غار کے دروازے تک لے جا کر بولا:

"میرے آقا! اب مجھے اجازت دیجئے۔ میں

اس سے آگے نہیں جا سکتا۔ اگر دو قدم آگے بڑھا تو ناگن دیوی کے جلال سے جل جاؤں گا۔ اس سے آگے آپ ہی جا سکتے ہیں۔ کیوں کہ آپ ناگ دیوتا ہیں۔"

ناگ نے سُرخ سانپ کا شکریہ ادا کر کے اسے رخصت کر دیا۔

ناگ غار کے اندر داخل ہو گیا۔ غار بڑا گہرا اور تنگ و تاریک تھا۔ ناگ آگے بڑھتا چلا گیا۔ ایک جگہ غار کھلا ہو گیا تھا۔ یہاں اس نے ایک پتھروں کی چھوٹی سی ڈھیری دیکھی جس کے اوپر ایک خوبصورت انسانی شکل والی ناگن بیٹھی تھی۔ اس کے تین سر تھے اور تینوں سروں کے اُوپر سانپ کے پھن ایسے تاج رکھے تھے۔ ناگ نے بڑے ادب سے ناگن کو جھک کر سلام کیا۔ ناگن مسکرائی اور بولی:

"ناگ! میں جانتی ہوں تم کیوں میرے پاس آئے ہو۔"

ناگ نے کہا: "اے عظیم ناگن دیوی! مجھ سے بڑی بھول ہو گئی کہ میں نے ایک مکّار دھوکے باز کی باتوں پر اعتبار کر لیا اور اس نے اپنے

جادو کے زور سے مجھ سے میری طاقت
چھین لی۔ اب کوئی ایسا طریقہ بتاؤ کہ میری
طاقت واپس آ جائے۔"

ناگن دیوی نے کہا:

"اس مکار نے عظیم ناگ دیوتا کا منتر پڑھا
تھا۔ مگر وہ جھوٹا آدمی ہے۔ اس لیے عظیم
ناگ اس سے ناخوش ہو چکا ہے اور اس
نے مجھے اجازت دے دی ہے کہ میں اس
جھوٹے ناگ کو اس کی مکاری کا مزہ چکھاؤں۔
کیوں کہ ہمارے منتر انسانیت کی بھلائی کے
لیے ہوتے ہیں۔ ہم میں سے اگر کوئی جادو
ٹونے سے انسانوں کو تکلیف دینی شروع کر
دے تو تم جانتے ہو کہ ہم اسے زندہ نہیں
چھوڑتے۔ اس لیے میں تمہاری مدد کروں گی۔"

ناگ نے پوچھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ ناگن
دیوی نے اپنے پنجر کی ایک نوکیلی ہڈی نکال کر
ناگ کو دی اور کہا:

"اسے لے جا کر اس جھوٹے راجہ کی گردن میں
چبھو دو۔ اس کا سارا جادو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے

ختم ہو جائے گا۔ اور تمہاری طاقت واپس آ
جائے گی۔"

ناگ نے ہڈی کا کانٹا لے کر رکھ لیا۔ ناگن دیوی
کا شکریہ ادا کیا اور غار سے باہر نکل آیا۔ اس نے
سانپ کا مہرہ منہ میں رکھا اور غائب ہو کر اڑنے لگا۔
اڑتے اڑتے ناگ نے دیکھا کہ دور ایک پہاڑی کے
دامن میں وادی ہے جس میں مہاراجہ کے شاندار محل
کے گنبد دھوپ میں چمک رہے ہیں۔

ناگ محل کی طرف اڑنے لگا۔ محل کے اوپر آ
کر ناگ نے سارے محل کا ایک چکر لگایا اور پھر
نیچے محل کی چھت پر اتر آیا۔ چھت پر ایک بارہ دری
بنی تھی جس کے اندر سے سیڑھیاں نیچے محل کو
جاتی تھیں۔ ناگ سیڑھیاں اترنے لگا۔ نیچے سیڑھی کے
دروازے پر ایک سپاہی تلوار لیے پہرہ دے رہا تھا۔
ناگ اس کے قریب سے ہو کر گزر گیا۔ ناگ برآمدے
میں آ گیا۔ وہ مکار توشنکو کی تلاش میں تھا ایک کمرے
کا دروازہ کھلا تھا۔ اندر سے کسی آدمی اور عورت
کے بولنے کی آواز آ رہی تھی۔

ناگ چپکے سے پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔

کمرے میں جزیرے کی مہارانی سر پر سونے کا ہیرے موتیوں والا تاج رکھے اپنے خاص جوتشی سے اپنے بیٹے اور خاوند کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ اس نے اچانک جوتشی کی طرف دیکھ کر کہا:

"میں نے ابھی ابھی پردہ اٹھتے اور گرتے دیکھا ہے۔ ایسا لگتا ہے کسی کی غیبی روح اندر آئی ہے۔"

جوتشی نے مسکرا کر کہا:

"آپ کا وہم ہو گا مہارانی جی! بھلا کسی غیبی روح کو کیا پڑی ہے کہ یہاں آئے۔"

مہارانی نے کہا:

"نہیں ـــــ یہاں ضرور کوئی ہے۔ آپ زائچہ بنا کر دیکھیں۔"

ناگ سمجھ گیا کہ یہی مہارانی ہے جس کے راجہ کو جلا وطن کر کے مکار توشنکو خود تخت پر راجے کی شکل بنا کر بیٹھ گیا ہے۔ اس نے اپنا آپ ابھی ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ مہارانی اور جوتشی کی باتیں سننا چاہتا تھا۔ ویسے بھی وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ جوتشی کا زائچہ اسے پکڑ سکتا ہے کہ نہیں۔ جوتشی نے سلیٹ

پر زائچہ بنایا۔ کچھ لکیریں ڈالیں اور پھر پریشان ہو کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا:

"مہارانی جی! آپ کا شک درست نکلا ہے۔ اس کمرے میں کوئی غیبی انسان موجود ہے۔"

مہارانی سہم سی گئی:

"کیا وہ غیبی روح نہیں ہے؟"

جوتشی نے زائچے پر ایک نظر ڈال کر کہا:

"نہیں مہارانی جی! یہ کوئی روح نہیں ہے۔ یہ کوئی انسان بھی نہیں ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ زائچہ یہی بتاتا ہے۔ کہ یہ کوئی شے انسانی شکل میں ہے اور غائب ہو کر اس کمرے میں موجود ہے۔"

مہارانی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا:

"کیا آپ اس غیبی انسان سے بات کر سکتے ہیں؟"

اس پر ناگ نے آہستہ سے کہا:

"مہارانی جی! میں خود آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

مہارانی ڈر کر سمٹ گئی۔

"تم ـــــ تم کون ہو؟"

[illegible] جی ڈر کر کانپنے لگا۔ ناگ نے سانپ کا چہرہ

منہ سے نکال لیا۔ اب ان کے سامنے ایک سانولے
رنگ کا خوش شکل سیاہ گھنگھریالے بالوں والا اٹھارہ انیس
سال کا نوجوان کھڑا تھا۔
"مہارانی مجھ سے ڈریں نہیں۔ میں کون ہوں؟ یہ
آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ
میں آپ کی مدد کرنے آیا ہوں۔"
مہارانی کو کچھ حوصلہ ہوا۔ اس نے آہ بھر کر کہا:
"تم ہماری کیا مدد کر سکتے ہو؟ ہم سخت مصیبت
میں پھنس گئے ہیں؟"
ناگ نے مسکرا کر کہا:
"میں آپ کی مصیبت کو جانتا ہوں۔"
پھر اس نے جوتشی کی طرف منہ کر کے کہا:
"جوتشی مہاراج! آپ کا حساب یہی کہتا ہے نا
کہ ایک نقلی جادوگر نے مہاراجہ وکرم کی شکل
بنا کر راج گدی پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور اصلی
راج کمار کو غائب کر کے اپنے بیٹے کو راج کمار
بنا دیا ہے؟"
جوتشی ہاتھ باندھ کر بولا:
"مہاراج آپ تو سب کچھ جانتے ہیں۔"

مہارانی بھی ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی اور آنکھوں میں
آنسو بھر کر بولی:
"مہاراج! ہماری مدد کریں۔ میرے خاوند راجہ وکرم
کو اس مکار جادوگر نے میرے بیٹے راج کمار
کے ساتھ ہی اس محل کسی جگہ غائب کر دیا ہے
بھگوان کے لیے اس مکار دھوکے باز کو محل
سے نکال دیں اور اصلی راجہ اور میرا بیٹا
ہمیں واپس دلا دیں۔"
ناگ نے مہارانی اور جوتشی کو دیوان پر بیٹھنے کے لیے
کہا۔ پھر خود اٹھ کر دیکھا۔ کہ کہیں کسی پردے کے پیچھے
کوئی چھپ کر ان کی باتیں تو نہیں سن رہا۔ جب اس
نے اچھی طرح سے اطمینان کر لیا کہ وہاں کوئی غیر شخص
موجود نہیں ہے تو مہارانی اور جوتشی کے سامنے قالین
بیٹھ گیا اور بولا:
"کیا آپ نے محل کی تلاشی لے لی ہے؟"
جوتشی بولا:
"مہاراج! ہم نے محل کا چپہ چپہ چھان مارا
ہے مگر مہاراجہ وکرم اور راج کمار کا کہیں
سراغ نہیں ملا۔ اصل میں میرے حساب

کے مطابق راجہ اور راج کمار کو اس مکّار
اور جھوٹے راجہ نے کوئی جانور بنا کر کسی
جگہ قید کر رکھا ہے۔ میں یہ نہیں معلوم کر سکتا
کہ وہ کون سے جانور بنے ہیں۔"
ناگ نے کہا:
"میں اس کا ابھی پتہ لگائے لیتا ہوں۔"
جوتشی نے پوچھا:
"مہاراج! آپ کیسے پتہ لگا سکیں گے۔
جب کہ میرا ستاروں کا حساب یہاں ناکام
ہو گیا ہے۔"
ناگ مسکرایا:
"آپ کے سامنے میں ایک سانپ کو بلاؤں
گا۔ آپ ڈریں گے تو نہیں۔"
مہارانی نے ہاتھ باندھ کر کہا:
"نہیں مہاراج! اگر وہ ناگ ہمیں کچھ نہیں
کہے گا تو ہم اس سے نہیں ڈریں گے۔"
جوتشی بولا:
"مگر ــــ مگر ایک سانپ کیسے بتائے گا؟"
ناگ نے کہا:

"یہ آپ کو ابھی معلوم ہو جائے گا مہاراج!"
پھر اس نے مہارانی سے کہا کہ وہ کسی ایسے
کمرے میں نہیں جا سکتے۔ کہ جہاں بالکل خاموشی
ہو اور کسی کے اندر آنے کا خطرہ نہ ہو؟ مہارانی
ناگ کو لے کر اپنے خاص کمرے میں آئی۔
یہاں چڑیا بھی پَر نہیں مار سکتی تھی۔ مہارانی اور
جوتشی مخمل کی گدّے دار کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ناگ
بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ درمیان میں چاندی کا میز
رکھا تھا۔ ناگ نے آنکھیں بند کر لیں۔ خوشبو کی طاقت واپس
ملنے کے بعد وہ پہلی بار اسے آزما رہا تھا۔ دل میں
اس نے خدا سے دعا کی کہ یا اللہ میری عزّت رکھنا
اور میری طاقت مجھے واپس کر دینا۔ پھر اس نے آنکھیں
بند کر لیں اور اپنے دماغ کی بڑی تیز مقناطیسی شعاعوں
میں محل کے نیچے خزانے پر بیٹھے ہوئے سانپ کو
آواز دی!!

ماریا گم ہو گئی

محل کے نیچے ایک کلغی دار سانپ خزانے کی حفاظت کر رہا تھا کہ اچانک اسے ناگ دیوتا کی آواز کا سگنل ملا۔ وہ ایک دم سے چوکنا ہو گیا۔ اس نے بڑے ادب سے واپسی سگنل بھیجا۔

"عظیم ناگ! میں حاضر ہوں۔"

اوپر سے ناگ کا سگنل آیا:

"فوراً میرے سامنے حاضر ہو جاؤ۔"

ناگ بڑا خوش ہوا کہ اب وہ مکّار توشنکو کو اس کی بددیانتی کی سزا دے سکتا تھا۔ اس نے آنکھیں بند رکھیں اور خزانے کے سانپ کو تیسرا سگنل روانہ کیا:

"کیا تم سن رہے ہو خزانے کے سانپ؟"

خزانے کا سانپ تیزی سے زمین کے اندر ہی اندر سفر کرتا محل کے اوپر آ رہا تھا۔ اس نے وہیں سے جواب دیا:

"عظیم ناگ! میں حاضر ہو رہا ہوں۔"

مہارانی اور جوتشی بڑے اشتیاق اور حیرت سے کبھی ناگ کی طرف اور کبھی چاندی کی خالی میز کی طرف دیکھنے جہاں سانپ آنے والا تھا کمرے میں سانپ کی آواز سنائی دی۔ خوف سے اس کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ اتنے میں ایک بہت بڑا سانپ پھن اُٹھائے لہراتا جھومتا جھامتا پردے کے پیچھے سے نکل کر ناگ کے سامنے آیا اور چاندی کی میز پر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ اس نے سر کو تین بار جھکا کر ناگ کو ادب سے سلام کیا۔ وہ بار بار اپنی زبان باہر نکال رہا تھا۔ ناگ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور کہا:

"تم اس محل کے نیچے رہتے ہو۔ تمہیں سارے تہہ خانوں کا علم ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس محل میں اصلی راجہ وکرم اور اس کا بیٹا راجکمار کس جگہ پر ہیں؟"

سانپ نے کہا:

"عظیم ناگ! اس وقت راج گدی پر جو مکّار سپیرا توشنکو بیٹھا ہے اس نے اصلی راجہ وکرم

کو چڑیا بنا کر ایک ڈبے میں بند کر کے اپنی
خواب گاہ کی دیوار میں چھپا رکھا ہے اور راج
کمار محل کے سب سے نچلے تہہ خانے میں
ایک مکڑی کی شکل میں دیوار سے چمٹا ہوا ہے۔"

جب ناگ کو راجہ اور راج کمار کے ٹھکانوں
کا پتہ لگ گیا تو اس نے خزانے کے سانپ کا
شکریہ ادا کیا اور اسے رخصت کر دیا۔

سانپ کے جانے کے بعد مہارانی نے پوچھا کہ
سانپ نے مہاراجہ اور راج کمار کے بارے میں کیا
بتایا ہے؟ ناگ نے کہا:

"سب سے پہلے مجھے اس محل کے سب
سے نچلے تہہ خانے میں لے چلیں کیوں کہ
راج کمار اسی جگہ قید ہے۔"

مہارانی اور جوتشی نے ناگ کو ساتھ لیا اور ایک
خفیہ راستے سے ہوتے ہوئے محل کے سب سے پرانے
اور نیچے کے تہہ خانے میں آ گئے۔ یہاں اندھیرا تھا۔ جوتشی
نے موم بتی جلائی تو اس کی روشنی میں ناگ نے دیکھا کہ
ایک مکڑی دیواری کے جالے میں پھنسی ہوئی سانس لے
رہی ہے۔ ناگ نے مہارانی سے کہا:

"مہارانی جی! یہ ہے آپ کا راج کمار بیٹا۔"

مہارانی کی چیخ نکل گئی:

"بھگوان کے لیے میری مدد کرو۔ اسے پھر سے
انسان بنا دو۔ میں ساری زندگی تمہاری خدمت
کروں گی۔"

ناگ نے مکڑی کو پکڑ کر جالوں میں سے باہر نکالا اور
فرش پر رکھ دیا۔ مکڑی اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے مہارانی
کو بے بسی سے تک رہی تھی۔ جیسے اس نے بھی اپنی ماں
کو پہچان لیا تھا۔ ناگ نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس
لیا اور پھر ایک منتر پڑھ کر مکڑی پر پھونک ماری۔ مکڑی
ایک دم سے راج کمار بن گیا۔ مہارانی نے اسے گلے
سے لگا لیا اور اس کی بلائیں لینے لگی۔ جوتشی نے ناگ کے
آگے ماتھا ٹیک دیا۔

ناگ نے کہا:

"ابھی مہاراجہ وکرم کو واپس لانا باقی ہے۔ میرے
ساتھ اوپر چلیں۔ کیونکہ اب مجھے نقلی راجہ کے خاص
سونے کے کمرے میں جانا ہو گا۔ لیکن وہاں جانا
مشکل ہو گا۔ ہمیں احتیاط سے کام لینا ہو گا۔ اگر
نقلی راجہ کو ذرا سا بھی شک پڑ گیا تو وہ اصلی راجہ

کو ہلاک کر دے گا۔"

مہارانی نے کہا: "میں تمہیں اس تک لے جاؤں گی۔"

مہارانی، جوتشی، راج کمار اور ناگ اوپر محل میں مہارانی کے کمرے میں آ گئے۔ ناگ نے جوتشی اور راج کمار کو تو اسی جگہ رہنے دیا اور خود مہارانی کے ساتھ نقلی راجہ کی خواب گاہ یعنی سونے کے کمرے کی طرف چل دیا۔ سامنے جہاں دیوانِ خاص شروع ہوتا تھا کنیزیں اور پہرے دار چل پھر رہے تھے۔ مہارانی نے کہا:

"یہ لوگ تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر شک کر سکتے ہیں اور ہو سکتا ہے نقلی راجہ کا کوئی جاسوس اسے جا کر اطلاع کر دے۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ تم غائب ہو کر میرے ساتھ چلو۔"

ناگ نے اسی وقت سانپ کا مہرہ نکال کر اپنے منہ میں رکھ لیا اور غائب ہو گیا۔ مہارانی اسے لے کر نقلی راجہ کے خاص سونے والے کمرے میں آ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ نقلی راجہ دن کے وقت وہاں نہیں ہو گا۔ مگر جونہی وہ ناگ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی نقلی راجہ یعنی توشنکو وہاں موجود تھا

نقلی راجہ نے ایک دم سے ناک سکوڑی اور اِدھر اُدھر

دیکھنے لگا۔ پھر جلدی سے پریشانی کے عالم میں گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ مہارانی پریشان سی ہو گئی کہ کہیں اس نے ناگ کو دیکھ تو نہیں لیا۔ اس نے اپنا شک دور کرنے کے لیے پوچھا:

"کیا بات ہے مہاراج! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

نقلی راجہ کمرے میں چاروں طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔ بولا:

"یہاں کوئی شخص موجود ہے۔"

مہارانی کے پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔ اس کم بخت نے کہیں ناگ کو دیکھ تو نہیں لیا۔ وہ جھٹ بولی:

"مہاراج! یہاں سوائے ہم دونوں کے اور کوئی نہیں ہے۔"

نقلی راجہ کمرے کی ایک ایک چیز کو اٹھا کر نیچے دیکھ رہا تھا۔

"تم نہیں جان سکتی مہارانی! مجھے معلوم ہے۔ میرا علم مجھے بتا رہا ہے کہ یہاں کوئی تیسرا شخص موجود ہے جو ——— جو اصل میں ایک سانپ ہے۔ مجھے اس کی بُو آ رہی ہے۔ لیکن وہ یہاں کس طرح آ سکتا ہے۔ وہ تو یہاں سے دُور جنگل میں صندوق

کے اندر بند ہے۔"

مہارانی نے یونہی انجان بن کر کہا:

"مہاراج آپ کس کی باتیں کر رہے ہیں؟ خیریت تو ہے؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

نقلی راجہ نے جھنجھلا کر کہا:

"بکواس بند کرو۔ بتاؤ یہاں اور کون ہے؟"

نقلی راجہ نے مہارانی کو بالوں سے پکڑ کر پلنگ پر گرا لیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ ساری شرارت مہارانی کی ہو سکتی ہے۔ وہ ضرور اس غیبی ناگ کو ساتھ لے کر آئی ہے۔

ادھر ناگ نے بھی اپنی جیب سے ناگن دیوی کی کینچلی کی نوکیلی کانٹے دار ہڈی نکال لی تھی۔ لیکن نقلی راجہ کو پھر سے اس کی اصلی شکل میں لانے سے پہلے ناگ اس سے کچھ باتیں کرنی چاہتا تھا۔ اس کے پاس طاقت تو واپس آ ہی گئی تھی۔ اس نے کہا:

"توشنکو! میری آواز سن رہے ہو نا؟ میں ناگ ہوں۔ جس کو تم نے اپنی جھونپڑی کے صندوق میں بند کر دیا تھا۔ مہارانی کو چھوڑ دو۔"

نقلی راجہ خوف کے مارے اچھل کر دوسری طرف جا کھڑا ہوا۔

"تم ۔۔۔ تم ۔۔۔ تم کہاں سے آ گئے؟ کیسے آ گئے تم نظر کیوں نہیں آتے؟"

ناگ نے کہا:

"نقل نقل اور اصل اصل ہوتی ہے۔ کاٹھ کی ہنڈیا بس ایک بار ہی چڑھ سکتی ہے۔ تمہاری جھوٹی بادشاہت کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ میں تمہیں ہلاک بھی کر سکتا ہوں۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں تمہیں تمہاری شکل واپس دے رہا ہوں۔"

اور اس کے ساتھ ہی ناگ نے ناگن دیوی کی ہڈی کا کانٹا زور سے نقلی راجہ کی گردن میں چبھو دیا۔ کانٹے کے چبھتے ہی نقلی راجہ کا جسم ایک دم نیلا پڑ گیا۔ اس کے بعد سفید ہوا اور پھر وہ اپنی اصلی شکل میں وہی پرانا ڈاڑھی والا سپیرا توشنکو بن کر سامنے آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ناگ بھی اپنی انسانی شکل میں واپس آ گیا۔

اس کے ساتھ ہی ناگ نے اس کی طرف منتر پڑھ کر پھونک ماری اور مکار توشنکو ایک کالا چھوٹا سا مکڑا بن گیا۔ ناگ نے اسے اٹھا کر محل کی کھڑکی سے باہر باغ میں پھینک دیا۔

"اب یہ باقی زندگی مکڑا بن کر بسر کرے گا۔"

مہارانی نے کہا: "ناگ مہاراج! میرے مہاراج کو
تلاش کیجئے اب۔"

ناگ نے جہاں شاہی پلنگ بچھا تھا۔ اس کے پیچھے
آکر دیوار کو غور سے دیکھا۔ ایک جگہ سے سفید پتھر کا ٹکڑا
ہلا ہوا تھا۔ ناگ نے پتھر کو باہر کھینچ لیا۔ اس کے اندر
ایک چاندی کی ڈبیا پڑی تھی۔ ناگ نے ڈبیا باہر نکال کر
سب کے سامنے کھولی۔ اس میں نیلے رنگ کی ایک
چھوٹی سی چڑیا بے ہوش پڑی تھی:

"یہی ہے آپ کا مہاراج وکرم۔"

مہارانی نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے اور کہا:
"ناگ دیوتا! بھگوان کے لیے اسے انسانی شکل
میں لائیں میں اپنے پتی کو اس حالت میں
نہیں دیکھ سکتی۔"

"ابھی لاتا ہوں مہارانی جی!"

ناگ نے آنکھیں بند کر کے چڑیا پر پھونک ماری
تو وہاں ایک دم سے اصلی مہاراجہ وکرم سامنے آن
کھڑا ہوا۔ وہ حیرانی سے ناگ جوتشی اور اپنی مہارانی کو
تکنے لگا:

"میں کہاں ہوں؟ میں تو سو رہا تھا۔"

مہارانی نے مہاراج کو ہاتھ باندھ کر پرنام کیا اور
ادب سے کہا:

"مہاراج! آپ پر ایک مکار جادوگر نے جادو
کر کے آپ کو چڑیا بنا ڈالا تھا۔ اس نے آپ
کی شکل اختیار کر کے تخت پر قبضہ کر لیا تھا۔
بھگوان نے انسان کی شکل میں ناگ دیوتا کو
ہمارے پاس بھیج دیا جس نے آپ کو اور
راج کمار کو پھر سے انسانی شکل دی۔"

مہاراج نے ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر یہ سب لوگ
دربار میں آ گئے۔ مہاراج نے اپنے راج کمار کو سینے
سے لگا لیا۔ اب توشنکو پیپیرے کا افریقہ والا لڑکا سامنا
لایا گیا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ مہاراج
نے کہا:

"مجھے اپنا راج کمار مہارانی اور راج گدی پھر سے
مل گئی ہے۔ مجھے اس لڑکے سے کوئی شکایت
نہیں۔ میں اسے معاف کرتا ہوں۔"

توشنکو کے لڑکے کو معاف کر کے اسی وقت ملک
افریقہ کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ مہاراجہ نے ناگ سے کہا:
"بیٹا اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔ اگر تو چاہے

تو میرا وزیر اعظم بن کر ساری زندگی ہمارے پاس بسر کر سکتا ہے اور یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہو گی۔"

ناگ نے کہا:

"شکریہ مہاراج مگر میں یہاں نہیں رُک سکتا۔ ابھی مجھے اپنی بہن ماریا اور بھائی عنبر کی تلاش میں جانا ہے۔ خدا نے چاہا تو پھر کبھی نہ کبھی ضرور ملاقات ہو گی۔"

ناگ نے مہاراج اور مہارانی سے اجازت لی اور محل سے روانہ ہو گیا۔ راجہ نے ایک خاص کشتی اس کے لیے تیار کروا دی تھی تا کہ اس میں بیٹھ کر وہ سمندر کا سفر کر سکے۔ ناگ صبح صبح جزیرہ لکش دیپ روانہ ہو گیا۔ وہ پچاس میل دُور جزیرہ سنگدیپ میں پہنچ کر سپین جانے والا جہاز پکڑنا چاہتا تھا۔ سارا دن اس کی کشتی سمندر میں سفر کرتی رہی۔ رات کو تیز ہوائیں چلنے لگیں جس کی وجہ سے ناگ کی کشتی راستے سے بھٹک کر بحرِ ہند کے ایک سنگلاخ جزیرے کے ساحل کے ساتھ جا کر اتنی زور سے ٹکرائی کہ ٹوٹ پھوٹ گئی۔ ناگ پریشان سا ہو کر جزیرے میں ایک جگہ بیٹھ گیا اور دور سمندر کی طرف دیکھنے لگا کہ شاید کوئی جہاز نظر آ جائے اور وہ اس میں سوار ہو سکے۔

دوسری طرف ماریا اور عنبر — دونوں لزبن شہر کی تباہی کے بعد ایک چھوٹی سی کشتی میں سوار ہو کر سمندر میں نکل کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی کشتی بھی سمندر میں راستہ بھول کر بھٹک گئی تھی۔ آج انہیں سمندر میں بھٹکتے ہوئے پندرھواں دن جا رہا تھا۔ چونکہ ان دونوں کو کھانے پینے کی ضرورت نہیں تھی اور وہ پانی اور اناج کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے تھے۔ اس لیے انہیں کوئی تکلیف نہ ہوئی مگر دونوں پریشان تھے کب تک یونہی بھٹکتے رہیں گے۔

اٹھارویں دن انہیں دُور زمین دکھائی دی۔ وہ بڑے خوش ہوئے۔ انہوں نے کشتی کو زمین کی طرف زور زور سے چلانا شروع کیا۔ آخر وہ کشتی کو کنارے پر لے آئے۔ یہاں دور تک ریت ہی ریت پھیلی ہوئی تھی۔ کافی آگے جا کر درختوں کا گھنا جنگل شروع ہوتا تھا۔ عنبر اور ماریا ریت پر چلتے ہوئے جنگل کے پاس آ گئے۔ یہاں انہوں نے پتھر کا ایک چبوترہ دیکھا جس پر ایک بن مانس قسم کے جانور کا بُت بنا ہوا تھا۔ ماریا نے عنبر سے پوچھا:

"عنبر! یہ بن مانس کا بت یہاں کس نے بنا کر
لگایا ہے؟"
عنبر بھی بت کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ بن مانس کا
سر چھوٹا، جسم بہت بڑا اور چوڑے جبڑے میں سے
نوکیلے دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے۔ اس بن مانس میں
ایک خاص بات یہ تھی کہ اس کی ایک آنکھ چھوٹی
اور دوسری آنکھ بڑی اور گول تھی۔
"تم اس آنکھ کو دیکھ رہی ہو ماریا؟"
"ہاں دیکھ رہی ہوں۔ ایک چھوٹی ہے اور
دوسری بڑی ہے۔"
پھر ادھر ادھر دیکھ کر ماریا نے کہا۔
"ہم کس ملک کی زمین پر آ گئے ہیں؟ میرا
خیال ہے یہ کوئی جزیرہ ہی ہے ملک نہیں
ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے عنبر؟"
عنبر کہنے لگا:
"یہ بحر ہند کے علاقے کے جزیرے ہیں۔ اس
علاقے میں کافی جزیرے آباد ہیں۔ مگر دیکھنا
یہ ہے کہ کہیں ہم سری لنکا کے جزیرے پر تو
نہیں آ پہنچے۔ یہ ایک چھوٹا سا جزیرے کی

طرح کا ملک ہے جو ہندوستان کے نیچے سمندر
میں الگ تھلگ آباد ہے۔"
ماریا نے کہا:
"اب یہ کہاں سے پتہ چلے گا کہ ہم کس جگہ پر
ہیں؟ بہرحال ابھی تو ہمیں اس بات کی ضرورت
ہے کہ یہاں کی آبادی سے مل کر یہ معلوم کیا
جائے کہ ہمیں سپین کو جانے والا جہاز کہاں
سے مل سکتا ہے۔"
عنبر نے مسکرا کر کہا:
"یہاں کوئی آبادی ہو گی تو پوچھیں گے۔ اگر
آبادی ہی نہ ہوئی تو پھر کس سے پوچھیں گے۔"
اتنے میں جنگل کی طرف سے کسی جانور کی اونچی
چیخ ایک بار بلند ہو کر غائب ہو گئی۔ ماریا نے عنبر
کی طرف دیکھ کر پوچھا:
"یہ کس کی چیخ ہو سکتی ہے؟"
"مجھے تو یہ چیخ کسی انسان کی لگی ہے۔"
ماریا ہنس دی۔ پھر کہنے لگی:
"بھئی میں تو سمندر میں سفر کرتی کرتی تھک
گئی ہوں۔ کسی جگہ آرام کرنا چاہتی ہوں۔ تم

اس جزیرے میں گھوم پھر کر پتہ کرو کہ یہ قسم کا جزیرہ
ہے اور یہاں کوئی آبادی ہے کہ نہیں، اتنی ——
دیر میں ذرا آرام کرتی ہوں۔"

عنبر نے کہا: "مجھے وہ جگہ بتا دو کہ جہاں تم
آرام کرو گی تاکہ میں واپس آکر تمہیں وہیں
سے جگا لوں۔"

ماریا نے عنبر کا ہاتھ تھام لیا اور اسے ساتھ
لے کر ایک جگہ درخت کے پاس آگئی۔

"اس درخت کو دیکھ رہے ہو؟ بس میں اسی جگہ
تمہیں لیٹی ہوئی ملوں گی۔" ماریا نے کہا:

عنبر نے ماریا کو اس درخت پر چھوڑا اور خود جنگل میں
اِدھر اُدھر گھوم پھر کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا
کہ وہاں کوئی آبادی بھی ہے کہ نہیں۔ پھرتے پھرتے وہ
جنگل میں کافی آگے نکل گیا مگر اسے کسی جگہ بھی کوئی انسان
دکھائی نہ دیا۔ اسے ایک بار پھر وہی چیخ سنائی دی جو
کسی جانور کی چیخ تھی۔ عنبر نے سوچا کہ معلوم کرنا چاہیے
یہ چیخ کس کی تھی۔ چنانچہ جدھر سے چیخ کی آواز آئی تھی
وہ اُدھر روانہ ہو گیا۔ درختوں کے نیچے سے گذر کر جب
وہ اس جگہ پہنچا جہاں تھوڑی دیر پہلے اس نے ماریا کو

آرام کرنے کے لیے درخت پر سلایا تھا تو اس نے
اسے آواز دے کر پوچھا:

"ماریا! تم جاگ رہی ہو کیا؟"

ماریا نے کوئی آواز نہ دی۔ عنبر نے سوچا کہ شاید ماریا
سو رہی ہے۔ وہ درخت کے قریب آگیا۔ اس نے درخت
کی شاخ کو ٹٹول کر دیکھا۔ ماریا وہاں نہیں تھی۔ اس نے
ماریا کو زور زور سے آوازیں دیں مگر کسی طرف سے ماریا
کا کوئی جواب نہ آیا۔ عنبر پریشان ہو گیا۔ آخر ماریا کہاں
چلی گئی؟ اس نے زمین کی طرف دیکھا تو وہاں کسی
جانور کے بڑے بڑے چوڑے انسانوں ایسے پاؤں کے
نشان تھے۔ عنبر گھبرا گیا۔ اسے خیال آیا کہ کہیں ماریا کو
کوئی جانور تو اٹھا کر نہیں لے گیا۔ وہ پاؤں کے نشانوں
پر آگے بڑھا۔ اسے ماریا کی بے حد فکر لگ گئی۔ اگر
کسی جانور نے ماریا کو اٹھایا ہے تو وہ جانور ماریا کو
دیکھ سکتا تھا۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ماریا تو کسی
کو نظر نہیں آتی۔ پھر وہ جانور اسے کیسے اٹھا کر
لے گیا۔ کہیں ماریا خود تو اس جانور کے پیچھے پیچھے تو
نہیں گئی۔ عنبر نے غور سے زمین کو دیکھا۔ وہاں ماریا
کے پیروں کے نشان نہیں تھے۔ اس کا دل دھک سے

رہ گیا۔ ضرور ماریا کسی مصیبت میں پھنس گئی ہے۔

اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ ماریا کے ساتھ کیا ہوا۔ جب عنبر چلا گیا تو ماریا بڑے آرام سے درخت کی شاخ پر لیٹ گئی۔ وہ بے حد تھک گئی تھی۔ وہ کچھ دیر سونا چاہتی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور نیند کی دنیا میں جھولنے لگی۔ ابھی وہ پوری طرح سوئی نہ تھی کہ اچانک اسے وہی چیخ سنائی دی جو اس نے پہلے عنبر کے ساتھ سنی تھی۔ وہ چیخ کی آواز اس کے قریب سے آئی تھی۔ وہ درخت پر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ چاروں طرف درختوں میں تکنے لگی۔ اسے کوئی جانور نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس نے خیال ظاہر کیا کہ جانور کسی دوسری طرف نکل گیا ہو گا۔ اس نے دوبارہ سونے کے لیے آنکھیں بند کیں تو اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی ہاتھی جھاڑیوں کو لتاڑتا اس کی طرف بڑھ رہا ہو۔ وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھی۔ جونہی اس نے بائیں جانب نگاہ اٹھائی۔ اس کے سامنے ایک بہت بڑا ہاتھی سے بھی بڑا کنگ کانگ قسم کا بن مانس کھڑا تھا۔ اس کی ایک آنکھ بڑی تھی اور دوسری آنکھ چھوٹی تھی۔ سارے جسم

پر لمبے لمبے بال تھے۔ بازو بڑے لمبے تھے۔ ماریا کا خیال تھا کہ بن مانس اسے نہیں دیکھ رہا۔ وہ اطمینان سے درخت لیکن اس نے محسوس کیا کہ بن مانس اس کی جانب ہی ٹکٹکی لگائے گھور رہا ہے۔ اب اسے شک ہوا کہ سچ مچ اس بن مانس نے اسے دیکھ ہی نہ لیا ہو۔ وہ پریشان ہو کر درخت سے چھلانگ لگانے ہی والی تھی کہ اچانک بن مانس نے اپنا لمبا بالوں بھرا ہاتھ اُٹھا کر ماریا کے منہ پر رکھ دیا۔ ماریا کو ایسا لگا جیسے اس کی ناک میں کسی نے دھواں بھر دیا ہو۔ ایک تیز گیس نتھنوں میں گھس رہی تھی۔ ماریا نے چیخ مار کر عنبر کو آواز دینی چاہی مگر وہ ایسا نہ کر سکی۔

بن مانس نے ماریا کی کمر میں اپنا بازو ڈال کر اسے اوپر اٹھا لیا اور درختوں میں جھک کر چلتا ایک طرف کو روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد ماریا کو کوئی ہوش نہ رہا۔

ادھر عنبر فکر مند تھا۔ ماریا کی تلاش میں وہ بن مانس کے پاؤں کے نشانوں پر چلتا آگے بڑھ رہا تھا۔ جنگل میں آگے ایک دریا آ گیا۔ بن مانس کے قدموں کے نشان دریا میں اُتر گئے تھے۔ عنبر نے دریا پار کر لیا۔ آگے پتھروں سے بھری

ہوئی ایک وادی شروع ہو گئی۔ یہ وادی ختم ہوئی
تو ایک میدان آ گیا جس میں اونچی اونچی جنگلی
گھاس اُگی ہوئی تھی۔ عنبر جھاڑیوں میں چلتا چلتا دوسری
جانب آ گیا۔ یہاں ایک چھوٹی سی جھیل بنی ہوئی تھی
جس کے کنارے کنارے گھنے درخت نیچے کو جھکے ہوئے
تھے۔ عنبر نے جھیل کا چکر لگایا۔ بن مانس کے پاؤں کے
نشان بھی اُدھر کو ہی جا رہے تھے۔ ایک جگہ گھنے درختوں
کے جھنڈ میں ایک پہاڑی غار بنا ہوا تھا۔ بن مانس کے
پاؤں کے نشان اس غار کے اندر چلے گئے تھے۔ عنبر
نے بھی خدا کا نام لیا اور غار کے اندر داخل ہو گیا۔
غار میں آگے جا کر اندھیرا ہو گیا۔ عنبر پھر بھی قدم قدم
آگے چلتا گیا۔ یہاں ایک ایسی آواز آنے لگی جیسے کوئی
دریا غار کے نیچے بہہ رہا ہو۔ کافی دُور جا کر یہ آواز
خاموش ہو گئی۔ جیسے دریا دور چلا گیا ہو۔ عنبر کو کافی
فاصلے پر آگے ہلکی سی روشنی دکھائی دی۔ وہ اس روشنی
کی طرف بڑھنے لگا۔

عنبر پتھر بن گیا

روشنی کا دائرہ بڑا ہوتا گیا۔
عنبر نے قریب جا کر دیکھا کہ غار ختم ہو گئی تھی۔
اور اس کے سامنے ایک خواب کی دنیا کا ایک عجیب و
غریب سبز پتھر کا محل کھڑا تھا جس کے اونچے محرابی
دروازے کی دونوں جانب ایک بن مانس کا اسی قسم کا
پتھر کا بت لگا تھا جو اس نے اور ماریا نے سمندر کے
کنارے دیکھا تھا۔ بن مانس کے پاؤں کے نشان محل
کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے تھے۔ محل کی کافی چوڑی پتھر
کی سیڑھیاں تھیں جو اوپر محل کے صدر دروازے تک
چلی گئی تھیں دونوں جانب تھوڑے تھوڑے فاصلے پر
بن مانس کے بُت کھڑے تھے خدا جانے یہ غار جزیرے
کے کس علاقے میں نکل آئی تھی۔
دُور صدر دروازے کی چھت دو بڑے بڑے بھاری
سبز ستونوں کے سہارے کھڑی تھی جن کے درمیان

میں بن مانس کا چہرہ پتھروں میں سے تراشا گیا تھا۔
اس نے سوچا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ عنبر کو یقین تھا
کہ جس جانور نے ماریا کو اٹھایا ہے وہ کوئی بہت
بڑا بن مانس ہے اور اسی محل میں رہتا ہے۔ محل
پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اچانک فضا چیخوں کی آوازوں
سے گونج اٹھی۔ عنبر پتھر کے پیچھے چھپ گیا۔ اس
نے سر آگے کر کے دیکھا کہ بے شمار سبز رنگ کے
بالوں والے بن مانس جنگل کی طرف سے آ کر سیڑھیوں
پر چیختے چلاتے چڑھتے جا رہے ہیں۔ پھر وہ سیڑھیوں
کے اوپر جا کر ایک قطار میں چپ ہو کر بیٹھ گئے۔
ایک بار پھر فضا میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ ایسا لگتا تھا
کہ یہ بن مانس خاموش بیٹھے کسی کا انتظار کر رہے
تھے۔ عنبر بھی اپنی جگہ پر خاموش بیٹھا رہا۔ وہ معلوم
کرنا چاہتا تھا کہ یہاں کیا ہونے والا ہے۔ تھوڑی
دیر ہی گزری تھی کہ سیڑھیوں کے اوپر صدر دروازے
میں دو بڑے بڑے بن مانس نمودار ہوئے۔ ان کے
رنگ بھی گہرے سبز تھے۔ وہ دروازے کی دونوں جانب
ادب سے آ کر کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں صدر دروازے
میں ایک سیاہ بالوں والا بہت بڑا بن مانس نمودار

ہوا۔ اس کے سر پر ہیرے موتیوں کا تاج تھا۔ ایک
آنکھ بڑی اور دوسری چھوٹی تھی۔ بڑی آنکھ گہری سرخ
تھی اور اس میں سے روشنی نکل رہی تھی۔ اس کو
دیکھتے ہی سیڑھیوں پر بیٹھے سارے بن مانس جھک
کر سجدے میں گر گئے۔ یہ ان بن مانسوں کا بادشاہ
تھا۔ عنبر نے دیکھا۔ بڑے بادشاہ بن مانس نے ایک
ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے اپنے منہ سے ایک
عجیب سی آواز نکالی۔ اس آواز پر سارے بن مانس
گردنیں ہلانے لگے۔

بن مانس بادشاہ نے دوسری آواز نکالی تو سارے
بن مانس سروں پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ تیسری
آواز پر سارے کے سارے بن مانس تین بار بادشاہ
کو سجدہ کرنے کے بعد واپس سیڑھیاں اترنے لگے۔
وہ بالکل خاموش تھے۔ کوئی ذرا سی بھی آواز نہیں
نکال رہا تھا۔ جب سب بن مانس سیڑھیوں سے
اتر کر جنگل میں غائب ہو گئے تو بادشاہ بن مانس
بھی اپنے خادموں کے ساتھ صدر دروازے کے اندر
واپس چلا گیا۔ وہاں ایک بار پھر وہی گہری خاموشی
چھا گئی۔

عنبر نے یہ سارا تماشا دیکھا تو سوچا کہ یہاں بن مانس بادشاہ کی حکومت معلوم ہوتی ہے۔ ماریا اسی بادشاہ کے پاس ہو گی۔ اس کی سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ اس بن مانس نے ماریا کو کیسے دیکھ لیا۔ کیوں کہ وہ کسی کو بھی نظر نہیں آ سکتی تھی۔ عنبر کسی طرح اس پُراسرار بن مانس محل کے اندر جا کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ماریا کس جگہ پر قید ہے۔ وہ سیدھا سیڑھیاں چڑھ کر بھی محل میں جا سکتا تھا۔ کیوں کہ بن مانس اسے مار نہیں سکتے تھے، لیکن عنبر نہیں چاہتا تھا کہ بن مانس بادشاہ کو خبر ملے کہ کوئی آدم زاد ماریا کی تلاش میں وہاں آیا ہے۔ اس طرح سے وہ ماریا کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔

عنبر خفیہ طور پر بن مانس محل کے اندر جانا چاہتا تھا۔

اس نے جب دیکھا کہ چاروں طرف خاموشی ہے اور کہیں بھی کوئی بن مانس دکھائی نہیں دے رہا تو وہ پتھر کے پیچھے سے نکلا اور درختوں کے ساتھ ساتھ ہوتا محل کے پچھواڑے آ گیا۔ یہاں ایک درخت پیپل کا بھی تھا جس کی شاخیں محل کی چھت کو چھو رہی تھیں۔ وہ چپکے سے درخت کے اوپر چڑھ گیا۔ شاخوں کے بیچوں بیچ ہوتا وہ اس ٹہنی پہ آ گیا جس کا آخری سرا محل کی چھت کے ساتھ لگا تھا۔

عنبر چھت کے کونے میں درخت کی شاخ کے سائے میں بیٹھا غور کر رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے اسے کوئی سیڑھی نیچے جاتی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ جھکا جھکا چھت پر چل پھر کر نیچے جانے کی کوئی راہ تلاش کرنے لگا۔

اسے ایک جگہ چھت میں سوراخ دکھائی دیا۔ اس سوراخ میں نیچے ایک رسّی چلی گئی تھی۔ شاید بن مانس اسی رسّی کی مدد سے چھت کے اوپر آتے اور نیچے اترتے تھے۔ عنبر نے خدا کا نام لیا اور رسّی تھام کر سوراخ میں اُتر گیا۔

نیچے اندھیرا نہیں تھا بلکہ ایک اندھیرا چوکور کمرہ تھا جس کی دیواریں بھی سبز پتھر کی تھیں۔ سوراخ میں سے دن کی ہلکی ہلکی روشنی اندر آ رہی تھی۔ عنبر نے چاروں دیواروں کو غور سے دیکھا۔ ایک دیوار میں اسے سوراخ دکھائی دیا۔ اس نے سوراخ کے اندر ہاتھ ڈالا تو اندر ایک لوہے کی ہتھی لگی تھی۔ عنبر نے ہتھی کو اپنی طرف کھینچا تو ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار ایک طرف کھسک گئی۔ گڑگڑاہٹ کا شور اس قدر زیادہ ہوا کہ

محل میں بن مانسوں کی چیخیں گونج اُٹھیں۔ عنبر چھُپنے
کے لیے واپس کمرے میں بھاگا۔ وہ رسی کی مدد سے
اوپر چھت پر جانا چاہتا تھا۔ لیکن عین اس وقت چھ
سات بن مانس اندر آ گئے اور انہوں نے عنبر کو پکڑ لیا
وہ اگر چاہتا تو تمام کے تمام بن مانس ہلاک کر سکتا تھا۔
لیکن وہ ماریا کی تلاش میں تھا۔ وہ جان بوجھ کر گرفتار
ہو گیا، کیونکہ اس طرح سے ہو سکتا تھا کہ وہ ماریا کے
پاس اس جگہ پہنچ جائے جہاں بن مانسوں سے اسے قید
کر رکھا ہے۔

بن مانس اسے اٹھا کر محل کے ایک شاندار کمرے میں لے
آئے۔ یہاں ایک تخت بچھا تھا۔ اس پر وہی سیاہ
بالوں والا بادشاہ بن مانس بیٹھا تھا۔

اس کی دونوں جانب صدر دروازے والے محافظ بن مانس
ادب سے کھڑے تھے۔ سب سے حیرت انگیز جو چیز وہاں
تھی وہ ماریا کا پتھر کا بُت تھا۔

عنبر نے اپنے ہزاروں سالہ سفر میں ماریا کو تین چار
مرتبہ اصلی شکل میں دیکھ رکھا تھا۔ اسی لیے اس نے
ماریا کے بُت کو صاف پہچان لیا۔ بن مانس بادشاہ کے
تخت کی بائیں جانب ایک چبوترے پر ماریا کا مجسمہ لگا

تھا۔ ماریا نے نیلے رنگ کا لباس پہن رکھا تھا۔ سنہری
بال لمبے لمبے تھے جو پتھر ہو گئے تھے۔ خدا جانے یہ
اصل ماریا تھی جو پتھر بنا دی گئی تھی یا اس کا مجسمہ
تیار کر کے یہاں لگا دیا گیا تھا۔ لیکن دنیا کا کوئی مجسمہ
ساز اتنی جلدی ماریا کا پتھر کا مجسمہ تیار نہیں کر سکتا تھا۔
عنبر کو یقین ہو گیا کہ اس بن مانس بادشاہ نے کسی خفیہ
جادو یا طاقت کے ذریعے ماریا کو پتھر بنا دیا ہے۔

عنبر کو پکڑ کر بن مانس بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔
بن مانس بادشاہ نے اپنی آواز میں کچھ کہا۔ اسی وقت
عنبر کو آگے کر کے کھڑا کر دیا گیا۔ اور بن مانس دس
قدم پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ بن مانس بادشاہ نے
ایک لمبا بازو اُوپر اٹھایا، دونوں محافظ عنبر کے دائیں
بائیں آ کر کھڑے ہو گئے۔ عنبر کے سامنے پتھر کی ایک
سلیٹ رکھ دی گئی۔ بن مانس بادشاہ نے اپنے منہ سے
کچھ آوازیں نکالیں۔ عنبر نے سلیٹ پر دیکھا تو وہاں
اس کی مادری زبان میں لفظ اُبھر آئے تھے۔

"اے آدم زاد! تم جس عورت کی تلاش میں
یہاں آئے ہو اسے میں نے اپنے حکم سے
پتھر بنا دیا ہے۔ اب تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔

تمہاری آخری خواہش اگر کوئی ہے تو بیان کرو۔"

عنبر بڑا تعجب میں آیا کہ یہ بن مانس کس قدر ترقی یافتہ ہیں کہ اپنی آواز کی لہروں کو الفاظ میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ اس نے بن مانس کو دیکھا۔ بن مانس بادشاہ کی بڑی آنکھ میں سے سرخ روشنی کی کرنیں باہر نکل رہی تھیں۔ شاید یہی کرنیں اس کی آواز کو الفاظ میں بدل رہی تھیں۔ اس نے بن مانس بادشاہ سے کہا:

"میری آخری خواہش یہی ہے کہ میری بہن مادیا کو پتھر کے بُت سے دوبارا انسان بنا دیا جائے۔"

بن مانس بادشاہ کی آنکھ کی سرخ روشنی تیز تیز کانپنے لگی۔ سلیٹ پر الفاظ کانپتے ہوئے نمودار ہوئے۔ جیسے وہ سخت غصے میں تھا۔

"تمہاری یہ ہمت! تمہاری یہ جرات!"

عنبر نے کہا:

"اے بن مانس بادشاہ! میری بات کو غور سے سنو۔ میں بھی بڑی طاقت رکھتا ہوں۔ مگر میں اپنی طاقت تمہارے خلاف استعمال نہیں کروں گا۔ کیوں کہ میں امن پسند ہوں اور جب تک مجھے مجبور نہ کر دیا جائے میں کسی کے خلاف تلوار نہیں اٹھاتا۔ اس لیے میں تم سے یہی درخواست کروں گا کہ میری بہن مادیا کو پھر سے انسانی شکل میں بدل کر میرے ساتھ روانہ کر دو۔ ہم تمہارے اور تمہارے بن مانسوں سے کوئی دشمنی نہیں رکھتے۔"

عنبر کا یہ کہنا تھا کہ جیسے محل میں بھونچال آگیا۔ بن مانس بادشاہ اپنے تخت سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ غصے سے لرز رہا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ غصے سے اونچا کیا اور زور سے چیخ ماری۔ سامنے کی دیوار شق ہوئی اور اس کے اندر سے ایک بہت ہی بوڑھا بن مانس باہر نکلا۔ اس کی کمر جھکی ہوئی تھی اور آنکھوں کے اوپر بھنوؤں کے بال سفید ہو رہے تھے۔ اُس نے آتے ہی بن مانس بادشاہ کو جھک کر سلام کیا اور اپنی زبان میں کچھ کہا۔ شاید وہ بن مانس بادشاہ سے کوئی اجازت طلب کر رہا تھا۔ بن مانس بادشاہ نے زور سے دوسری چیخ ماری۔ بوڑھا بن مانس جھک گیا۔ پھر اس نے عنبر کو غور سے دیکھا اور اپنے ایک ہاتھ کو اوپر اٹھا کر منہ سے عجیب عجیب قسم کی آوازیں نکالنی شروع کر دیں۔ عنبر وہاں کھڑے بھی نہیں رہنا

چاہتا تھا اور بھاگنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ ماریا کو وہاں
اکیلی چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔

وہ عجیب مشکل میں پھنس گیا تھا۔ اتنے میں اس
نے دیکھا کہ بوڑھے بن مانس کے ہاتھ کی ہتھیلی سے سبز
روشنی کی ایک لکیر نکل کر اس کے جسم پر پڑ رہی ہے۔
اس روشنی کا یہ اثر تھا کہ اسے اپنا جسم سن ہوتا محسوس
ہوا۔ عنبر فوراً سمجھ گیا کہ اسے بھی ماریا کی طرح پتھر بنایا جا
رہا ہے۔ وہ اپنی جگہ سے اچھل کر پرے ہٹ گیا۔ یہ
حالت دیکھ کر بن مانس بادشاہ نے چیخ مار کر اپنے
غلاموں کو کوئی حکم دیا۔ بن مانس عنبر پر ٹوٹ پڑے۔
مگر عنبر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ اُلٹا اس نے دو ایک
بن مانسوں کو اٹھا کر اتنے زور سے فرش پر پٹخ دیا کہ
ان کی ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر
بن مانس بادشاہ نے بوڑھے گوریلے کی طرف غصے سے
دیکھا اور بلند آواز میں کچھ کہا۔ بوڑھے بن مانس نے
ایک تھیلے میں سے سفوف نکال کر عنبر کی طرف پھینکا۔
سفوف عنبر کے ایک ہاتھ پر گرا۔ اسے اپنا ہاتھ گرم
ہوتا محسوس ہوا۔ پھر اسے ایسا لگا جیسے وہ ہاتھ سُن
ہو رہا ہے۔ عنبر نے سوچا کہ وہاں کھڑے رہنا ٹھیک

نہیں ہے۔ اگر اس نے ذرا دیر کر دی تو وہ پتھر
بن جائے گا۔ کم بخت ان بن مانسوں کے پاس کوئی بہت
بڑا کالا جادو تھا۔

عنبر نے الٹی چھلانگ لگائی اور بن مانسوں کے
اوپر سے ہو کر دروازے کے پاس جا گرا۔ دروازہ ابھی
تک کھلا تھا۔ عنبر گولی کی طرح دروازے سے باہر نکل
گیا۔ وہ ان خونخوار بن مانسوں کے محل سے بھاگ
کر جنگل میں کسی جگہ چھپنا چاہتا تھا تاکہ وہاں بیٹھ
کر غور کر سکے کہ ماریا کو ان بن مانسوں کے چنگل
سے کس طرح رہا کرایا جا سکے۔ وہ اندھا دھند جنگل
کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔ بن مانس اس کے پیچھے
لگے ہوئے تھے۔ وہ شور مچاتے چیخیں مارتے اس
کے پیچھے بھاگے آ رہے تھے۔ عنبر بھی جھاڑیوں کو
پھلانگتا درختوں میں دوڑا جا رہا تھا۔

بن مانس بادشاہ کا حکم تھا کہ عنبر کو پکڑ کر لایا جائے۔
عنبر چونکہ تھکتا نہیں تھا اس لیے بھاگا جا رہا تھا۔ ایک
بار اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اسے اپنے پیچھے صرف
ایک بن مانس آتا دکھائی دیا۔ شاید دوسرے بن مانس
راستہ بدل کر اسے آگے سے پکڑنا چاہتے تھے۔ عنبر کو

سانپ کی کینچلی کے سفوف کا خیال آ گیا جس کے چھڑکنے
سے انسان پرندے اور جانور پتھر بن جاتے تھے۔ اس
نے جیب سے سفوف کی ڈبی نکالی اور ایک درخت
کے نیچے رک گیا اور بن مانس کا انتظار کرنے لگا۔
بن مانس نے قریب آ کر عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر نے
ڈبی میں سے چٹکی بھر سفوف نکال کر بن مانس پر
چھڑک دیا۔ سفوف کے چھڑکتے ہی بن مانس جہاں کھڑا
تھا وہاں پتھر بن کر رہ گیا۔

عنبر جنگل میں چھپنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرنے لگا۔
اتنے میں دو اور بن مانس سامنے آ گئے۔ اور انہوں نے
بھی عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر نے چٹکی بھر سفوف ان
دونوں پر بھی چھڑکا جس کے چھڑکتے ہی وہ دونوں
بھی پتھر کا بُت بن گئے۔ عنبر نے دیکھا کہ ڈبی میں
سفوف تھوڑا سا ہی باقی رہ گیا تھا۔ اس نے ڈبی
جیب میں رکھی اور ایک گنجان درخت کے اوپر چڑھ
کر بیٹھ گیا۔ کیوں کہ وہ دوسرے بن مانسوں پر سفوف
چھڑک کر انہیں ختم نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دوران دو تین بن مانس وہاں سے گذرے
انہوں نے جو اپنے تین ساتھیوں کو پتھر بنے دیکھا تو

چیختے چلاتے شور مچاتے شاید اپنے بادشاہ کو خبر کرنے
الٹے قدموں واپس بھاگ گئے۔ عنبر نے خدا کا شکر
ادا کیا کہ بلا ٹل گئی۔ اب وہ آرام سے سوچ سکتا تھا کہ
ماریا کے بُت میں کس طرح جان ڈالی جائے اور اسے
وہاں سے کیسے فرار کرایا جائے۔

کافی دیر عنبر درخت پر بیٹھا غور کرتا رہا۔ اس کی
سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ماریا کو بن مانس بادشاہ
کے جادوگر بوڑھے بن مانس نے پتھر بنایا تھا اور وہی
اس کو دوبارہ زندہ کر سکتا تھا۔ کیوں نہ بوڑھے جادوگر
کو اغوا کر لیا جائے۔ لیکن اس میں ایک خطرہ تھا کہ
وہ عنبر کو بھی پتھر کا بُت بنا سکتا تھا۔ عنبر درخت
سے نیچے اُتر آیا۔

جنگل میں سناٹا تھا۔ عنبر چلتے چلتے گنجان درختوں سے باہر نکل
آیا۔ جنگل سے نکل کر وہ ایک ندی پر آ گیا۔ ندی کا پانی بڑی تیزی
سے بہہ رہا تھا۔ ندی کا پانی چاندنی میں چمک رہا تھا۔ اس نے
سوچا کہ ندی پار کر کے جنگل کے دوسرے حصے میں نکل جائے اور
بن مانسوں کے محل میں جا کر ماریا کا بت اٹھا لانے کی کوشش کرے۔
اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ ماریا کے بت کو وہاں سے اٹھا کر
لے آئے اور اپنے طور پر اس کو زندہ کرنے کی کوشش کرے۔

عنبر ندی میں اتر گیا۔ پانی اس کی کمر تک تھا۔ وہ آہستہ آہستہ
ندی کے دوسرے کنارے کی طرف چلنے لگا۔ ندی کے کنارے
کنارے کوئی ایک گھنٹہ چلنے کے بعد عنبر کو دور بن مانس محل کے
اونچے میناروں کے دھندلے خاکے دکھائی دیئے۔ کیونکہ چاند اس محل
کے پیچھے آ گیا تھا۔ عنبر اب بہت ہوشیار ہو کر چل رہا تھا۔ وہ
چاروں طرف دیکھتا بھی جا رہا تھا، بن مانس ضرور محل کے ارد گرد
پہرہ دے رہے ہوں گے۔ کہیں وہ اس پر حملہ کر کے اس کا سارا
پروگرام خراب نہ کر دیں۔ بس یہی ایک خطرہ عنبر کے دل میں تھا۔
عنبر بن مانسوں کو خبر کیے بغیر ماریا کا بت وہاں سے اڑا
لے جانا چاہتا تھا تاکہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکے گا۔ کیوں کہ
اگر کسی بن مانس کو خبر ہو گئی تو وہ شور مچا دے گا۔ پھر سارے
بن مانس آ جائیں گے اور عنبر کو بن مانسوں کا بوڑھا جادوگر پتھر
بنا سکتا تھا۔ عنبر کے پاس سفوف بہت تھوڑا رہ گیا تھا اور وہ
زیادہ سے زیادہ دو بن مانسوں کو پتھر بنا سکتا تھا۔ عنبر دبے پاؤں
جھاڑیوں میں سے گذرتا محل کے پیچھے آ گیا۔ یہاں وہی درخت
تھا جس کی ایک شاخ محل کے اوپر چھت پر چلی گئی تھی۔ عنبر
درخت کے اوپر چڑھ گیا اور پتوں میں سے ہوتا ہوا شاخ کی
مدد سے بن مانس محل کی چھت پر آ گیا۔

چھت پر پاؤں دبا دبا کر چلتا عنبر اس سوراخ کے قریب

آیا جس کے اندر رسی لٹک رہی تھی۔ وہ رسی کی مدد سے نیچے
اتر گیا۔ نیچے سخت گھرا اندھیرا تھا۔ دیوار میں ہاتھ ڈال کر اس
نے ہتھی دبائی اور گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار کھل گئی۔ اس
آواز پر عنبر نے اپنا سر پکڑ لیا۔ وہ بھول گیا تھا کہ جب دیوار
شق ہوتی ہے تو بڑے زور کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس آواز
نے وہاں طوفان مچا دیا۔ بن مانس محل کے سارے بن مانس
جاگ پڑے۔ عنبر نے ہتھی دوبارا دبا کر دیوار بند کر دی۔ وہ
رسی کی مدد سے واپس اوپر چلے جانا چاہتا تھا تاکہ دوسری
رات کو وہاں آنے کی کوشش کرے۔

مگر بن مانس رسی کی مدد سے قطار باندھ کر اندر اترنے
شروع ہو گئے۔ عنبر بے بس ہو کر کونے میں بیٹھ گیا۔ آخر وہ
کتنے بن مانسوں کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ اس نے اٹھ کر چھ
سات بن مانسوں کو ہلاک بھی کیا۔ بن مانس عنبر کو پکڑ کر لے
گئے۔ اسے دو بن مانسوں نے اٹھا رکھا تھا۔ محل کے بڑے کمرے
میں بن مانس بادشاہ تخت پر آ کر بیٹھ گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ تخت کے
پاس ماریا کا بت اسی طرح کھڑا تھا۔

بن مانس بادشاہ نے بوڑھے جادوگر کو اسی وقت چیخ مار کر
بلایا اور اسے کوئی بڑا ہی خوفناک حکم دیا۔ بوڑھا بن مانس جادوگر
خونی آنکھوں سے دیکھتا ہوا عنبر کی طرف بڑھا۔ وہ منہ ہی منہ

ہیں منتر بھی پڑھ رہا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ اب حملہ کر دینا چاہیئے اس جادوگر کو اگر پتھر بنا دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ اس کا جادو ختم ہوتے ہی ماریا میں جان پڑ جائے۔ عنبر کے دونوں ہاتھ رسّی میں بندھے ہوئے تھے۔

عنبر نے ذرا سا جھٹکا دے کر رسّی کو توڑ دیا۔ پھر جلدی سے جیب سے سفوف کی ڈبی نکال کر اسے کھولا اور باقی بچا ہوا سفوف جادوگر بن مانس پر چھڑک دیا۔ مگر اس پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ اپنے جسم پر گرے ہوئے سفید سفوف کو جادوگر بوڑھے بن مانس نے حیرانی سے دیکھا۔ پھر بادشاہ بن مانس کی طرف دیکھا۔ شاید وہ اس سے کوئی حکم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ بادشاہ بن مانس نے چیخ مار کر اسے اجازت دے دی۔ جادوگر بن مانس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر انہیں فضا میں لہرایا۔ ایک آسیبی آواز نکالی کہ جس سے سارا محل لرز گیا اور پھر زور سے عنبر پر پھونک مار دی۔ اس پھونک میں ایک ایسا زبردست جادو تھا کہ عنبر وہیں پتھر کا بت بن گیا۔ بن مانس بادشاہ کے حکم پر دو بن مانسوں نے عنبر کے بت کو اٹھا کر ماریا کے بت کے ساتھ لا کر کھڑا کر دیا اور سب وہاں سے چلے گئے۔ بڑے کمرے میں اندھیرا چھا گیا اور اس اندھیرے میں ماریا اور عنبر کے پتھر کے بت خاموش چپ چاپ کھڑے تھے۔

ماریا اور بن مانس

ناگ جزیرے میں ادھر اُدھر بھٹک رہا تھا۔

وہ اس خیال سے پریشان تھا کہ یہ کس قسم کا علاقہ ہے کہ جہاں کوئی شخص نظر نہیں آ رہا۔ وہ جنگل میں سے نکل کر سمندر کے کنارے پر آ گیا۔ اچانک اسے گیلی ریت پر کسی کے پیروں کے نشان دکھائی دیئے۔ یہ کسی عورت کے پاؤں کے نشان لگتے تھے۔ اس کے پیچھے پیچھے کافی فاصلے پر دوسرے آدمیوں کے پاؤں کے نشان بھی دکھائی دے رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ کچھ لوگ کسی عورت کا پیچھا کرتے ہوئے وہاں سے گذرے ہیں یہ پاؤں کے نشان جزیرے سے ہو کر جنگل میں داخل ہو گئے۔

ناگ بھی جنگل میں داخل ہو گیا۔ یہاں پاؤں کا سراغ مٹ گیا تھا۔ ناگ جنگل میں درختوں کے نیچے نیچے ہوتا۔ بانس کے ایک گھنے درخت کے قریب آیا تو اسے کسی عورت کے رونے اور فریاد کرنے کی آواز سنائی دی۔ وہ عورت اپنی جنگلی زبان میں رحم کی درخواست کر رہی تھی۔ ناگ نے جھاڑیاں ہٹا کر دیکھا کہ

سامنے تھوڑا سا کھلا میدان تھا۔ زمین پر چار پانچ جنگلی ننگے لمبے لمبے نیزے لیے بیٹھے ہیں بیچ میں ایک دبلی پتلی سانولی عورت درخت کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اور دو جنگلی اس کے اِرد گرد سوکھی لکڑیاں ڈال رہے ہیں۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہ اس عورت کو زندہ بھون کر کھانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ جب لکڑیاں ختم ہو گئیں تو ایک جنگلی نے دو پتھروں کو رگڑا اس میں چنگاریاں نکلیں اور سوکھی لکڑیوں نے آگ پکڑ لی۔

اب ناگ انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور ایک بہت بڑا ہاتھی بن گیا۔ اس نے اپنی سونڈ اٹھا کر بڑے زور سے چیخ ماری اور جھاڑیوں میں سے نکل کر گھاس کو لتاڑتا جنگلیوں کی طرف دوڑا۔ ہاتھی کی چنگھاڑ کی آواز سن کر جنگلیوں کا رنگ اُڑ گیا۔ وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ مگر تھوڑی دُور جا کر وہ درختوں پر چڑھ گئے اور ناگ پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ ہاتھی نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی سونڈ کی مدد سے جلتی ہوئی لکڑیوں کو اِدھر اُدھر پھینک دیا۔

سانولی عورت پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہاتھی کو دیکھ رہی تھی وہ خوف بھی کھا رہی تھی کہ ابھی ہاتھی اس کو چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔ لیکن حیران بھی تھی کہ ہاتھی آگ بجھا رہا تھا۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ تیر ہاتھی کے جسم سے ٹکرا ٹکرا کر گر رہے تھے۔

جب ناگ نے دیکھا کہ سانولی عورت آگ سے بچ گئی ہے وہ تیر برسانے والے جنگلیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ جس درخت پر چڑھے تھے ناگ نے اس درخت کو ٹکریں مارنی شروع کر دیں۔

درخت پر بھونچال آ گیا۔ درخت لرزنے لگا۔ دو جنگلی اس کی شاخوں پر سے پکے ہوئے آم کی طرح دھڑام سے نیچے گر پڑے۔ ناگ نے ان کو اپنی سونڈ سے اٹھا کر زور سے زمین پر پٹخ دیا۔ دونوں کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ اوپر بیٹھے ہوئے باقی جنگلی درختوں پر چھلانگیں لگاتے بندروں کی طرح اچھلتے وہاں سے بھاگ گئے۔ ناگ چونکہ ہاتھی کی شکل میں تھا اس لیے وہاں سے چلا گیا۔ ذرا آگے جا کر اس نے دوبارہ انسان کی شکل بدلی اور اب انسانی شکل میں سانولی عورت کے پاس آ گیا۔

"بہن! تمہیں کس نے یہاں باندھ رکھا ہے؟"

سانولی عورت خوف سے کانپ رہی تھی۔ اس نے اپنی جنگلی زبان میں جو ناگ سمجھ سکتا تھا بتایا کہ یہ جنگلی اسے دوسرے جزیرے سے کھانے کے لیے اُٹھا لائے تھے۔ اگر ایک ہاتھی اس کی مدد کو نہ آتا تو وہ زندہ نہ بچ سکتی تھی۔ ناگ نے رسی کھول کر عورت کو آزاد کیا۔ وہ اسے لے کر سمندر کے کنارے پر آ گیا۔ یہاں ایک جگہ وہ کشتی کھڑی تھی جس پر

بیٹھ کر جنگلی وہاں آئے تھے۔ سانولی عورت نے کہا،
"میرا نام ہری ہے۔ میں جزیرہ سنگلدیپ کے سردار کی بیٹی ہوں۔ تم کون ہو اور تم ہماری زبان کس طرح جانتے ہو؟"
ناگ نے کہا: "میرا نام ناگ ہے۔ میں ایک زمانے میں اس علاقے میں رہ چکا ہوں۔ اسی لیے مجھے تمہاری زبان آتی ہے یہ جزیرہ ہندوستان کے ساحل کے پاس ہے نا؟"
"ہاں۔ تم یہاں کیسے آ گئے؟ یہاں تو کبھی کوئی انسان نہیں آیا۔ صرف یہ آدم خور جنگلی ہی یہاں رہتے ہیں؟"
ناگ نے ایک فرضی کہانی جوڑ کر سانولی عورت ہری کو سنا دی۔ اس عورت نے کہا:
"ناگ بھائی! تم میرے ساتھ میرے باپ کے پاس چلو وہ تم سے مل کر بڑا خوش ہو گا۔"
ناگ کشتی میں عورت کے ساتھ بیٹھ گیا۔ عورت سمندر میں راستہ دکھانے لگی اور ناگ کشتی چلانے لگا۔ ایک گھنٹے تک سمندر میں سفر کرنے کے بعد جزیرہ سنگلدیپ آ گیا۔ کنارے پر آ کر سانولی عورت نے ناگ کو ساتھ لیا اور اپنے سردار باپ کے پاس آ گئی۔ اس کا باپ اپنی بیٹی کو دیکھ کر خوشی سے نہال ہو گیا۔ بیٹی نے اسے ساری داستان بیان کر دی۔ سردار نے ناگ کو سینے سے لگا لیا اور کہا:

"میرے بچے! تم نے میری بیٹی کی جان بچا کر مجھے جیت لیا ہے۔ بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔"
ناگ نے کہا: "مجھے کسی ایسے سمندری جہاز تک پہنچا دیں جو ملک سپین کو جاتا ہو۔ کیونکہ میرا ایک بھائی اور بہن سپین میں ہیں اور میں ان کے پاس جانا چاہتا ہوں۔"
سردار نے کہا: "یہاں سے کوئی سمندری جہاز کسی بڑے ملک کو نہیں جاتا۔ ہاں میں تمہیں ہندوستان کے ملک پہنچا سکتا ہوں جس کا ساحل یہاں سے پچاس میل دور ہے۔ ہندوستان پہنچ کر تم کسی ایسے شہر میں آسانی سے جا سکتے ہو جہاں سے سمندری جہاز دوسرے ملکوں کو جاتے ہیں۔"
ناگ نے کہا: "میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں گا۔"
وہ رات ناگ نے سردار کے خیمے میں بسر کی۔ دوسرے روز سردار نے ایک کشتی میں اپنے خاص آدمی کو ساتھ کر دیا جو ناگ کو لے کر سمندر کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ سردار کا خاص آدمی بڑا ماہر تھا۔ وہ کشتی کو چلاتا ایک ایسی سمندری لہر پر لے آیا جس نے بڑی تیزی سے کشتی کو ہندوستان کے ساحل کی طرف لے جانا شروع کر دیا۔ دو گھنٹوں کے بعد ہندوستان کا ساحل دکھائی دینے لگا۔
یہ وہ علاقہ تھا جو ہندوستان کے ملک کی سب سے نچلی

نکون پر داغ تھا اور یہ ہندوستان سے الگ تھلگ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ اگرچہ یہ ہندوستان کا ایک حصہ ہی تھا۔ کیوں کہ ہندوستان کا ساحل اس جزیرے سے دو میل کے فاصلے پر تھا۔ سردار کا آدمی ناگ کو اس جزیرے کے ساحل پر اتار کر واپس چلا گیا۔ ناگ نے جزیرے کے کنارے کے ساتھ ساتھ سفر شروع کیا۔ سردار کے خاص آدمی نے کہا تھا کہ یہاں اسے ایک گھاٹ پر سے بڑی مسافر کشتی مل جائے گی جس میں سوار ہو کر وہ ہندوستان کے مغربی ساحل پر پہنچ جائے گا۔ لیکن یہ اس کی بھول تھی۔ اس نے ناگ کو غلط اطلاع دی تھی۔ یہ چھوٹا سا جزیرہ بن مانس بادشاہ کا جزیرہ تھا اور یہ وہی جزیرہ تھا۔ جس پر بن مانس بادشاہ کی حکومت تھی اور جس کے محل میں ماریا اور عنبر پتھر بن کر بت کی شکل میں رکھے گئے تھے۔

ناگ نے ایک گھنٹے میں اس چھوٹے سے جزیرے کا پورا چکر لگا لیا مگر اسے کہیں بھی کوئی کشتی، کوئی گھاٹ، کوئی آدمی دکھائی نہ دیا۔ بڑا حیران ہوا کہ اس آدمی نے اسے غلط جگہ کیوں اتار دیا۔ پھر سوچا کہ ہو سکتا ہے وہ بے چارہ بھول گیا ہو۔ اب وہ اس جزیرے سے نکل کر واپس سردار کے جزیرے پر جانا چاہتا تھا تاکہ وہاں سے کسی تجربہ کار آدمی کو ساتھ لے کر ہندوستان کے ساحل تک پہنچ سکے۔ وہ واپس اس جگہ آ رہا تھا جہاں وہ کشتی سے اترا تھا۔ وہ چاہتا

تھا کہ یہاں سے وہ سانپ کا مہرہ منہ میں رکھ کر اڑنا شروع کرے اور اڑتا ہوا سردار کے جزیرے پر پہنچ جائے۔ ابھی وہ اس جگہ سے کچھ فاصلے پر تھا کہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک جگہ جھاڑیاں بڑی تیزی سے الگ ہو رہی ہیں۔ پھر ان کے پیچھے سے ایک بہت بڑا سیاہ بالوں والا بن مانس نکل کر اس کی طرف چیختا ہوا بڑھا۔ ناگ نے گہرا سانس لیا اور سانپ بن کر درخت پر چڑھ گیا، درخت کی ایک ٹہنی سے لپٹا وہ بن مانس کو غور سے دیکھنے لگا۔

بن مانس بڑا حیران تھا کہ ابھی ابھی اس مقام پر جو ایک انسان کھڑا تھا وہ اچانک کہاں غائب ہو گیا۔ وہ اپنا موٹی گردن والا سر ادھر ادھر ہلا کر دیکھنے لگا۔ جب اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو وہ واپس مڑا اور جھاڑیاں لتاڑتا جدھر سے آیا تھا ادھر کو چل دیا۔ ناگ درخت سے نیچے اتر آیا۔ وہ دوبارہ انسانی شکل میں آ گیا۔ اس نے یہی خیال کیا کہ یہ کوئی جنگلی گوریلا ہے اور اس جزیرے میں رہتا ہے۔

ناگ مہرہ منہ میں رکھ کر وہاں سے اڑنے ہی لگا تھا کہ اچانک اس کی نظر اس جگہ پر پڑی جہاں بن مانس ابھی ابھی کھڑا تھا۔ وہاں ایک چاندی کی چھوٹی سی ڈبی پڑی تھی۔ ناگ نے جھک کر ڈبی اٹھا لی اور پھر حیرت اور تعجب سے وہ اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ یہ ڈبی عنبر کی تھی۔ ناگ اس ڈبی کو بہت اچھی طرح سے پہچانتا تھا۔ یہ وہی ڈبی تھی جس میں عنبر نے سانپ کی کینچلی کا سفوف بند کر رکھا تھا۔

جب عنبر کو پتھر کے بت میں تبدیل کیا گیا تو یہ بن مانس عنبر کی جیب سے چاندی کی ڈبی نکال کر لے گیا تھا اور اب اس کے ہاتھ سے یہاں جنگل میں گر پڑی تھی۔

ناگ نے اس جزیرے سے چلے جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔ اب وہ وہاں سے کیسے جا سکتا تھا جبکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ عنبر بھی اسی جزیرے میں موجود ہے۔ کیونکہ اگر عنبر کی چاندی کی ڈبی اس جنگل میں تھی تو ضرور عنبر بھی وہاں پر موجود تھا۔ اب اسے تلاش کرنا تھا۔ ناگ سوچنے لگا کہ عنبر ضرور اسی جگہ ہو گا جہاں سے یہ بن مانس اس کی ڈبی لے کر آیا ہے۔ ناگ نے سوچا کہ اگر وہ انسانی شکل میں جنگل میں آگے بڑھا تو بن مانس اس کا راستہ روک سکتا ہے اور اسے نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ پس اس نے ایک گہرا سانس لیا اور دوبارا ایک کالے سانپ کا روپ بدل لیا۔ سانپ بن کر وہ اس طرف گھاس میں روانہ ہوا جدھر بن مانس گیا تھا۔

سانپ بن کر ناگ بڑی تیزی سے بن مانس کی تلاش میں جنگل میں چلا جا رہا تھا۔ سانپ بن کر اسے ایک یہ بھی فائدہ ہوا تھا کہ وہ بن مانس کی بو سونگھ سکتا تھا جو اسے صاف محسوس ہو رہی تھی۔ ناگ جھاڑیوں اور لمبی گھاس میں سے جلدی جلدی گذر رہا تھا۔ ایک ندی کے پاس پہنچ کر ناگ نے کالے بن مانس کو دیکھ لیا۔ وہ ندی کے پانی میں سے گذر رہا تھا۔ دوسرے کنارے پر جا کر بن مانس درختوں

میں گھس گیا۔ ناگ نے بھی اس کے پیچھے پیچھے ندی کو پار کیا اور سامنے گھنے درختوں کے جھنڈ میں آ گیا۔

درختوں کے یہ جھنڈ بہت دور تک چلے گئے تھے۔ بن مانس کچھ دور تک تو ناگ کو دکھائی دیتا رہا پھر اچانک غائب ہو گیا۔ ناگ نے اسے بہت ادھر اُدھر تلاش کیا لیکن وہ اسے کہیں نظر نہ آیا۔ عجیب بات یہ تھی کہ اب بن مانس کی بو بھی نہیں آ رہی تھی۔ ناگ بڑا حیران ہوا کہ آخر بن مانس کہاں گم ہو گیا۔ وہ برابر آگے بڑھتا گیا۔ ایک جگہ اسے پہاڑی میں چھوٹا سا غار نظر آیا۔ بن مانس اسی غار میں گھس گیا تھا۔ ناگ نے غار کے منہ پر آ کر زور سے سونگھا بن مانس کی بو غار کے اندر سے آ رہی تھی۔ ناگ بھی رینگتا ہوا غار کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ وہی غار تھی جس میں سے عنبر گذر کر گیا تھا اور جس کی دوسری جانب بن مانس بادشاہ کا پراسرار محل تھا۔

ناگ غار کی دیوار پر چڑھ کر آگے رینگ رہا تھا۔ کافی آگے جا کر اسے دور روشنی دکھائی دی۔ یہ غار کا دوسرا منہ تھا جہاں سے اس نے بن مانس کو باہر نکلتے دیکھا۔ ناگ بھی غار سے باہر نکل کر کھلی جگہ آیا تو ٹھٹھک گیا۔ اس کے سامنے ایک بہت بڑا سبز پتھر کا محل تھا

ناگ ایک جھاڑی میں اپنا پھن اٹھائے خاموشی سے کچھ دیر اس محل کو دیکھتا رہا۔ وہ بن مانس جس کا ناگ پیچھا کر رہا تھا سیڑھیاں

چڑھ کر محل کے صدر دروازے میں داخل ہو گیا۔ ناگ کو شک ہوا کہ ہو نہ ہو عنبر ضرور اسی محل میں کسی مصیبت میں گرفتار ہے۔ ناگ کو اب اس محل میں داخل ہو کر عنبر کو تلاش کرنا تھا۔ وہ سامنے کے دروازے سے محل میں داخل ہونے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ بعض بن مانس سانپ کو بڑے شوق سے کچا ہی کھا جاتے ہیں۔

وہ جھاڑیوں میں رینگتا محل کے پیچھے آ گیا۔ یہاں محل کی پتھریلی دیوار اوپر چھت تک چلی گئی تھی۔ ناگ محل کی دیوار پر چڑھ کر رینگتا ہوا اوپر چھت پر آ گیا۔ ناگ چھت کے فرش پر رینگتا رینگتا اس سوراخ تک آ گیا جہاں سے عنبر نیچے اترا تھا۔ ناگ بھی وہاں سے نیچے اتر گیا۔ اندر آیا تو اس نے اپنے آپ کو پتھروں کی چار دیواری میں قید پایا۔ وہاں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ ناگ نے گہری پھنکار مار کر انسان کی شکل اختیار کی اور دیواروں کو ٹھونک بجا کر دیکھنے لگا۔ بہت جلد اسے دیوار کا وہ سوراخ مل گیا جس کے اندر ہتھی لگی تھی۔

ناگ نے اندر ہاتھ ڈال کر ہتھی کو پیچھے کھینچ لیا۔ ایک زبردست گڑگڑاہٹ کی آواز بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی بن مانسوں کی چیخوں کی آوازیں آنے لگیں جیسے بہت سے بن مانس چیختے چلاتے اس کی طرف بڑھ رہے ہوں۔ دیواروں

کا رنگ سبز تھا۔ ناگ نے گہرا سانس لیا اور سبز سانپ بن کر دیوار کے اوپر جا کر چمٹ گیا۔ دروازہ کھل چکا تھا اور اب چھ سات بن مانس شور مچاتے اچھلتے کودتے اندر داخل ہو گئے۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ بڑے پریشان تھے کہ اندر کوئی نہیں ہے تو پھر یہ دروازہ کس نے کھولا ہے۔

ناگ اس وقت سبز سانپ کی شکل میں سبز پتھر کی دیوار کے ساتھ رینگتا ہوا کمرے سے باہر نکل کر محل کے برآمدے کی چھت سے لگا آگے جا چکا تھا۔ یہ ایک بہت لمبا چوڑا کھلے کھلے برآمدوں اور اونچے سبز ستونوں والا محل تھا۔ اس میں بن مانس ہی بن مانس جگہ جگہ ناگ کو نظر آئے۔

ناگ ایک برآمدے کی چھت سے نکل کر دوسرے برآمدے میں آیا۔ یہاں بھی بن مانس ادھر اُدھر چل پھر رہے تھے۔ ناگ کئی کمروں میں سے گذر گیا۔ اسے کہیں بھی عنبر نظر نہ آیا۔ وہ محل کی چھت پر واپس جانے والا تھا کہ اچانک اسے ایک طرف سے بہت بوڑھا بن مانس نکلتا دکھائی دیا۔ اس کے ساتھ کالے بالوں والا بہت بڑا اور بوڑھا بن مانس تھا۔ انہیں خبر مل چکی تھی کہ محل میں کوئی خفیہ دیوار کھول کر داخل ہوا ہے۔ سارے محل میں شور مچا تھا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ خفیہ دیوار کھلی ہو اور پھر محل میں کوئی داخل ہوتا نہ دکھائی دیا ہو۔

کہہ کر چلا گیا۔"

ماریا نے کچھ سوچ کر کہا۔

"اس کا مطلب ہوا کہ پھر میرا مایا مندر کی طرف جانا بیکار ہے۔
کیوں نہ میں بھی یہاں سے ناگ اور عنبر کی تلاش میں ملک سپین
کا رُخ کروں۔"

"تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیئے۔" ناگن دیوی نے جواب دیا۔

ماریا نے ناگن دیوی کو سلام کیا اور وہاں سے واپس ہو گئی۔ گھنے جنگل میں
سے ایک بار پھر گذر کر وہ دوسرے روز دریا کے گھاٹ پر پہنچ گئی یہاں
سے اگلے روز ایک بڑی کشتی دریا کے بہاؤ کی جانب روانہ ہونے والی
تھی۔ ماریا اس میں دوسرے مسافروں کے ساتھ سوار ہو گئی اور کشتی نے
سمندر کی طرف اپنا سفر کر دیا۔ ماریا پہلی بار بھی اس علاقے میں آ چکی تھی
اس لئے اسے معلوم تھا کہ سپین کو جانے کے لئے اسے امریکہ کے مشرقی ساحل
پر کسی ملک کی بندرگاہ تک پہنچنا ہو گا۔ پھر وہاں سے وہ کسی جہاز میں سوار
ہو کر سپین کو جا سکے گی۔

جس وقت ماریا نے دریا میں اپنا سفر شروع کیا۔ اس وقت عنبر اپنے
ساتھ زرگال کو لے کر دریا میں سفر کرتا پرتگال پہنچ کر ایک سرائے میں
اتر چکا تھا اور سپین کی طرف جانے والے بادبانی جہاز کا انتظار کر رہا تھا۔

ماریا جس کشتی میں سوار تھی۔ وہ مسافروں سے بھری ہوئی تھی۔ ماریا کو
جگہ کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ کشتی کے آخری کنارے پر کونے میں اس جگہ

جا کر آرام سے بیٹھ گئی جہاں سے کشتی کو موڑا جاتا ہے۔ کشتی دریا کے بہاؤ کے
ساتھ ساتھ آگے کی جانب بہی جا رہی تھی۔ راستے میں کئی جگہوں پر کشتی
رُکی۔ مسافر اُتر گئے۔ نئے مسافر سوار ہو گئے۔ اسی طرح سفر کرتے کرتے
رات پڑ گئی۔ کشتی کا سفر بڑا لمبا تھا۔ رات کے وقت اس کشتی کی منزل
آ گئی۔ یہاں سے آگے کی طرف ایک نئی کشتی میں سفر شروع ہو گیا۔ ماریا
نے گھاٹ پر رات آرام کیا۔ دوسرے دن چند ایک مسافر سوار ہوئے اور کشتی
اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

اب دریا کا پاٹ چوڑا ہونے لگا تھا۔ سمندر قریب آ رہا تھا۔

تین راتوں اور چار دن کے دریائی سفر کے بعد کشتی ایک ایسی گھاٹ
پر جا کر لگ گئی جو سمندر کے کنارے پر بنا ہوا تھا۔ یہاں ایک چھوٹا سا گاؤں
آباد تھا۔ اس گاؤں میں زیادہ تر ریڈ انڈین لوگ آباد تھے۔ چھوٹے چھوٹے
کچے سفید مکان اِدھر اُدھر بنے ہوئے تھے۔ اس گھاٹ سے سٹیمر پرتگال کی
بندرگاہ کی طرف جاتے تھے۔ دو روز اس قصبے میں رکنے کے بعد ایک جہاز
سمندر میں گھاٹ کے ساتھ آ لگا۔ یہ پرتگال کو جا رہا تھا جہاں سے ماریا نے
سپین جانے والا جہاز پکڑنا تھا۔

ماریا کو کسی ٹکٹ وغیرہ خریدنے کی تو ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ جہاز
پر سوار ہو گئی۔ جہاز بادبانی بھی تھا اور بھاپ والا بھی۔ اس کے بادبان
لپٹے ہوئے تھے۔ سمندر میں لنگر پڑا تھا۔ نیچے اوپر چند ایک کیبن بنے ہوئے
تھے۔ مسافر سوار ہو رہے تھے۔ ماریا عرشے کے جنگلے کے ساتھ کھڑی مسافروں

معلوم تھا کہ جونہی وہ محل میں داخل ہوئے بن مانس انہیں کھا جائیں گے۔

ایک بن مانس نے بادشاہ بن مانس اور جادوگر بن مانس کو اپنی زبان میں بتایا کہ یہ سانپ ابھی ابھی ایک انسان کی شکل میں پتھر کے بتوں کے پاس کھڑا تھا۔ اب تو بن مانس بادشاہ اور بن مانس جادوگر کے حواس گم ہو گئے۔ ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ بار بار ناگ کی طرف دیکھ رہے تھے جو چھت پر اِدھر اُدھر رینگ کر باہر جانے کے لیے کوئی راستہ تلاش کر رہا تھا۔ کیوں کہ بن مانسوں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔

بن مانس بادشاہ نے جادوگر بن مانس کو اپنی زبان میں حکم دیا۔ کہ وہ اس سانپ پر کوئی ایسا جادو کرے کہ وہ پتھر بن کر نیچے گر پڑے۔ بن مانس کی زبان ناگ سمجھ گیا۔ وہ بھی ماریا اور عنبر کی طرح پتھر بننے کو تیار نہیں تھا۔ کیونکہ اب وہی تو باقی رہ گیا تھا جس نے اپنی ہمت سے ماریا اور عنبر کو دوبارہ انسانی شکل میں لانا تھا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ سانپ ہی بنا رہا تو یہ جادوگر ضرور اسے پتھر بنا ڈالے گا۔ پس وہ چھت سے چھلانگ لگا کر نیچے فرش پر گر پڑا۔ گرتے ہی اس نے ایک زور سے پھنکار ماری۔ اس پھنکار کی دہشت سے ایک بار تو سارے بن مانس ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔ اس موقع سے ناگ نے فائدہ اٹھایا اور ایک پل میں

شکل میں آگیا۔ یہ جادوگری اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتی دیکھ کر بن مانس بادشاہ تو خوف سے ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ مگر جادوگر بن مانس نے فوراً منتر پڑھ کر ناگ پر جادو کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن اس عرصے میں ناگ نے سانپ کا مہرہ نکال کر اپنے منہ میں رکھ لیا اور غائب ہو گیا۔ غائب ہونے ہی وہ فضا میں بلند ہوا اور اڑتا اڑتا بند دروازے کے پاس آگیا۔

اس نے بند دروازے کو دونوں ہاتھوں سے چوپٹ کھول دیا۔ سارے کے سارے بن مانس دروازے کی طرف لپکے، کیونکہ جادوگر بن مانس نے چیخ کر اعلان کر دیا تھا کہ سانپ غائب ہو کر دروازے سے بھاگ رہا ہے، لیکن کسی کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ایک بن مانس ناگ کے سانپ سے انسان بننے اور انسان سے غائب ہو جانے پر سخت ڈرے ہوئے تھے۔

ناگ، دروازے سے باہر نکل چکا تھا۔ وہ محل کے برآمدے میں اڑتا اڑتا محل کے صدر دروازے میں سے باہر جنگل میں نکل گیا۔ جنگل کے درختوں پر پرواز کرتے ہوئے وہ بہت آگے چلا گیا۔ یہاں کیلوں کے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ کھڑے تھے۔ ان کے درمیان ایک چھوٹی سی ندی بہہ رہی تھی۔ اچانک ایک سفید ڈاڑھی والا جوگی ہاتھ میں بین تھامے اس کے سامنے

ہے۔ سوچنے لگی۔ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے کس نے مارے تھے ؟ ماریا یہ
سوچ رہی تھی کہ اس پر اپنا آپ کس طرح ظاہر کرے کہ وہ ڈر کر چیخ نہ
مار دے اور پھر بے ہوش نہ ہو جائے۔ ابھی وہ سوچ رہی تھی کہ باہر سے
کسی نے تالے میں چابی گھمائی۔ وہ دونوں مفرور قاتل آ گئے تھے۔ عورت
جان بوجھ کر پھر بے ہوش ہو گئی۔ کیبن کا دروازہ کھول کر دونوں اندر آئے
اور جلدی سے دروازہ بند کر کے عورت کے سٹریچر کے پاس کھڑے ہو کر
اسے غور سے دیکھنے لگے۔ گہری آنکھوں والے نے عورت کے چہرے پر
پانی کے قطروں پر انگلی لگا کر کہا۔

"یہ چھینٹے کس نے مارے ہیں اس کے منہ پر ؟"

سرخ بالوں والا بھی تعجب سے اِدھر اُدھر تکنے لگا۔

"اندر تو کوئی بھی نہیں آ سکتا۔ باہر تالا لگا تھا پھر یہ چھینٹے
کس نے مارے ؟ کہیں اس نے خود اٹھ کر تو منہ ہاتھ نہیں
دھویا ؟"

"مگر یہ تو بے ہوش پڑی ہے۔ میں نے اسے اتنی دوا پلا دی
ہے کہ ۲ دو روز تک ہوش میں نہیں آ سکتی۔"

"یہ مصیبت کہیں ہمیں جہاز میں ہی نہ پکڑوا دے اسے آج
رات سمندر میں پھینک دو۔"

"میرا خیال ہے تم ٹھیک کہتے ہو۔ اچھا۔ رات کا اندھیرا ہو
جائے۔ پھر اسے اٹھا کر چپکے سے سمندر میں پھینک دیں گے۔"

انہوں نے عورت کے ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ دیئے اور کیبن کو تالا
لگا کر باہر چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی عورت نے آنکھیں کھول دیں۔ ماریا
کے لئے اب اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ انتظار کرتی۔ اس نے آہستہ سے
عورت کے قریب ہو کر کہا۔

"میں ماریا ہوں۔ مجھ سے ڈرنا مت۔ میں تمہیں ان لوگوں سے
بچانے آئی ہوں۔ میں ......"

عورت کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی اور اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"کو..... کون ہو... کون ہو تم ؟"

ماریا نے کچھ سوچ کر کہا۔

"میں تمہاری والدہ کی ایک سہیلی کی روح ہوں اور جنت
سے تمہاری مدد کرنے آئی ہوں۔"

عورت نے منہ ہی منہ میں کوئی دعا پڑھ کر پھونک ماری اور کہا۔

"تم مجھے تو کچھ نہیں کہو گی نا ؟"

"نہیں۔ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی۔ تمہیں تو میں بچانے آئی
ہوں۔ اب تم ایسا کرو کہ آدھی رات کو جب یہ مفرور قاتل تمہیں
اٹھانے آئیں تو اسی طرح بے ہوش بنی رہنا۔ اور شور بالکل نہ
کرنا۔ باقی سارا کام میں سنبھال لوں گی۔"

"اچھا۔ اچھا"

عورت روح کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے ابھی تک ڈر رہی تھی۔ ماریا کیبن

اور جس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اس کو حکم تھا کہ سوائے بن مانس جادوگر کے جو کوئی بھی ادھر سے گذرے اسے تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دے۔ مصیبت یہ تھی کہ یہ پتلا پتھر کا تھا اور اسے کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ ناگ جس وقت بن مانس محل کے خفیہ راستے والی دیوار کے پاس پہنچا تو رات گہری ہو گئی تھی۔ آسمان پر بادل ہی بادل تھے اور ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو نے لگی تھی۔ ناگ نے رات کے اندھیرے اور بارش میں جنگل میں چاروں طرف دیکھا۔ وہاں سوائے اس کے کوئی دوسرا نہیں تھا۔ ناگ نے فوراً سانپ کی شکل بدلی اور دیوار کے نیچے سے تہہ خانے کو جانے والے خفیہ راستے کے سوراخ میں داخل ہو گیا۔

ناگ خفیہ تہہ خانے میں کیسے پہنچا اور جادو کے پتلے سے اس نے کس طرح سے مقابلہ کیا؟

کیا ناگ ماریا اور عنبر کو پھر سے زندہ کرنے میں کامیاب ہو گیا؟

وہاں سے ان تینوں کا پانچ ہزار سالہ تاریخی سفر کدھر شروع ہوا؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو عنبر ناگ ماریا سیریز کی قسط **۱۹**

"قبر نما انسان" میں ملیں گے۔

19
اے حمید
ناگ! تم میری قید
میں ہو۔ تم بچ کر نہیں
جا سکتے۔ میں تمہاری
گردن اتار کر نگل دوں گا
اور پھر مجھے میری گردن واپس
مل جائے گی"
PDFBOOKSFREE.PK

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

قبر نما انسان

اے حمید

ترتیب و پیشکش
محمد ارشد

ترتیب

پُراسرار صندوق

سرنگ کے تنگ راستے میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

ناگ ایک کالے سانپ کی شکل میں جن ہانس محل کے سب سے نچلے تہہ خانے کی طرف رینگ رہا تھا — اس تہہ خانے میں ایک لوہے کا پراسرار صندوق تھا — یہ تہہ خانہ جن ہانس محل کے بوڑھے جادوگر جن ہانس کا تھا۔ لوہے کے پراسرار صندوق میں ایک ہزار برس پرانے مردے کی کھوپڑی پڑی تھی — اس کھوپڑی میں جادوگر کی ساری طاقت تھی — جوگی باباجی نے ناگ سے کہا تھا کہ اگر وہ کسی طریقے سے اس کھوپڑی کو دو ٹکڑے کر دے — تو جادوگر جن ہانس کا آسیب ٹوٹ جائے گا — عنبر اور ماریا پھر سے انسان بن جائیں گے —

ناگ سانپ کے روپ میں اس خفیہ راستے کے ذریعے تہہ خانے کی طرف بڑھ رہا تھا — سرنگ میں آگے جا کر پانی آگیا — ناگ دیوار پر چڑھ کر رینگنے لگا — پانی بڑھتا چلا گیا — پھر ایسا شور سنائی دیا جیسے پانی کسی اونچی جگہ پتھروں پر گر رہا ہے — ناگ چونکہ سانپ کی شکل میں تھا — اس لیے وہ اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا تھا — کیونکہ سانپ اندھیرے میں دیکھ لیا کرتے ہیں — ناگ

نے دیکھا کہ سرنگ کا پانی ایک جگہ پانچ فٹ نیچے ایک باولی میں پتھروں پر
گر رہا ہے اور اس سے بڑا شور پیدا ہو رہا ہے — یہ جگہ اتنی تنگ تھی کہ
وہاں سے کوئی انسان نہیں گزر سکتا تھا —

ناگ چھت کے ساتھ چپٹ گیا اور آہستہ آہستہ آگے رینگتا باولی سے
آگے نکل گیا — آگے چھت نیچے کو جانے لگی — ناگ بھی چھت کی ڈھلان
کے ساتھ ساتھ نیچے آ گیا — چھت کا کنارا ایک دروازے پر جا کر ختم
ہو گیا — پانی کا بہاؤ یہاں سے دوسری طرف مڑ گیا تھا — خدا جانے یہ
پانی آگے جا کر کہاں گرتا تھا —

یہ بہت ہی پرانا اور بڑا مضبوط دروازہ تھا — جس کے دونوں پٹ
آدھے آدھے زمین میں دھنسے ہوئے تھے — ناگ انسان کی شکل میں یہاں
زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا — کیونکہ یہاں آکسیجن بہت ہی کم تھی
اور کوئی انسان دو تین منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا تھا — کیونکہ سانپ
کم سے کم آکسیجن میں بھی زندہ رہ سکتا ہے — اس لیے ناگ کو کوئی تکلیف
نہیں ہو رہی تھی —

اس نے زمین میں دھنسے ہوئے دروازے کے اوپر رینگ کر دیکھا
کہ کہیں سے اندر جانے کو کوئی راستہ ہے کہ نہیں — دروازے پر
زنگ کی موٹی تہہ چڑھی ہوئی تھی — ناگ ابھی اندر جانے کی کوئی ترکیب
تلاش ہی کر رہا تھا کہ اسے پانی میں شڑاپ شڑاپ کی آواز آئی جیسے کوئی
پانی میں چلا آ رہا ہو — ناگ دروازے سے نیچے اتر آیا اور چھت کے ساتھ

چپٹ گیا — اس نے دیکھا کہ جدھر پانی کا ریلا ایک چھوٹی ندی کی طرح بہہ رہا
ادھر سے ایک چھوٹی سی کشتی چلی آ رہی تھی — ناگ چھت کے کونے میں چھپا
غور سے دیکھنے لگا —

اس کشتی میں بن مانس جادوگر بیٹھا چپو چلاتا آ رہا تھا — دروازے کے
قریب آ کر وہ کشتی سے اتر گیا — اس کا سر چھت کو چھو رہا تھا حالانکہ
وہ جھک کر سرنگ میں چل رہا تھا — اس نے دروازے میں ایک جگہ ہاتھ
ڈال کر کسی شے کو باہر کھینچا — بند دروازے میں ایک جگہ سے کھڑکی کھل گئی
بن مانس جادوگر اس کے اندر داخل ہو گیا —

ناگ نے بھی بڑی پھرتی دکھائی اور چھت پر سے اتر کر اندھیرے میں
ہی وہ بھی کھڑکی کے اندر چلا گیا — بن مانس جادوگر کو خبر نہ ہو سکی —
بن مانس جادوگر نے دوسری طرف آ کر کھڑکی بند کر دی — یہاں بھی اندھیرا
تھا — ناگ نے اندھیرے میں دیکھا کہ دونوں جانب دیوار میں اینٹوں کی جگہ
بن مانسوں کی کھوپڑیاں چنی ہوئی ہیں — گویا یہ کھوپڑیوں کی دیوار تھی —
بن مانس جادوگر جھکا جھکا آگے بڑھتا چلا گیا — آگے ایک تہہ خانہ آ گیا —
یہاں کونے میں لوہے کے تابوت کے سائز کا ایک صندوق پڑا تھا —

ناگ فوراً سمجھ گیا کہ یہی وہ صندوق ہے — جس کے اندر مردے کی
کھوپڑی ہے اور جسے توڑنے سے بن مانس جادوگر کے جادو کی طاقت ختم
ہو جائے گی — وہ دیوار کے ساتھ لگا اندھیرے میں آہستہ آہستہ آگے رینگ
رہا تھا — اچانک بن مانس جادوگر چلتے چلتے رک گیا — اس نے گھوم کر

پنے پیچھے دیکھا۔۔۔ پھر اپنے چوڑے نتھنے پھلا کر دو تین بار زور زور سے سانس
لیا۔۔۔ شاید اسے شک پڑ گیا تھا کہ تہ خانے میں کوئی اور بھی موجود ہے۔
لیکن وہ ناگ کو نہ دیکھ سکا۔۔۔

نتھنے پھلا پھلا کر سکیڑتے ہوئے بن مانس صندوق کی طرف آ گیا۔۔۔ لوہے
کے صندوق کے اوپر ایک بڑی موم بتی رکھی تھی۔۔۔ بن مانس جادوگر نے موم
بتی کو دو پتھر رگڑ کر روشن کیا۔۔۔ اس کی ہلکی روشنی تہ خانے میں پھیل گئی۔
ناگ کو خطرہ لگا کہ کہیں بن مانس جادوگر اسے دیکھ نہ لے۔۔۔ اس دیوار میں
بھی بن مانسوں کی کھوپڑیاں لگی ہوئی تھیں۔۔۔

ناگ ایک کھوپڑی کے اندر جا کر چھپ گیا اور کھوپڑی کی آنکھ میں سے منہ
باہر نکالے دیکھنے لگا۔۔۔ بن مانس جادوگر نے موم بتی اٹھا کر ایک پتھر پر رکھی۔
اور لوہے کے پراسرار صندوق کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔۔۔ اس نے
اپنے دونوں بازو اٹھا کر سر کے اوپر کر لیے اور حلق سے عجیب عجیب قسم کی
آوازیں نکالنے لگا۔۔۔ ناگ کھوپڑی کے اندر بیٹھا یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔۔۔
بن مانس جادوگر ایک دم خاموش ہو گیا اور گردن جھکا کر پراسرار صندوق کو غور
سے دیکھنے لگا۔۔۔

صندوق آہستہ آہستہ ہلنے لگا۔۔۔ پھر اس کا ڈھکنا کھل گیا۔۔۔ اس کے اندر
سے تیز روشنی باہر نکلی اور ایک انسانی کھوپڑی اپنے آپ ہوا میں بلند ہو کر بن
مانس کی طرف منہ کر کے کھڑی ہو گئی۔۔۔ بن مانس نے کھوپڑی کے سر پر پیار سے
ہاتھ رکھا اور پھر وہ ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر حلق سے ایک بھیانک چیخ کی

آواز نکالی۔۔۔ ایک بار تو ناگ بھی دیوار کی کھوپڑی میں بیٹھا بیٹھا کانپ گیا۔
کم بخت خدا جانے یہ عجیب و غریب بن مانس جادوگر کس قسم کا جادوگر
تھا۔۔۔ پھر کھوپڑی میں سے ایک انسان کی منمناتی سی آواز نکلی۔۔۔ آواز ایسی
جیسے انسان کی [illegible] لگتی تھی جو کسی گہرے کنویں کے اندر سے بول رہا ہو اور
بڑی تکلیف میں ہو۔۔۔ اس آواز کے الفاظ کوئی نہیں تھے۔۔۔ صرف آواز
ہی آواز تھی۔ مگر ناگ اس آواز کے معنی سمجھ گیا۔۔۔ وہ آواز بن مانسوں
کو خبردار کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی:

"ہوشیار، تمہارا انجام قریب ہے۔۔۔ اس تہ خانے میں تمہارا قاتل
پہنچ گیا ہے۔"

بن مانس جادوگر چونک پڑا۔۔۔ اس نے اٹھ کر چاروں طرف دیکھا۔
پھر غراتا ہوا کھوپڑی کی طرف دیکھ کر بولا:

"کہاں ہے میرا قاتل؟ کون ہے میرا قاتل؟ یہاں تک تو کوئی انسان
نہیں پہنچ سکتا۔"

کھوپڑی کی منمناتی آواز پھر سنائی دی:

"وہ اسی تہ خانے میں ہے۔۔۔ مجھے اس کے سانس لینے کی آواز آ
رہی ہے۔۔۔ مجھے اس کی بو آ رہی ہے۔"

بن مانس جادوگر نے چھت کی طرف منہ کر کے پھونک ماری۔۔۔ اس
کے منہ سے آگ کا شعلہ نکل کر چھت سے ٹکرایا۔۔۔

"کہاں ہے میرا دشمن۔۔۔ میں اسے خاک سیاہ کر دوں گا۔"

کھوپڑی نے کہا:

"میں اسے دیکھ نہیں سکتی۔ اس کی بُو سونگھ سکتی ہوں — وہ انسان کی شکل میں نہیں ہے۔"

بن مانس نے زور سے زمین پر لات ماری۔ تہ خانے میں جیسے بھونچال سا آگیا —

"کیا وہ کوئی مجھ سے بھی بڑا جادوگر ہے؟"

کھوپڑی بولی:

"ہاں ہاں، میں ایک ہزار سال پرانی کھوپڑی ہوں — وہ مجھ سے بھی زیادہ پرانا ہے۔ وہ پانچ ہزار سال سے زندہ ہے۔"

اب تو بن مانس بڑا گھبرایا، کیونکہ اس کا مقابلہ ایک ایسے شخص سے تھا جو اس سے پانچ ہزار سال پہلے کا تھا اور جادو کے زور سے ابھی تک زندہ چلا آرہا تھا —

بن مانس نے گھبرا کر کھوپڑی کو حکم دیا:

"فوراً صندوق کے اندر چھپ جاؤ۔"

کھوپڑی بڑی خاموشی سے نیچے کو جھکی اور آہستہ آہستہ نیچے صندوق میں اتر گئی — اس کے غائب ہوتے ہی صندوق کا ڈھکنا اپنے آپ بند ہوگیا —

بن مانس جادوگر نے موم بتی اٹھا کر تہ خانے میں اپنے دشمن کو تلاش کرنا شروع کر دیا — ناگ دیوار میں لگی ہوئی ایک کھوپڑی کے اندر چھپا بیٹھا

تھا — موم بتی کی روشنی میں اس کی سرخ آنکھیں نگینوں کی طرح چمکنے لگیں — اس کی چمک بن مانس کی آنکھوں میں پڑی تو وہ وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا — اس نے ناگ کو دیکھ لیا تھا — وہ سمجھ گیا کہ یہی اس کا دشمن ہے —

بن مانس نے موم بتی پتھر پر رکھ دی اور سانپ کو گردن سے پکڑ کر کھینچنے کے لیے آگے بڑھا — ناگ بھی ہوشیار ہو چکا تھا — وہ ایک کھوپڑی سے نکل کر دوسری کھوپڑی میں چلا گیا اور پھر وہاں سے نکل کر اس نے ایک گہرا سانس لیا اور ایک مکڑی بن کر دیوار کے ساتھ چمٹ گیا — بن مانس نے تہ خانے کا کونا کونا چھان مارا مگر سانپ اسے کہیں دکھائی نہ دیا —

ناگ مکڑی بنا تہ خانے کی دیوار سے چمٹا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بن مانس کو کس طرح سے ہلاک کرے کیونکہ اسے ہلاک کیے بغیر ناگ صندوق والی کھوپڑی کو نہیں توڑ سکتا تھا اور بن مانس کو ہلاک کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ اس نے اپنے اردگرد فوراً جادو کی ایک گول شیشے کی دیوار بنالی تھی جس کے اندر کوئی شے داخل نہیں ہو سکتی تھی — یہ گول جادو کی دیوار سوائے سانپ کے کسی کو دکھائی نہیں دے سکتی تھی —

ناگ نے فیصلہ کیا کہ وہ بن مانس کو ہلاک کرنے کا خیال دل سے نکال کر صندوق کے اندر رکھی کھوپڑی کو توڑنے کی کوشش کرے تاکہ بن مانس کا جادو ٹوٹ جائے اور اس کے گرد شیشے کی اٹھی ہوئی گول دیوار اپنے آپ

غائب ہو جاتے — پھر وہ بن مانس کو ہلاک کر سکے گا — اب سوال یہ تھا کہ لوہے کا صندوق بند تھا — اس کے اندر کس طرح سے داخل ہوا جائے؟ بن مانس جادوگر پاگلوں کی طرح تہہ خانے میں ناگ کو ڈھونڈ رہا تھا۔

— ناگ مکڑی بنا اور چھت کے قریب دیوار سے چپٹا ہوا تھا — بن مانس تلاش کرتے کرتے تھک گیا تھا — وہ تہہ خانے میں بیٹھ گیا — اس کا سانس تیز دھونکنی کی طرح چل رہا تھا — پھر وہ اٹھا اور دروازے کی کنڈی کھول کر باہر نکل گیا — اس نے دروازہ بند کر دیا — اس کے جاتے ہی ناگ دیوار سے نیچے آ گیا — فرش پر آتے ہی اس نے سانپ کی شکل اختیار کر لی اور صندوق کو غور سے دیکھنے لگا۔

ناگ نے انسانی شکل میں آکر صندوق کو کھولنے کی ترکیب پر غور کیا — ایک ترکیب اس کے دماغ میں آ گئی تھی۔ ناگ کا دم گھٹنے لگا — وہ فوراً ہی ایک بہت زہریلا اور خوفناک سانپ بن گیا — اس سانپ میں یہ ایک خاص بات تھی کہ اس کا سانس بے حد گرم تھا اور جب وہ پھونک مارتا تو پتھر بھی گرم ہو کر پگھل جاتے تھے —

ناگ زہریلا آتشی سانپ بنتے ہی صندوق کے پاس آ گیا۔ اس نے اپنا پھن پھیلا رکھا تھا — اپنا منہ صندوق کے اوپر لا کر ناگ نے زور سے پھنکار ماری — اس کے منہ سے آگ کا شعلہ نکل کر صندوق سے ٹکرایا — اس شعلے کا رنگ نیلا تھا — شعلہ صندوق کے لوہے سے ٹکرایا تو ایک دھماکے کی آواز بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی صندوق پگھل کر دو ٹکڑے

ہو گیا — ہزار سالہ مردے کی کھوپڑی باہر نکل کر ہوا میں لٹک گئی اور چیخنے لگی — اس کے منہ سے بڑی ڈرا دینے والی آوازیں نکل رہی تھیں۔

ناگ ایک دم سانپ کی شکل سے انسانی شکل میں آ گیا — اس نے آگے بڑھ کر کھوپڑی کو پکڑ کر دبوچ لیا — پھر اسے فرش پر رکھ کر اس کے سر پر زور سے مکا مارا — کھوپڑی ایک دھماکے کی آواز کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ٹوٹ گئی — کھوپڑی کے ٹوٹتے ہی تہہ خانے میں چیخوں کی آوازیں بلند ہوئیں — بڑی تیز آندھی آ گئی — ناگ اڑ کر دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا — تہہ خانے کا دروازہ ٹوٹ کر گر پڑا اور اس کے پیچھے سے شور مچاتا چیختا چلاتا بن مانس جادوگر اندر آ گیا — اس کی گردن آدھی کٹی ہوئی تھی۔ اور اس میں سے خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ خدا جانے ایک چھری کیسے اور کہاں سے آ کر اس کی گردن میں کھب گئی تھی —

بن مانس جادوگر کا جادو ختم ہو چکا تھا — مگر اس کی طاقت ویسی ہی تھی — اس نے اپنے دشمن ناگ کو انسانی شکل میں دیکھا تو ایک ڈرا دینے والی آواز نکال کر اس کا حملہ کر دیا — ناگ بھی چوکس ہو چکا تھا — اس نے پھر فوراً سانپ کا روپ بدل لیا اور بن مانس کی طرف بڑھا — بن مانس نے سانپ کو اپنے تیز ناخنوں والے پنجوں سے دبوچ لینا چاہا۔

مگر سانپ کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتا تھا — سانپ اپنا پھن اٹھائے لہرا رہا تھا — جوں ہی بن مانس نے اسے پکڑ کر ہلاک کرنے کی کوشش کی، سانپ نے ایک پھنکار ماری — یہ پھنکار نیلی آگ کی پھنکار تھی۔ اس

آگ میں اس قدر گرمی اور تپش تھی کہ دیکھتے دیکھتے بن مانس کے سارے جسم کو آگ لگ گئی۔۔۔ اس کا جسم دھاکوں کے ساتھ پھٹنے لگا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تہہ خانے میں جل بھن کر ختم ہو گیا۔۔۔

بن مانس جادوگر کا جادو ختم ہو چکا تھا۔۔۔ تہہ خانے کا دروازہ بھی ٹوٹ چکا تھا۔۔۔ ناگ اب اوپر محل میں جا کر ماریا اور عنبر کی خبر لینا چاہتا تھا۔۔۔ وہ تہہ خانے سے سانپ کی شکل میں باہر نکل کر سرنگ کے اندھیرے راستے میں باہر کی طرف رینگنے لگا۔

باہر آتے ہی اس نے تازہ ہوا میں لمبا سانس لیا اور محل کی دیوار پر سے ہو کر اوپر محل کی چھت پر آ گیا۔۔۔ یہاں سے وہ کنوئیں کے اندر اتر گیا تاکہ بڑے ہال کمرے میں پہنچ کر عنبر اور ماریا سے ملاقات کر سکے۔۔۔

ادھر ماریا اور عنبر کے ساتھ یہ ہوا کہ جوں ہی بن مانس جادوگر کا جادو ختم ہوا، عنبر ایک دم پتھر سے پھر انسان بن گیا۔۔۔ اس نے انسان بنتے ہی پلٹ کر ماریا کی طرف دیکھا تو اس کا بت اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا۔۔۔ عنبر سمجھ گیا کہ وہ جادو کے اثر سے نکل کر پھر سے انسان کی شکل میں آ کر غائب ہو چکی ہے۔۔۔ اس کو ماریا کی خوشبو بھی آنے لگی تھی۔ اس نے آواز دے کر ماریا کو بلایا۔۔۔

"ماریا تم موجود ہو نا"

"ہاں عنبر، میں تمہارے پاس کھڑی ہوں۔۔۔ اف میرے خدا، کتنا

بھیانک خواب تھا۔۔۔ میں نے دیکھا کہ میں پتھر بن کر ایک دریا کے نیچے ٹھنڈے پانیوں میں پڑی ہوں"

عنبر نے کہا:

"پاگل تم نے خواب نہیں دیکھا۔۔۔ ہم دونوں سچ مچ جادو کے زور سے پتھر کے بت بنا دیے گئے تھے۔۔۔ خدا جانے کس نے ہمارے جادو کو ختم کر کے ہمیں پھر سے انسان بنا دیا"

اتنے میں ناگ کی تیز بو محسوس ہوئی۔۔۔ پھر ناگ انسانی شکل میں سامنے آ کر بولا:

میں نے کھوپڑی توڑ کر جادو کا اثر ختم کیا اور تم دونوں کو پتھر سے انسان بنایا ہے"

"ناگ بھائی" ماریا خوشی سے چلائی۔۔۔

عنبر نے بڑھ کر ناگ کو گلے لگا لیا۔۔۔

"ایک مدت بعد تمہیں دیکھ کر دل کو بے حد خوشی ہوتی ہے۔۔۔ خدا کی قسم ہم تو تمہاری صورت کو ترس گئے ہیں"

ناگ نے کہا:

"میں بھی ماریا بہن اور تمہارے لیے سخت بے تاب تھا، لیکن اپنی اپنی کہانی کسی فرصت کے وقت بیٹھ کر سنائیں گے۔۔۔ اس وقت ہمیں یہاں سے نکلنا چاہیے۔۔۔ کیونکہ یہ جگہ میرے اور ماریا کے لیے بڑی خطرناک ہے۔۔۔ بن مانسوں کے جادوگر کو میں نے ختم کر دیا ہے۔۔۔ اب دوسرے بن مانس ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔۔۔ اس لیے جتنی جلدی ہو سکے

یہاں سے نکل چلو۔"

ماریا، عنبر اور ناگ بڑے ہال کمرے سے نکل کر باہر کو بھاگے تو برآمدے سے نکل کر کیا دیکھتے ہیں کہ محل میں چاروں طرف سے بن مانس ہی بن مانس دانت چمکاتے، چیخیں مارتے اپنے بن مانس بادشاہ کے ساتھ ساتھ عنبر اور ناگ کی طرف بڑھ رہے ہیں — ماریا کو تو وہ دیکھ ہی نہیں سکتے تھے، کیونکہ بن مانس جادوگر کے مر جانے سے بن مانس بادشاہ کی جادو کی طاقت بھی ختم ہو گئی تھی اور ان کے لیے بھی ماریا اب غائب تھی۔ ناگ نے عنبر سے کہا :

"میں پرندہ بن کر باہر جاتا ہوں — تم بھی ان درندوں سے نکل کر محل سے باہر نکل آؤ — ماریا، ہم تمہارا محل سے دُور جنگل والی ندی پر انتظار کریں گے"

اتنے میں بن مانس ان کے ارد گرد آگئے اور انہوں نے حملہ کر دیا۔ وہ عنبر اور ناگ کی ہڈی پسلی ایک کر دینا چاہتے تھے — ناگ فوراً پرندہ بن کر پھڑپھڑاتا ہوا اڑ گیا — ماریا بن مانسوں کے گھیرے سے نکل کر باہر کو بھاگی — عنبر کو ایک بن مانس نے اٹھا کر زور سے اچھال دیا — عنبر قلابازیاں کھاتا ہوا فرش پر گر پڑا — وہ فوراً اٹھا اور باہر کو لپکا۔ وہ ان بن مانسوں کو مارنا نہیں چاہتا تھا، کیونکہ وہ انہیں ہلاک کیے بغیر بھی باہر جا سکتا تھا — بن مانس اس پر ٹوٹ پڑے۔

عنبر نے ایک بن مانس کو دم سے پکڑ کر اتنے زور سے گھمایا کہ

بن مانس چکرا کر گھومتا ہوا دوسرے بن مانسوں پر گرا اور اس کی دم کٹ کر عنبر کے ہاتھ میں رہ گئی۔ عنبر دروازے کی طرف بھاگا۔ بن مانس اس کی غیر معمولی طاقت کو دیکھ کر حیران سے ہو گئے تھے — وہ ایک طرف کھڑے ٹکٹکی باندھے عنبر کو تک رہے تھے — عنبر محل میں سے باہر نکل گیا —

بن مانس چیختے شور مچاتے اس کے پیچھے بھاگے، مگر وہ عنبر کا تعاقب نہیں کر سکتے تھے — محل کے باہر ناریل کے درختوں کے جھنڈ پھیلے ہوئے تھے۔ عنبر ان درختوں میں گم ہو گیا — بن مانس جنگل میں پھیل گئے — عنبر درختوں میں سے ہوتا سیدھا اس ندی پر پہنچ گیا جہاں ناگ نے پہنچنے کے لیے کہا تھا —

ندی کا کنارا ویران تھا — وہاں کوئی نہیں تھا۔ اتنے میں ناگ آ گیا — اس نے آتے ہی ماریا کا پوچھا — عنبر نے کہا۔

"وہ ابھی تک نہیں آئی — کہیں راستہ نہ بھول گئی ہو"

پھر عنبر نے ماریا کو آوازیں دینا شروع کیں — کسی طرف سے ماریا نے کوئی جواب نہ دیا — ناگ نے کہا —

"آؤ، یہاں سے تھوڑے فاصلے پر جوگی بابا کی جھونپڑی ہے، وہاں چلتے ہیں — ماریا ابھی راستے میں ہو گی — اپنے آپ پہنچ جائے گی"

ناگ نے عنبر کو ساتھ لیا اور جوگی بابا کے پاس آ گیا۔ اس نے جوگی بابا سے عنبر کا تعارف کروایا تو جوگی بابا نے مسکرا کر کہا :

"اور تمہاری بہن ماریا کہاں ہے؟"

ناگ نے کہا:

"کیا آپ میری بہن ماریا کو جانتے ہیں؟"

جوگی بابا بولا:

"بیٹا، میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کسی کو نظر نہیں آتی، اور یہ بھی جانتا ہوں کہ عنبر مر نہیں سکتا اور تم تینوں دوست پانچ ہزار سال کا واپسی کا سفر کر رہے ہو اور تمہیں پانچ ہزار سال پیچھے مصر کے ملک میں جانا ہے۔"

ناگ اور عنبر دنگ رہ گئے — عنبر نے جوگی بابا کے ہاتھ تھام لیے اور کہا۔

"جوگی بابا، آپ تو سب کچھ جانتے ہیں — اب ہمیں یہ بتائیے کہ ماریا کہاں ہے — وہ ابھی تک کیوں نہیں آئی — کہیں وہ جنگل میں راستہ تو نہیں بھول گئی —"

جوگی بابا نے آنکھیں بند کر لیں اور کہا:

"میں ابھی دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

جوگی بابا آنکھیں بند کر کے خاموش ہو گیا — کچھ دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا — پھر اس نے آنکھیں کھولیں — عنبر اور ناگ کو دیکھا اور کہا۔

"بیٹا، یہاں میرا علم بھی جواب دے گیا ہے — مجھے ماریا اس جنگل میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔"

ناگ اور عنبر یہ سن کر پریشان ہو گئے — ناگ نے کہا:

"بابا خدا کے لیے ماریا کے بارے میں کچھ بتائیں — اس کے بغیر ہم آگے سفر نہیں کر سکیں گے۔"

عنبر بولا:

"کہیں اسے بن مانس تو پکڑ کر نہیں لے گئے؟"

جوگی بابا نے کہا:

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا — لیکن ایک بات ہے کہ ماریا کسی کو دکھائی نہیں دیتی — پھر اسے بن مانس کیسے اٹھا کر لے جا سکیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے، مگر ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ بن مانس بادشاہ کے پاس غیبی چیزیں دیکھنے کا جادو ہو۔"

جوگی بابا نے جواب دیا:

"نہیں بیٹا، ہزار برس پرانے مردے کی کھوپڑی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے سے اب بن مانس بادشاہ کے پاس جادو کی طاقت کبھی واپس نہیں آ سکتی۔"

ناگ بولا:

"پھر ہم ماریا کو کہاں تلاش کریں گے بابا؟"

اس کا جوگی بابا نے کوئی جواب نہ دیا — وہ خاموش ہو کر درختوں کو دیکھنے لگا — یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ درختوں پر تقدیر کا لکھا پڑھ

سامنے ہے --- پھر اس نے ایک آہ بھر کر کہا :

"میرے بچو! مجھے یوں لگتا ہے کہ ہونی ہو کر رہی --- قسمت میں جو لکھا تھا وہ ہو گیا --- ماریا کسی بھاری مشکل میں پھنس گئی ہے اور تم اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے ۔"

اتنا سن کر ناگ اور عنبر زیادہ پریشان ہو گئے ۔ ناگ نے کہا :

"میں ابھی جا کر ماریا کو جنگل میں تلاش کرتا ہوں ۔"

عنبر نے کہا :

"میں اسے بن مانسوں کے محل میں جا کر دیکھتا ہوں --- میں بن مانسوں کے بادشاہ کے ٹکڑے اڑا دوں گا ۔"

جوگی بابا نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور کہا :

"میرے بچو! غصہ حرام ہے ۔ انسان غصے میں عقل کھو بیٹھتا ہے --- تم اگر ساری زندگی بھی ان بن مانسوں کا مقابلہ کرتے رہو تو کامیاب نہ ہو گے --- وہ مر جائیں گے ، نہیں اور کہیں سے آ جائیں گے ۔ اس جنگل پر کوئی بھاری مصیبت آنے والی ہے ۔ میں خود اس جزیرے کو چھوڑ کر جانے والا ہوں اور میں تم کو یہی نصیحت کروں گا کہ جتنی جلدی ہو سکے اس جزیرے سے ہندوستان کے ملک کی طرف نکل جاؤ --- ہندوستان کا ساحل یہاں سے پچاس میل شمال کی طرف ہے --- تم دریائے کاویری اور کرشنا کے درمیان چلے جانا ، وہاں اس وقت سلطان ٹیپو کی حکومت ہے اور وہ انگریزوں سے جنگ کرنے والا ہے --- ہو سکتا ہے ، وہاں تمہاری ملاقات ماریا سے ہو جائے ۔"

ناگ اور عنبر جوگی بابا کا منہ تکتے رہ گئے ---

"بابا! ہم ماریا کے بغیر یہاں سے کیسے جا سکتے ہیں ۔"

"بیٹا ، میں آنے والی تباہی کو دیکھ رہا ہوں --- میں بہت کچھ دیکھ رہا ہوں --- میں نے اس جنگل میں ساری زندگی خدا کی عبادت کی ہے --- میری آنکھیں ان واقعات کو دیکھ لیتی ہے جو ابھی ہونے والے ہوتے ہیں جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل جاؤ --- ایک بات میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ ماریا زندہ سلامت رہے گی --- اب جاؤ اس ندی کے ساتھ ساتھ --- خدا حافظ ۔"

اتنا کہہ کر جوگی بابا اٹھا --- اپنا بوریا بستر لپیٹ کر بغل میں دبایا اور جنگل میں چلا گیا --- ناگ نے عنبر سے کہا :

"میرا خیال ہے ہمیں جوگی بابا کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے --- یہ بڑا نیک بزرگ ہے --- اس کی ہدایت پر عمل کر کے ہی میں تمہارا جادو توڑنے میں کامیاب ہوا ہوں ، آؤ یہاں سے کوچ کرتے ہیں --- انشاء اللہ ماریا ہمیں کاویری اور کرشنا کے درمیان والی وادی میں ملے گی --- مجھے جوگی بابا کی باتوں پر یقین ہے ---"

"جیسے تمہاری مرضی میرے دوست ۔"

عنبر نے یہ کہا اور ناگ کے ساتھ ندی کے کنارے کنارے جنوب کی طرف روانہ ہو گیا ---

قبر میں آجاؤ

ماریا کہاں گم ہو گئی؟

ناگ اور عنبر کو ہم ندی پر ہی چھوڑ گئے ہیں اور وہ پیچھے چل کر پتا کرتے ہیں کہ ماریا پر کیا گزری اور وہ کہاں گم ہو گئی؟

جس وقت ناگ پرندہ بن کر بن مانس بادشاہ کے محل سے اڑا اس کے بعد ماریا بھی بن مانسوں کے گھیرے میں سے نکل کر محل کے برآمدے کی طرف آ گئی — چونکہ وہ غائب تھی اور اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس لیے وہ بڑی آسانی کے ساتھ محل کی لمبی چوڑی سیڑھیاں اتر کر محل میں سے باہر نکل آئی اور جنگل میں ندی کی طرف روانہ ہو گئی۔ کیونکہ ناگ نے ندی پر سب کو ملنے کے لیے کہا تھا —

ماریا جنگل میں جس جگہ سے گزر رہی تھی — وہاں جگہ جگہ ٹوٹے ہوئے درخت گرے پڑے تھے اور خالی جگہوں پر چوڑے پتوں والی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں — ماریا جنگل میں چلتی چلی گئی — وہ اپنی سمجھ کے حساب سے ندی کی طرف چلی جا رہی تھی لیکن اصل میں وہ بھٹک گئی تھی اور راستہ بھول کر جنگل کے اس علاقے میں داخل ہو گئی۔ جہاں زمین پر قبریں بنی ہوئی تھیں۔

مگر یہ قبریں ٹوٹی پھوٹی ہوئی تھیں اور ان پر جو کتبے یعنی پتھر لگے تھے وہ گرے پڑے تھے — ماریا نے خیال کیا کہ یہ کسی زمانے میں قبرستان ہوگا۔ وہ آگے بڑھتی گئی — اب اسے بھی احساس ہونے لگا کہ وہ راستہ بھول گئی ہے — کیونکہ اب تک اسے ندی پر پہنچ جانا چاہیے تھا۔ اس نے ہوا میں سانس لے کر سونگھا — ہوا میں ندی کے پانی کی کہیں بھی خوشبو نہیں تھی بلکہ اسے مردوں کے کفن کی بو آئی — اس نے سر جھٹک کر دوبارہ ہوا کو سونگھا

ہوا میں مُردوں کے کفن پر چھڑکے گئے تازہ مشک کافور کی بو رچی ہوئی تھی — ماریا بڑی پریشان ہوئی کہ یہ مردے کی تازہ بو کہاں سے آ رہی ہے جبکہ وہاں جو قبریں تھیں — وہ کئی سال پرانی لگ رہی تھیں —

وہ قبروں میں سے نکل کر ایک کھلی جگہ میں آ گئی — یہاں کی فضا بڑی پُراسرار اور خاموش تھی — آسمان پر بادل ہونے کی وجہ سے روشنی زیادہ نہیں تھی۔ ہوا بھی نہیں چل رہی تھی —

ماریا ایک جگہ رک کر دیکھنے لگی کہ ندی کی طرف کون سا راستہ جاتا ہے — اسے اس علاقے کی کچھ خبر نہیں تھی — صرف اتنا معلوم تھا کہ جنگل میں سے ایک راستہ ندی کو جاتا ہے اور وہ یہ راستہ بھول بیٹھی تھی۔ ماریا کو ایک طرف درختوں کے بیچوں بیچ پانی کی لکیر سی چمکتی نظر آئی۔ اس نے سوچا کہ یہی وہ ندی ہے جہاں ناگ اور عنبر اس کا انتظار کر رہے ہوں گے

وہ تیزی سے اس طرف چلی — جوں جوں وہ آگے بڑھ رہی تھی وہ پانی کی چمکتی لکیر بھی پیچھے ہٹتی جا رہی تھی — ماریا سخت الجھن میں پھنس گئی تھی — سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس طرف جائے، کس طرف نہ جائے۔ اتنے میں بادل گرجا اور بوندا باندی شروع ہوگئی — ماریا ایک گھنے درخت کے نیچے آ کر کھڑی ہوگئی تاکہ وہ بارش سے بچ سکے —

بارش زیادہ تیز نہیں ہو رہی تھی — بس بوندا باندی تھی — ماریا کچھ دیر رکنے کے بعد پھر آگے روانہ ہوئی — اب اس نے دیکھا کہ پانی کی لکیر غائب ہو چکی تھی — خدا جانے وہ پانی کی لکیر تھی کہ کیا آسیب تھا — ماریا جنگل میں راستہ بھول چکی تھی — درختوں میں سے بارش کا پانی ٹپا ٹپ گر رہا تھا — ماریا آگے چلی جا رہی تھی — بادل بڑی زوردار آواز کے ساتھ گرجا — ماریا رک کر ایک درخت کے پیچھے ہوگئی — اس کا خیال تھا کہ کہیں ضرور بجلی گری ہے۔

بادلوں کی کڑک سے سارا جنگل دیر تک گونجتا رہا — ماریا خدا کا نام لے کر دوبارا اپنے نامعلوم سفر پر روانہ ہوئی — ابھی وہ درخت سے تھوڑی ہی دور گئی ہوگی کہ اسے کسی کے گہرے گہرے زوردار سانس لینے کی آواز آئی — آواز ایسی تھی جیسے کوئی تکلیف میں سانس لے رہا ہو۔ ماریا نے چونک کر اس طرف دیکھا جس طرف سے یہ آواز آئی تھی — ادھر کوئی بھی نہیں تھا — درخت ہی درخت تھے، جن میں بارش کی بوندیں لگاتار گر رہی تھیں —

ماریا نے سوچا کہ یہ ضرور اس کا وہم ہوگا — ورنہ یہاں سانس لینے کی کس کی آواز آ سکتی ہے — یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے ندی پر پہنچ جائے تاکہ عنبر اور ناگ سے مل سکے —

وہ تیز تیز چلنے لگی — ایک درخت کے نیچے سے گزرتے ہوئے اس کے پاؤں کو ٹھوکر لگی اور وہ منہ کے بل ایک گہرے گڑھے میں گر پڑی — وہ گرتے ہی اٹھی اور دیکھا کہ وہ ایک کافی گہرے گڑھے میں گیلی گھاس کے گٹھے کے اوپر گری ہے — باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ گڑھے کی گیلی گول دیوار بالکل سیدھی تھی اور وہ اوپر نہیں چڑھ سکتی تھی — کیا کسی نے یہ گڑھا اس کے لیے کھودا تھا تاکہ وہ اس میں پھنس جائے؟ اس نے سوچا — پھر اسے خیال آیا کہ شاید یہ گڑھا جنگلی لوگوں نے شیر یا ہاتھی کو پھانسنے کے لیے کھود رکھا ہو —

لیکن اس جنگل میں تو اسے نہ کوئی ہاتھی نظر آیا تھا اور نہ ہی کوئی جنگلی اب تک نظر آیا تھا — ماریا گھاس کے گٹھے پر سر جھکا کر بیٹھ گئی — اور سوچنے لگی کہ اب وہاں سے کیسے نکلے — گڑھے کے اوپر آسمان بادلوں سے بھرا ہوا تھا اور بارش کی بوندیں درخت کی شاخوں سے ٹپک کر اس پر گڑھے کے اندر گر رہی تھیں — گڑھے میں روشنی بہت کم آ رہی تھی اور ہلکا ہلکا اندھیرا چھایا ہوا تھا — ماریا نے اٹھ کر گڑھے کی دیوار کو دیکھا — دیوار کچی تھی اور اس میں کہیں کہیں سے درختوں کی

جڑیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں —

ماریا نے یونہی ایک جڑ کی شاخ کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو وہاں سے دیوار میں سوراخ ہو گیا — مٹی اپنے آپ نیچے گر پڑی۔ ماریا نے سوراخ کے اندر جھانک کر دیکھا — اسے اندھیرے میں بھی ایک سرنگ نظر آ گئی — کوئی دوسرا ہوتا تو خوف کھا جاتا — مگر ماریا کو اپنے خدا پر بھروسا تھا اور وہ بھی ناگ اور عنبر کی طرح صرف خدا سے خوف کھاتی تھی اور صرف خدا سے ڈرتی تھی — اسے معلوم تھا کہ جو انسان خدا سے ڈرتا ہے، اسے دنیا کی کوئی چیز نہیں ڈرا سکتی اور جو خدا سے نہیں ڈرتا اُسے دنیا کی ہر شے ڈرانے لگتی ہے —

ماریا نے اللہ کا نام لیا اور سوراخ کے اندر داخل ہو گئی۔

یہ ایک تنگ کچی سرنگ تھی — مردے کی مشک کافور کی بُو یہاں بھی آ رہی تھی — اسے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کسی لمبی قبر میں چل رہی ہے — چلتے چلتے اسے دُور روشنی دکھائی دی — یہ سرنگ کا دوسرا منہ تھا — ماریا وہاں پہنچی تو دیکھا کہ سرنگ جنگل میں ایک ایسی جگہ نکل آئی تھی جہاں چاروں طرف قبریں ہی قبریں تھیں — ان قبروں پر کسی جگہ بھی کتبہ یعنی مرنے والے کے نام کا پتھر نہیں لگا تھا جیسا کہ عام طور پر قبروں پر لوگ مردے کا نام لکھ کر لگا دیا کرتے ہیں — ان قبروں پر گھاس اُگی ہوئی تھی — اور پرانی لگتی تھیں — ماریا حیران ہوئی کہ یہاں یہ قبریں کہاں سے آ گئیں —

وہ قبروں میں چلنے لگی — اچانک اسے ایک آواز سنائی دی — یہ آواز کسی عورت کی تھی اور مدد کے لیے پکار رہی تھی — ماریا رک کر غور سے وہ آواز سننے لگی — اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے — آواز رک گئی — ماریا نے کان لگا دیے کہ اب کے آواز آئی تو وہ معلوم کرے گی کہ یہ کہاں سے آ رہی ہے —

آواز پھر بلند ہوئی —

آواز میں دکھی پکار تھی — جیسے کوئی عورت کسی گہرے کنویں کے اندر سے بول رہی ہو۔ ماریا کانپ اُٹھی — یہ آواز جہاں وہ کھڑی تھی، وہاں ایک قبر کے اندر سے آ رہی تھی — ماریا نے قبر کے ساتھ کان لگا دیئے۔ آواز سچ مچ قبر کے اندر سے آ رہی تھی — ماریا نے قبر پر سے مٹی ہٹانا شروع کر دی — قبر کچی تھی — ماریا نے ایک جگہ قبر میں سوراخ کر دیا — اب آواز اس سوراخ میں سے آئی۔ کوئی عورت روتے ہوئے کہہ رہی تھی:

"مجھے یہاں سے نکالو — خدا کے لیے نکالو"

ماریا نے جواب میں کہا:

"فکر نہ کرو، میں تمہاری مدد کو آ رہی ہوں"

ماریا نے جلدی جلدی مٹی ہٹانا شروع کر دی — قبر ایک طرف سے کھل گئی — اب جو ماریا نے دیکھا، وہ بڑا خوفناک منظر تھا — ایک نوجوان لڑکی کفن پہنے قبر میں پڑی تھی — اس کے چہرے پر مٹی بکھری

ہوئی تھی — اس کی آنکھیں خوف کے مارے کھلی تھیں اور وہ لرزتے
ہونٹوں سے بار بار مدد کے لیے پکار رہی تھی — ماریا نے بڑی مشکل
سے اسے باہر نکال کر درخت کے پاس بٹھا دیا — بے چاری لڑکی
پر موت کا خوف تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے آس پاس کے جنگل
کو دیکھ رہی تھی — اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس
کے ہاتھوں نے اٹھا کر قبر سے باہر نکالا ہے —

اس نے ڈرتے ہوئے پوچھا :

"کیا یہ مرنے کے بعد کی دنیا ہے — کیا تم کوئی جنت کی
حور ہو"

کیونکہ اس لڑکی کو ماریا نظر نہیں آ رہی تھی۔

ماریا نے کہا :

"نہیں بہن، میں جنت کی حور نہیں ہوں اور نہ ہی یہ مرنے
کے بعد کی دنیا ہے"

لڑکی نے آنکھیں پھاڑ کر اس طرف دیکھا جدھر سے اسے ماریا
کی آواز آئی تھی اور پوچھا :

"پھر تم مجھے دکھائی کیوں نہیں دیتیں ؟ تم کون ہو ؟"

ماریا نے کہا :

"یہ سب باتیں تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم
کون ہو کس نے قبر میں زندہ دفن کر دیا تھا ؟"

لڑکی نے کہا :

"میرا نام رتنا ہے — میں ساتھ والے کلش دیپ جزیرے کے
ایک غریب ملاح کی بیٹی ہوں — میں اپنی ایک کشتی میں مچھلیاں پکڑنے
نکلی تھی کہ راستہ بھول کر اس جزیرے پر آ گئی" اتنا کہہ کر وہ خاموش
ہو گئی —

ماریا نے پوچھا :

"ہاں ہاں، آگے بتاؤ بہن — پھر کیا ہوا ؟ تمہیں اس قبر میں
کس نے دفن کر دیا ؟"

رتنا کی آنکھوں میں دہشت اور خوف تھا — کہنے لگی :

"کل رات میں اس جنگل میں گھوم رہی تھی کہ میں نے اپنے
سامنے ایک عجیب و غریب انسان کو دیکھا، وہ انسان بھی تھا اور کوئی
بلا بھی تھی — اس کا سارا جسم انسان کا تھا اور اس کے کندھوں پر
گردن اور سر کی جگہ قبر پر لگائی جانے والی پتھر کی سل لگی ہوئی تھی"

ماریا نے حیرانی سے پوچھا :

"تمہارا مطلب ہے، اس کے کندھوں پر قبر کا کتبہ لگا ہوا تھا؟"

"ہاں" رتنا نے ڈرتے ڈرتے کہا : "وہ — وہ ایک خوفناک بلا
تھی۔ اس نے مجھے پکڑ لیا اور میرا سارا جسم سُن ہو گیا — پھر اس نے
مجھے اس قبر میں دفن کر دیا"

رتنا خوف سے کانپ رہی تھی — ماریا نے اسے پانی لا کر پلایا۔

اور حوصلہ دیا — وہ رونے لگی —

"میں ساری رات سارا دن قبر میں پڑی رہی، روتی رہی، چیخ چیخ کر مدد کے لیے پکارتی رہی — خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئیں۔ تم ضرور جنت کی حور ہو اور میں جنت میں ہوں — میں مر چکی ہوں میں جنت میں ہوں۔"

اور رتنا نے پاگلوں کی طرح ہنسنا شروع کر دیا — ماریا نے اسے بڑی مشکل سے خاموش کرایا — رتنا نیم پاگل سی ہو چکی تھی — وہ اٹھی اور جنگل میں ایک طرف بھاگی — ماریا اس کے پیچھے گئی — رتنا ایک قبر سے ٹھوکر کھا کر گر پڑی — ماریا نے اسے اٹھایا اور کہا:

"میری بات غور سے سنو رتنا، میں بھی تمہاری طرح کی انسان ہوں — میں جادو کے ذریعے غائب ہو چکی ہوں — اگر تم نے ہوش سے کام نہ لیا تو تم اپنے ماں باپ سے کبھی نہیں مل سکو گی — مجھے بتاؤ کہ یہاں سے سمندر کتنی دور ہے تاکہ میں تمہیں کشتی میں بٹھا کر تمہارے جزیرے کی طرف روانہ کر سکوں —"

ماریا کی ان باتوں سے رتنا کے کچھ ہوش ٹھکانے آ گئے۔ وہ کچھ سنبھل گئی — اس نے لمبے سیاہ بالوں کو اپنے خوف زدہ چہرے سے ہٹایا اور جدھر سے ماریا کی آواز آ رہی تھی، اس طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"میری مخلص بہن، تمہارا نام کیا ہے؟"

ماریا نے اپنا نام بتایا تو رتنا بولی:

"بہن ماریا! یہاں سے دو میل جنوب میں سمندر ہے۔ وہاں میری کشتی ضرور کھڑی ہو گی — اگر تم مجھے وہاں تک پہنچا دو تو میں اپنے آپ واپس اپنے گھر چلی جاؤں گی — میں سمندری راستے کو خوب جانتی ہوں۔"

ماریا نے رتنا کو ساتھ لیا اور سمندر کی طرف روانہ ہو گئی۔

بوندا باندی ابھی تک ہو رہی تھی اور دن ڈوب رہا تھا — دن کی روشنی کم ہوتی جا رہی تھی — جنگل میں شام ہونے ہی والی تھی — ماریا نے رتنا کو ساتھ لے لیا تھا اور اسے لے کر جنگل میں گھنے درختوں کے نیچے سے ہو کر سمندر کی طرف چلی جا رہی تھی — ماریا کو دور سمندر دکھائی دیا — سمندر کے کنارے رتنا کی کشتی ایک جگہ کھڑی تھی۔ رتنا نے ماریا کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

"بہن ماریا، تم کچھ کہو — لیکن میں جانتی ہوں کہ تم جنت کی حور ہو اور میری جان بچانے یہاں آئی تھیں — میں تمہارا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

ماریا نے کہا:

"بہن، اب میرا ایک کام کر دو — مجھے یہ بتاؤ کہ اس جنگل میں [illegible] کس جگہ پر ہے، کیونکہ مجھے ہر حالت میں وہاں پہنچنا ہے۔"

رتنا نے کہا:

"[illegible] یہاں سے مغرب کی طرف [illegible] جنگل میں [illegible] کرنے کے بعد آ جائے گی۔"

ماریانے رتنا کو خدا حافظ کہا — رتنا کشتی لے کر سمندر میں روانہ ہو گئی جب اس کی کشتی دور سمندر میں نکل گئی تو ماریا ندی کی طرف چل پڑی، بجلی ایسی چمکی کہ ایک دم سے پل بھر کے لیے جنگل میں دن نکل آیا۔ اس کے ساتھ ہی بادل بڑے زور سے کڑکا — ماریا بھی سہم کر ایک درخت کے ساتھ لگ گئی — پھر ایک دم سے بارش شروع ہو گئی — یہ بڑی موسلا دھار بارش تھی اور ماریا کو فوراً درخت کے نیچے رُکنا پڑ گیا — ماریا درخت کے نیچے بیٹھ گئی اور اس پُراسرار انسان کے بارے میں سوچنے لگی جو رتنا کو اسی جنگل کے قبرستان میں ملا تھا اور جس کے کندھوں پر انسانی سر کی جگہ قبر کا کتبہ لگا ہوا تھا۔

ماریا ہنس پڑی — ضرور رتنا نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہوگا مگر سوال یہ تھا کہ پھر رتنا کو قبر کے اندر کس نے دفن کر دیا؟ ہو سکتا ہے یہ کوئی بھوت پریت ہو، لیکن سوال یہ تھا کہ بھوت پریت کو کیا پڑی تھی کہ رتنا کو قبر میں زندہ دفن کرتا — اس قسم کی باتیں سوچتے سوچتے ماریا کو ایک گھنٹہ گزر گیا — بارش رک گئی — ماریا ندی کی طرف روانہ ہوئی —

یہاں جنگل اس قدر گھنا تھا اور درخت اتنے ساتھ ساتھ اُگے ہوئے تھے کہ اوپر جا کر ان کی شاخیں اور ٹہنیاں ایک دوسری میں گھل مل گئی تھیں — ان درختوں پر سے بارش کا رکا ہوا پانی برابر ٹپک رہا تھا — ماریا ندی کی تلاش میں برابر آگے بڑھی جا رہی تھی —

دن ڈوب گیا تھا اور جنگل میں رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا — جنگل چونکہ بڑا گنجان تھا، اس لیے رات سے پہلے ہی وہاں رات پڑ گئی تھی — مگر ماریا اندھیرے میں چونکہ دیکھ سکتی تھی — اس لیے اسے چلنے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی —

ماریا چلتی چلی گئی مگر ندی پھر بھی نہ آئی — بڑی حیران ہوئی کہ آخر ندی کہاں گم ہو گئی ہے کم بخت، دکھائی ہی نہیں دیتی — اب اندھیرا بھی بہت بڑھ گیا تھا — درختوں کے اوپر بجلی چمک رہی تھی اور بادل بہت ہولے گرج رہے تھے — ماریا ہمت ہارنے والی لڑکی نہیں تھی — پانچ ہزار سال کے سفر میں اس نے کئی ایک ڈراؤنے منظر دیکھے تھے اور بڑے بڑے خوفناک واقعات میں سے گزری تھی — دوسرے اسے خدا پر بھروسا بھی بہت تھا — ایک تو اس کا دل انسان کے ساتھ ہمدردی کے جذبات سے بھرا ہوا تھا اور اس نے ہمیشہ دکھی لوگوں کی مدد کی تھی — اسے ناگ اور عنبر کے ساتھ پانچ ہزار سال پیچھے کی طرف سفر کرنا تھا —

کافی سفر باقی تھا — ابھی انہوں نے دو سو برس کا ہی سفر طے کیا تھا۔ خدا جانے ابھی کیسے کیسے خوفناک واقعات انہیں پیش آنے تھے — ماریا کے دل میں خیال آیا کہ کہیں وہ راستہ تو نہیں بھول گئی اور جنگل میں دائرے کی شکل میں ایک ہی جگہ تو نہیں گھوم رہی؟

اس خیال سے ماریا کانپ گئی، کیونکہ اس طرح سے تو وہ خدا جانے کب تک اس جنگل میں گھومتی رہے گی — پھر اس نے سوچا کہ اگر ایسی بات

ہوئی تو وہ واپس سمندر کی طرف نکل جائے گی اور رتن کے جزیرے تک پہنچنے کی کوشش کرے گی تاکہ وہاں سے پھر ہندوستان کے ساحل کا رُخ کرے۔ کیونکہ اُسے یقین تھا کہ ناگ اور عنبر اس کا انتظار کرنے کے لیے ہندوستان کی طرف ہی جائیں گے۔ اس جزیرے کے قریب سب سے بڑا ملک ہندوستان ہی تھا۔

ماریا چلتے چلتے گھنے درختوں کے جنگل سے باہر آگئی۔ یہاں آ کر اس نے دیکھا کہ کھلے آسمان تلے ایک چھوٹا سا میدان ہے — جہاں اونچے اونچے کتنے ہی پتھر کے ستون کھڑے ہیں — بادل کھل گئے تھے۔ آسمان پر پیلے رنگ کا چاند روشن تھا — چاندنی میں پتھر کے ستون صاف دکھائی دے رہے تھے —

ماریا ایک ستون کے پاس چلی گئی — اسے غور سے دیکھا تو وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئی — وہ ستون پتھر کے نہیں تھے بلکہ ان میں جان تھی اور وہ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے جیسے بڑے موٹے موٹے سانپ زمین پر سیدھے کھڑے ہو کر دھیرے دھیرے جھوم رہے ہوں — ماریا نے اس قسم کا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا —

وہ ان زندہ ستونوں سے ہٹ کر چلنے لگی — اسے کوئی خبر نہیں تھی کہ وہ کس طرف جا رہی ہے — اس نے ایک اندازے کے مطابق اپنا رخ چاند کی طرف کر لیا جو مشرق کی طرف سے آسمان پر چمک رہا تھا — ماریا کا خیال تھا کہ سمندر جزیرے کے مشرق کی طرف ہی ہے — زندہ ستون

تھوڑا پیچھے رہ گئے تو ماریا نے دیکھا گھاس کے میدان میں قبروں کے بڑے بڑے پتھر کے چبوترے بنے ہوئے ہیں — ان چبوتروں کے درمیان قبروں کے نشان تھے — مگر کسی قبر پر کتبہ نہیں لگا ہوا تھا — ماریا پراسرار زرد چاندنی میں اس انوکھے قبرستان میں سے گزر رہی تھی — یہاں کہیں کہیں بڑے عجیب قسم کے بھیگے ٹیڑھے درخت اُگے ہوئے تھے — یہ درخت قبروں کے چبوترے پر اپنی شاخیں یوں لٹکائے ہوئے تھے جیسے قبروں کو اٹھا کر اوپر لے جانا چاہتے ہوں —

یہاں سے گزرتے ہوئے ماریا نے ایک بار پھر وہی گہرے گہرے سانس لینے کی آواز سُنی — [illegible] گڑھے میں گرنے سے پہلے بھی جنگل میں سنائی دی تھی — [illegible] کر پیچھے مڑ کر دیکھا — اس کے پیچھے کوئی نہیں تھا — سانس لینے کی آواز اسے ایک بار پھر اپنے بالکل قریب سنائی دی —

ماریا نے اونچی آواز میں پوچھا:

"کون ہو تم؟ سامنے کیوں نہیں آتے؟"

یہ کہہ کر ماریا لپک کر ایک قبر کے چبوترے کے پاس چلی گئی کہ اگر یہ کوئی بھوت پریت ہوا تو اس کی آواز کے اندازے سے اس پر حملہ نہ کر دے۔ وہ اونچی جگہ سے ہٹ جانا چاہتی تھی — جس قبر کے چبوترے پر وہ گئی، حیرانی کی بات تھی کہ وہ قبر کھلی ہوئی تھی — ماریا نے چاندنی میں جب جھک کر قبر کے اندر دیکھا — قبر میں ایک بھوت کھڑا ہوا تھا

اور اس تابوت میں بارش کا پانی ٹپکا ہوا تھا۔ ماریا کے جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی — اس نے سوچا کہ یہ قبر کس کا انتظار کر رہی ہے، اس کا مردہ کہاں چلا گیا ہے؟

اچانک ماریا کو وہی گو سانس لینے کی آواز اپنے بالکل قریب سنائی دی — ماریا نے پلٹ کر دیکھا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اس کے ساتھ والی قبر کے چبوترے کے پیچھے ایک انسان کھڑا تھا۔ اس کے جسم پر کالے کپڑے تھے — اس کا سارا جسم انسانوں ایسا تھا مگر اس کی گردن پر کندھوں کے درمیان انسانی سر کے بجائے کسی قبر کا کتبہ لگا ہوا تھا — ماریا کو رتنا کی سنائی ہوئی داستان یاد آگئی — تو کیا وہ سچی تھی کیا یہی وہ بھوت نما انسان تھا جس نے رتنا کو قبر کے اندر زندہ دفن کر دیا تھا؟

ماریا اب یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس قبر نما انسان نے اسے دیکھا ہے کہ نہیں؟

ماریا چبوترے سے نیچے اتر کر بائیں جانب ہو گئی — ماریا نے دیکھا کہ قبر نما انسان کی گردن پر لگا ہوا کتبہ بھی اسی طرف گھوم گیا تھا — اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اُسے دیکھ رہا ہے لیکن کتبے پر تو کوئی آنکھ نہیں تھی۔ پھر وہ اسے کیونکر دیکھ سکتا ہے؟

ماریا اپنا شک دور کرنے کے لیے قبر نما انسان کی طرف بڑھی۔ چاندنی میں یہ بڑا بھیانک منظر تھا — یہ انسان یا بھوت ایک خوفناک بلا لگتی تھی —

اس کے بازو لمبے تھے — جسم انسانوں کی طرح تھا — سارے جسم پر کالے رنگ کا ایک لمبا چغہ پڑا تھا — گردن غائب تھی — سر بھی نہیں تھا۔ دونوں شانوں کے درمیان گردن والی جگہ پر ایک قبر کا کتبہ رکھا ہوا تھا۔ جس پر کسی اجنبی زبان میں کوئی الفاظ لکھے تھے —

ماریا قریب گئی تو قبر نما انسان کی گردن کا کتبہ ایک دو بار چمک کر یوں بجھ گیا، جس طرح سے بجلی کا ہلکا بلب روشن ہو کر بجھ جاتا ہے۔ پھر ماریا کے کانوں میں گہرے سانس کے ساتھ ایک انسانی آواز آئی:

"اس قبر میں آ جاؤ ماریا — یہ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

ایک بار تو ماریا کانپ اٹھی — اس قبر نما انسان نے نہ صرف اسے دیکھ لیا تھا بلکہ اُسے قبر کے اندر جانے کے لیے کہہ رہا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ اسے وہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔ چنانچہ اس نے بھاگنے کے لیے اپنا قدم اٹھانا چاہا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا پاؤں زمین سے نہیں اٹھ رہا — اس نے دوسرا پاؤں اٹھانا چاہا تو وہ بھی اپنی جگہ سے بالکل ہی نہیں ہل رہا تھا — ماریا پریشان ہو گئی — وہ بیٹھ گئی — اس نے دونوں ہاتھوں سے زور لگا کر پہلے ایک پاؤں اور پھر دوسرا پاؤں اوپر اٹھانے کی کوشش کی — لیکن اس کے دونوں پاؤں نے اپنی جگہ سے ہلنے سے انکار کر دیا — وہ تو جیسے پتھر کے ہو گئے تھے —

اس دوران میں قبر کے کتبے والا انسان سامنے والی قبر کے چبوترے کے پیچھے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا — خدا جانے وہ کس آنکھ سے اسے دیکھ رہا

تھا۔ ماریا اٹھ کر کھڑی ہوگئی ۔۔ قبر نما انسان چبوترے کے پیچھے سے
نکلا اور سیدھا آہستہ آہستہ چل کر اس قبر کے پاس آگیا جو کھلی تھی۔
چبوترے کے پاس کھڑے ہو کر اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے۔
اس کے ساتھ ہی اس کی گردن پر لگا ہوا کتبہ دوبار روشن ہو کر بجھ
گیا۔۔ ماریا کو وہی آواز پھر سنائی دی:

"اپنی قبر میں آ جاؤ ماریا، یہ تمہاری قبر ہے۔"

پھر فضا میں ایک سنسنی خیز قہقہہ گونجا جو اس قدر ڈراؤنا تھا
کہ ماریا کو یوں لگا، جیسے قبر نے قہقہہ لگایا ہو۔۔ اس نے کہا:

"تم کون ہو! اور مجھے قبر میں کیوں بلا رہے ہو؟"

قبر نما انسان نے کوئی جواب نہ دیا۔۔ وہ اس کی طرف بڑھنے لگا
ماریا پیچھے کو بھاگنا چاہتی تھی، مگر اس سے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی
نہیں ہلا جا رہا تھا۔۔ وہ اپنی جگہ پر بے بسی کی حالت میں کھڑی تھی۔۔
قبر نما انسان اس کے قریب آگیا تھا۔۔ ماریا کو مردے کے کفن میں
لگی ہوئی مشک کافور کی تیز بو آنے لگی۔۔ قبر نما انسان نے اپنے دونوں
ہاتھ ماریا کے شانوں پر رکھ دیئے۔۔ ان ہاتھوں کا ماریا کے شانوں پر رکھنا
تھا کہ ماریا کا سارا جسم برف کی طرح ٹھنڈا ہوگیا۔۔ اس قبر نما انسان
کے ہاتھ برف سے زیادہ ٹھنڈے تھے۔۔ ماریا کا سارا جسم پتھر کی طرح ٹھنڈا
اور سخت ہوگیا تھا۔۔ قبر نما انسان نے ماریا کو اپنی بانہوں پر اٹھا لیا اور
اسے لے کر کھلی قبر والے چبوترے کی طرف چل پڑا۔

ماریا سب کچھ دیکھ رہی تھی مگر کچھ نہ کر سکتی تھی۔۔ قبر نما انسان
ماریا کو اٹھائے چبوترے کے اوپر چڑھ گیا۔۔ پھر کھلی قبر میں اتر کر ماریا
کو تابوت میں لٹا دیا۔۔ گیلے ٹھنڈے تابوت میں لیٹتے ہی ماریا کا بدن
کانپ اٹھا۔۔ اتنی ٹھنڈ اس نے کبھی پہلے محسوس نہیں کی تھی۔ قبر نما
انسان قبر سے باہر نکل کر اسے اپنی گردن کا کتبہ جھکا کر دیکھنے لگا۔ کتبے
پر ایک بار پھر روشنی ہوئی اور بجھ گئی۔۔ یہ بھوت اس روشنی کے
ذریعے بات کرتا تھا۔۔ قبر کے پتھر یعنی کتبے کی روشنی ماریا کے کانوں میں
انسانی آواز بن کر داخل ہوتی تھی۔

"ماریا، اب تم قیامت تک اسی قبر میں رہو گی۔"

پھر اس قبر نما انسان نے تابوت کا ڈھکنا بند کر دیا۔۔ تابوت
کے اندر تاریکی چھا گئی۔۔ ماریا کا دل ڈوب سا گیا۔۔ خدا جانے اُسے
اب اس زندہ قبر سے کب باہر نکلنا نصیب ہوگا۔۔ اس نے اپنے پاؤں
ہلانے کی کوشش کی۔۔ اس کے دونوں پاؤں ابھی تک اسی طرح پتھر
کے تھے اور وہ انہیں ہلا نہیں سکتی تھی۔۔ قبر نما انسان نے ماریا کی
کھلی قبر کے اوپر جھاڑیاں ڈال کر اسے ڈھانپ دیا اور خود قبروں کے
چبوتروں میں ہی کہیں گم ہوگیا۔۔

اب ہم عنبر اور ناگ کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہیں۔
جوگی بابا کے کہنے پر دونوں دوست اور بھائی ندی کے ساتھ ساتھ
سمندر کی طرف روانہ ہوگئے تھے۔۔ ماریا کو انہوں نے بے حد تلاش کیا مگر

وہ نہ مل سکی — وہ ماریا کے بغیر وہاں سے نہیں جانا چاہتے تھے مگر جوگی بابا نے پیشین گوئی کی تھی کہ جزیرے پر کوئی بھاری آفت آنے والی ہے اور یہ کہ ماریا انہیں ملک ہندوستان میں دریائے کرشنا اور کاویری کی وادی میں ایک روز مل جائے گی؛ چنانچہ عنبر اور ناگ نے وہ جزیرہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا اور ندی کے ساتھ ساتھ روانہ ہو گئے — یہی وہ ندی تھی جو آگے جا کر سمندر میں جا گرتی تھی اور جس کا کھوج ماریا کو نہیں مل رہا تھا —

عنبر اور ناگ سمندر کے کنارے پہنچ گئے — انہیں ایک کشتی کی ضرورت تھی — جس پر سوار ہو کر وہ پچاس میل کا سمندر پار کر کے ہندوستان کے جنوبی ساحل پر پہنچ سکتے — وہاں کوئی کشتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ دونوں سمندر کے کنارے گھوم پھر کر کشتی تلاش کرتے رہے۔ وہاں کوئی انسان بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا — عنبر نے ناگ سے کہا :

"ناگ! تم کسی ایسے سانپ کو نہیں بلا سکتے جو ہماری مدد کر سکے"

ناگ نے مسکرا کر کہا :

"ان علاقوں میں ایسے سانپ بہت کم ہوتے ہیں اور پھر سمندر تو صرف شیش ناگ ہی ہمیں پار کرا سکتا ہے — جس کے سات سر ہوتے ہیں —"

"تو کوشش کر کے شیش ناگ کو ہی بلا لو —"

ناگ نے کہا :

"شیش ناگ کی ایک خاص قسم کی بُو ہوتی ہے۔ وہ جس علاقے میں ہو اس کی بُو ارد گرد دس میل تک پھیلی ہوتی ہے جسے صرف ہم ہی سونگھ سکتے ہیں، یہاں مجھے وہ خوشبو نہیں آ رہی —"

عنبر بولا :

"تمہارے پاس تو سانپ کا مہرہ بھی ہے — تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ سانپ کا مہرہ منہ میں رکھ کر ہوا میں اڑتے ہوئے ہندوستان کے ساحل پر پہنچ جاؤ اور پھر وہاں سے کوئی کشتی لے کر واپس میرے پاس آ جاؤ — اس طرح سے میں بھی سفر کر سکوں گا"

"خیال تو اچھا ہے — مگر پہلے ہی ماریا ہم سے جدا ہو گئی ہے۔ تمہیں چھوڑ کر جانے کو دل نہیں مانتا —"

عنبر بولا :

"دوست، ماریا بہن کو تو خدا جانے زمین نے اپنے اندر نگل لیا کہ کسی جگہ اس کا سراغ تک نہیں ملا — مگر خیر جوگی بابا کی پیشین گوئی ضرور سچ ثابت ہو گی اور خدا کے حکم سے ماریا ہمیں دریائے کاویری کے کنارے ہندوستان میں ضرور مل جائے گی"

ناگ نے کہا :

"عنبر، اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو میں ہندوستان کے ساحل پر جا کر کشتی لانے کی کوشش کرتا ہوں، لیکن تم اسی جگہ میرا انتظار کرنا —"

عنبر نے جواب دیا:

"میں تمہیں اسی جگہ ملوں گا — اس وقت رات ہونے والی ہے میرا خیال ہے تم صبح تک واپس پہنچ جاؤ گے۔"

"میں صبح سے پہلے پہلے آنے کی کوشش کروں گا۔"

اس کے ساتھ ہی ناگ نے سانپ کا مہرہ منہ میں رکھا اور غائب ہو گیا — غائب ہونے کے بعد وہ زمین سے اوپر اٹھا، بلند ہوا۔ اس نے دونوں بازو پرندے کی طرح فضا میں پھیلا دیے اور سمندر کے اوپر ملک ہندوستان کے جنوبی ساحل کی طرف اڑنا شروع کر دیا —

ناگ سمندر کے اوپر اڑتا جا رہا تھا — تارے بادلوں میں چھپ گئے تھے — ہر طرف گھپ اندھیرا تھا — اوپر آسمان پر کالے بادل تھے — نیچے سمندر کے اوپر رات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا — ناگ اڑتا چلا جا رہا تھا۔ جب اڑتے اڑتے اسے دو گھنٹے گزر گئے تو دور اس نے روشنی دیکھی۔ یہ ہندوستان کا جنوبی ساحل تھا اور اس جگہ کا نام ٹالی مینار تھا۔ یہ ہندوستان کے نقشے کی نکون تھی اور یہاں سے ہندوستان کا ساحل شروع ہو جاتا تھا —

اس کے اوپر مدراس کا صوبہ تھا اور کافی اوپر جا کر مغرب کی جانب دریائے کاویری کے کنارے پر سرنگا پٹم کا علاقہ تھا جہاں اس وقت سلطان ٹیپو کی حکومت تھی جو انگریزوں کے خلاف زبردست آخری جنگ لڑنے کی تیاریاں کر رہا تھا —

ناگ ہندوستان کے ساحل کے اوپر آ گیا —

اس نے اوپر سے دیکھا کہ روشنی ایک جھونپڑی کے اندر سے آ رہی تھی — جھونپڑی میں ایک دیا روشن تھا — ناگ نیچے اتر آیا — اس نے سانپ کا مہرہ منہ سے نکال دیا — ویسے ناگ مہرے کے بغیر بھی پرندہ بن کر بھی اڑ سکتا تھا لیکن اسے غائب ہو کر اڑنا زیادہ پسند تھا — وہ جھونپڑی کے پاس آ گیا — اس نے جھانک کر اندر دیکھا — جھونپڑی کے اندر دیے کی روشنی میں ناگ نے ایک بوڑھے آدمی کو زمین پر پڑے دیکھا — ناگ اس کے قریب گیا تو دیکھا کہ اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا ہوا تھا اور ہاتھ پیٹھ پر ناریل کی رسی سے بندھے تھے — ناگ نے اس کے منہ میں سے کپڑا نکال لیا — بوڑھے نے ناگ کو خوف زدہ نظروں سے دیکھا اور اپنی تامل زبان میں کہا —

"مجھے نہ مارو — بھگوان کے لیے مجھے نہ مارو۔"

ناگ اس کی زبان سمجھ رہا تھا — اس نے بھی تامل زبان میں کہا۔

"بابا، میں تمہیں کیوں ماروں گا — تمہیں کس نے باندھ کر ڈال دیا ہے یہاں؟"

ناگ نے بوڑھے کے ہاتھ کھول دیے — بوڑھا سہما ہوا تھا۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور رونے لگا — ناگ نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور اس کے ساتھ کیا بات ہو گئی ہے —

بوڑھے نے رک رک کر ناگ کو بتایا کہ وہ ماہی گیر ہے اور اس جھونپڑی میں اپنی بیٹی کالی کے ساتھ رہتا ہے — وہ دونوں جھونپڑی میں

سو رہے تھے کہ دو آدمی اندر آئے — ایک کے ہاتھ میں چھرا تھا — اس نے چھرا میری گردن پر رکھ دیا — میری بیٹی کالی جاگ پڑی — اس نے شور مچایا، مگر یہاں کون سنتا تھا — وہ لوگ مجھے باندھ کر میری بیٹی کو لے گئے ہیں —

ناگ نے پوچھا:

"کیا تمہاری ان سے کوئی دشمنی تھی؟"

"نہیں، وہ ڈاکو ہیں — وہ میری بیٹی کو دوسرے ملک لے جا کر بیچ دیں گے۔"

یہ کہہ کر بوڑھا رونے لگا — ناگ نے اسے حوصلہ دیا تو وہ آنسو پونچھ کر بولا:

"تم کون ہو بیٹا؟"

ناگ نے اسے بتایا کہ وہ ادھر ایک کشتی کی تلاش میں آیا تھا۔

"فکر نہ کرو — میں سب سے پہلا کام اب یہ کروں گا کہ تمہاری بیٹی کالی کو ان غنڈوں کے چنگل سے چھڑاؤں گا — کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ لوگ کس طرف گئے ہیں؟"

بوڑھا بولا:

"وہ سمندر کے ساتھ ساتھ شمال کو گئے ہیں — وہاں ضرور ان کی کشتی ہوگی جس میں بیٹھ کر وہ یہاں سے نکل چکے ہوں گے — بیٹا، تم شاید ان کا پیچھا نہ کر سکو۔"

بوڑھے کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھمتے تھے —

ناگ نے کہا:

"تم اسی جھونپڑی میں رہو بابا — میں تمہاری بیٹی کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

ناگ نے بوڑھے کو اس کی جھونپڑی میں چھوڑا اور باہر نکل آیا۔ وہ شمال کی جانب سمندر کے ساتھ ساتھ کچھ دور چلا — جب اسے یقین ہو گیا کہ اب وہ اندھیرے میں آ گیا ہے اور بوڑھا ماہی گیر اسے نہیں دیکھ رہا ہوگا تو اس نے منہ میں سانپ کا مہرہ رکھنے کی بجائے ایک گہرا سانس لے کر کالے سیاہ عقاب کی شکل بدلی اور پھڑپھڑاتا ہوا بلند ہو کر اڑنے لگا — وہ سمندر کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف اڑ رہا تھا عقاب بن جانے سے اس کی نظر بڑی تیز ہو گئی تھی اور وہ اندھیرے میں بھی دیکھ لیتا تھا۔ وہ سمندر کے کنارے کنارے نیچا ہو کر اڑ رہا تھا تاکہ اگر کہیں وہ غنڈے ہوں تو اسے نظر آ جائیں —

رات گھپ اندھیری تھی — سمندر کی بڑی بڑی لہریں دور دور سے آ کر سفید جھاگ اڑاتے ہوئے کنارے سے ٹکرا کر واپس جا رہی تھیں — اس وقت بھی آسمان پر گھنے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے پھر ہوا تیز ہو گئی اور سمندر کی لہریں بھی زیادہ جوش میں آ گئیں — ناگ برابر آگے ہی آگے اڑ رہا تھا اور نیچے بھی دیکھتا جا رہا تھا۔

آتش فشاں پھٹ پڑا

ایک جگہ ناگ کو انسانی سایا دکھائی دیا۔

ناگ اور نیچے آگیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک آدمی سمندر کی جانب سے درختوں کے جھنڈ کی طرف بھاگ رہا تھا۔ ناگ غوطہ لگا کر رات کے اندھیرے میں درخت کی سب سے نچلی شاخ پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ آدمی درختوں کے پاس آیا تو وہاں سے ایک اور آدمی باہر نکلا۔ اس دوسرے آدمی کے ہاتھ میں چمکتا ہوا چھرا تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہی وہ غنڈے ہیں جو بوڑھے ملاح کی بیٹی کالی کو اغوا کر کے لے آئے ہیں۔ سوال یہ تھا کہ انہوں نے چھرا کس لیے نکال رکھا ہے؟

ناگ پھڑ پھڑا کر اڑا اور جہاں دونوں آدمی کھڑے تھے ان کے اوپر والے درخت پر آ کر بیٹھ گیا تاکہ ان کی گفتگو سن سکے۔ پھڑ پھڑاہٹ ہوئی تو دونوں نے اوپر دیکھا۔

"یہ عقاب رات کے وقت یہاں کہاں سے آگیا؟ اس قسم کے عقاب تو ادھر نہیں ہوا کرتے۔"

دوسرے آدمی نے کہا:

"تم اس عقاب کو گولی مارو اور یہ بتاؤ کہ وہ لوگ کشتی لے کر آ رہے ہیں کہ نہیں؟"

پہلے والا آدمی بولا:

"معاملہ گڑ بڑ لگتا ہے۔ موسم خراب ہو رہا ہے۔ سمندر میں کوئی خوفناک طوفان آتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ لوگ کشتی لے کر نہیں آئیں گے، میرا خیال ہے، ہمیں رات اسی جگہ بسر کرنا ہوگی۔ صبح شاید وہ لوگ پہنچ جائیں۔"

دوسرے آدمی نے جواب دیا:

"لڑکی کو قابو میں رکھنا ہوگا، ہم اسے درخت کے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔"

دونوں بدمعاش آدمی درختوں کے اندر اندھیرے میں چلے گئے۔

ناگ کو اب وہ دکھائی نہیں دیتے تھے۔ وہ خوش تھا کہ غریب اور بوڑھے ماہی گیر کی بیٹی کا سراغ مل گیا۔ وہ درخت پر بیٹھے بیٹھے ہی کالا سانپ بن کر نیچے اتر آیا۔ گھاس اور جھاڑیوں میں رینگتے ہوئے وہ اس درخت کے قریب آگیا، جس کے ساتھ دونوں بدمعاش ماہی گیر کی بیٹی کو باندھ رہے تھے۔ لڑکی کا ڈر اور دہشت کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔ بے چاری سے چیخا بھی نہیں جا رہا تھا۔ نیم مردہ سی ہو رہی تھی۔

ناگ دوسری طرف سے ہو کر ان بدمعاشوں کے سامنے آگیا اور پھنکار مار کر اپنا پھن اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ چھ فٹ سانپ کو اندھیرے میں

کسی نے نہ دیکھا، مگر پھنکار سن کر ایک نے دوسرے سے کہا:

"یہاں سانپ ہے، بھاگ چلو۔"

اس کے ساتھی نے کہا:

"ارے ڈرتے کیوں ہو۔ سانپ ہے کوئی بھوت نہیں ہے۔ آ جائے، کم بخت اسے بھی چھرے سے دو ٹکڑے کر دوں گا۔"

ناگ کو بدمعاش کی اس بات پر ہنسی آ گئی۔ کم بخت اپنے انجام سے بے خبر تھا۔ لیکن ناگ کو اس کی چھری سے بھی بچنا تھا۔ ناگ نے ایک اور پھنکار ماری اور رینگ کر ان دونوں کے سامنے پانچ قدم کے فاصلے پر آ گیا۔ پہلے والا آدمی ڈر کر پیچھے ہٹا۔

"سانپ۔ کالا ناگ۔"

دوسرے آدمی نے بھی سانپ کو دیکھ لیا تھا۔ اس نے چھرا اٹھا کر پوری طاقت سے نشانہ باندھ کر ناگ کی طرف پھینکا۔ ناگ خوش قسمت تھا کہ بچ گیا۔ چھرا اس کی گردن کے بالکل قریب سے ہو کر آگے نکل گیا۔ ناگ کو سخت غصہ آیا۔ وہ بار بار پھنکارنے لگا۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور درخت کے پیچھے چھپ کر ببر شیر کی شکل بدل لی اور زور سے دھاڑا۔ اس کی دھاڑ سے سارا جنگل گونج اٹھا۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں بدمعاش فرار ہو سکتے، شیر ان کے سر پر پہنچ گیا۔ دونوں بدمعاش شیر کو اپنے بالکل سامنے پا کر خوف سے تھر تھر کانپنے لگے۔ درخت کے ساتھ بندھی ہوئی لڑکی کا بھی خون خشک ہو گیا۔

شیر ان بدمعاشوں کو بھاگنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ زندہ رہ کر دوسری لڑکیوں کو بھی اغوا کر سکتے تھے۔ ایسے لوگوں کا مر جانا ہی اچھا ہوتا ہے جو دوسروں کے معصوم بچوں کو اغوا کر کے لے جاتے ہیں۔

شیر گرجا، سمٹا، پنجے سکیڑے اور پھر ایک زبردست چھلانگ لگا کر دونوں بدمعاشوں کو زمین پر گرا کر دبوچ لیا۔ شیر کا ایک ایک تھپڑ ہی ان دونوں بدمعاشوں کی گردنیں توڑنے کے لیے کافی تھا۔ دونوں بے جان ہو کر جھاڑیوں میں پڑے تھے۔ شیر نے ایک نظر درخت سے بندھی ہوئی لڑکی کو دیکھا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔

جھاڑیوں کے پیچھے آ کر ناگ شیر سے دوبارہ انسانی شکل میں آ گیا۔ وہ جھاڑی کی اوٹ سے نکل کر ماہی گیر کی بیٹی کے پاس آیا اور بولا:

"بہن ڈرو نہیں، شیر جا چکا ہے اور میں تمہیں تمہارے باپ کے پاس لے جانے کے لیے آیا ہوں۔"

لڑکی کے مردہ جسم میں پھر سے طاقت آ گئی۔ ناگ نے اس کی رسی کھول کر اسے آزاد کیا اور اپنے ساتھ لے کر سمندر کے کنارے کنارے اس کے باپ کے جھونپڑے کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہوا زیادہ تیز ہو گئی تھی اور سمندر کی لہریں دور دور سے اچھل اچھل کر کنارے کی طرف چلی آ رہی تھیں۔ ماہی گیر بوڑھا اپنی بیٹی کو دیکھ کر خوشی سے رو

پڑا — اس نے بچی کو سینے سے لگا لیا اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے ناگ
کا شکریہ ادا کیا اور بیٹی کو بتایا کہ اگر یہ نوجوان یہاں نہ آتا تو وہ کبھی
بدمعاشوں کے چنگل سے آزاد نہ ہو سکتی تھی —

لڑکی نے بھی ہاتھ باندھ کر ناگ کا شکریہ ادا کیا — ماہی گیر
بوڑھے نے جھونپڑی سے باہر آکر تاریک رات میں طوفان کے آثار دیکھے
اور ناگ سے کہا:

"بیٹا، کوئی بہت بڑا طوفان آ رہا ہے — اس ہوا میں کھلے
سمندروں میں اٹھنے والی پہاڑ ایسی لہروں کی بُو ہے — میرا خیال ہے
ہمیں یہاں سے نکل کر جنگل کے اندر چلے جانا چاہیے۔"

ناگ کو عنبر کی فکر تھی جو پیچھے نکش دیپ کے جزیرے میں اس کا
انتظار کر رہا تھا — اس نے کہا:

"بابا! میرا ایک ساتھی پیچھے میری راہ دیکھ رہا ہے — مجھے آج
رات اس کے پاس ضرور پہنچنا ہے — میں اسے طوفان سے بچا کر یہاں
لانا چاہتا ہوں — مجھے تم اپنی کشتی دے دو — میں اسے لے کر دن
نکلنے سے پہلے پہلے یہاں پہنچ جاؤں گا۔"

ماہی گیر نے فکرمند ہو کر کہا:

"بیٹا، طوفان آ رہا ہے، تم ایسے میں کشتی لے کر اکیلے کیسے سمندر
میں نکلو گے — رات بھر ٹھہر جاؤ۔ صبح طوفان تھمے گا تو چلے جانا۔"

مگر ناگ نہ مانا — اس نے ماہی گیر اور اس کی بیٹی کو جنگل کے اندر

کی طرف روانہ کیا اور خود کشتی لے کر طوفانی سمندر میں نکل آیا — ہوا نے
آندھی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ سمندر میں بڑی بڑی موجیں اٹھ رہی تھیں
کشتی ادھر ادھر ڈول رہی تھی — رات کا پچھلا پہر ہو رہا تھا — گھنٹے ڈیڑھ
گھنٹے بعد صبح ہونے والی تھی — ناگ کشتی کو طوفانی سمندر میں بھی چلائے
لیے جا رہا تھا لیکن اب طوفان خوفناک ہو گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ
سمندر اردگرد کے سارے جزیروں کو تہس نہس کر دے گا — پھر سمندر
کے اندر چھوٹے چھوٹے دھماکے ہونے شروع ہو گئے جیسے سمندر کے
اندر آتش فشاں پہاڑ پھٹ رہے ہوں — سمندر میں پہاڑ اتنی بڑی
بڑی لہریں اٹھنے لگیں — ناگ کی کشتی الٹ گئی — ناگ عقاب بن
کر ہوا میں اڑنے لگا — وہ عنبر کے جزیرے کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا
اگرچہ تیز آندھی کے تھپیڑے اس کا راستہ روک رہے تھے مگر وہ برابر
آگے بڑھ رہا تھا —

اس کے نیچے سمندر قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا — ایسے
دھماکے ہو رہے تھے جیسے سمندر میں ایٹم بم پھٹ رہے ہوں۔ موجیں
آپس میں ٹکرا ٹکرا کر اوپر کو اٹھ رہی تھیں — ایسا لگتا تھا کہ قیامت
آ گئی ہے۔ ناگ اور بلند ہو کر اڑنے لگا — اسے نکش دیپ کا جزیرہ
اندھیرے میں نظر آ گیا — جزیرے کے درخت جڑوں سے اکھڑ اکھڑ کر
گر رہے تھے —

وہاں زبردست بھونچال آیا ہوا تھا — سمندر کی بڑی بڑی پہاڑوں

ایسی موجیں جزیرے کے اندر تک جا کر درختوں کو توڑ مروڑ رہی تھیں۔۔ ناگ نے جزیرے کے اوپر کا چکر لگایا۔۔ بن مانس محل بھونچال کے جھٹکوں سے تباہ و برباد ہو چکا تھا۔۔ بڑے بڑے پتھر، چھتیں، ستون اور دیواریں زمین پر گری پڑی تھیں۔۔ بن مانس سب کے سب ہلاک ہو چکے تھے۔۔ شاید یہی وہ طوفان تھا جس کی خبر جوگی بابا نے پہلے ہی کر دی تھی اور عنبر اور ناگ سے کہا تھا کہ وہ اس جزیرے سے جتنی جلدی ہو سکے نکل جائیں۔۔ ناگ کو عنبر کی اتنی زیادہ فکر نہیں تھی جتنی فکر ماریا کی تھی۔۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ ماریا اس وقت اسی جزیرے کے ایک پُراسرار قبرستان میں ایک قبر کے اندر تابوت میں نیم بے ہوش پڑی ہے اور اس کے پاؤں پتھر کے ہو چکے ہیں۔۔ وہ قبر نما انسان کی قید میں تھی۔۔ شاید اس لیے وہ بچ بھی گئی تھی نہیں تو اتنا زبردست بھونچال اور سمندری طوفان ماریا کو زندہ نہ چھوڑتا۔

ناگ جزیرے کے اوپر اوپر اُڑ رہا تھا۔۔ نیچے سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں تھا۔۔ آخر تباہی ختم ہو گئی۔۔ طوفان رُک گیا۔۔ دن کی روشنی بادلوں میں سے نکل کر جزیرے پر پھیل گئی۔۔ جزیرے میں کوئی درخت صحیح و سالم نہیں تھا۔۔ ایسا لگتا تھا کہ کسی بہت بڑے جن نے درختوں کو پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔۔

ناگ اتنا جانتا تھا کہ عنبر زندہ ہوگا۔۔ یہ طوفان اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا ہوگا۔۔ اس نے عنبر کی تلاش شروع کر دی۔ وہ جزیرے

پر اتر آیا اور انسانی شکل میں اسے ڈھونڈنے لگا۔ کافی دیر تک وہ عنبر کو تلاش کرتا رہا۔۔ اس نے سارا جزیرہ چھان مارا۔۔ عنبر کو زور زور سے آوازیں بھی دیں مگر اس کا کہیں پتا نہ چل سکا۔۔ عنبر نہ جانے کہاں گم ہو گیا تھا۔۔ ماریا کی طرح اُسے بھی جزیرے نے اپنے اندر گم کر لیا تھا ناگ نے ایک گہرا سانس لیا اور سیاہ عقاب بن کر فضا میں بلند ہو گیا وہ پھر اڑ رہا تھا کہ اچانک اسے جنگل کے گرے پڑے درختوں میں عنبر دکھائی دیا ناگ غوطہ لگا کر عنبر کے اوپر آگیا۔۔ پھر وہ نیچے اترا اور دوبارہ انسانی شکل میں آگیا۔۔ اس نے عنبر کو آگے بڑھ کر گلے لگایا اور کہا:

"میں تو ماریا کی طرح تمہاری طرف سے بھی نا امید ہو گیا تھا۔ اس قدر خوفناک طوفان تھا کہ خدا یاد آگیا۔"

عنبر نے کہا:

"میں درختوں کے نیچے دب گیا تھا۔ بڑی مشکل سے نکل کر آ رہا ہوں۔ یہ بن مانس کہاں سے آگیا؟"

ناگ نے بن مانس کی طرف دیکھ کر کہا:

"شاید یہ بن مانس محل کی آخری نشانی باقی رہ گئی ہے۔"

بن مانس نے جب ایک کی بجائے دو انسانوں کو دیکھا تو وہیں کھڑے کھڑے ایک زبردست چیخ ماری۔۔ دونوں ہاتھوں سے غصے میں اپنا سینہ پیٹا اور عنبر اور ناگ کی طرف حملہ کرنے کے لیے دوڑا۔

ناگ نے کہا:

"کیا خیال ہے عنبر! اس کے ساتھ کیا سلوک کریں؟"

عنبر نے کہا:

"وہی جو سکندر نے پورس کے ساتھ کیا تھا۔"

ناگ ہنس پڑا:

"نہیں یار! یہ درندہ اگر زندہ رہا تو لوگوں کو نقصان پہنچائے گا۔ یہ آدم خور ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے، اسے ختم کر دینا چاہیے۔"

عنبر نے کہا:

"تو پھر تم ہی یہ کام کرو۔"

ناگ بولا:

"جیسے تمہاری مرضی۔"

اس عرصے میں بن مانس چیختا چلاتا غصے میں سینہ کوٹتا ان کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ عنبر پیچھے ہٹ گیا۔ ناگ نے ایک گہرا سانس لیا اور انسان کی جگہ ایک بہت بڑا ہاتھی بن گیا۔ بن مانس چکر کھا گیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہاتھی نے اپنی سونڈ آگے بڑھائی کہ بن مانس کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ لیکن بن مانس ہوشیار تھا، چوکس تھا۔ وہ نیچے بیٹھ گیا اور وار بچا کر ہاتھی کی پیٹھ پر سوار ہو کر اسے پنجے مارنے لگا۔ ہاتھی نے سونڈ اوپر اٹھائی، مگر بن مانس اس کی سونڈ میں نہ پھنس سکا۔ ناگ گھبرا گیا کہ کہیں کم بخت اس کی پیٹھ کو زیادہ زخمی نہ کر دے۔ اس نے گہرا سانس لیا اور ایک دم سے ہاتھی غائب ہو گیا۔

ہاتھی کے غائب ہوتے ہی بن مانس دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ وہ ایک بار پھر چکر کھا گیا کہ اس کے ساتھ کیا جادوگری کا تماشا ہو رہا ہے اور وہ جس کے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے، آیا وہ ہاتھی ہے! انسان ہے یا کالا عقاب ہے!

عنبر کچھ دور کھڑا یہ سارا خونی دنگل دیکھ رہا تھا۔ ناگ سانپ نہیں بننا چاہتا تھا۔ خطرہ تھا کہ اگر وہ سانپ بنا تو بن مانس اسے ہاتھوں یا پاؤں میں کچل دے گا۔

ناگ اب پھر سیاہ عقاب بن کر فضا میں بلند ہو گیا۔ اس نے ایک غوطہ لگایا اور بن مانس کی ایک آنکھ نوچ کر لے گیا۔ بن مانس تکلیف سے چیخا اور اچھلنے کودنے لگا۔ وہ عنبر کی طرف دوڑا۔ کیونکہ اب اسے وہی ایک انسان دکھائی دے رہا تھا۔ عنبر نے بھی ناگ کی مجبوری کو محسوس کر لیا تھا، وہ بھی بن مانس کی طرف بڑھا۔ بن مانس نے اسے گردن سے دبوچنا چاہا۔ عنبر کے اندر اس کی ساری طاقت جمع ہو چکی تھی۔ اس نے بن مانس کو ٹانگ سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور اتنی زور سے گھما کر چھوڑا کہ وہ آسمان کی طرف بلند ہو کر بڑی زور سے زمین پر جا گرا۔

بن مانس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ اب وہ زمین سے نہیں اٹھ سکتا تھا۔ ناگ زمین پر اتر آیا، وہ پھر سے انسان بن گیا۔ دونوں بن مانس کی طرف بڑھے۔ وہ شدید زخمی حالت میں زمین پر پڑے پڑے کراہ

رہا تھا، غرّا رہا تھا۔ غصے سے گرج رہا تھا لیکن اٹھ نہیں سکتا تھا۔ عنبر نے کہا:

"اب یہ اسی جگہ اپنے آپ مر جائے گا۔ چلو اب اس جزیرے سے نکل جاتے ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"ماریا کو ایک بار تلاش تو کر لیں۔"

عنبر بولا:

"میرا خیال ہے، اُسے تلاش کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ جوگی بابا نے کہا تھا کہ وہ ہمیں اب ویرانے کا پری کی وادی میں ملے گی۔ جوگی بابا کی خوفناک طوفان کی پیشین گوئی درست نکلی ہے۔ مجھے یقین ہے، اس کی ماریا والی پیشین گوئی بھی سچ ثابت ہوگی۔ اس لیے ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ کیونکہ جزیرہ ڈوب رہا ہے۔ اس کے اندر ابھی تک آتش فشاں کے چھٹے ہو رہے ہیں۔"

ناگ اور عنبر سمندر کے کنارے ایک جگہ پہنچ کر رک گئے۔ انہیں کسی کشتی کی تلاش تھی جس پر سوار ہو کر وہ سمندر میں سفر کر کے ہندوستان کے ساحل تک پہنچ سکیں۔ لیکن کشتی کا وہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

ناگ نے کہا:

"میرا خیال ہے، کیوں نہ ہم ایسا کریں کہ میں سانپ کا مہرہ منہ میں رکھ کر غائب ہو جاتا ہوں۔ تم میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ اور میں تمہیں

لے کر اُڑنے کی کوشش کروں گا۔"

عنبر نے کہا:

"کیوں نہ میں سانپ کا مہرہ اپنے منہ میں رکھ کر اڑوں اور تم پرندہ بن کر میرے ساتھ اُڑو۔"

ناگ بولا:

"شاباش، ایسا ہو سکتا۔ یہ سانپ کا مہرہ صرف اسی کو غائب کر کے اڑا سکتا ہے جو خود سانپ سے انسان کی شکل میں آیا ہوا ہو۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم میرے کندھے پر بیٹھ جاؤ، میں اڑنے کی کوشش کروں گا۔"

عنبر ناگ کے کندھے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ ناگ نے خدا کا نام لے کر سانپ کا مہرہ منہ میں رکھا تو وہ غائب ہو گیا۔ غائب ہونے کے ساتھ ہی وہ زمین سے بلند ہونے لگا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ عنبر کے بوجھ کی وجہ سے وہ زیادہ اونچا نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ زمین سے دس فٹ اونچا ہی ہو سکا۔ اس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے اور اڑنا شروع کر دیا۔ سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ عنبر غائب نہیں تھا۔ وہ نظر آ رہا تھا۔ کوئی اُسے اگر دیکھتا تو بالکل ایسے لگتا کہ ایک آدمی زمین سے دس فٹ اونچا کسی شے پر بیٹھا ہے اور اُڑ رہا ہے۔

ناگ نے کہا:

"عنبر، میں اس سے زیادہ اونچا نہیں ہو سکتا۔ تم جم کر بیٹھے

"پھر کیا ہوگا — یہی نا کہ میں پرندہ بن کر اڑنے لگوں گا اور تم سمندر میں تیرنا شروع کر دینا — نہ تم تھک سکتے ہو اور نہ سمندر تمہیں ڈبو سکتا ہے۔"

اسی طرح آپس میں باتیں کرتے دونوں سمندر کی سطح سے دس فٹ کی بلندی پر ہندوستان کے ساحل کی طرف اڑے چلے جا رہے تھے —

آسمان پر بادل اسی طرح چھائے ہوئے تھے۔ مگر دن کی روشنی بھی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی — بارش بالکل نہیں ہو رہی تھی۔ عنبر نے نیچے دیکھا — سمندر کی نیلی موجیں اوپر اٹھ اٹھ کر اسے پکڑنے کی کوشش کر رہی تھیں — اس نے ایک بہت بڑی خونخوار شارک مچھلی کو دیکھا جو عنبر کے خون کی بو پا کر اس کے پیچھے پیچھے سمندر میں چلی آ رہی تھی اور جہاں عنبر ہوا میں ناگ کے کندھے پر بیٹھا اڑا جا رہا تھا وہاں نیچے آ کر وہ اچھل کر عنبر کو دبوچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

ناگ نے کہا:

"کہیں یہ کم بخت شارک تمہارا پاؤں نہ پکڑ لے۔"

عنبر بولا:

"پھر کیا ہوگا — مجھے تو تمہاری فکر ہے۔ تمہیں تو یہ ایک سیکنڈ میں ہڑپ کر جائے گی۔"

ناگ نے ہنس کر کہا:

رہنا اور ہرگز نہیں گھبرانا — فکر نہ کرو، تم گرو گے نہیں۔"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"پیارے دوست! میں گھلنے والے دن پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ تم بے فکر ہو کر اڑتے جاؤ — میں اگر سمندر میں گر بھی پڑا تو کیا فرق پڑے گا۔ تم مجھے پھر پکڑ کر اٹھا لینا۔"

ناگ نے سمندر کے اوپر اڑنا شروع کر دیا۔ اگرچہ طوفان تھم چکا تھا مگر سمندر کی لہریں اب بھی اٹھ اٹھ کر ساحل کی طرف جا رہی تھیں۔ یہ موجیں کبھی کبھی ناگ کے پاؤں سے بھی ٹکرا جاتی تھیں۔ وہ اونچا ہو کر اڑنے کی بڑی کوشش کرتا مگر عنبر کے بوجھ کی وجہ سے وہ اس سے زیادہ بلند نہیں ہو سکتا تھا —

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"اگر کوئی تمہیں اس طرح اڑتا ہوا دیکھ لے تو غش کھا جائے کہ یہ کون بھوت آدمی ہے کہ ہوا میں بیٹھا ہے اور اڑا جا رہا ہے۔"

پھر اس نے عنبر سے کہا:

"میرے پاؤں سمندر کی لہروں سے ٹکرا رہے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"دوست، تم اپنا خیال کرنا — اگر تم سمندر میں گر گئے تو مشکل پڑ جائے گی۔"

ناگ بولا:

"میں ایک پل میں اس سے بھی بڑی ویل مچھلی بن کر اسے
پہلے ہی ہڑپ کر جاؤں گا۔"

شارک مچھلی نے کچھ دور تک عنبر کا تعاقب کیا، پھر واپس چلی
گئی۔ ہندوستان کا ساحل دکھائی دینے لگا تھا۔ ناگ نے عنبر کو
بوڑھے ماہی گیر کی بیٹی کو غنڈوں سے بچانے کا واقعہ بھی راستے میں
ہی سنایا۔ عنبر نے پوچھا:

"اگر وہ ماہی گیر مل جائے تو اس سے ہم دریائے کاویری کو
جانے والے راستے کا پتا پوچھ سکتے ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"اتنے خوفناک طوفان میں وہ خدا جانے جنگل میں کہاں سے
کہاں نکل گیا ہو گا۔ بہرحال کنارے پر پہنچ کر اسے تلاش کرنے کی
کوشش کریں گے۔"

دونوں دوست ہندوستان کے ساحل پر پہنچ کر زمین پر اتر
گئے۔ طوفان نے یہاں بھی ہر طرف تباہی پھیلا رکھی تھی۔ ماہی گیر کی
جھونپڑی کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ ساحل پر جتنے ناریل کے درخت
تھے۔ سب جڑوں سے اکھڑ گئے تھے۔ سمندر کی بپھری ہوئی موجوں نے
دور جنگل تک تباہی پھیلائی ہوئی تھی۔

عنبر نے کہا:

"میرا خیال ہے اس جنگل میں ماہی گیر کو تلاش کرنا بیکار ہو گا۔

وہ اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر شہر کی طرف چلا گیا ہو گا۔"

ناگ نے منہ سے سانپ کا مہرہ نکال لیا تھا اور اب وہ عنبر
کے ساتھ ساحل پر گیلی ریت اور گری پڑی جھاڑیوں میں چل رہا تھا۔
ایک رستہ اِدھر اُدھر سے ہو کر جنگل کے ساتھ ساتھ آگے جا رہا تھا۔
دونوں دوست اس راستے پر روانہ ہو گئے۔ کافی دور چلنے کے بعد
انہوں نے ایک کالے رنگ کے دُبلے پتلے ماہی گیر کو دیکھا جو ایک
جگہ کیچڑ میں پھنسی ہوئی اپنی چھوٹی کشتی کو باہر نکال رہا تھا۔ عنبر
اور ناگ کو آتے دیکھ کر وہ کام چھوڑ کر انہیں تکنے لگا۔

یہ جنوبی ہند کا علاقہ تھا اور آج سے دو سو برس پہلے کا زمانہ
تھا جب کہ انگریز شمالی ہند پر قبضہ کرنے کے بعد جنوب کی طرف
میسور کے علاقے پر قبضہ کرنے کے لیے شیرِ میسور سلطان ٹیپو کے خلاف
آخری جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس علاقے میں ہندو بھی رہتے تھے
ویسے ہندوؤں کی تعداد زیادہ تھی۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں اسلام کا
نور پھیلانے کے لیے کئی مسلمان بزرگ تشریف لائے اور انہوں نے
یہاں اسلام کی شمع روشن کی۔

عنبر اور ناگ اگرچہ مصر کے رہنے والے تھے اور ملکہ قلوپطرہ
کے زمانے سے سفر کرتے کرتے اب پانچ ہزار سال کی تاریخ پر سے
گزر کر واپس قلوپطرہ کے زمانے کی طرف جا رہے تھے لیکن ان کے
رنگ سانولے تھے اور اتنے کالے نہیں تھے جتنا کالا رنگ جنوبی ہند

کے اس علاقے کے لوگوں کا تھا۔ ماہی گیر کے قریب پہنچ کر عنبر نے
اس سے پوچھا:
"بھائی یہاں سے شہر کی طرف کون سا راستہ جاتا ہے؟"
یہ سوال عنبر نے تامل زبان میں کیا تھا جو جنوبی ہند کی بولی
تھی۔
ماہی گیر نے کہا:
"تم کہاں سے آ رہے ہو؟"
ناگ نے کہا:
"بھائی یہ مت پوچھو۔ طوفان کے مارے ہوئے ہیں۔ ہماری
کشتی ڈوب گئی تھی۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں تک پہنچنے میں
کامیاب ہوئے ہیں۔"
ماہی گیر نے کہا:
"شہر بہت دور ہے۔ اس راستے پر چلتے جاؤ۔ آگے ایک چھوٹا
دریا آئے گا۔ اس کے پار قصبہ منڈام ہے۔ وہاں سے تمہیں بیل
گاڑی مل جائے گی۔ تم اس پر سفر کرتے ہوئے دو روز میں شہر
پہنچ جاؤ گے۔"
عنبر اور ناگ کا شہر پہنچنا بہت ضروری تھا، کیونکہ شہر پہنچ کر ہی
وہ میسور کے شہر سرنگا پٹم کے ساتھ بہتے دریائے کاویری تک پہنچ سکتے
تھے۔ یہی وہ مقام تھا جہاں ماریا کے دوبارہ ملنے کی امید تھی۔ عنبر اور ناگ

نے ان کا شکریہ ادا کیا اور آگے روانہ ہو گئے۔ دریا کا پل آگیا۔ یہ
ایک چھوٹا دریا تھا۔ اور اس پر رسیوں کی مدد سے پل بنایا گیا تھا۔
دریا کے دوسری جانب دور ناریل اور سپاری کے درختوں میں ایک گاؤں
دکھائی دیا۔
اس گاؤں میں کسان رہتے تھے۔ تیز آندھی اور دریا کے سیلاب
کی وجہ سے اس گاؤں میں بھی تباہی پھیلی ہوئی تھی۔ عنبر اور ناگ
کسی نہ کسی طرح ایک بیل گاڑی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔
گاڑی بان ایک تامل کسان تھا۔ وہ انہیں گاڑی میں بٹھا کر منڈام شہر
کی طرف روانہ ہوا۔
عنبر کے پاس چاندی کے چند ایک سکے تھے۔ آدھے سکے اس
نے گاڑی بان کو دے دیے تھے۔ باقی چار سکے بچے تھے جو اس نے
شہر پہنچ کر فوری خرچ کے لیے سنبھال لیے تھے۔
بیل گاڑی سارا دن سفر کرتی رہی۔ رات کو انہوں نے ایک جگہ
جنگل کے کنارے آرام کیا۔ دوسرے دن پھر سفر شروع ہو گیا۔ دو دن کے
سفر کے بعد تیسرے دن صبح کو وہ منڈام شہر پہنچ گئے۔ آج سے دو سو
برس پہلے کا یہ شہر بڑا پُرسکون تھا۔ نہ موٹر، نہ رکشا، نہ بس، نہ سکوٹر
اور نہ ریلوے انجنوں کی چھک چھک اور نہ ٹرکوں کا شور۔ سکون کے ساتھ
یہ کچے کوٹھوں اور ڈھلانی چھتوں والا شہر آباد تھا۔ آبادی زیادہ نہیں
تھی۔ سڑکیں کچی تھیں، جن پر بیل گاڑی ہی ایک سواری تھی جو کہیں کہیں

دکھائی دے جاتی تھی — گھوڑوں پر سوار لوگ کہیں نظر نہیں آ رہے تھے —

عنبر اور ناگ ایک سرائے میں جا کر اُتر گئے —

یہاں لوگ چاول کے ساتھ سبزی اور سرخ مرچیں پیس کر کھاتے تھے — اتنی تیز مرچ عنبر اور ناگ نے پہلے کبھی نہیں کھائی تھی — یہاں سے ایک بیل گاڑیوں کا قافلہ شہر وزیگاپٹم کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔ جو میسور کے صوبے میں تھا —

عنبر اور ناگ نے سارے چاندی کے باقی سکے قافلے والے کو دے دیئے اور قافلے کے ساتھ شامل ہو کر شہر وزیگاپٹم کی طرف روانہ ہوئے — یہ شہر سرنگاپٹم اور دریائے کاویری کی وادی سے چند میل کے فاصلے پر واقع تھا جو کہ عنبر اور ناگ کی منزل تھی —

اس زمانے میں آج کل کی طرح ریل گاڑی تو نہیں تھی کہ دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہو جاتا — بس بیل گاڑیاں ہی تھیں جو کچے راستے پر ہوتے ہوئے دن بھر چلتی رہتی تھیں — راستے میں ہاتھی آ جاتے تو قافلہ رُک جاتا — رات کو پڑاؤ ڈالا جاتا اور مسافر آرام کرتے۔ دوسرے دن صبح صبح قافلے کا سفر دوبارا شروع ہو جاتا۔ اسی طرح چھ روز سفر کرنے کے بعد ساتویں روز عنبر اور ناگ وزیگاپٹم پہنچ گئے۔ یہ شہر اس زمانے کا ایک بڑا شہر تھا جہاں امیر لوگوں کے اونچے محل، حویلیاں اور پرانے باغ تھے۔

عنبر اور ناگ ایک سرائے میں اُتر گئے —

تابوت کھُل گیا

ماریا قبر کے اندر پڑی تھی —

قبر کے اندر تابوت کے اندھیرے میں پڑے پڑے اُسے چھ روز گزر گئے تھے — اس کی آنکھیں تھوڑی تھوڑی کھلی تھیں — اُسے وقت کا کوئی احساس نہیں تھا کہ کتنے دن گزر گئے ہیں — تابوت میں سیدھے لیٹے لیٹے وہ جیسے خواب کی دنیا میں گم تھی — اس عرصے میں کسی نے اس کے تابوت کو نہیں کھولا تھا — وہ قبر نما انسان جس کی گردن پر انسانی سر کی جگہ قبر کا پتھر لگا تھا، اس عرصے میں اس کے پاس نہیں آیا تھا — ماریا کا ذہن اب بھی عنبر اور ناگ کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ ندی کنارے اس کا انتظار کر کے ہندوستان کی طرف چلے گئے ہوں گے — انہیں معلوم ہی نہیں ہے کہ ماریا قبر کے اندر زندہ دفن ہے —

قبر کے تابوت کے اندر پڑے ہوئے ماریا کو جب سات دن ہو گئے تو اس نے قبر کے چبوترے کے اوپر قدموں کی چاپ سُنی۔ کوئی آہستہ آہستہ چبوترے پر چل رہا تھا — پھر تابوت کا ڈھکن کھلنے لگا۔ ڈھکن

ہٹ گیا اور ماریا نے موم بتی کی روشنی دیکھی — تابوت کے اوپر قبر نما انسان موم بتی ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ ماریا کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اگرچہ وہ کھائے پیے بغیر کئی کئی روز تک زندہ رہ سکتی تھی لیکن اس تابوت میں بند ہو کر پڑے رہنے سے اس کی جسمانی طاقت کمزور ہو گئی تھی اور اسے بہت پیاس لگ رہی تھی۔

اس نے لیٹے لیٹے اپنے پاؤں ہلانے کی کوشش کی — اس کے پاؤں میں ہلکی ہلکی جان آگئی تھی مگر اب اس کے ہاتھوں میں جان نہیں تھی اور وہ زور لگا کر یا مکا مار کر کسی شے کو توڑ نہیں سکتی تھی اب اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ اگر ایک مکا مارے تو قبر کے چبوترے کو توڑ کر دو ٹکڑے کر دے، مگر اس کے ہاتھوں میں اتنی جان نہیں رہی تھی۔ موم بتی کی روشنی سے ماریا کو معلوم ہوا کہ باہر رات کا اندھیرا چھایا ہوا ہے — قبر نما انسان اس پر جھکا ہوا تھا —

اس کی گردن پر لگا ہوا قبر کا پتھر بجھا ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ کوئی بات نہیں کر رہا اور خاموش ہے — اس نے جھک کر ماریا کو اپنے لمبے اور مضبوط بازوؤں میں اٹھا کر تابوت سے باہر نکالا اور قبر سے نکل کر چبوترے پر آگیا — موم بتی اس نے قبر کے اندر ہی رہنے دی تھی — وہ رات کے اندھیرے اور سناٹے میں قبرستان میں سے گزرنے لگا — اندھیرے میں آنکھیں کھول کر ماریا نے دیکھا کہ وہاں تباہی پھیلی ہوئی تھی —

ایک رات اس نے قبر میں لیٹے لیٹے زلزلوں کے جھٹکے محسوس کیے تھے اور باہر درختوں کے گرنے اور موجوں کا شور اور آندھی کی چیخیں سنائی دی تھیں — قبرستان میں جگہ جگہ درخت ایک دوسرے کے اوپر گرے ہوئے تھے — ماریا اس وقت ناگ اور عنبر کے بارے میں سوچنے لگی — خدا کرے کہ وہ جزیرے سے نکل گئے ہوں —

قبر نما انسان ماریا کو بازوؤں پر اٹھائے ایک زمین کے اندر جانے والی سرنگ میں داخل ہو گیا — سرنگ میں بارش کا پانی جمع ہو گیا تھا اور قبر نما انسان پانی میں شڑاپ شڑاپ کرتا چل رہا تھا — سرنگ کے اندر ایک تنگ سی کوٹھڑی آگئی جو ایک پُراسرار اور چاروں طرف سے بند تہہ خانہ تھا — صرف وہی ایک سوراخ تھا جس میں سے قبر نما انسان ماریا کو لے کر داخل ہوا تھا — یہاں بڑی تیز مشک کافور کی ٹھنڈی بُو رچی ہوئی تھی —

قبر نما انسان نے ماریا کو دیوار کے ساتھ بٹھا دیا — ماریا کو یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے اسے کوئی دوائی پلا کر اس کے جسم کی آدھی طاقت نکال لی ہے — وہ سر دیوار کے ساتھ لگائے قبر نما انسان کو دیکھ رہی تھی — اس کی گردن پر سر کی جگہ قبر کا پتھر دائیں بائیں گھوم رہا تھا جیسے وہ کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو — پھر اس نے ایک کونے سے مٹی کھرچی — تھوڑی دیر بعد دیوار میں ایک قبر کا پتھر دکھائی دیا — یہ ایسا پتھر تھا جیسا کہ قبر پر لگا ہوا ہوتا ہے۔ قبر نما انسان نے

ماریا کی طرف گھوم کر دیکھا — اس کی گردن کا کتبہ جل کر بجھ گیا — پھر ماریا
کے کانوں میں آواز آئی :

"اس قبر کے کتبے کو دیکھو"

ماریا نے اپنی آنکھیں قبر کے پتھر پر لگا دیں — وہاں اندھیرے
میں ہلکی ہلکی روشنی ابھرنے لگی — پھر ایک جنگل دکھائی دینے لگا۔ اچانک
اس نے دیکھا کہ عنبر اور ناگ جنگل میں چلے جا رہے ہیں — ماریا نے انہیں
بے اختیار ہو کر زور سے آواز دی —

قبر نما انسان نے کہا :

"وہ تمہاری آواز نہیں سن سکتے — مجھے ان میں سے ناگ کی
ضرورت ہے — ناگ سانپ ہے اور انسان کی شکل میں زندہ ہے — میں
اگر اس کی گردن کاٹ کر اس کا سر یموت دیوتا کے مندر میں پیش
کروں تو مجھے میرا سر واپس مل جائے گا — میں اس دنیا کا سب سے
بڑا جادوگر تھا۔ مجھ سے ایک غلطی ہو گئی اور یموت دیوتا نے میرا سر
غائب کر کے اس کی جگہ قبر کا کتبہ لگا دیا اور کہا کہ جاؤ اب تم اس وقت
تک اسی حالت میں قبرستان میں بھٹکتے پھرو گے جب تک کہ کسی ایسے
انسان کا سر کاٹ کر نہ لاؤ جو اصل میں ایک سانپ ہو، لیکن میں یہ
کام اس وقت تک نہیں کر سکتا تھا جب تک کہ ایک ایسی عورت کو
اپنے قبضے میں نہ کر لوں جو کہ غیبی عورت ہو — میں نے پہلا کام کر لیا ہے
اور تمہیں اپنے قبضے میں کر لیا ہے — اب ناگ کا سر کاٹنا باقی ہے —

تمہاری وجہ سے قبر کے اس پتھر نے مجھے یہ دکھا دیا ہے کہ ناگ اپنے
دوست عنبر کے ساتھ اس وقت وزیگا پٹم کے جنگل میں دریائے کاویری
کی طرف جا رہا ہے — پس اب میں اس کا سر کاٹنے جا رہا ہوں۔ تم
اس وقت تک اسی تہہ خانے میں بند رہو گی جب تک کہ میں ناگ
کا سر نہیں کاٹ لاتا۔ میرے جانے کے بعد پتھر کی یہ تصویر غائب
ہو جائے گی اور تہہ خانے کا راستہ اپنے آپ بند ہو جائے گا۔"

ماریا پھٹی پھٹی آنکھوں سے قبر نما انسان کی گردن پر لگے قبر کے
پتھر کو جلتے بجھتے دیکھ رہی تھی اور اس کی بھاری خرخر کرتی آواز سن رہی
تھی — قبر نما انسان اپنی بات ختم کر کے تہہ خانے کے سوراخ میں سے
باہر نکل گیا —

اس کے جاتے ہی سوراخ بند ہو گیا اور دیوار میں قبر کے پتھر پر
ناگ اور عنبر کی تصویر آئی تھی، وہ بھی غائب ہو گئی — ماریا کو پہلے اپنی
جان کی فکر تھی، اب اسے ناگ کی فکر پڑ گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی طریقے
سے ناگ کو خبردار کر دے کہ ایک شیطان اس کا سر کاٹنے آ رہا ہے۔
مگر وہ ناگ کو خبر نہیں کر سکتی تھی — وہ ایک چھوٹی قبر سے نکل کر تہہ
خانے کی بڑی قبر میں بند ہو گئی تھی — اس میں اتنی طاقت بھی نہیں تھی
کہ اٹھ کر دیوار کو کھرچ سکتی اور باہر نکلنے کی کوشش کرتی — تہہ خانے
میں اندھیرا تھا اور اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا — ماریا نے آنکھیں
بند کر لیں اور دل ہی دل میں ناگ کی زندگی کی دعائیں مانگنے لگی —

اُدھر ناگ اور عنبر وزیگاپٹم کے ایک جنگل میں سے گزر رہے تھے۔

دن کا وقت تھا۔ ہوا بند تھی۔ موسم گرم تھا۔ جنگل میں حبس ہو رہا تھا۔ دونوں کی منزل سرنگاپٹم شہر سے دُور بہنے والا دریائے کاویری تھا جس کے پاس انہیں ماریا سے ملنے کی پوری امید تھی۔ جنگل سے نکلے تو پہاڑی ٹیلوں کا علاقہ شروع ہو گیا۔ یہ ٹیلے سلیٹی رنگ کی چٹانوں کی طرح تھے۔ ان پر کہیں کہیں خشک جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔

ناگ اور عنبر باتیں کرتے چلے جا رہے تھے کہ انہیں ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے بہت بڑے درخت کے نیچے ایک جھونپڑی دکھائی دی۔ ناگ نے کہا:

"عنبر! کیوں نہ اس جھونپڑی کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر آرام کر لیں۔ اگرچہ ہمیں نہ بھوک تنگ کرتی ہے نہ پیاس — اور نہ گرمی سردی محسوس ہوتی ہے، پھر بھی کچھ دیر بیٹھ کر غور کر لیتے ہیں کہ ہم ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں کہ نہیں — ہو سکتا ہے، اس جھونپڑی میں کوئی فقیر رہتا ہو، اور وہ ہماری رہنمائی کر سکے۔"

عنبر نے کہا:

"اچھا خیال ہے، آؤ چل کر دیکھتے ہیں۔"

دونوں دوست اور بھائی ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جھونپڑی کے پاس آ گئے۔ جھونپڑی کا گھاس پھونس سے بنا ہوا دروازہ بند تھا۔ ناگ نے باہر سے آواز دی:

"کوئی اندر ہے تو مہربانی کر کے باہر آئے۔ ہم مسافر ہیں اور راستہ بھول گئے ہیں۔"

جھونپڑی کا دروازہ ذرا سا کھلا اور ایک بوڑھے جنگلی آدمی نے باہر منہ نکال کر پوچھا:

"کون ہو بابا! مجھ فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔"

بوڑھے کی آواز ڈری ہوئی تھی۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے جھونپڑی میں کوئی شے چھپا رکھی ہے۔ ناگ نے آگے بڑھ کر کہا:

"بابا! ہم مسافر ہیں۔ جنگل میں راستہ بھول گئے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ سرنگاپٹم کو کونسا راستہ جاتا ہے؟"

بوڑھے نے جلدی جلدی کہا:

"سیدھے چلے جاؤ، سیدھے۔"

اور اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ بند کر دیا۔ عنبر نے ناگ سے کہا:

"مجھے جھونپڑی میں کسی انسان کے کراہنے کی آواز آئی تھی۔ اندر کوئی زخمی آدمی ہے۔"

ناگ بولا:

"ہلکی سی آواز میں نے بھی سنی تھی۔ معلوم کرنا چاہیے کہ اندر کون

ہے ۔ شاید اسے ہماری مدد کی ضرورت ہے"۔

یہ کہہ کر ناگ نے دھکا دے کر دروازہ کھول دیا ۔ روشنی اندر آ گئی تو اس نے ایک انگریز بوڑھے کو دیکھا جو فرش پر شدید زخمی حالت میں پڑا تھا ۔ اس کے سارے بدن پر خون جما ہوا تھا اور اس کی نیلی فوجی وردی تھی ۔ اس نے اس کمزوری میں بھی پرانی طرز کا پستول ہاتھ میں لے رکھا تھا اور ناگ کی طرف اس کا رخ کر کے بولا :

"ہینڈز اپ، اگر آگے بڑھے تو گولی مار دوں گا"۔

عنبر نے ناگ کو پیچھے کر دیا اور خود آگے آ گیا ۔ پھر وہ بڑی ہمدردی سے بولا :

"آپ زخمی ہیں ۔ ہم آپ کے دشمن نہیں ۔ میں آپ کے زخم اچھے کر سکتا ہوں ۔ میں جڑی بوٹیوں سے علاج کر لیتا ہوں"۔

بوڑھے انگریز نے پستول نیچے کر لیا اور کراہتے ہوئے بولا :

"تم کون ہو؟"

عنبر نے کہا :

"ہم مصر کے ملک کے رہنے والے ہیں اور جڑی بوٹیوں کی تلاش میں یہاں گھوم رہے تھے کہ راستہ بھول گئے ۔ آپ کو کس نے زخمی کیا ہے؟"

بوڑھے انگریز نے کہا :

"سرنگاپٹم میں سلطان ٹیپو کے خلاف ہم جنگ کر رہے ہیں ۔ میں

نے ایک فوجی دستے کو لے کر قلعے پر حملہ کیا ۔ زبردست جنگ کے بعد سلطان ٹیپو کی فوج نے ہمیں شکست دے دی ۔ میں سخت زخمی ہو کر فرار ہو گیا اور اس جنگل میں آ گیا ۔ اس بوڑھے نیک دل کسان نے مجھے جھونپڑی میں پناہ دی"۔

پھر اس بوڑھے انگریز نے بتایا :

"میں مر رہا ہوں ۔ تم میرا علاج نہیں کر سکتے ۔ تم ہندوستانی نہیں ہو اس لیے میں تم پر اعتبار کرتا ہوں ۔ سنو میرے پاس ایک ایک خاص کاغذات ہیں ۔ اگر تم سرنگاپٹم انگریزی فوج کے کیمپ میں جا کر جنرل نکلسن کو یہ کاغذات پہنچا دو تو میں آرام سے جان دے سکوں گا ۔ یہ بڑے ضروری کاغذات ہیں ۔ کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ میری امانت جنرل تک پہنچا دو گے"۔

بوڑھا انگریز مر رہا تھا ۔ عنبر نے کہا :

"میں وعدہ کرتا ہوں لیکن ایک شرط پر ۔ اور وہ یہ ہے کہ ان کاغذات سے سلطان ٹیپو کی زندگی کو تو نقصان نہیں پہنچ سکتا؟"

انگریز نے کہا :

"نہیں، ان کاغذات کا سلطان ٹیپو سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ یہ ہماری فوج کے بارے میں ہیں ۔ یہ میری آخری خواہش ہے ۔ کیا تم ایک مرتے ہوئے انسان کی آخری خواہش پوری نہیں کرو گے بیٹے"۔

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا ۔ ناگ نے کہا :

"ٹھیک ہے۔ ہم کاغذات پہنچانے کی کوشش کریں گے۔"

بوڑھے انگریز نے بوڑھے کسان کی طرف دیکھا۔ بوڑھے کسان نے جھونپڑی کے کونے سے زمین کھود کر چمڑے کا ایک چھوٹا سا بٹوا دیا۔

"یہ اس بٹوے میں وہ ضروری کاغذات ہیں جو تمہیں جنرل نکلسن کو دینے ہیں۔ میں مرنے کے بعد تمہارے لیے جنت کی دعا کروں گا۔ خدا تم دونوں کو خوش رکھے۔"

اتنا کہہ کر بوڑھے انگریز نے آخری ہچکی لی اور مر گیا۔ عنبر نے بٹوہ جیب میں رکھ لیا۔ پھر انھوں نے مل کر جھونپڑی کے سامنے ایک قبر کھودی اور انگریز کی لاش کو دفن کر دیا۔ کچھ دیر وہاں بیٹھ کر عنبر اور ناگ بوڑھے کسان سے باتیں کرتے رہے اور سرنگاپٹم کو جانے والے راستے کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے۔

دوپہر کے بعد انھوں نے بوڑھے سے اجازت لی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ بیل گاڑیوں کے قافلے سے وہ وزیگاپٹم کے سو میل آگے جا کر جدا ہو گئے تھے، کیونکہ قافلہ وہاں سے واپس چلا جاتا تھا۔ شام تک دونوں دوست پہاڑی ٹیلوں میں سفر کرتے رہے۔ جب رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تو وہ ایک کھائی میں سے گزر رہے تھے۔ عنبر نے ایک طرف غار کے چھوٹے سے کھوہ کو دیکھ کر کہا:

"یار میرا خیال ہے اس جگہ رات بسر کرتے ہیں۔"

یہاں کھائی ختم ہوتی تھی۔ ناگ بولا:

"یہ جگہ تنگ سی ہے۔ کیوں نہ آگے چل کر کوئی کھلی جگہ دیکھیں۔"

وہ کھائی سے باہر نکل آئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک ٹیلے پر کسی پرانے قلعے کا کھنڈر ہے، جس کی برجیاں ٹوٹ پھوٹ چکی ہیں۔ باہر ایک چبوترے پر بیل کا کالا بت بنا ہوا ہے جس کا ایک سینگ ٹوٹا ہوا ہے۔

ناگ بولا:

"یہ جگہ ٹھیک رہے گی۔ ہم اس چبوترے پر رات بسر کریں گے۔"

ٹیلے پر چڑھ کر وہ چبوترے پر آ کر بیٹھ گئے۔ یہ چبوترہ پرانے زمانے کا تھا۔ اس کا فرش پتھر کا تھا اور جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ اس کی ایک روش بھی تھی۔ ناگ روش میں بڑے آرام سے ٹیک لگا کر لیٹ گیا۔

"بڑی اچھی جگہ ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ میں تو اسی جگہ سو رہوں گا۔"

عنبر بھی سامنے والی روش میں جا کر لیٹ گیا۔

"اور میں اس جگہ رات بسر کر لوں گا۔ اگرچہ ہمیں نیند کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، لیکن میرا خیال ہے کہ جب اتنی خوشگوار ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہو تو کچھ دیر سو کر آرام کر لینا چاہیے۔"

عنبر نے انگریز کا بٹوہ جیب میں اندر کر کے رکھ لیا اور بولا
"خدا جانے اس بٹوے میں کیا ہے؟"

ناگ بولا:

"میرا تو خیال ہے کہ ہم اس بٹوے کو سلطان ٹیپو کو جا کر
دے دیتے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"یہ امانت میں خیانت ہوگی۔ ہم نے مرتے ہوئے انسان سے
وعدہ کیا ہے اسے پورا کرنا ہوگا۔"

ناگ خاموش رہا — پھر بولا:

"کم از کم بٹوے کو کھول کر تو دیکھیں کہ کاغذ میں کیا لکھا
ہے۔ اگر اس میں سلطان ٹیپو کے خلاف کسی سازش کا ذکر ہے تو
کم از کم میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ اسے ضائع کر دو۔"

عنبر نے جیب سے بٹوہ نکال کر کھولا — اس کے اندر ایک موٹی
کاغذ تہہ کر کے رکھا ہوا تھا — ناگ نے پتھروں کو رگڑ کر آگ جلائی۔
آگ کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ موٹے کاغذ پر ایک نقشہ بنا ہوا
تھا اور انگریزی میں ان فوجوں کی تعداد اور گولہ بارود کا ذکر تھا جو
پنجاب کے سکھ حکمران انگریزوں کو روانہ کر چکے ہیں۔

عنبر نے کہا:

"یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے — میدان جنگ میں ایسا ہوتا
ہی رہتا ہے — یہ کاغذ ہم جس کی امانت ہے اسے پہنچا دیں گے۔"

ناگ بولا:

"لیکن میں سلطان ٹیپو کی فوج کے جرنیل کو بھی یہ بتا دوں
گا کہ پنجاب کے سکھوں کی طرف سے انگریزوں کو بھاری فوجی امداد
اور گولہ بارود ملنے والا ہے۔"

"ہاں، تم ایسا کر سکتے ہو۔ بلکہ میں خود یہ بات بیان کر دوں گا۔"
آگ بجھنے لگی تھی — ناگ اور عنبر اب ماریا کے بارے میں باتیں
کرنے لگے —

"جوگی بابا کی پیشین گوئی غلط نہیں ہو سکتی — خدا نے چاہا تو ماریا
ہمیں دریائے کاویری کی وادی میں ضرور مل جائے گی۔"

ناگ بولا:

"مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ اس پر کسی جادوگر کی گرفت ہو گئی
ہے —"

"خدا نے چاہا تو وہ جادوگر کے پنجے سے نکل چکی ہوگی۔"
چونکہ انہوں نے سونے کا ارادہ کیا ہوا تھا اس لیے وہ دونوں
لیٹ گئے۔ صندل کے جنگلوں کی طرف سے ٹھنڈی ٹھنڈی خوشبو والی ہوا
کے جھونکے آ رہے تھے — ناگ ویسے ہی خوشبو والی ہواؤں میں مست ہو جایا کرتا
تھا جیسا کہ گرمیوں کے موسم میں وہ سانپ مست ہو جاتے ہیں جو رات
کو رات کی جھاڑیوں میں بیٹھے ہوں — پہلے ناگ کو نیند آ گئی اس کے

بعد عنبر اونگھتے اونگھتے نیند کی دنیا میں گم ہو گیا۔

اب ایسا اتفاق ہوا کہ آدھی رات کو اسی طرف تین ٹھگ بھی آ نکلے۔ قلعے کا یہ کھنڈر ان کا ٹھکانا تھا۔ ابھی ابھی انہوں نے دو مسافروں کا رومال سے گلا گھونٹ کر انہیں ہلاک کر ڈالا تھا اور ان کے چاندی کے روپوں کی تھیلی لوٹ کر آپس میں بانٹنے کے لیے ٹھکانے پر آ رہے تھے۔ یہ ہندوستان کے مشہور ٹھگوں کے ساتھی تھے۔ یہ لوگ آدھی رات کو گھات لگا کر بیٹھ جاتے ہیں، جب کوئی اکا دکا مسافر ادھر سے گزرتا ہے تو اس کے گلے میں رومال ڈال کر اتنی تیزی سے گلا گھونٹ ڈالتے ہیں کہ مرنے والے کو خبر بھی نہیں ہوتی۔

تینوں ٹھگ آپس میں باتیں کرتے بڑے مزے مزے چلے آ رہے تھے۔ جب وہ چبوترے کی طرف آئے تو اچانک ایک ٹھگ نے دوسرے کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ تینوں وہیں چھپ گئے اور ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں عنبر اور ناگ کو تکنے لگے۔ ایک ٹھگ نے آہستہ سے کہا:

"کوئی مسافر لگتے ہیں۔ چلو ان کا بھی صفایا کرتے ہیں۔ ضرور ان کے پاس مال ہوگا۔"

دوسرا ٹھگ بولا:

"یہ کام میں کروں گا اور سن رکھو، جتنا مال نکلا، اس کا آدھا میرا ہوگا۔ دوسرے آدھے کے تم دونوں حقدار ہوگے۔"

دونوں ٹھگ راضی ہو گئے۔ کیونکہ یہ ٹھگ ان کا سردار تھا۔

عنبر اور ناگ چبوترے پر آمنے سامنے روش پر سو رہے تھے۔ ایک ٹھگ دبے پاؤں چل کر ان کے سرہانے آ کر کھڑا ہو گیا۔ سردار ٹھگ نے لال رومال اپنے ہاتھ میں لے کر اس کا کونا انگلیوں میں دبایا اور آگے بڑھا۔

یہ ناگ کی خوش قسمتی تھی کہ سردار ٹھگ اس کے بجائے عنبر کی طرف آ گیا کہ پہلے اُسے ہلاک کرے۔ اگر بدقسمتی سے ٹھگ کا رخ ناگ کی طرف ہو جاتا تو یہ لوگ اپنے کام میں اس قدر ماہر ہوتے تھے کہ ناگ کا زندہ بچنا بہت مشکل تھا۔ وہ ایک سیکنڈ کے اندر اندر ناگ کے گلے میں رومال کا پھندا ڈال کر اسے ہلاک کر دیتا۔ ناگ اسی طرح گہری نیند سو رہا تھا۔

سردار ٹھگ عنبر کے قریب آ کر جھک کر بیٹھ گیا۔ عنبر نیند کی دنیا میں گم تھا۔ عنبر کبھی نہیں سوتا تھا، لیکن جب سوتا تو پھر گھوڑے بیچ کر سوتا تھا۔ سردار ٹھگ نے رومال کو بجلی کی طرح لہرایا اور پھر اسے عنبر کی گردن میں ڈال کر پھندے کو پوری طاقت سے کس دیا۔ وہ اپنی طرف سے عنبر کو مار چکا تھا۔ لیکن سردار ٹھگ نے محسوس کیا کہ جس سوتے ہوئے مسافر کی گردن میں اس نے رومال کا پھندا ڈالا ہے، اس کی گردن لوہے کی طرح سخت ہے۔ وہ حیران ہو کر رومال کو دوسری بار عنبر کی گردن میں ڈالنے لگا تو عنبر کی آنکھ کھل گئی۔

عنبر کی آنکھ کا کھلنا ہی بہت تھا — اس نے اپنے اوپر دو آدمیوں
کو اور ایک آدمی کو ناگ کے سرہانے کھڑے دیکھا تو سارا معاملہ سمجھ
گیا کہ یہ ڈاکو ہیں اور ان کو مار کر لوٹنا چاہتے ہیں — عنبر کو ناگ
کی فکر پڑ گئی — کیونکہ ناگ کو سوتے میں قتل کیا جا سکتا تھا — عنبر
نے زور سے ناگ کو آواز دی — ناگ ایک دم جاگ پڑا — تینوں ٹھگ
بھی ہوشیار ہو گئے — انہوں نے حملہ کر دیا، لیکن بھلا وہ عنبر اور ناگ
کا کیا بگاڑ سکتے تھے — عنبر نے اپنی پرانی مصری زبان میں کہا کہ ذرا
تماشا کرتے ہیں —

ناگ سمجھ گیا کہ عنبر کس قسم کا تماشا کرنا چاہتا ہے۔

عنبر اداکاری کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بولا:

"حضور، ہمیں آپ کیوں مارنا چاہتے ہیں — ہم تو غریب مزدور
ہیں۔"

ناگ بھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور بڑی عاجزی سے بولا:

"غریب لوگ ہیں — رہنے کو ٹھکانا نہیں — جنگل میں رات آ
گئی تو یہیں پڑ کر سو گئے — معاف کر دیں۔"

سردار ٹھگ نے قہقہہ لگایا اور کڑک کر بولا:

"تم لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ اب ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑ
سکتے — بس مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

عنبر نے ہاتھ باندھ کر کہا:

"حضور، ہمارے پاس جو چاندی کے سکے ہیں، وہ لے لیں اور
ہمیں نہ ماریں۔ ہم بال بچے دار غریب مزدور ہیں — شہر سے مزدوری کرنے
نکلے تھے — ہماری جان بخشی کر دیں۔"

دونوں ٹھگوں نے خنجر نکال رکھے تھے اور سردار ٹھگ کے حکم
کا انتظار کر رہے تھے — سردار ٹھگ نے عنبر کی طرف گھور کر دیکھا
اور پوچھا:

"الو کے پٹھے، یہ بتاؤ تم نے گردن میں لوہے کا پٹا ڈال رکھا
ہے کیا؟ تمہاری گردن اتنی سخت کیوں تھی؟"

عنبر نے جھٹ کہا:

"حضور، میری گردن آپ کے خوف کے مارے پتھر کی ہو گئی
ہے۔"

سردار ٹھگ غصے سے گرجا:

"بکواس بند کرو، تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو۔ جانتے ہو میں
اس علاقے کا سب سے بڑا ٹھگ ہوں۔ میں سینکڑوں آدمیوں کو اس
رومال کی مدد سے ہلاک کر چکا ہوں — تم بھی مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"ناگ بھائی، یہ لوگ تو بالکل ہی نہیں مانتے — اب کیا خیال
ہے تمہارا؟"

ناگ نے کہا:

"میرا خیال ہے پہلے میں مروں گا۔"

پھر وہ سردار ٹھگ کی طرف دیکھ کر بولا:

"سردار ٹھگ جی، پہلے مجھے مارنا۔ مجھے مرنے کا بڑا شوق ہے۔ لیکن ذرا سنبھل کر مارنا، کیونکہ میں بہت کمزور ہوں۔"

سردار ٹھگ نے جھنجلا کر اپنے ساتھیوں سے کہا:

"منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ قتل کر دو ان مسخروں کو۔ بعد میں ان کی تلاشی لیں گے۔"

عنبر نے ناگ کو سیٹی مار کر کہا:

"ناگ بھائی اب ذرا ان کو تھوڑا مزا چکھا دو۔ کم بختوں نے ہماری نیند خراب کر دی ہے۔"

ناگ نے سر جھکا کر کہا:

"جو حکم میرے آقا۔"

سردار ٹھگ کو بے حد غصہ آنے لگا کہ یہ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر دیا۔ دونوں ٹھگ خنجر لے کر ناگ اور عنبر پر ٹوٹ پڑے۔ مگر اس دوران میں ناگ نے ایک گہرا سانس لیا اور وہ چڑیا بن کر پھر سے اڑ کر کھنڈر کے ایک برج میں جا کر بیٹھ گیا۔ تینوں ٹھگ دنگ رہ گئے کہ ابھی ابھی جو ایک انسان وہاں کھڑا تھا وہ کہاں غائب ہو گیا۔

عنبر نے قہقہہ لگا کر کہا:

"آؤ دوستو، اب مجھ پر حملہ کرو۔"

سردار ٹھگ نے جیب سے لمبا چاقو نکال کر عنبر پر حملہ کر دیا۔ جوں ہی اس نے چاقو عنبر کی گردن پر مارا۔ چاقو ٹوٹ کر دور جا پڑا۔ عنبر نے سردار ٹھگ کو ٹانگ سے پکڑ کر اوپر اٹھا لیا اور پھر اپنے سر کے اوپر گھما کر دو چکر دیئے اور زور سے چبوترے کی دیوار کے ساتھ دے مارا۔ ایک پٹاخے کی سی آواز آئی اور قاتل سردار ٹھگ کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ اتنے میں ناگ بھی پھنیر سانپ بن کر پھن اٹھائے وہاں آ کر زور سے پھنکارا۔ دونوں ٹھگ پہلے ہی اپنے سردار کا بھیانک انجام دیکھ کر خوف زدہ تھے۔ اب جو انہوں نے ایک کالا سانپ پھن اٹھائے اپنی طرف آتا دیکھا تو دہشت سے کانپنے لگے۔ عنبر نے ناگ سے کہا:

"ناگ یہ قاتل ہیں۔ ان کو زندہ نہ چھوڑنا۔"

اس پر دونوں ٹھگ ہاتھ باندھ کر بولے:

"اے دیوتا، ہم نے آج تک کسی کو نہیں مارا۔ سارے قتل ہمارے سردار نے کیے تھے۔"

اس کے ساتھ ہی انہوں نے ناگ کے آگے سجدہ کر دیا۔ وہ ناگ کو سانپوں کا دیوتا سمجھ رہے تھے۔ یہ ہندو لوگ تھے اور سانپوں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ ناگ نے اپنا پھن گھما کر عنبر کی طرف دیکھا۔

عنبر نے کہا:

"اگر یہ قاتل نہیں ہیں تو ٹھیک ہے، انہیں معاف کر دو۔"
ناگ نے پھنکار ماری اور انسان کی شکل میں آ گیا۔ ٹھگ تو حیران پریشان تھے۔ سجدے سے اٹھ کر گڑگڑانے لگے۔

"ناگ دیوتا، ہمیں معاف کر دو۔"

ناگ نے عنبر سے کہا:

"عنبر بھائی، انہیں یہاں سے بھگا دو۔ کم بخت ہماری نیند خراب کرنے کہاں سے آ گئے ہیں۔ کتنی سو سال کے بعد کہیں آنکھ لگی تھی۔"

قبر نما انسان

عنبر نے ٹھگوں سے کہا:

"اچھا ہم تمہیں معاف کرتے ہیں۔ تمہاری جان بخشی کرتے ہیں مگر ایک وعدہ کرو کہ تم نے جن لوگوں کا مال دولت لوٹا ہے وہ ان کے گھروں میں ایمانداری سے جا کر واپس پہنچا دو گے۔"

ٹھگ بولے:

"اے دیوتا، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ سب کا مال ان کے مالکوں کو جا کر واپس کر دیں گے۔"

ناگ نے خبردار کرتے ہوئے کہا:

"یاد رکھو، اگر تم نے ایسا نہ کیا اور اپنے وعدے سے پھر گئے تو میں دیوتا ہوں۔ میں اسی وقت سانپ بن کر آ جاؤں گا اور تمہیں ڈس کر ہلاک کر دوں گا۔"

ٹھگ سجدے میں گر پڑے۔

"اے دیوتا، ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے۔"

عنبر نے انہیں قبرستان سے اٹھا دیا۔

"یہ جادو صرف تماشا کو کیا جاتا ہے — کسی انسان کو بیوقوف نہیں کیا جاتا۔
اب تم یہاں سے بھاگ جاؤ اور جہاں مال و دولت جمع کر رکھی ہے وہاں
سے نکال کر لوگوں میں بانٹ دو۔"

"جو حکم دیوتا مہاراج۔"

دونوں ٹھگ ہاتھ باندھ کر جھکے اور ڈرتے ڈرتے پیچھے ہٹے۔
اندھیرے میں گم ہو گئے — ناگ نے ان کے جانے کے بعد عنبر سے
کہا:

"اب میرا خیال ہے، سونا بیکار ہے — رات کا پچھلا پہر ہو گیا
ہے۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد صبح ہو جائے گی — اس لیے آگے چلنا چاہیے۔"

"اچھا خیال ہے۔"

عنبر نے کہا۔ وہ دونوں چبوترے پر سے نیچے اترے اور قلعے
کے کھنڈر کی پرانی سیاہ کالی دیوار کے قریب سے گزرتے ہوئے آگے کی
طرف چل پڑے۔ ابھی چاروں طرف رات کا اندھیرا تھا۔ صرف آسمان پر
جہاں سورج نے نکلنا تھا۔ وہاں تھوڑی تھوڑی نیلی روشنی ہو گئی تھی۔ پرانے
قلعے کی کالی کالی دیواروں سے نکل کر دونوں لمبے سفر کے پرانے دوست
اور ساتھی اندھیرے میں ایک کچے راستے پر چلنے لگے۔ یہ پگڈنڈی سی تھی
اور اونچی نیچی درختوں میں سے ہو کر ایک وادی میں چلی گئی تھی — آس پاس
چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلے ہی ٹیلے تھے — ان کے درمیان میں آگے جا کر ایک
وادی آ جاتی تھی — جس میں ایک چبوترے پر کالے پتھروں کی بارہ دری بنی

تھی۔ یہ بارہ دری پرانی تاریخی عمارتوں میں سے تھی — اس کے ستونوں پر بیلیں چڑھی ہوئی تھیں
چلتے چلتے جب عنبر اور ناگ اس بارہ دری کے پاس آئے تو
انہیں کسی کے گہرے گہرے خوفناک سانس لینے کی آواز آئی — عنبر نے
ناگ کی طرف دیکھا — اندھیرے میں ناگ کی سرخ آنکھیں بھی چمک رہی
تھیں اور معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ یہ سانس لینے کی آواز
کس طرف سے آ رہی ہے؟ ناگ نے آہستہ سے کہا:

"شاید کوئی ریچھ ہے — ہوشیار رہنا۔"

وہ رک گئے — لمبے سانس کی آواز رک گئی — وہ پھر آگے بڑھے
چند قدم چلے تھے کہ پھر وہی آواز آئی — اس بار آواز بہت قریب
سے آ رہی تھی — اور کسی انسان کی آواز معلوم ہوتی تھی — عنبر نے
اندھیرے میں ناگ کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا:

"ناگ! یہ تو کسی انسان کی آواز ہے۔"

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا — وہ چوکنا ہو کر ادھر ادھر غور
سے دیکھ رہا تھا — بارہ دری سنسان تھی — جھاڑیوں میں ایک جھینگر بول
رہا تھا جو اب سانس کی دہشت بھری آواز سن کر چپ ہو گیا تھا —
جھاڑیوں میں سرسراہٹ ہوئی — عنبر اور ناگ نے چونک کر دیکھا جھاڑیاں
خاموش ہو گئیں — عنبر نے ایک شاخ کو ہلتے دیکھا تھا۔
ناگ نے کہا:

"تم یہاں ٹھہرو — میں جا کر دیکھتا ہوں۔ جھاڑیوں میں کون ہے۔"

ناگ جھاڑیوں کے اندر چلا گیا — یہ جنگلی جھاڑیاں تھیں جو بہت
بڑے گھیر میں پھیلی ہوئی تھیں — اس کے اندر تھوڑی سی زمین خالی
تھی — اس زمین میں ناگ کو ایک قبر نظر آئی جو کھلی تھی۔ وہ اس
پر جھک کر دیکھنے لگا — قبر کے اندر ایک تابوت کھلا پڑا تھا۔ وہ
عنبر کو بلانے کے لیے پیچھے مڑا ہی تھا کہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ اس کے
پیچھے ایک لمبے بازوؤں والا اونچے قد کا سیاہ لباس پہنے ایک قبر نما
انسان کھڑا تھا جس کی گردن پر انسانی سر کی بجائے قبر کا کتبہ یعنی قبر
کا پتھر لگا تھا۔ قبر نما انسان کے ہاتھوں نے بجلی کی طرح حرکت کی
اور ناگ کی گردن کو آگے بڑھ کر دبوچ لیا۔

ناگ ایک سیکنڈ کے اندر اندر سمجھ گیا کہ یہ کوئی قبر کی بلا ہے
اور اسے ہلاک کرنا چاہتی ہے۔ اس نے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش
کی مگر کامیاب نہ ہو سکا — اس کا سارا جسم قبر نما انسان کے ہاتھ لگنے
سے برف کی طرح ٹھنڈا پڑ گیا تھا — اس نے گہرا سانس لیا اور دوسرے
ہی لمحے وہ اونچا لمبا بہت بڑا ہاتھی بن گیا۔

ناگ کو معلوم تھا کہ اگر وہ سانپ یا چڑیا بنا تو یہ قبر نما
انسان اسے مٹھی میں ہی کچل کر رکھ دے گا — وہ کوئی ایسا جانور بننا
چاہتا تھا جو بہت بڑا ہو اور قبر نما انسان کے ہاتھوں سے فوراً نکل
جائے — ہاتھی بنتے ہی ناگ زور سے چنگھاڑا اور اپنی سونڈ سے قبر
نما انسان پر حملہ کر دیا — قبر نما انسان نے کھلی قبر کے تابوت میں چھلانگ

لگا دی — ناگ کی چنگھاڑ کی آواز سن کر عنبر لپک کر جھاڑیوں کے اندر
آ گیا — کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک ہاتھی کھڑا اپنی سونڈ سے قبر کو
اکھاڑ رہا ہے —

عنبر نے کہا:

"کیا ہوا ناگ! یہاں کون تھا؟"

ناگ اسی وقت انسانی شکل میں واپس آ گیا اور قبر نما انسان
کے بارے میں عنبر کو بتایا — عنبر بھی حیران ہوا کہ اس قسم کا بھوت
تو انہوں نے کبھی نہیں دیکھا کہ جس کا سارا جسم انسان کا ہو اور سر
پر قبر کا پتھر لگا ہوا ہو — وہ قبر میں اتر گئے — قبر نما انسان نے
تابوت کا ڈھکنا کھول کر باہر پھینک دیا — تابوت اندر سے بالکل
خالی تھا —

"وہ کہاں چلا گیا؟" ناگ بولا: "اس نے میری آنکھوں کے
سامنے اس تابوت میں چھلانگ لگائی تھی۔"

عنبر نے کہا:

"اسے جانے دو ناگ — یہ کوئی آسیب تھا — چلو یہاں سے نکل
چلتے ہیں۔"

وہ قبر سے باہر نکل آئے اور جھاڑیوں سے گزر کر آگے روانہ ہو
گئے۔ وہ ابھی تک قبر نما انسان کی باتیں کر رہے تھے کہ وہ کون تھا؟
کہاں سے آیا تھا اور اس نے ناگ کو ہلاک کرنے کی کوشش کیوں کی تھی

دور انہیں پچھلے پہر کے اجالے میں ایک شہر کی فصیل اور مکانوں کے دھندلے دھندلے خاکے نظر آئے — یہ میسور کا شہر تھا۔ شہر کی فصیل کے اوپر بھاری توپوں کے خاکے بھی ابھر رہے تھے — دوسری طرف سامنے میدان میں انگریزی فوج نے کیمپ لگایا ہوا تھا۔ اس کے خیموں کی قطاریں دور تک چلی گئی تھیں —

عنبر نے کہا:

"یہ انگریزی فوج ہے جس نے سلطان ٹیپو کے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے — اسی کیمپ میں کہیں جنرل نکلسن کا خیمہ بھی ہے جسے میں نے بوڑھے جرنیل کی دی ہوئی امانت واپس کرنی ہے۔"

ناگ نے کہا:

"تو چلو سب سے پہلے اسے اس کی امانت جا کر واپس کرتے ہیں — پھر شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے کیونکہ دریائے کاویری شہر کی دیوار کے دوسری طرف بہتا ہے اور اسی دریا پر ہمیں ماریا کے ملنے کی امید ہے۔"

سورج نکل چکا تھا — جب عنبر اور ناگ انگریزی فوج کے کیمپ کے قریب پہنچے — نیلی وردی والے دو انگریز سنگینوں والی لمبی پرانی بندوقیں اٹھائے پہرہ دے رہے تھے — انہوں نے جو دو جوانوں لڑکوں کو کیمپ کی طرف بے خوفی سے آتے دیکھا تو وہیں چلا کر کہا:

"ہالٹ!" اور سنگینوں کا رخ ان کی طرف کر دیا۔

ناگ نے آگے بڑھ کر کہا:

"ہم مصر کے باشندے ہیں — ہندوستانی نہیں ہیں — ہمیں جنرل نکلسن سے ملنا ہے۔"

گورے نے جب انہیں صاف انگریزی زبان میں بات کرتے [سنا] تو پوچھا:

"تم لوگ کہاں سے آ رہے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"ہم سیاح ہیں — ملک ملک کی سیر کرتے لنکا کی طرف سے ہندوستان میں داخل ہوئے ہیں۔"

دوسرے انگریز فوجی نے سنگین عنبر کی پسلی میں چبھو کر کہا:

"تم بکواس کرتے ہو — تم سلطان ٹیپو کے جاسوس ہو — چلو ادھر۔"

اور وہ عنبر اور ناگ کو دھکیلتے ہوئے ایک کیمپ میں لے گئے جو ان کی جیل کوٹھڑی تھی — عنبر نے بہت کہا مگر کسی نے ان کی ایک نہ [سنی] آخر جب ایک انگریز کپتان نے دونوں سے آ کر پوچھ گچھ کی تو عنبر نے جیب سے چمڑے کا بٹوہ نکال کر کہا:

"مجھے تمہاری فوج کے ایک بوڑھے جرنیل نے مرتے وقت یہ بٹوہ دیا تھا کہ میں اسے جرنیل نکلسن کو پہنچا دوں اور ہم یہ امانت دینے ادھر آئے تھے کہ تمہارے فوجیوں نے ہمیں پکڑ لیا — براہ مہربانی ہمیں جنرل نکلسن کے پاس لے چلو۔"

انگریز کپتان نے کوئی جواب نہ دیا — وہ سر سے پاؤں تک عنبر اور ناگ کو تکتا رہا، پھر اس کے ہاتھ سے بٹوہ لینے لگا تو عنبر نے ہاتھ پیچھے کر لیا:

"یہ بٹوہ ایک خاص دستاویز ہے — اسے صرف جنرل نکلسن کے حوالے کیا جائے گا —"

انگریز کپتان نے کہا:

"جنرل نکلسن کو ملنا بہت مشکل ہے — وہ اس وقت جنگی کانفرنس میں ہے — یہ بٹوہ تم مجھے دے دو — میں اسے پہنچا دوں گا۔"

عنبر نے انکار کر دیا — اس پر انگریز فوجی نے عنبر کے منہ پر زور سے مکا مارا اور بٹوہ چھیننے کی کوشش کی — عنبر نے انگریز کپتان کو گردن سے پکڑ کر چوہے کی طرح زمین سے اوپر اٹھایا اور پھر آہستہ سے جھٹکا دے کر نیچے پھینک دیا — انگریز کپتان عنبر کی طاقت دیکھ کر دنگ رہ گیا — اس نے آج تک ایسا طاقت ور لڑکا نہیں دیکھا تھا۔ وہ سہم گیا، ڈر گیا اور بولا:

"بس — میں تمہیں جنرل نکلسن سے ملائے دیتا ہوں — میرے ساتھ آؤ —"

عنبر اور ناگ کو لے کر انگریز کپتان جنرل نکلسن کے کیمپ کی طرف چل پڑا — جنرل کا کیمپ فوجی کیمپوں کے درمیان میں تھا — وہاں بڑا زبردست پہرہ تھا — عنبر اور ناگ کو باہر کھڑا کر کے انگریز کپتان اندر

چلا گیا — تھوڑی ہی دیر بعد ایک اونچا لمبا جرنیل نیلی اور سنہری وردی میں بڑی شان سے چلتا عنبر کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور اپنی نیلی گہری آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا — پھر بولا:

"لڑکے، تم ہمارے جنرل کی امانت لائے ہو؟"

عنبر نے جواب دینے کی بجائے بٹوہ آگے کر دیا — جنرل نکلسن اپنے دوست اور ساتھی جنرل کے بٹوے کو پہچانتا تھا — اس نے جلدی سے بٹوہ لے کر اسے کھولا — اس کے اندر ایک موٹا کاغذ لپٹا ہوا تھا جس پر پنجاب سے آنے والی فوجی امداد کی نقل و حرکت اور تعداد لکھی ہوئی تھی۔ جنرل نکلسن تو حیران رہ گیا — اس کاغذ کی اسے بہت ہی ضرورت تھی — اس نے خوش ہو کر عنبر اور ناگ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور بولا:

"میرے بچو، تم نے ایک قیمتی امانت واپس کر کے بہت بڑی ایمانداری کا ثبوت دیا ہے — آؤ میرے ساتھ ناشتہ کرو۔"

عنبر بولا:

"شکریہ، ہم ناشتہ نہیں کیا کرتے — ہم نے آپ کی امانت آپ کو پہنچا دی ہے۔ اب ہمیں اجازت دیں —"

"تم کہاں جاؤ گے؟ شہر کے دروازے بند ہیں — تم شہر میں داخل نہیں ہو سکو گے — کیونکہ تم مسلمان ہو اور سلطان ٹیپو کو جا کر ہماری خبر دینے کی ضرور کوشش کرو گے — ٹھیک ہے، میں تمہیں اس

نہیں روکوں گا، مگر تم شہر میں داخل نہیں ہو سکو گے۔"

عنبر نے کہا:

"جنرل صاحب، سلطان ٹیپو کو خبر دینے یا نہ دینے سے کوئی فائدہ یا نقصان نہیں ہو گا — اس جنگ کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اس کی ہمیں پہلے ہی سے خبر ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟" جنرل نکلسن نے حیرانی سے پوچھا۔

عنبر نے کہا:

"اس لیے کہ ہم یہ جنگ پہلے بھی دیکھ چکے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

جنرل نکلسن نے اب مسکراتے ہوئے پوچھا — کیونکہ وہ ان دونوں کو کوئی پاگل خیال کر رہا تھا۔ جنہوں نے بہر حال ایک قیمتی امانت ضرور واپس کر دی تھی — ناگ سمجھ گیا کہ جنرل ان کو پاگل سمجھ رہا ہے۔ اسے بڑا غصہ آیا — اس نے کہا:

"جنرل صاحب، ہم پاگل نہیں ہیں — آپ سے زیادہ ہوشیار اور عقلمند ہیں — ہم پانچ ہزار سال سے سفر کرتے آ رہے ہیں اور ایک بار پہلے بھی یہاں سے گزر چکے ہیں۔ اب ہم پانچ ہزار سال کے واپسی کے سفر پر ہیں — اس لیے ہم جانتے ہیں کہ اس جنگ کا کیا انجام ہو گا۔ ایک بار پہلے بھی یہ جنگ ہمارے سامنے لڑی گئی تھی —"

جنرل نکلسن کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اپنے انگریز

کپتان کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا کر عنبر کے کندھے کو تھپتھپایا اور کہا:

"اچھا، یہ بتاؤ کہ اس جنگ میں کس کو فتح ہو گی؟"

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا، جیسے پوچھ رہا ہو کہ کیا ہمیں اس سوال کا جواب دینا چاہیے؟ ناگ نے سر ہلا دیا —

عنبر نے کہا:

"ہمیں اس سوال کا جواب دینے کی اجازت نہیں ہے۔ اچھا خدا حافظ۔"

عنبر اور ناگ نے جنرل نکلسن سے اجازت لی اور کہا کہ انہیں حفاظت کے ساتھ فوجی کیمپ سے باہر دریائے کاویری پر پہنچا دیا جائے — جنرل نے ایک بار پھر ان دونوں کا شکریہ ادا کیا اور دو فوجی ساتھ کر دیے جو دونوں کو ساتھ لے کر فوجی خیموں سے باہر میدان کی آخری سرحد تک چھوڑ آئے — عنبر اور ناگ انگریزی فوجی کیمپ سے تھوڑی دور جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے — ان کے سامنے کچھ فاصلے پر میسور شہر کی اونچی فصیل تھی۔ جس پر توپیں لگی ہوئی تھیں۔ اور سلطان ٹیپو کی فوج کے سپاہی برجیوں میں کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی — فضا میں گرمی تھی —

ناگ نے کہا:

"میرا خیال ہے ہمیں سب سے پہلے دریائے کاویری پر جا کر رات کا انتظار کرنا چاہیے۔"

عنبر بولا :

"دریائے کاویری یہاں سے دو میل کے فاصلے پر شہر کے دوسری جانب بہتا ہے۔ ہم وہاں کسی جگہ بیٹھ کر ماریا کا انتظار کریں ؟"

"یہ وہاں چل کر دیکھ لیں گے" ناگ نے جواب دیا۔

دونوں دوست میدان کے کنارے کنارے ہو کر دریا کی طرف روانہ ہو گئے ۔۔ دریائے کاویری چھوٹے چھوٹے سیاہ ٹیلوں میں سے تیزی سے نکل کر شہر کی فصیل کے ساتھ ساتھ بہہ رہا تھا ۔۔ ادھر بھی سلطان ٹیپو کے سپاہی پہرہ دے رہے تھے کہ کہیں انگریزی فوج کے دستے دریا کے راستے شہر کی فصیل پہ نہ چڑھ آئیں ۔۔

عنبر اور ناگ دریا کے کنارے آ کر رُک گئے ۔۔ دریا کا پانی بڑی تیزی کے ساتھ بہہ رہا تھا ۔۔ انہوں نے قریب ہی نیم کے درختوں میں ایک چبوترہ سا بنا ہوا دیکھا ۔۔ وہ اس خیال سے اس کی طرف بڑھے کہ وہاں بیٹھ کر ماریا کا انتظار کریں گے ۔۔ جب وہ چبوترے کے پاس آئے تو پیچھے سے چھ سات فوجیوں نے انہیں پکڑ لیا۔

"کون ہو تم ؟"

یہ سلطان ٹیپو کے سپاہی تھے اور مسلمان مرہٹے تھے ۔ عنبر اور ناگ انہیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تھے ۔ انہوں نے بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ سیاح ہیں اور دریا کنارے اپنے ایک دوست کا انتظار کرنے کے لیے آئے ہیں ، لیکن سپاہیوں نے ایک نہ سنی اور انہیں پکڑ کر شہر کی فصیل کی طرف لے چلے ۔ عنبر نے اپنی پرانی مصری زبان میں ناگ سے کہا :

"اب کیا کریں ناگ ؟"

ناگ نے کہا :

"یہ مسلمان بھائی ہیں اور ان کا کوئی قصور بھی نہیں ہے ۔۔ ہم انہیں نقصان بھی نہیں پہنچائیں گے ۔ خاموشی کے ساتھ جہاں یہ بے چارے لے جا رہے ہیں چلے چلو ۔۔ بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا ۔ ہم ماریا کا انتظار شہر کے اندر رہ کر بھی کر سکتے ہیں"

سلطان کے فوجیوں نے جو دونوں کو ایک انوکھی زبان میں بات کرتے سُنا تو انہیں اور زیادہ یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ضرور انگریزوں کے جاسوس ہیں ۔۔ شہر کی فصیل کے قریب ایک خفیہ دروازہ تھا جو اندر سے بند تھا اور فوجی پہرہ دے رہے تھے ۔ باہر سے سپاہیوں نے ایک خاص لفظ بلند آواز میں دہرایا ۔۔ یہ خاص کوڈ نمبر تھا ۔ اندر سے دروازے کی چھوٹی کھڑکی کھل گئی ۔۔ سپاہی عنبر اور ناگ کو لے کر دروازے میں داخل ہوئے ۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ اندر آ کر انہوں نے دیکھا کہ چاروں طرف ریت کے بڑے بڑے بورے پڑے ہیں ۔۔ جگہ جگہ شاہی فوج کے سپاہی پہرہ دے رہے ہیں ۔ توپوں کے گولوں کے ڈھیر لگے ہیں ۔ سپاہی دونوں کو لے کر شہر میں سے گزرنے لگے ۔۔ شہر کے لوگ کچھ پریشان تھے ۔۔ محاصرے کو کئی روز گزر گئے تھے

اگرچہ شہر میں کھانے پینے کا بڑا ذخیرہ تھا، پھر بھی لوگوں میں خوف پایا جاتا تھا۔ لوگ عنبر اور ناگ کے تنگ انگریزی فیشن کے کپڑوں کو حیرانی سے دیکھنے لگے۔

انہیں سلطان ٹیپو کے قلعے والے محل کی ایک کوٹھڑی میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ کچھ دیر بعد انہیں ایک افسر کے سامنے پیش کیا گیا۔ عنبر نے کہا:

"ہم جاسوس نہیں ہیں۔ ہم مسلمان سیاح ہیں اور دریائے کاویری پر اپنے ایک ساتھی کی تلاش میں آئے تھے کہ سپاہیوں نے ہمیں گرفتار کر لیا۔"

مسلمان افسر نے گھور کر ان دونوں کو دیکھا۔ اسے یقین تھا کہ یہ جاسوس ہیں۔ وہ کڑک دار آواز میں بولا:

"بکواس بند کرو۔ تم جاسوس ہو۔ تمہیں موت کی سزا دی جاتی ہے۔"

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا، گویا پوچھ رہا ہو، اب کیا کہتے ہو؟ یہ تو ہمارے مسلمان بھائی ہیں، اب کیا کریں؟

ناگ نے کہا:

"بھائی ہم جاسوس نہیں ہیں۔"

اس پر فوجی افسر نے ناگ کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ ناگ کا خون کھول اٹھا۔ وہ اس افسر کو ہلاک کرنے ہی والا تھا کہ عنبر نے چلا کر کہا:

"ناگ خبردار، اپنے غصے کا بدلہ لینے کے لیے ہم اس مسلمان افسر کو نہیں ماریں گے۔ انتظار کرو۔"

پھر اس نے فوجی افسر کی طرف دیکھ کر کہا:

"کیا تم ہمیں سلطان ٹیپو کے پاس لے جا سکتے ہو؟"

فوجی افسر نے عنبر کے منہ پر بھی ایک تھپڑ مار دیا۔

"بدبخت، تمہیں جرأت کیسے ہوئی سلطان کا نام لینے کی؟ شاہِ معظم کہو۔"

پھر اس نے اپنے سپاہیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا:

"انہیں اسی وقت قلعے کی دیوار پر لے جا کر قتل کر دو۔"

سپاہی عنبر اور ناگ کو کھینچتے ہوئے کوٹھڑی سے باہر لے گئے۔ چار سپاہی سنگینوں والی بندوقیں اور چار سپاہی ننگی تلواریں لے کر ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ دونوں دوستوں کو قلعے کی فصیل کے اوپر لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔

عنبر نے مسکرا کر ناگ سے کہا:

"دوست، اب کیا ارادے ہیں تمہارے؟"

ناگ بولا:

"ابھی یہ لوگ ہمارے قدموں پر گرے ہوں گے۔"

شاہی فوج کے کمانڈر نے رومال اونچا کرتے ہوئے کہا:

"دونوں کی ایک ساتھ گردنیں اڑا دو۔"

جنگ کا زمانہ تھا۔ ہر فیصلے پر اسی وقت عمل کر دیا جاتا تھا۔ دشمن کی فوجیں شہر کے سامنے پڑی تھیں۔ کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔۔ دو سپاہی ننگی تلواریں لے کر عنبر اور ناگ کے پیچھے آ گئے۔۔ انہیں جھکا دیا گیا۔۔

عنبر نے کہا :

"ناگ تم اپنا آپ بچاؤ۔ جلدی۔"

ناگ نے جواب دیا :

"فکر نہ کرو۔ میں سفید عقاب بن کر اُڑنے لگا ہوں۔"

ادھر کمانڈر نے ناگ کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ ادھر ناگ نے ایک سانس لیا اور جب سانس چھوڑا تو وہ سفید عقاب بن کر تیزی سے اوپر فضا میں بلند ہو کر اُڑ گیا۔ تلوار والے سپاہی کی تلوار زمین پر جا کر لگی اور ٹوٹ گئی۔۔ ہر کوئی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگا کہ ابھی ابھی جو جاسوس وہاں تھا کہاں غائب ہو گیا۔۔ سفید عقاب ان کے اوپر چکر لگا رہا تھا۔

دوسری طرف عنبر کی گردن پر جو تلوار پڑی وہ بھی اس کی سخت لوہے ایسی گردن سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو چکی تھی۔ جلاد اپنے ہاتھ میں پکڑی ٹوٹی ہوئی تلوار کو بار دیکھ رہا تھا۔ وہاں شور مچ گیا کہ دو جادوگر پکڑے گئے ہیں۔۔ کمانڈر نے بندوق سیدھی کر کے عنبر پر گولی چلا دی۔ دھماکا

ہوا۔ بارود کا دھواں نکلا۔ شعلہ بلند ہوا اور گولیاں عنبر کے جسم سے ٹکرا کر نیچے گر پڑیں۔ سپاہی پریشان ہو کر ادھر ادھر ہٹ گئے۔ ہر طرف شور اُٹھا کہ دو جادوگر جاسوس پکڑے گئے ہیں۔ ناگ سفید عقاب کی شکل میں ابھی تک اوپر چکر لگا رہا تھا۔ عنبر نے مسلمان کمانڈر سے کہا :

"اب آپ کو یقین آ گیا ہو گا کہ ہم جاسوس نہیں ہیں۔ بہتر ہو گا کہ آپ ہمیں سلطان معظم کے پاس لے چلیں۔ ہم ان سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

کمانڈر جو پہلے ہی ان سے خوف کھائے ہوئے تھا، بولا :

"جناب، میں آپ کو سلطان معظم سے تو نہیں لیکن سپہ سالار اعظم سے ضرور ملا سکتا ہوں۔"

عنبر نے کہا :

"چلو ان سے ہی ملوا دو۔"

پھر اس نے ناگ کو اشارہ کیا۔ ناگ نیچے اتر آیا اور دوبارہ انسان کی شکل میں آ گیا۔ کمانڈر دونوں کو لے کر قلعے کے ایک خاص ہال کمرے میں آ گیا۔ یہاں اس نے سپہ سالار کو پیغام بھجوایا کہ دو مسلمان سیاح کوئی خاص پیغام لے کر آئے ہیں۔

سپہ سالار اس وقت بہت مصروف تھا۔ اُس نے جواب بھجوایا کہ کل ملاقات کر سکوں گا۔ عنبر اور ناگ کو قلعے کے ایک کمرے میں پہنچا

دیا گیا۔ یہ کمرہ ایک پرانی طرز کی کوٹھڑی تھی جس میں دو پلنگ بچھے تھے اور پانی کی صراحی رکھی ہوئی تھی۔ ایک کھڑکی باہر جنگل کی طرف کھلتی تھی۔ عنبر پلنگ پر بیٹھتے ہوئے کہنے لگا:

"چلو سپہ سالار سے کل مل لیں گے اور کل ہی ہم اس سے اجازت لے کر دریائے کاویری پر جائیں گے تاکہ ماریا کا انتظار کر سکیں۔"

ناگ اپنے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔

"یار! اگر میں جلدی نہ کرتا تو ان لوگوں نے تو میری گردن اُڑا دی تھی۔"

پھر وہ عنبر کی طرف پلٹ کر بولا:

"میری سمجھ میں ابھی تک اس قبر نما انسان کا معمّا نہیں آ رہا کہ وہ کیا بلا تھی؟ اور اس نے مجھ پر کس لیے حملہ کیا تھا؟"

یہ معمّا عنبر کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد بھی دونوں دوست اس قبر میں غائب ہو جانے والے بھوت کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ پھر ناگ سو گیا۔ عنبر ابھی تک جاگ رہا تھا۔ کوٹھڑی میں ایک شمع جل رہی تھی۔ یہ موم بتی کی شمع تھی۔ عنبر نے بھی سوچا کہ کچھ دیر سو جانا چاہیے۔ اس نے شمع بجھا دی۔ شمع کے بجھتے ہی کوٹھڑی میں اندھیرا چھا گیا اور کھڑکی سے باہر جنگل میں پھیلی ہوئی چاندنی دکھائی دینے لگی۔ اس جنگل میں کتنے ہی کیکر اور نیم کے درخت تھے۔ کھڑکی میں لوہے کی سلاخیں لگی تھیں۔

عنبر پلنگ پر لیٹ کر کھڑکی میں سے باہر درختوں کو دیکھنے لگا۔ چاندنی میں خاموش کھڑے تھے۔ ہوا بند تھی اور فضا میں گرمی اور حبس ہو رہا تھا۔ ناگ آہستہ آہستہ خراٹے لینے لگا تھا۔ عنبر بھی سونے کی تیاری کرنے لگا کہ چلو سو کر ہی رات گزار دیں۔ آنکھیں بند کرنے سے پہلے اس نے کھڑکی میں سے باہر چاندنی میں دیکھا کہ ایک سایہ کھڑکی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ ہوشیار ہو گیا۔ یہ کون آ رہا ہے؟ اس نے سوچا اور غور سے باہر درختوں میں دیکھنے لگا۔

سایہ درختوں میں غائب ہو گیا تھا۔ عنبر ٹکٹکی باندھے تکتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد سایہ درختوں میں سے نکل آیا۔ یہ وہی قبر نما انسان تھا۔ اس نے دونوں لمبے بازو آگے بڑھائے ہوئے تھے۔ گردن پر سر کی جگہ قبر کا کتبہ لگا تھا اور وہ ایک بھوت کی طرح کھڑکی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عنبر پلنگ سے اُٹھ کر کھڑکی کے ایک طرف چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہی وہ بھوت ہے جس کا ذکر ناگ نے کیا تھا اور جو ناگ کو ہلاک کرنے آ رہا تھا۔ قبر نما انسان کھڑکی کی سلاخوں کے پاس آ کر رُک گیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ کھڑکی کی سلاخوں پر رکھے اور آہستہ سے انہیں ایک طرف کھینچا۔ لوہے کی مضبوط سلاخیں موم بتی کی طرح ایک طرف مڑ کر ٹوٹ گئیں۔ اب عنبر اچانک دیوار سے نکل کر سامنے آ گیا۔ قبر نما انسان اس کے بالکل سامنے کھڑکی کے باہر کھڑا تھا۔ اس کی گردن پر جو کتبہ لگا تھا اس کتبے پر ایک کالا بچھو رینگ

رہا تھا۔ عنبر نے قبر نما انسان پر حملہ کرنے کے لیے ہاتھ باہر نکالے ہی تھے کہ ایک بھیانک چیخ مار کر قبر نما انسان پیچھے ہٹا اور پیچھے ہٹتا ہٹتا درختوں میں غائب ہو گیا۔ چیخ کی آواز سن کر ناگ جاگ پڑا۔

"یہ کس کی آواز تھی؟" اس نے بڑبڑاتے ہوئے پوچھا۔

عنبر نے کہا:

"وہی قبر والا آدمی تھا۔"

- قبر نما انسان نے ناگ سے کیسے انتقام لیا؟
- کیا وہ ناگ کی گردن کاٹ سکا؟
- ماریا اس قبر نما انسان کی قید سے کیسے آزاد ہوئی؟
- عنبر اور ناگ نے سلطان ٹیپو سے کیا کہا؟
- اور پھر یہ لوگ کس طرف روانہ ہوئے؟

ان تمام سوالوں کے جواب آپ عنبر ناگ ماریا کی واپسی سیریز کی اگلی قسط نمبر ۲۰ لکشمی دیوی کا انتقام میں پڑھیں گے۔

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے قسط نمبر ۲۰ طلب کریں۔

قدم قدم حیرانی
ہر موڑ پہ نئی کہانی!
عمران ریحان ایڈونچر
"موت کے تعاقب کی واپسی" کے مشہور مصنف اے حمید کا ایک نیا سلسلہ
درج ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں:
۱ لنڈی کوتل کا بھوت -/۵
۲ مفرور قیدی -/۵
۳ ہینڈز اَپ -/۵
۴ ہیروں کے چور -/۵
۵ شاہی تاج کی چوری -/۵
۶ خونی راز -/۵
۷ آدھی رات کو فرار -/۵
۸ خفیہ ڈائری کی تلاش -/۵
آئندہ شائع ہونے والی کتب:
۹ جب ہمیں عمر قید ہوئی -/۵
۱۰ بند کمرے کا راز -/۵
۱۱ پیرس کا جاسوس -/۵
۱۲ ایلا، سکالا اور حبشی دادا -/۵
۱۳ کے۔جی۔بی کے جاسوس -/۵
۱۴ موت کی چٹانیں -/۵
۱۵ بارود کی موت -/۵
۱۶ سنڈریلا اور مسٹر ڈی کارلو -/۵
مکتبہ نیا اقرأ - ۱۴ - بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۸

لکشمی دیوی کا انتقام
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK

۲۰
ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان
لکشمی دیوی کا انتقام

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
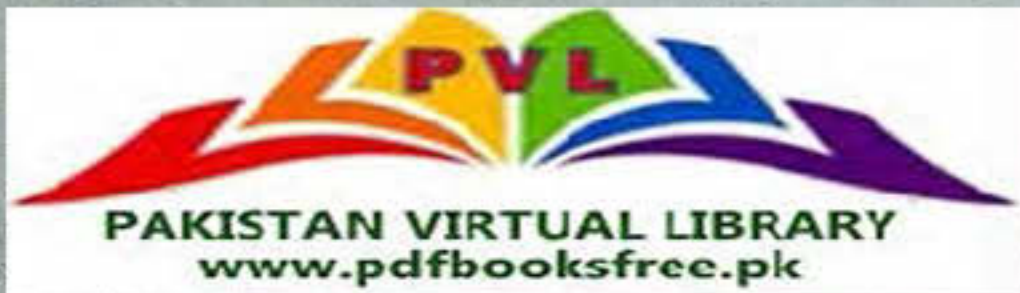
اے حمید
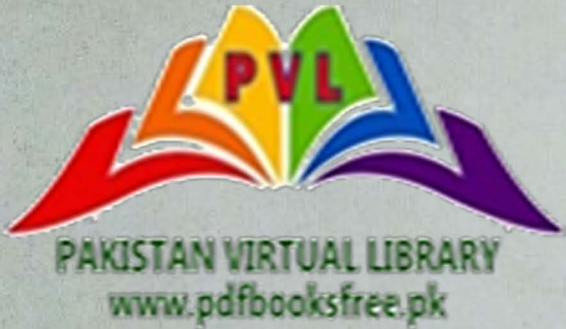
پیارے دوستو،

ناگ اور عنبر اس وقت سلطان ٹیپو کے محل کی
بیٹھے ہیں — رات کا وقت ہے — کوٹھڑی کی کھڑکی ہیں — ڈر گیا ہے اور
ہلکی ہلکی چاندنی نکلی ہوئی ہے — ابھی ابھی ناگ کو کھڑکی کی سلاخوں کے
ساتھ لگا ہوا قبر نما انسان دکھائی دیا تھا — یہ ایک ایسا انسان ہے جس
کی گردن پر انسانی سر کی جگہ قبر کا کتبہ لگا ہوا ہے اور جو ناگ کی
تلاش میں جزیرہ ٹکشی دیپ کے قبرستان سے چل کر یہاں آیا ہے — وہ
ناگ کی گردن کاٹنا چاہتا ہے تاکہ اس کا اپنا سر اُسے واپس مل
جائے — ناگ اس خیال سے قبر نما انسان کی تلاش میں جنگل میں نکل آتا
ہے کہ وہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گا — مگر وہ قبر نما انسان
سے آمنا سامنا ہوتا ہے — ایک حیرت انگیز بات سامنے آتی ہے — وہ کیا
بات تھی؟ یہ آپ ورق الٹیے اور خود پڑھیے — تو زیادہ لطف آئے گا

اے حمید

بار اول : ۱۹۸۱ء
تعداد : دو ہزار
قیمت : چار روپے
[illegible]
طابع : [illegible]

ترتیب:

ناگ کا سر لاؤ

ناگ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

وہ سوچنے لگا کہ یہ قبر نما انسان اس کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے اور اسے کس لیے مارنا چاہتا ہے۔ اس نے عنبر سے پوچھا کہ قبر نما انسان کس طرف گیا ہے۔ عنبر نے کھلی کھڑکی میں سے باہر پھیلی ہوئی چاندنی کی طرف اشارا کر کے بتایا کہ قبر نما انسان درختوں میں غائب ہو گیا ہے پھر وہ ناگ کے پاس آ کر بولا:

"وہ تمہاری تلاش میں آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے کسی دشمن نے اسے تمہارے پیچھے لگا دیا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"میرا یہاں دشمن کون ہو سکتا ہے۔ اصل بات یہ لگتی ہے کہ وہ کسی ایسے انسان کی کھوج میں ہے جو سانپ ہو۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ وہ شاید تمہارا سر کاٹ کر اپنے سر پر لگانا چاہتا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"تو پھر کیوں نہ پہلے میں اس کا سر کاٹ ڈالوں "

"اس کا تو سر ہی نہیں — سر کی جگہ تو قبر کا پتھر لگا ہے "

عنبر کے جواب میں ناگ بولا :

" میں اس کے جسم کے ٹکڑے اڑا دوں گا — تم اس کوٹھڑی میں ٹھہرو

میں ابھی جا کر قصہ ہی ختم کر دیتا ہوں "

اور ناگ غصے سے اٹھا — ایک گہرا سانس لے کر سانپ بنا

اور پھنکاریں مارتا کوٹھڑی کی سلاخوں میں سے باہر نکل گیا۔

چاروں طرف جنگل کے درختوں میں قلعے کے آس پاس چاندنی

پھیلی ہوئی تھی — ناگ کو قبر نما انسان کی ایک طرف سے بُو آئی۔ وہ

اس طرف رینگنے لگا — چاند کی روشنی میں وہ ہر شے دیکھ رہا تھا۔ کیکر

کے درختوں میں ناگ کو ایک سایا ہلتا دکھائی دیا — وہ اس طرف رینگنے

لگا۔ سایا درختوں سے نکل کر سامنے آ گیا —

یہ وہی بھوت یعنی قبر نما انسان تھا۔

وہ ناگ کو اپنے سامنے دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور سانپ کو گردن

سے پکڑ کر اس کا بھرکس نکالنے کے لیے اس کی طرف بڑھا — ناگ بھی غافل

نہیں تھا — وہ تو پہلے ہی سے ہوشیار ہو کر آیا تھا — جونہی قبر نما

انسان نے اپنا لمبا پاؤں اس کی گردن پر رکھنا چاہا — ناگ تڑپ کر

پرے ہٹ گیا اور ایک پھنکار مار کر سیاہ کالا ہاتھی بن گیا۔ اس نے

اپنی سونڈ اٹھا کر لہرائی اور اس سے پہلے کہ قبر نما انسان سنبھل سکے اپنی

سونڈ سے حملہ کر دیا — اس کی سونڈ قبر نما انسان کی گردن کو چھوتی ہوئی

نکل گئی — ناگ دوسری بار حملہ کرنے کے لیے پیچھے ہٹا تو قبر نما انسان نے

درختوں کی طرف بھاگ کر ایک گڑھے میں چھلانگ لگا دی — ناگ ہاتھی

کی شکل میں لپک کر گڑھے کی طرف بھاگ کر ایک گڑھے کی طرف آگیا۔

اور جھک کر گڑھے میں دیکھنے لگا —

کمال کی بات یہ تھی کہ گڑھا خالی تھا، بالکل خالی — خدا جانے وہ

قبر نما انسان کہاں گم ہو گیا تھا — ناگ فوراً انسان کی شکل میں آگیا —

اس نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ گڑھا اصل میں قلعے کے پاس

بنی ہوئی کوئی پرانی قبر تھی جو ڈھے چکی تھی —

قبر نما انسان اسی قبر میں چھلانگ لگا کر گم ہو گیا تھا — ایسا لگتا تھا

کہ قبریں اسے جگہ دے دیتی تھیں — قبر میں جاتے ہی وہ غائب ہو جاتا

تھا۔ ناگ پیچھے مڑا اور ایک بار پھر سانپ کی شکل میں آ کر کوٹھڑی میں

سے گزرتا ہوا عنبر کے پاس آ گیا اور ساری کہانی بیان کر دی۔ عنبر نے

بھی یہی کہا کہ وہ قبر نما انسان کوئی زبردست قسم کا جادوگر یا کسی جادوگر

کی روح ہے جو سخت مشکل میں پھنس گئی ہے اور ناگ کے سر کی

تلاش میں ہے۔

اب انہیں سونے کی ضرورت نہیں تھی — اس طرح کبھی قبر نما

انسان کے بارے میں اور کبھی ماریا کے بارے میں باتیں کرتے رات گزر گئی۔ دن نکل آیا قلعے

کے اوپر بگل بجا کر سورج کے نکلنے کا اعلان کیا گیا — انگریزی فوجوں کے

کیمپ میں بھی بگل بجا کر خبردار کر دیا گیا — انگریزی فوج پہلے ایک بار قلعے پر حملہ کر چکی تھی، مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا — کیونکہ قلعے کی دیوار بہت اونچی تھی اور سیدھی تھی — مغرب کی جانب قلعے کی دیوار شہر کی دیوار سے ملی ہوئی تھی اور اسی جگہ سے انگریزی فوج کسی طرح دیوار توڑ کر قلعے پر قبضہ کرنا چاہتی تھی۔ مگر وہ کامیاب نہیں ہو رہی تھی —

دوسرے دن ناگ اور عنبر کو سپہ سالار سے ملایا گیا جو ناگ اور عنبر کو خوش ہو کر ملا اور پوچھا کہ وہ کس قسم کا جادو جانتے ہیں —

ناگ نے کہا:

"ہم کوئی جادوگر نہیں ہیں جناب، ہم تو سیاح ہیں اور سلطان ٹیپو چونکہ انگریزوں کے خلاف جہاد کر رہا ہے — اس لیے ہم بھی چاہتے ہیں کہ اس کی فوج میں شامل ہو کر اس کی مدد کریں۔"

سپہ سالار نے بھنویں اوپر کھینچ لیں اور بولا:

"مگر تم لوگ دشمن کے جاسوس بھی ہو اور تم میں سے ایک لڑکا جادو کے زور سے غائب ہو گیا تھا — یہ کیا بات ہے — تم میں سے کون غائب ہوا تھا؟"

ناگ نے کہا،

"میں غائب نہیں ہوا تھا بلکہ سفید عقاب بن گیا تھا۔"

سپہ سالار نے پوچھا:

"کیا تم اب عقاب بن سکتے ہو؟"

"بن سکتا ہوں، مگر بنوں گا نہیں، کیونکہ میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔"

سپہ سالار کو غصہ آ گیا — یہ اس کی بے عزتی تھی — اس نے دانت پیس کر کہا:

"میں تمہیں ایسی جگہ بند کر دوں گا جہاں سے تم غائب ہو کر بھی باہر نہیں نکل سکو گے۔"

عنبر نے بیچ میں آ کر کہا:

"آپ ہم سے کس لیے ناراض ہو رہے ہیں؟ اور یہ جو آپ بار بار ہم پر جاسوسی کا الزام لگا رہے ہیں، یہ بالکل غلط ہے — ہم جاسوس نہیں ہیں، ہم آپ کے خیر خواہ ہیں — ہمیں معلوم ہے کہ اس جنگ میں ......"

ابھی یہ فقرہ عنبر کے منہ میں ہی تھا کہ ناگ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا —

"نہیں عنبر، تم آنے والے زمانے کے حالات نہیں بتا سکتے۔"

"کیا ہونے والا ہے اس جنگ میں؟" سپہ سالار نے کڑک کر پوچھا۔

ناگ کو سخت غصہ آ گیا۔ سپہ سالار اتفاق سے کمرے میں اکیلا ہی — ناگ نے آگے بڑھ کر سپہ سالار کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"کیا تم مسلمان ہو — تم مسلمان لگتے نہیں ہو۔ اگر ہو تو میری

بات غور سے سنو۔۔۔ ہم سلطان معظم ٹیپو سلطان کے خیر خواہ ہیں۔۔۔ ہم اسے ہر آفت سے بچانا چاہتے ہیں اور تم یہ بات کان کھول کر سن لو کہ ہم کوئی معمولی انسان نہیں ہیں۔۔۔ ہم اگر چاہیں تو ساری انگریزی فوج کو ابھی تہس نہس کر کے رکھ دیں۔۔۔ مگر ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ ہمیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں "

سپہ سالار کو عقل ہی نہیں آ رہی تھی۔۔۔ وہ اب بھی ناگ اور عنبر کو جاسوس سمجھ رہا تھا۔۔۔ ناگ کے ہاتھ کو جھٹک کر بولا :

" تم بکواس کرتے ہو "

اب تو ناگ برداشت نہ کر سکا۔۔۔ ایک دم سے تڑپ کر کالا سانپ بن گیا اور پھن اٹھا کر پھنکارتا ہوا سپہ سالار کی طرف بڑھا ہی تھا کہ عنبر نے اسے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔۔۔

" نہیں ناگ، یہ سپہ سالار ہے۔۔۔ سلطان کی فوج کا سپہ سالار ہے "

ناگ پھر سے انسان بن کر سامنے آ گیا۔۔۔ سپہ سالار کی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔۔۔ اس نے ابھی ابھی جو کچھ دیکھا تھا وہ اس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔ اب اسے یقین آ گیا تھا کہ یہ لوگ کوئی بہت بڑے جادوگر ہیں اور ان سے دشمن کی فوج کے خلاف جاسوسی کا زبردست کام لیا جا سکتا ہے۔ اس نے ناگ اور عنبر سے دوبارہ ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

" دوستو، مجھے یقین آ گیا کہ تم جادوگر ہو۔۔۔ بہرحال میں سلطان معظم سے تمہاری ملاقات کروانے کی پوری کوشش کروں گا۔ وہ تم سے مل کر خوش ہوں گے "

سپہ سالار کے حکم سے ناگ اور عنبر کو قلعے کی دوسری منزل کے ایک شاہی مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا۔۔۔ یہ کمرہ خوب صورت تھا اور دیوار پر بھی قالین لگا تھا۔ کھڑکی نیچے قلعے کی کھائی کی جانب کھلتی تھی۔ کھائی سے آگے میدان تھا پھر شہر کا قبرستان اور اس کے بعد شہر کی دیوار آ جاتی تھی جس کی دوسری جانب فوج حملے کے لیے تیار بیٹھی تھی۔

دوپہر کے کھانے پر عنبر اور ناگ کو شیر میسور سلطان ٹیپو کے سامنے پیش کیا گیا۔۔۔ سلطان اس وقت اپنے کمرۂ خاص میں درباریوں اور امیروں کے ساتھ بیٹھا جنگ کا نقشہ دیکھ رہا تھا۔۔۔ عنبر اور ناگ ایک طرف ادب سے کھڑے ہو گئے۔۔۔ دیوار پر شیر کی کھالوں سے بنا ہوا بڑا قالین لٹک رہا تھا۔ ایک میز پر تانبے کا شیر ایک انگریز فوجی کو چیر پھاڑ رہا تھا۔۔۔ یہ شیر خاص طور پر ٹیپو نے بنوایا تھا جو ایک انگریز کو کھا رہا تھا۔ آج کل تانبے کے شیر کا یہ مجسمہ لندن کے عجائب گھر میں ہے۔۔۔

سلطان ٹیپو اپنے سپہ سالار اور دوسرے جنگی جرنیلوں سے انگریزی فوج کے محاصرے اور ان پر حملہ کرنے کے بارے میں مشورے کر رہا تھا۔۔۔ عنبر اور ناگ نے محسوس کیا کہ سلطان ٹیپو شیر کی طرح بہادر، پھرتیلا اور بے خوف تھا۔۔۔ اس کے بائیں جانب ایک دبلا پتلا مکار قسم کا آدمی کھڑا تھا۔۔۔ عنبر نے ایک درباری سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔۔۔ اس نے آہستہ سے کہا :

"یہ وزیر خزانہ میر صادق ہیں۔"

عنبر اور ناگ نے چونک کر میر صادق کی طرف دیکھا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے سلطان ٹیپو کے ساتھ غداری کی تھی اور قلعے کی دیوار کا خفیہ دروازہ انگریزوں کے لیے کھول دیا تھا، جس کے بعد انگریزوں کی فوج قلعے کے اندر گھس آئی اور سلطان اسی جگہ دشمن سے لڑتا لڑتا شہید ہو گیا تھا۔ ناگ نے آہستہ سے عنبر کے کان میں کہا:

"میں اس شخص کو ہلاک کر دوں گا تاکہ سلطان ٹیپو شہید نہ ہو۔"

عنبر نے ہولے سے کہا:

"تم ایسا نہیں کر سکتے۔ تاریخ غلط ہو جائے گی۔ سارے واقعات تہس نہس ہو جائیں گے۔ دنیا کا سارا نظام تباہ و برباد ہو جائے گا۔"

سلطان ٹیپو پلٹ کر عنبر اور ناگ کی طرف دیکھا۔ شاید اس نے عنبر کی سرگوشی کی آواز سن لی تھی۔ عنبر نے محسوس کیا کہ سلطان کی آنکھوں سے مقناطیسی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ سلطان نے پوچھا:

"یہ لوگ کون ہیں؟"

سپہ سالار نے ادب سے کہا:

"سلطان معظم! یہ وہی جادوگر جاسوس ہیں جن کے بارے میں آپ کی خدمت میں عرض کی تھی۔"

"جاسوس!" سلطان شیر کی دھاڑا۔

اس پر عنبر نے ادب سے جھک کر کہا:

"سلطان معظم! یہ ہم پر گھناونا الزام ہے۔ ہم جاسوس نہیں ہیں۔ ہم دونوں دوست ہیں۔ دنیا کی سیر پر نکلے ہیں۔ میں جڑی بوٹیوں کی تجارت کرتا ہوں۔ میسور میں داخل ہوئے تو انگریزوں نے پکڑ لیا۔ ان سے جان چھوٹی تو آپ کی فوج نے پکڑ لیا۔ ویسے ہماری خواہش تھی کہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہو۔"

سلطان ٹیپو نے سپہ سالار سے کڑک کر کہا:

"ان کو قید میں ڈال دو۔"

وہاں بھلا کون بول سکتا تھا۔ دو سپاہیوں نے عنبر اور ناگ کو پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے گئے اور قلعے کی کال کوٹھری میں لا کر ڈال دیا۔ یہ کال کوٹھڑی تہہ خانے میں تھی اور یہاں ہر وقت باہر پہرہ لگا رہتا تھا۔ آدھی رات کو توپوں کی آوازیں آنے لگیں۔ معلوم ہوا کہ انگریزی فوج نے رات کو قلعے کی فصیل پر حملہ کر دیا ہے۔ کتنی دیر دونوں طرف سے توپیں چلتی رہیں۔ سپاہیوں کی چیخ و پکار کی آوازیں آتی رہیں۔ عنبر اور ناگ تہہ خانے میں بیٹھے یہ آوازیں سنتے رہے۔

"اب کیا کریں عنبر بھائی؟ کیا مشورہ ہے تمہارا؟ کیا سلطان ٹیپو سے اصل بات کہہ دیں کہ ہم کون ہیں اور اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔"

عنبر بولا:

"نہیں نہیں ناگ، ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ ہمیں تاریخ کے واقعات

سامنے خاموش رہنا ہوگا — نہیں ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ ہم تاریخ کا رخ موڑ دیں، کیونکہ جو واقعات اس وقت یہاں ہو رہے ہیں، وہ ایک بار ہو چکے ہیں اور تاریخ کی کتابوں میں یہی لکھا جا چکا ہے کہ سلطان ٹیپو شہید ہو گیا تھا اور میسور کے قلعے پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا تھا۔"

ناگ نے کہا:

"تو پھر کیا ہم اس تہہ خانے میں ہی قید رہیں گے۔ دریا پر جا کر ماریا کو تلاش نہیں کرنا؟"

"ہم یہاں زیادہ دیر نہیں رہیں گے — گھبراؤ نہیں — مجھے کچھ سوچنے دو۔"

پھر کچھ سوچ کر عنبر بولا:

"کیا خیال ہے، اگر ہم یہاں سے نکل کر سیدھا دریا پر چلے جائیں اور ماریا کو تلاش کریں —"

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں — میں ابھی تہہ خانے کے پہرے داروں کو ٹھکانے لگا کر دروازہ کھولتا ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"نہیں نہیں، یہ بے گناہ ہیں۔ انہیں مارنا نہیں — تم انہیں بے ہوش کر دو اور جا کر دروازہ کھول دو۔ کیونکہ یہاں ہماری کوئی نہیں سنے گا — میر صادق نے سلطان ٹیپو کے سارے محل پر اپنا اثر ڈال رکھا

ہے۔"

ناگ نے تہہ خانے کے لکڑی کے مضبوط دروازے کو دیکھا دروازے کے اوپر ایک چھوٹی سی طاقچی تھی جو اندر ہوا آنے کے لیے رکھ چھوڑی تھی — ناگ نے گہرا سانس لیا اور سانپ بن کر رینگتا ہوا اس طاقچی میں سے باہر نکل گیا — باہر جاتے ہی اس نے گردن اٹھا کر دیکھا — دیوار کے طاق میں شمع روشن تھی۔ ایک پہریدار دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے سو رہا تھا — ناگ آہستہ سے رینگتا ہوا اس کی گردن کے پاس آیا اور اس کی گردن پر ڈس کر تھوڑا سا زہر اس کے خون میں شامل کر دیا — اس کے ڈستے ہی پہریدار ہڑبڑا کر اٹھا اور اپنی گردن پر ہاتھ رگڑنے لگا — اس کا خیال تھا کہ کوئی مچھر اسے کاٹ گیا ہے — ناگ کونے میں چھپا اس کے بے ہوش ہونے کا انتظار کر رہا تھا — تھوڑی ہی دیر بعد پہریدار نے ایک چکر کھایا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا — ناگ نے اسی وقت انسان کی شکل اختیار کی اور پہرے دار کی جیب سے چابی نکال کر دروازہ کھول دیا — عنبر باہر آ گیا —

"اب کس طرف چلیں؟" عنبر نے پوچھا —

ناگ اندھیرے میں ایک طرف دیکھ کر بولا:

"میرا خیال ہے، ادھر کو ایک ہی راستہ ہے۔ اسی پر چل کر دیکھتے ہیں — کہیں نہ کہیں تو باہر نکلے گا۔"

عنبر نے کہا:

"مگر یاد رکھنا ہوگا کہ ہم کسی سپاہی کو یوں ہی نہیں ماریں گے۔"

دونوں پتھر کی سیڑھیوں سے ہو کر ایک غلام گردش میں آگئے۔ یہاں بھی ایک جگہ دیوار میں مشعل جل رہی تھی — وہ آگے بڑھتے چلے گئے — غلام گردش ختم ہوئی تو لوہے کی سلاخوں والا دروازہ سامنے آگیا — یہاں کوئی پہرے دار تو نہیں تھا، لیکن تالا لگا ہوا تھا۔ عنبر نے سلاخوں کو ایک طرف موڑ دیا — اتنی جگہ بن گئی کہ آدمی باہر نکل سکے — دونوں دوست باری باری وہاں سے نکل گئے — ایک دالان میں ستونوں کے نیچے محراب دار چھت پڑی تھی — جوں ہی عنبر اور ناگ اس کی طرف بڑھے، وہاں سے ایک چیتا دھاڑ مار کر ان پر ٹوٹ پڑا، لیکن وہ لوہے کی مضبوط زنجیر سے بندھا ہوا تھا — ناگ اور عنبر پیچھے ہٹ گئے اور ایک طرف کو جاگے، مگر چیتے کی دھاڑ نے سب کو بیدار کر دیا تھا — چاروں طرف سے سنگینوں اور تلواروں والے سپاہیوں نے آکر ان کو گھیرے میں لے لیا — عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا اور کہا:

"ہم مقابلہ نہیں کریں گے — بس تم خاموش رہو۔"

دونوں کو اسی وقت سپہ سالار کے سامنے پیش کیا گیا۔ سپہ سالار نے انہیں دیکھتے ہی کہا:

"تم نے فرار ہونے کی کوشش کرکے غلطی کی — یہاں سے نکلنا ناممکن ہے۔"

ناگ نے کہا:

"یہ مت کہیں کہ ناممکن ہے — ہم جب اور جس وقت چاہیں یہاں سے نکل سکتے ہیں، لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے — میرے دوست عنبر نے مجھے منع کر دیا ہے۔"

عنبر کہنے لگا:

"آپ ایسا کریں کہ ہمیں سلطان سے ایک بار پھر ملا دیں۔"

سپہ سالار نے کہا:

"سلطان کو یقین ہے کہ تم لوگ جادوگر جاسوس ہو۔ وہ تم سے نہیں ملے گا — اس لیے بہتر یہی ہے کہ قید میں کم از کم اس وقت پڑے رہو جب تک کہ جنگ ختم نہیں ہوتی۔"

ناگ غصے میں آکر کہنے لگا:

"تم لوگ کون ہوتے ہو ہمیں قید کرنے والے۔ ہمیں بڑے بڑے فرعون قید نہ کر سکے۔"

سپہ سالار بھی طیش میں آگیا — کڑک کر بولا:

"تم جتنا چاہے جادو کرلو، مگر یہاں سے باہر نہیں نکل سکو گے۔"

اب ناگ سے صبر نہ ہو سکا — اس نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"میں اب برداشت نہیں کر سکتا۔"

اس کے ساتھ ہی ناگ نے اپنی صدری کی جیب سے سانپ کا مہرہ نکالا اور منہ میں رکھ کر غائب ہوگیا — سپہ سالار اور اس کے

سپاہی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ناگ کو ڈھونڈنے لگے کہ کہاں چلا گیا۔ ناگ اڑ کر چھت کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ پھر اس نے دونوں بازو ہلاتے ہوئے۔ آہستہ آہستہ اڑنا شروع کر دیا اور قلعے کے دالان سے نکل کر شاہی محل میں آ گیا۔۔ رات کا وقت تھا، وہاں چاروں طرف بڑا زبردست پہرہ لگا ہوا تھا۔۔ اس نے دیکھا کہ محل کی دیوار کے ساتھ دو آدمی جھک کر ایک جگہ سے دیوار کو توڑنے کی کوشش کر رہے تھے ناگ اڑتا اڑتا ان کے اوپر آ گیا۔۔ یہ دونوں ہندوستانی تھے اور ایک کدال سے دیوار میں سے پتھر نکال رہے تھے۔۔ ناگ نے لپک کر ان دونوں کو گردنوں سے دبوچ کر اوپر اٹھا لیا اور پھر زور سے نیچے پھینک دیا۔ وہ گرتے ہی مر گئے۔

ناگ سمجھ گیا تھا کہ یہ دونوں غدار ہیں اور دشمن کو شاہی قلعے میں گھسنے کا موقع دینے کے لیے دیوار میں شگاف کر رہے ہیں۔ وہاں سے ناگ سیدھا سلطان ٹیپو کے کمرۂ خاص کی طرف اڑ گیا۔ اس کے کمرے میں شمع جل رہی تھی۔۔ کھڑکی کھلی تھی۔۔ ناگ کھڑکی میں سے اڑتا ہوا اندر چلا گیا۔۔ کیا دیکھتا ہے کہ شیر میسور سلطان ٹیپو ایک خفیہ جنگی نقشے پر بستر میں لیٹا غور کر رہا ہے۔

ناگ نے اس کے قریب جا کر سانپ کا مہرہ منہ سے نکال لیا اور ظاہر ہو گیا۔۔ جوں ہی سلطان ٹیپو نے اچانک ناگ کو اپنے پاس دیکھا، تو چونک کر اپنا خنجر سرہانے کے نیچے سے نکال لیا۔

"تم یہاں کیسے آ گئے؟"

ناگ نے ادب سے جھک کر سلام کیا اور کہا:

"سلطان معظم، آپ جانتے ہیں کہ میں جادوگر ہوں۔ میں جادو کے زور سے جہاں چاہوں جا سکتا ہوں۔۔ اس وقت آپ سے صرف اتنا کہنے آیا ہوں کہ ہم جاسوس نہیں ہیں۔۔ ہم جب چاہیں یہاں آپ کی قید سے آزاد ہو سکتے ہیں۔۔ مگر ہم آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔۔ کم از کم میں ضرور آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ جاسوس اس وقت آپ کے قلعے کی دیوار میں شگاف ڈال رہے تھے۔ میں نے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔۔ آپ خود چل کر موقع پر ان کی لاشیں دیکھ سکتے ہیں۔"

سلطان ٹیپو اٹھ کر کھڑکی کے پاس گیا۔۔ باہر ایک نگاہ ڈالی۔ پھر ناگ کی طرف پلٹ کر بولا:

"تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟ کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ دشمن کو باہر سے کتنی مدد آ رہی ہے؟"

ناگ کو وہ خفیہ نقشہ یاد آ گیا جو عنبر نے جنرل نکلسن کے حوالے کیا تھا۔۔ وہ نقشہ اور اس میں لکھی ہوئی خفیہ تحریر ناگ نے پڑھ لیے تھے۔ اس نے سوچا کہ اب جبکہ جنرل نکلسن کی امانت اس کے حوالے کر دی گئی ہے۔۔ سلطان ٹیپو کو بتا دینا چاہیے کہ پنجاب سے انگریزوں کو بھاری تعداد میں فوج اور اسلحہ آ رہا ہے۔ ناگ نے سلطان کی طرف

دیکھ کر ادب کے ساتھ کہا:

"سلطان معظم، جنرل نکلسن کو پنجاب سے فوج آرہی ہے اور گولا بارود بھی آرہا ہے — یہ بات مجھے انگریزی کیمپ سے معلوم ہوئی تھی۔"

سلطان نے چونک کر ناگ کو دیکھا —

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں سلطان معظم، لیکن ....."

ناگ کے منہ سے نکلنے ہی لگا تھا، "لیکن آپ کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا — کیونکہ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اور تاریخ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ کو شکست ہوگی اور آپ شہید ہو جائیں گے اور دنیا آپ کو سلطان ٹیپو کے نام سے یاد کرے گی۔"

ناگ فوراً رک گیا — سلطان ٹیپو نے پوچھا:

"تم رک کیوں گئے — تم کیا کہنا چاہتے تھے؟"

ناگ نے کہہ دیا کہ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ اپنے غداروں سے خبردار رہیں — سلطان نے کہا:

"کون غدار ہو سکتا ہے؟ ہمارے وزیر سبھی وفادار ہیں — کیا تم کسی کا نام لے سکتے ہو؟"

ناگ کو یہ نہیں بتانا چاہیے تھا، مگر اس کے منہ سے نکل گیا —

"میر صادق سے خبردار رہیں — وہ آپ کے ساتھ مخلص نہیں ہے۔"

سلطان ٹیپو مسکرا دیے۔ کہا:

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو — میر صادق تو ہمارا خاص آدمی ہے — ہمارا وزیر خزانہ ہے۔ وہ ہم سے کبھی غداری نہیں کر سکتا۔"

ناگ نے جواب دیا:

"بجا ارشاد فرمایا — بجا ارشاد فرمایا۔"

پھر سلطان نے ناگ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا:

"آج سے تم اور تمہارے دوست عنبر ہمارے خاص مہمان ہیں۔"

اسی وقت عنبر کو قید سے نکالا گیا اور وہ شاہی محل کے خاص مہمان خانے میں آ گئے — چار دن گزر گئے — ہر روز عنبر اور ناگ دریائے کاویری کے کنارے پر جا کر ماریا کا انتظار کرتے مگر وہ کہیں نظر نہ آئی — پانچویں روز انگریزوں نے قلعے کے ایک دروازے پر حملہ کر دیا — گھمسان کی جنگ ہوئی، مگر شاہی فوج کے سپاہیوں نے انگریز کو بھگا دیا — اسی روز شام کو سلطان ٹیپو کے حرم سرا کی ایک خاتون کو سانپ نے کاٹ لیا — وہ شام کی ٹھنڈی ہوا میں محل کی چھت پر سیر کر رہی تھیں کہ کسی طرف سے سانپ اوپر آ گیا اور اس نے خاتون کو ڈس لیا — شاہی حکیم نے بہت زور مارا، مگر خاتون مرنے والی ہو گئی۔ اور بے ہوش ہو گئی —

ناگ کو خبر ہوئی تو وہ سلطان کی اجازت سے فوراً حرم سرا میں پہنچ گیا — اسی وقت پردہ کر دیا گیا — خاتون پلنگ پر بے ہوش پڑی تھی

بالکل مرنے والی تھیں۔۔۔ ناگ نے آنکھیں بند کر کے سانپ کو آواز دی۔ ناگ
کی آواز پر سانپ دریا کنارے کی جھاڑی سے اسی وقت بھاگ کر جادو
محل میں پہنچ کر ناگ کے سامنے ادب سے جھک گیا۔۔۔ ناگ نے کہا:

"فوراً اس خاتون کے جسم میں ڈالا ہوا سارا زہر واپس چوس لو۔"

"جو حکم میرے عظیم دیوتا۔"

سانپ نے یہ کہہ کر اپنا منہ خاتون کے زخم پر رکھ دیا اور پل بھر
میں زور کو سانس کھینچ کر سارا زہر چوس ڈالا۔۔۔ جسم سے زہر کا نکلنا تھا کہ
خاتون نے آنکھیں کھول دیں۔۔۔ حرم کی ساری کنیزیں اور شہزادیاں حیران رہ
گئیں۔۔۔ سلطان ٹیپو نے ناگ کو سینے سے لگا لیا اور کہا:

"تم نے خاتون کی جان بچا کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ اس خاتون
کی ہم بہت عزت کرتے ہیں۔۔۔ ہم نے ان سے نماز پڑھنا سیکھا تھا۔"

آخر وہ دن بھی آ گیا جس دن سلطان ٹیپو نے شہید ہونا تھا۔ عنبر
اور ناگ چونکہ پانچ ہزار سال سے تاریخ کا سفر کر رہے تھے۔۔۔ اس
لیے انہیں آئندہ پانچ ہزار سال تک ہونے والے سارے واقعات
معلوم تھے۔۔۔ عنبر نے ناگ سے کہا:

"آج مئی کی وہی تاریخ ہے جس روز تاریخ کی کتابوں میں
لکھا ہوا ہے کہ سلطان ٹیپو انگریزوں سے لڑتا ہوا قلعے کے شگاف کے
باہر شہید ہو گیا تھا۔"

ناگ نے کہا:

"کیا ہم انہیں روک دیں؟"

عنبر نے کہا:

"ناگ، تم بڑے نادان ہوتے جا رہے ہو۔ خبردار جو تم نے
تاریخ کے واقعات میں دخل دینے کی خطرناک کوشش کی۔ بس خاموش
تماشائی بن کر بیٹھے رہو اور جو ہونے والا ہے اسے دیکھتے جاؤ۔"

ناگ نے کہا:

"بلکہ یوں کہو جو پہلے ہی ہو چکا ہے اسے ہوتے دیکھتے جاؤ۔"

"ہاں، تم ایسا ہی سمجھو۔"

اس روز میسور میں بڑی گرمی پڑ رہی تھی۔۔۔ صبح سے جنگ ہو
رہی تھی۔۔۔ انگریزوں نے قلعے پر حملہ کر دیا تھا اور سلطانی فوج بڑی
بہادری سے لڑ رہی تھی اور قلعے کی دیوار کے اوپر سے دشمن پر تیر برسا
رہی تھی۔۔۔ دوپہر کا وقت تھا۔۔۔ سلطان ٹیپو قلعے کی فصیل سے نیچے
آئے اور کھانے کے دستر خوان پر بیٹھ گئے۔۔۔ ایک طرف عنبر اور ناگ
بھی بیٹھے تھے۔۔۔ سلطان کھانا بھی کھا رہے تھے اور اپنے بچوں سے پیار
سے باتیں بھی کر رہے تھے۔۔۔ عنبر نے ناگ کے کان میں کہا:

"وقت ہو گیا ہے۔۔۔ بس اب پیغام آنے ہی والا ہے۔"

اتنے میں ایک سپاہی حیران و پریشان بھاگا بھاگا آیا اور بولا:

"حضور عالی، قلعے کا خفیہ دروازہ غداروں نے کھول دیا ہے۔ انگریز
فوج اندر داخل ہو گئی ہے۔"

اتنا سنا تھا کہ سلطان ٹیپو نے کھانا وہیں چھوڑا۔ تلوار اٹھائی اور قلعے کے خفیہ دروازے کی طرف اٹھ دوڑا۔ عنبر نے ناگ سے کہا:

"بس یہ سلطان کا آخری دیدار تھا جو ہم نے کر لیا۔ اب شام کو اس کی لاش محل میں آئے گی اور محل پر انگریزوں کا قبضہ ہو جائے گا۔"

عنبر اداس ہو گیا — ناگ بھی اداس ہو گیا — کیونکہ وہ مدد کر سکنے کے باوجود سلطان ٹیپو کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے — عنبر نے کہا:

"اور اس محل سے باہر نکل چلتے ہیں — قلعے کے پیچھے چلے جاتے ہیں — مجھ سے سلطان ٹیپو شہید کی لاش اور محل میں انگریزی فوجوں کا آنا نہیں دیکھا جائے گا۔"

دونوں دوست اٹھ کر شاہی محل کے پچھلے حصے کی طرف آ گئے اور قلعے کی عقبی دیوار کے پاس سیڑھیاں اتر کر دریائے کاویری کے کنارے بنی ہوئی ایک بارہ دری میں آ کر بیٹھ گئے — قلعے کی جنوبی دیوار کی طرف سے جنگی نعروں، بندوقوں کے فائروں اور کبھی توپ کے دغنے کی آواز آ جاتی تھی — ادھر گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی — عنبر نے کہا:

"دشمن آگے بڑھ رہا ہے — شام تک قلعہ فتح ہو جائے گا اور محل میں انگریزی فوج داخل ہو جائے گی۔"

شام کا اندھیرا چھانے لگا — محل کی طرف سے چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہونے لگیں — عنبر نے کہا:

"شاید سلطان ٹیپو کی لاش محل میں آئی ہے۔"

محل میں اندھیرا چھایا ہوا تھا — قلعہ فتح ہو چکا تھا — قلعے پر دشمن نے اپنا جھنڈا لہرا دیا — عنبر نے کہا کہ اب شاہی محل میں جانے سے کیا فائدہ! اس لیے اسی بارہ دری میں اس وقت تک رہیں گے جب تک کہ ماریا نہیں مل جاتی —

دریا شام کے اداس اندھیروں میں بڑی خاموشی سے بہہ رہا تھا۔ درخت سر جھکائے شیرِ میسور سلطان ٹیپو کی شہادت پر ماتم کر رہے تھے۔ ناگ اور عنبر آدھی رات تک باتیں کرتے رہے — کبھی خاموش ہو کر دریا کو تکنے لگتے — عنبر وہیں بارہ دری میں سو گیا — ناگ نے سوچا کہ کیوں نہ سفید عقاب بن کر دریا کے اوپر سیر کرے اور ماریا کو بھی تلاش کرے۔ وہ عنبر کو وہیں سوتا چھوڑ کر سفید عقاب بن گیا اور پھر چاندنی رات میں دریا کے اوپر اڑنے لگا —

طوفان کی رات

بلندی پر جا کر ناگ نے نیچے محل پر ایک نظر ڈالی۔

محل کے ایک طرف آگ لگی ہوئی تھی اور دھواں اٹھ رہا تھا — غداروں کی مدد سے انگریزوں نے محل پر قبضہ کر لیا تھا اور سلطان ٹیپو کی لاش محل میں پڑی تھی اور شہزادیاں اور کنیزیں سسکیاں بھر رہی تھیں۔ تاریخ میں لکھا تھا اور ایسا ہی ہوا تھا کہ جس رات سلطان ٹیپو کو دفن کرنے کے لیے شاہی قبرستان لے جایا گیا — اس رات بڑے زور کی بارش ہوئی تھی اور اتنا طوفان آیا تھا کہ لگتا تھا، پہاڑ الٹ جائیں گے۔ ناگ سفید عقاب کی شکل میں رات کے اندھیرے میں آسمان پر اڑا جا رہا تھا — دریا خاموشی سے بہہ رہا تھا — آسمان پر تارے نکلے ہوئے تھے — دریا آگے جا کر دو اونچی اونچی کالی چٹانوں کے قریب پہنچا تو مشرق کی طرف سے کالی گھٹا اٹھی اور دیکھتے دیکھتے آسمان پر چھا گئی اور بجلی رہ رہ کر چمکنے لگی اور بادل گرجنے لگا — ناگ سمجھ گیا کہ تاریخ کی کتابوں میں اس نے ٹھیک پڑھا تھا کہ اس رات بہت بڑا طوفان آیا تھا۔

ناگ نے سوچا کہ اسے واپس عنبر کے پاس چلے جانا چاہیے تاکہ

طوفان میں کسی جگہ پناہ لے سکیں۔ جوں ہی وہ واپس مڑا... اتنی تیز چمک کے ساتھ بجلی چمکی کہ ناگ کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں اور وادی، دریا، چٹانیں روشنی میں سفید ہو گئیں — اس کے ساتھ ہی بادل اس قدر دھمک کے ساتھ گرجا کہ چٹانوں کے دل کانپ اٹھے اور سفید عقاب ایک جھکولا کھا کر ایک چٹان کے اوپر جا گرا — چٹان کے کلے پتھر سے ٹکرا کر عقاب لڑھکتا ہوا دریا کی طرف گرنے لگا — وہیں سے اس نے غوطہ لگایا، اوپر کو اٹھا اور چٹان کے نیچے دریا کے کنارے اتر گیا —

چٹان کے پتھر کے ساتھ ٹکرانے سے اس کے شانے میں درد ہونے لگا تھا — ناگ اس وقت انسانی شکل میں آ گیا — اس نے ہاتھ سے اپنا شانہ دبایا — شانے کی ہڈی میں ہلکا ہلکا درد تھا — وہ پرندہ بن کر فضا میں بلند نہیں ہونا چاہتا تھا کیونکہ اس طرح اسے اڑنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ سانپ کا مہرہ منہ میں رکھ کر اڑے گا۔ ناگ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سانپ کا مہرہ نکالنا چاہا تو دیکھا کہ جیب خالی ہے۔ سانپ کا مہرہ غائب ہے — ساری جیبیں ٹٹول ڈالیں، مگر مہرہ کہیں نہ ملا — ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جب وہ سفید عقاب بن کر اڑا تھا تو سانپ کا مہرہ اس کی جیب سے نکل کر دریا میں جا گرا۔

اب اس طوفان میں سانپ کے مہرے کو تلاش کرنا بڑی مشکل بات تھی — کیونکہ سانپ کے مہرے کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ جوں ہی وہ زمین پر گرتا ہے، زمین اسے جگہ دے دیتی ہے اور وہ زمین

کی گہرائیوں میں اُتر جاتا ہے۔

ناگ نے سوچا، کہ وہ اگر سانپ یا شیر وغیرہ بن کر واپس گیا تو اتنے خوفناک طوفان میں ہو سکتا ہے وہ راستہ بھول جائے اور عنبر تک نہ پہنچ سکے۔۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اسی جگہ کسی محفوظ مقام پر بیٹھ کر طوفان کے گزر جانے کا انتظار کرے۔۔ اندھیری رات اور گرج چمک کا طوفان، موسلا دھار بارش۔۔ ناگ چٹان کے ساتھ لگ کر جہاں کھڑا تھا وہاں ایک پتھر آگے کو نکلا ہوا تھا جس کے آگے چھجہ سا بنا دیا تھا۔ اس کے نیچے بارش نہیں آرہی تھی۔۔ ناگ نے چٹان کے ابھرے ہوئے کالے پتھروں کو دیکھا۔ اس میں کوئی کھوہ یا غار نہیں بنی تھی۔۔۔

بجلی چمکی تو ناگ کی نگاہ سامنے والی چٹان پر پڑی۔۔ بجلی کی روشنی میں وہاں اسے ایک کھوہ دکھائی دی۔۔ ناگ بھاگ کر سامنے والی چٹان کے پاس چلا گیا۔۔ اس نے دیکھا کہ کھوہ زیادہ بڑی نہیں تھی، مگر وہ اس کے اندر بیٹھ سکتا تھا۔۔ ناگ وہاں بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ عنبر بھی ضرور بارہ دری میں بیٹھا طوفان گزرنے کا انتظار کر رہا ہو گا اور وہ سمجھ گیا ہو گا کہ ناگ بھی طوفان میں کسی جگہ اُتر گیا ہے۔

پھر بارش رک گئی۔۔ بادل چھٹ گئے اور آسمان پر ستارے نکل آئے۔۔ ستاروں کی روشنی میں چٹانیں اور دریا دھندلے دھندلے دکھائی دینے لگے تھے۔۔ دریا بڑے زور شور سے بہہ رہا تھا۔۔ لہریں جھاگ اڑا

رہی تھیں۔۔ ناگ نے واپس جانے کا فیصلہ کیا اور چٹان کی کھوہ میں سے نکل کر واپس دریا کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی چلا ہو گا کہ ایک جگہ پتھروں کے درمیان ایک درخت کے پیچھے سے انسانی سایا نکل کر دریا کی طرف جاتا دکھائی دیا۔۔ ناگ رُک گیا اور ستاروں بھری رات میں اسے دیکھنے کی کوشش کی۔۔ سایا غائب ہو گیا تھا۔

ناگ نے خیال کیا کہ یہ محض اس کا وہم ہو گا۔

اب وہ سانپ بن کر سفر کرنا چاہتا تھا۔۔ کیونکہ ناگ نے محسوس کیا تھا کہ اس علاقے میں سے انسان بن کر گزرنا خطرناک ہو گا۔ ابھی وہ سانپ نہیں بنا تھا کہ ایک دم کسی نے اس کے پیچھے سے آکر اس کے پاؤں میں زور سے کوئی شے پھینکی۔۔ ناگ نے پلٹ کر دیکھا۔ دو قدم کے فاصلے پر اس کے سامنے وہی قبر نما انسان کھڑا تھا۔ ناگ نے گہرا سانس لیا اور ہاتھی بن گیا۔۔ وہ ہاتھی بن کر قبر نما انسان کو تباہ و برباد کر دینا چاہتا تھا، لیکن اس نے محسوس کیا کہ اس کے پاؤں پتھر کی طرح سخت ہو کر زمین کے ساتھ جم گئے ہیں اور وہ اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہل سکتا۔

قبر نما انسان نے ماریا کے پاؤں کی طرح ناگ کے پاؤں بھی پتھر کے کر دیے تھے۔ ناگ نے ہاتھی بن کر پورا زور لگایا کہ کسی طرح سے وہ آگے بڑھ کر قبر نما انسان پر حملہ کرے مگر اس کے پاؤں اپنی جگہ سے نہیں اٹھ رہے تھے۔۔ ناگ پریشان ہو گیا۔۔ اس نے چنگھاڑ ماری اور ہاتھی سے

سانپ بن گیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ سانپ بن کر وہاں سے بھاگ جائے گا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا — سانپ کا سارا جسم تو آزاد تھا، مگر اس کی دم زمین کے اندر پتھر بن کر جمی ہوئی تھی — اگر وہ زور لگاتا تو دم ٹوٹ جانے کا خطرہ تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ناگ کے دونوں پاؤں ٹوٹ کر الگ ہو جاتے —

ناگ کو پسینہ آ گیا۔ اس نے پوری طاقت کے ساتھ پھنکار ماری اور سفید عقاب بن گیا کہ شاید اسی طرح سے اڑ سکے، مگر یہ بھی نہ ہو سکا سفید عقاب کے پر تو آزاد تھے، مگر دونوں پنجے زمین کے اندر دھنسے ہوئے تھے، وہ اڑ نہیں سکتا تھا — قبر نما انسان کی گردن پر لگا ہوا کتبہ روشن ہو کر بجھ گیا اور پھر ناگ کو قبر نما انسان کی آواز سنائی دی:

"ناگ، تم میری قید میں ہو — تم بچ کر نہیں جا سکتے۔ میں تمہاری گردن اتار کر پھینک دوں گا اور پھر مجھے میری گردن واپس مل جائے گی"

ناگ گھبرا گیا — اب کیا کروں؟ اس نے سوچا، اس عفریت نما بھوت سے کیسے چھٹکارا نصیب ہو، لیکن ناگ کا حوصلہ بلند تھا — اسے یقین تھا کہ وہ اس بھوت سے نجات حاصل کرے گا اور اسے بھی زندہ نہیں چھوڑے گا — ناگ نے گہرا سانس لیا اور سفید عقاب سے ایک بار پھر ہاتھی بن گیا، تاکہ کم از کم قبر نما انسان اتنی آسانی سے اور اتنی جلدی اس کی گردن نہ دبا سکے — قبر نما انسان ذرا آگے بڑھا تو ناگ سونڈ اوپر اٹھا کر چنگھاڑا۔ قبر نما انسان ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ ناگ اگرچہ

ہاتھی بنا ہوا تھا، مگر اس کی طاقت کا کوئی فائدہ نہیں تھا، کیونکہ اس کے پاؤں زمین نے جکڑ رکھے تھے اور وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہل سکتا تھا۔

ناگ کا دماغ بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا — اس کے ذہن میں ایک تدبیر آئی — قبر نما انسان دونوں ہاتھ اٹھا کر ناگ پر جادو کے منتر پڑھ کر پھونک رہا تھا — ناگ نے سونڈ اوپر اٹھا کر اس علاقے کے سب سے زہریلے اور خطرناک آگ اگلنے والے سانپ کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ یہ سانپ دریائے کاویری کے علاقے کا اگنی سانپ تھا۔ ناگ کا حکم اسے ملا — وہ اسی وقت ایک زبردست پھنکار مار کر اٹھا اور زمین کے اندر سے نکل کر ناگ کی طرف دوڑ پڑا۔

قبر نما انسان اپنے جادو سے ناگ کے پورے جسم کو پتھر بنانے میں لگا تھا — اس کی گردن کا پتھر بار بار روشن ہو رہا تھا۔ وہ دائیں بائیں جھوم جھوم کر بازو لہرا لہرا کر منتر پڑھ رہا تھا۔ ناگ کو اپنے جسم میں کمزوری محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ ہاتھی کی شکل میں تھا اور اس کی ٹانگیں سُن ہونے لگی تھیں۔ عین اس وقت چٹان کے پتھروں پر ایک روشنی نمودار ہوئی اور اگنی سانپ ناگ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ ناگ نے اپنی سونڈ اٹھا کر اسے حکم دیا:

"اس قبر نما انسان کو ختم کر دو"

قبر نما انسان نے سانپ کو دیکھا تو اس کی گردن دبوچنے کے لیے

جھکا۔ سانپ بے حد خطرناک تھا۔ بڑا پھرتیلا تھا۔ وہ چھلانگ لگا کر پیچھے
ہٹ گیا اور قبر نما انسان کی طرف اپنا پھن اٹھا کر منہ سے پھنکار مار
کر شعلہ نکالا۔ یہ شعلہ نیلے رنگ کی بڑی تیز آگ کا شعلہ تھا جو سیدھا
قبر نما انسان کے سینے پر دل پر جا کر لگا اور اُسے آگ لگ گئی۔ سانپ
نے دوسرا شعلہ اس پر پھینکا۔ یہ سرخ رنگ کا شعلہ تھا۔ قبر نما انسان کا
سارا جسم آگ میں بھڑک اٹھا۔ آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ قبر نما
انسان تڑپتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی ناگ کے پاؤں ہلکے
ہو گئے اور زمین نے انہیں چھوڑ دیا۔ ناگ پھر سے انسانی شکل میں آ
گیا۔ اس نے قبر نما انسان کی طرف دیکھ کر کہا:

"تم اپنے کیے کی سزا پا رہے ہو۔"

قبر نما انسان کا پتھر روشن ہوا اور ناگ کو اس کی آواز آئی:

"میں مر رہا ہوں، مگر تم بھی ماریا کو ساری عمر تلاش نہ کر سکو گے
وہ ایسی جگہ قید ہے جہاں سے وہ کبھی باہر نہیں نکل سکے گی۔"

اتنا کہہ کر قبر نما انسان مر گیا۔ اس کا سارا جسم جل کر راکھ بن
گیا۔ اس کے سر پر لگا ہوا قبر کا پتھر بھی سانپ کی بھیانک آگ میں
پگھل کر پانی بن گیا۔ ماریا کے بارے میں ناگ بڑا فکرمند ہو گیا۔ ناگ
نے سانپ کا شکریہ ادا کر کے اسے بھیج دیا اور خود سفید عقاب بن کر
دریا کے اوپر اڑتا اور یہ سوچتا ہوا کہ خدا جانے اس بھوت نے ماریا کو
کس جگہ قید میں ڈال رکھا ہے، عنبر کی طرف چل پڑا۔

عنبر بارہ دری میں ایک طرف سمٹ کر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ناگ
کو دیکھا تو اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ناگ اس کے پاس اتر کر آیا اور انسانی
شکل اختیار کر لی۔ عنبر نے اسے بتایا کہ طوفان میں وہ اسی بارہ دری
میں بیٹھا اس کا انتظار کرتا رہا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے؟"

ناگ نے کہا:

"میں نے قبر نما انسان کو ہلاک کر دیا ہے۔ اب وہ میرا کچھ نہیں
بگاڑ سکے گا۔"

عنبر بڑا خوش ہوا۔

"چلو خدا نے ایک مصیبت سے تو نجات دی۔"

ناگ نے فکرمند ہو کر کہا:

"لیکن ایک بری بات ہوئی ہے۔ اس بھوت نے خدا جانے
کس جگہ پر ماریا کو قید کر رکھا ہے۔ مرتے مرتے وہ کہہ گیا ہے کہ ماریا کو
ہم کبھی واپس نہ لا سکیں گے۔"

عنبر کچھ سوچ کر بولا:

"فکر کی کوئی بات نہیں۔ قبر نما انسان کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ مجھے
یقین ہے، ماریا جہاں کہیں بھی ہو گی، وہ اس کے جادو سے آزاد ہو گئی
ہو گی اور وہاں سے نکل کر ہمیں ضرور ملے گی۔ جوگی بابا نے بھی یہی کہا تھا
کہ ماریا ہمیں دریا پر ملے گی۔ اب ہمیں اسی جگہ ٹھہر کر اس کا انتظار کرنا

ہو گا۔"

رات گزر گئی — دن کی روشنی پھیل گئی — عنبر اور ناگ بارہ دری سے نکل کر شاہی محل کی طرف روانہ ہوئے — شاہی محل پر انگریزی فوج نے قبضہ کر رکھا تھا۔ سلطان ٹیپو شہید کو اس کے عظیم باپ حیدر علی کے ساتھ دفن کر دیا گیا تھا۔ شہزادیاں اور حرم کی خواتین اور شہزادے انگریزوں کی نگرانی میں تھے — جنرل نکلسن دربار لگا کر اپنے افسروں میں انعامات تقسیم کر رہا تھا — انگریزی فوج شہر میں لوٹ مار کر رہی تھی — میسور شہر میں غدر مچا تھا — عنبر اور ناگ شہر میں ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ انھوں نے دو انگریز سپاہیوں کو دیکھا کہ ایک لڑکی کو گھسیٹتے ہوئے ایک مکان میں داخل ہو گئے۔ وہ اس کے زیور اتار کر ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا اور کہا:

"یہ ظلم میں برداشت نہیں کر سکتا۔"

ناگ کی آنکھوں میں بھی خون اتر آیا تھا۔ وہ عنبر کو ساتھ لے کر اسی مکان میں داخل ہو گیا — لڑکی بے چاری سہمی ہوئی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور خوف کے مارے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ دونوں انگریز سپاہی اس کے جسم سے زیور نوچ رہے تھے۔ انھوں نے جو دو لڑکوں کو اندر آتے دیکھا تو سخت غصے میں انہیں باہر نکل جانے کو کہا۔ ناگ اپنی جگہ کھڑا رہا — عنبر ان کے قریب چلا گیا اور لڑکی کے آگے کھڑا ہو گیا۔

"اگر تمہیں اپنی جان پیاری ہے تو اس لڑکی کو اسی جگہ چھوڑ کر واپس چلے جاؤ۔"

انگریز سپاہی فتح کے نشے میں تھے۔ ایک سپاہی نے بندوق اٹھا کر اس کی سنگین عنبر کے سینے پر ماری — سنگین ٹوٹ گئی — لڑکی کی چیخ نکل گئی — انگریز سپاہی سمجھے کہ عنبر نے چھاتی پر لوہے کی ڈھال باندھ رکھی ہے — دوسرے سپاہی نے خنجر نکالا اور عنبر کی گردن پر وار کیا۔ اس کا خنجر بھی ٹوٹ گیا — پہلے والا سپاہی ناگ کی طرف لپکا کہ اسے سنگین مار کر ہلاک کرے — ناگ نے گہرا سانس لیا اور پل بھر میں ایک پتلا سانپ بن کر دیوار پر چڑھ کر غائب ہو گیا۔ لڑکی بے چاری سہمی بیٹھی یہ جنگ دیکھ رہی تھی — سپاہیوں نے بندوق کا فائر کر دیا۔ اس زمانے میں بندوق میں سے ایک بار ہی فائر ہوتا تھا۔ دوسرے فائر کے لیے بندوق میں پھر سے بارود بھرنا پڑتا تھا — دونوں فائر عنبر پر ہوئے — لڑکی نے چیخ ماری — اسے یقین تھا۔ اسے بچانے والا نوجوان گولی لگنے سے مر جائے گا۔ مگر عنبر بھلا کیسے مر سکتا تھا۔ اسے تو ابھی پانچ ہزار سال تک واپسی کے سفر کی خاطر زندہ رہنا تھا۔ اس نے انگریزی زبان میں دونوں فوجیوں سے کہا:

"تم اپنا وار کر چکے ہو۔ اب میں اپنا وار کرتا ہوں۔"

اور عنبر نے قریب جا کر دونوں فوجیوں کی بندوقیں چھین کر

توڑ ڈالیں۔ ناگ دیوار سے اُتر کر سامنے انسانی شکل میں آ گیا۔ عنبر
نے کہا:

"ناگ بھیا، کیا خیال ہے ان کے بارے میں — ان کو چھوڑ دیا
تو یہ میسور شہر میں جا کر دوسری مسلمان عورتوں کی بے عزتی کریں گے؟"
ناگ نے کہا:

"یہ دشمن ہیں، ان کو میں ختم کرتا ہوں"

عنبر نے جواب دیا:

"جیسے تمہاری مرضی"

اس عرصے میں دونوں انگریز فوجی حیران پریشان کھڑے
تھے کہ یہ کس دنیا کے رہنے والے ہیں کہ ان پر کسی ہتھیار کا اثر نہیں
ہوتا اور ان میں سے ایک غائب ہو کر سانپ بن جاتا ہے۔ ناگ پھنکار
مار کر دوبارہ سانپ بن گیا۔ اسے سانپ بنتا دیکھ کر ایک انگریز فوجی
تو بے ہوش ہو کر گر پڑا — دوسرے نے کھڑکی میں سے باہر چھلانگ لگا
دی اور باہر گلی میں گر پڑا — ناگ بے ہوش انگریز کو ڈسنے لگا تو عنبر نے
منع کر دیا —

"بے ہوش دشمن پر وار نہ کرو ناگ۔ اسے معاف کر دو"

"جیسے تمہاری مرضی بھیا"

ناگ نے پھر سے انسانی شکل اختیار کر لی — لڑکی بے چاری
آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھ رہی تھی کہ یہ کوئی بہت بڑے جادوگر ہیں۔

ناگ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا گھر کہاں ہے؟

اس نے اپنے گھر کا پتا بتایا اور عنبر اور ناگ اسے ساتھ لے
کر چل پڑے — اس لڑکی کا نام فریدہ تھا اور وہ میسور شہر کے
ایک سوداگر کی بیٹی تھی — لڑکی کے ماں باپ لڑکی کو دوبارہ دیکھ کر
بے حد خوش ہوئے — عنبر اور ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ سوداگر نے کہا:

"بیٹا، تم جادو جانتے ہو۔ کیسا ہی اچھا ہو کہ تم دونوں کچھ
روز میرے گھر میں رہو۔ جب لوٹ مار ختم ہو جائے گی تو چاہے جس
طرف چلے جانا۔ تمہارے ہوتے ہوئے میری عزت اور گھر بار محفوظ رہے
گا — کیا خیال ہے بیٹا؟"

عنبر اور ناگ نے ایک دوسرے کو دیکھا — انہیں ابھی میسور میں
رہنا تھا، کیونکہ انہیں ماریا کا انتظار تھا — چنانچہ انہوں نے سوداگر سے
کہا کہ وہ کچھ روز اس کے ہاں ٹھہر جائیں گے۔ سوداگر اور اس کی بیوی
اور بیٹی فریدہ بڑے خوش ہوئے — دونوں کو حویلی کی دوسری منزل میں ایک
بڑا کمرہ دے دیا گیا جہاں شاندار بستر لگا تھا اور فرش پر خوبصورت ایرانی
قالین بچھا ہوا تھا۔

اب ہم ماریا کی طرف چلتے ہیں —

آپ پڑھ چکے ہیں کہ قبر نما انسان نے ماریا کو جزیرے لکش دیپ
کے جنگل میں ایک جگہ زمین دوز تہ خانے میں بند کر دیا تھا اور اپنے
جادو کے زور سے اس کے ہاتھ پیروں کی طاقت چھین لی تھی۔ جونہی

ناگ کے اگنی سانپ نے قبر نما انسان کو آگ میں جلا کر بھسم کر دیا،
عین اس وقت ماریا پر کیا ہوا طلسم ٹوٹ گیا اور اس کے ہاتھ
پاؤں میں پھر سے طاقت آ گئی۔ وہ زمین کے اندر بند تہہ خانے میں
لیٹی ہوئی تھی۔ جادو کے ٹوٹتے ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے
ہاتھوں کو دیوار پر مار کر دیکھا۔ ان میں پوری طاقت آ گئی تھی کیونکہ
دیوار کا تھوڑا سا پلستر ہاتھ مارنے سے اتر گیا تھا۔ ماریا کے پاؤں
بھی بالکل ٹھیک ہو گئے تھے۔ اب اس کے سامنے صرف ایک کام
رہ گیا تھا کہ کسی طریقے سے وہاں سے باہر نکلا جائے۔

ماریا نے ایک جگہ سے دیوار کھرچنی شروع کی۔ یہ وہ جگہ
تھی جہاں سے قبر نما انسان اسے لے کر اندر داخل ہوا تھا۔ دیوار
مٹی کی تھی اور بہت جلد وہاں سوراخ ہو گیا۔ ماریا کی پوری طاقت واپس
آ چکی تھی۔ اس نے سوراخ کے اندر ہاتھ ڈال کر پتھروں کو اندر کھینچ کر
اکھاڑ دیا۔ دروازے میں شگاف بن گیا۔ ماریا شگاف سے نکل کر سرنگ
میں آ گئی۔ یہ سرنگ آگے جا کر زمین سے باہر نکل آئی تھی۔ ماریا نے
تازہ ہوا میں آ کر گہرا سانس لیا اور چاروں طرف دیکھا۔ جزیرہ کسی بہت
بڑے طوفان کے بعد تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ درخت جگہ جگہ گرے
پڑے تھے۔ ماریا ان کے درمیان چلتی سمندر کے پاس آ گئی۔ یہاں بھی
ریت پر درخت گرے ہوئے تھے اور کئی ایک چٹانیں ٹوٹ کر بکھری
پڑی تھیں۔ خدا جانے کس قسم کا زلزلہ وہاں آیا کہ جزیرہ تہس نہس

ہو کر رہ گیا تھا۔ ماریا کو معلوم تھا کہ عنبر اور ناگ اس جزیرے کو
چھوڑ چکے ہوں گے اور انہیں ملک ہندوستان کی طرف جانا تھا۔

سوال یہ تھا کہ وہ کس طرح سے ہندوستان جائے، کیونکہ وہاں
کوئی کشتی نہیں تھی۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ نیلا سمندر چمک رہا تھا۔
ماریا کچھ دیر سمندر کے کنارے پر ٹہلتی رہی۔ لہریں دور دور سے
آ کر اس کے پاؤں کے قریب سے ہو کر واپس چلی جاتی تھیں۔ ماریا
غائب تھی لیکن گیلی ریت پر اس کے قدموں کے نشان اس کے
پیچھے پڑتے جا رہے تھے۔ ماریا نے پلٹ کر اپنے پاؤں کے نشان
دیکھے اور سوچا کہ اگر یہاں کوئی ہوتا تو اسے بے حد پریشانی ہوتی کہ
جب انسان کوئی نہیں ہے تو پھر قدموں کے نشان کس کے پڑ رہے
ہیں۔

ماریا ہنس دی۔ کیونکہ وہاں کوئی انسان ارد گرد نہیں تھا۔
ماریا نے سمندر کی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ ایک چھوٹی کشتی جزیرے
کی طرف آ رہی تھی۔ وہ بڑی خوش ہوئی کہ اب وہ وہاں سے نکل سکے
گی۔ کشتی قریب آ کر کنارے پر رک گئی۔ اس میں دو جنگلی سوار تھے جو
خدا جانے کس کام کے لیے جزیرے میں آئے تھے۔ انہوں نے ہاتھوں
میں لمبے لمبے نیزے پکڑ رکھے تھے۔ وہ لوگ کنارے پر اتر آئے۔ ماریا
نے سوچا کہ کشتی خالی ہو گئی ہے۔ وہ اس میں بیٹھ کر ہندوستان کے
ساحل پر پہنچنے کی کوشش کرے گی۔ پھر اسے خیال آیا کہ کہیں وہ

میں راستہ بھول کر بھٹک نہ جائے۔ بہتر یہی ہے کہ جب یہ جنگلی واپس جانے لگیں تو وہ بھی ان کے ساتھ ہی کشتی میں بیٹھ کر چلی جائے۔ ضرور یہ جنگلی ہندوستان کے ساحل سے آرہے ہوں گے۔

دونوں جنگلی کشتی کو ریت پر کھینچ کر درختوں کی طرف چلے گئے۔ پھر ان میں سے ایک جنگلی نے اچانک جھک کر ریت پر کسی انسان کے پاؤں کے نشان دیکھے اور اپنے ساتھی سے جنگلی زبان میں کہا:

"یہ عورت کے پاؤں کے نشان ہیں"

پھر دونوں اردگرد دیکھنے لگے۔۔۔ وہاں انہیں کوئی عورت دکھائی نہ دی۔۔۔ وہ ماریا کے پاؤں کے نشانوں کے ساتھ ساتھ چلتے ماریا کے پاس آکر رک گئے۔ ماریا کشتی میں سوار ہوگئی تھی۔۔۔ پاؤں کے نشان کشتی کی طرف جارہے تھے۔ جنگلی بڑے پریشان تھے کہ پاؤں کے نشان کشتی میں جارہے ہیں، مگر کشتی خالی ہے۔ پھر وہ عورت کہاں چلی گئی؟

جب ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو وہ واپس جنگل کی طرف چلے گئے ماریا کشتی میں بیٹھ کر ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ کافی دیر بعد دونوں جنگلی واپس آئے۔ ان کے ہاتھوں میں جنگلی جڑی بوٹیاں تھیں۔ یہ بوٹیاں انہوں نے کشتی میں لاکر رکھ دیں اور خود بھی سوار ہوگئے۔ ماریا کشتی کے پیچھے بالکل کنارے پر بیٹھی تھی۔ انہوں نے کشتی پانی میں

کھینچ لی اور پھر چپو چلاتے سمندر میں روانہ ہوگئے۔۔۔ دونوں جنگلی آپس میں مسکرا کر باتیں بھی کر رہے تھے۔ ماریا ان کی باتیں سمجھ رہی تھی وہ اس عورت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے جس کے پاؤں کے نشان انہوں نے ریت پر دیکھے تھے۔۔۔

"وہ کوئی چڑیل تھی"

"اچھا ہوا ہم واپس آگئے"

"چڑیلیں پہاڑ پھٹنے سے زمین کے اندر سے باہر نکل آتی ہیں"

"دیوتا ہماری حفاظت کریں گے۔ ہم تالی مینار جاتے ہی قربانی دیں گے"

تالی مینار سے ماریا کو یقین ہوگیا کہ وہ لوگ ہندوستان جارہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی ہندوستان کا ساحل دکھائی دینے لگا۔

جنگلیوں نے کشتی تیز کر دی۔۔۔ ساحل قریب آگیا۔ جنگلی کشتی کو کنارے پر کھینچ کر لے آئے۔ ماریا ابھی تک کشتی میں بیٹھی تھی۔ پھر وہ بھی کشتی سے باہر نکل آئی۔ جونہی وہ باہر نکل کر دو قدم چلی، گیلی ریت پر اس کے پاؤں کے نشان بن گئے۔ ایک جنگلی کی ان پر نظر پڑ گئی۔ وہ خوف سے زرد ہوگیا۔ اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر بولا:

"یہ دیکھو۔۔۔ یہ۔۔۔"

اب ماریا نے شرارت کی۔۔۔ وہ آہستہ آہستہ چل پڑی۔ چلنے سے اس کے پیچھے ریت پر قدموں کے نشان بنتے چلے گئے۔ جنگلی حیران ہوئے

کہ یہ کون غائب ہو کر چل رہا ہے ۔ وہ ڈر گئے ۔ ماریا نے اُن کی زبان میں کہا :

"میں جزیرے کی چڑیل ہوں ۔"

اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑی ۔ بس پھر کیا تھا ۔ جنگلیوں کی چیخیں نکل گئیں اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے ایسے بھاگے کہ پھر کسی نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا ۔ ماریا دیر تک ہنستی رہی ۔ وہ ہندوستان کے ملک میں پہنچ چکی تھی ۔ اب اسے ملک کے اندر جا کر عنبر اور ناگ کو تلاش کرنا تھا ۔ وہ انہیں کس جگہ اور کہاں تلاش کرے ۔ اس کی ماریا کو کوئی خبر نہیں تھی ۔ دھوپ ڈھلنے لگی تھی ۔ سمندر کے کنارے پر کوئی آبادی نہیں تھی ۔ دور درختوں کی قطاریں چلی گئی تھیں ۔ ماریا نے سوچا کہ اسے خدا کا نام لے کر چل پڑنا چاہیے ۔ خدا نے چاہا تو عنبر ناگ سے کہیں نہ کہیں تو ملاقات ضرور ہو جائے گی ۔

ماریا شام تک چلتی رہی ۔ شام کے بعد دور ایک گاؤں دکھائی دیا ۔ یہ ماہی گیروں کا گاؤں تھا ۔ جھونپڑیاں پھیلی ہوئی تھیں ۔ ماہی گیروں کی عورتیں رات کا کھانا پکا رہی تھیں ۔ ماہی گیر مچھلیاں پکڑ کر واپس لوٹ رہے تھے ۔ ماریا کا دل تلی ہوئی گرم مچھلی کھانے کو چاہا ۔ وہ ایک جھونپڑی کے پاس آگئی ۔ یہاں ایک مچھیرن عورت کڑاہی میں مچھلی تل رہی تھی ۔ اس کی جوان بیٹی پاس بیٹھی تھی ۔ مچھیرن نے تلی ہوئی مچھلی نکال کر تھالی میں رکھی تو ماریا نے اٹھالی ۔ مگر وہ بڑی گرم تھی ۔ ماریا نے جلدی سے مچھلی واپس تھالی میں پھینک دی ۔ مچھیرن نے اپنی بیٹی کی طرف گھور کر دیکھا ۔

"تم سے صبر نہیں ہوتا ۔ ذرا ٹھنڈی تو ہو لینے دو ۔"

بیٹی نے کہا :

"ماں ، میں نے تو مچھلی کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ۔"

ماں نے ڈانٹ کر کہا :

"جھوٹ بولتی ہے ۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ تم نے مچھلی تھالی میں سے اٹھا کر دوبارہ وہیں رکھ دی ہے ۔"

بیٹی بڑی حیران ہوئی کہ اس کی ماں کو کیا ہو گیا ہے ۔ ماریا ہنس رہی تھی ۔ جب اس نے دیکھا کہ مچھلی ٹھنڈی ہو گئی ہے تو اسے تھالی میں سے اٹھا لیا ۔ مچھلی ایک بار پھر غائب ہو گئی ۔

مچھیرن نے کہا :

"ہاں ، اب تم کھا سکتی ہو ۔ کھاؤ اور یہ بتاؤ کہ نمک مرچ زیادہ تو نہیں ہے ۔"

بیٹی بولی :

"ماں ، میں مچھلی کہاں کھا رہی ہوں جو تمہیں نمک مرچ کا بتاؤں ۔"

ماں نے بڑے غور سے خالی تھالی میں اور پھر بیٹی کے خالی ہاتھوں کی طرف دیکھا ۔

"تو ۔۔۔ تو پھر مچھلی کون لے گیا ۔"

ماریا نے آہستہ سے کہا :

مچھلی میں لے لی ہے۔"

اس آواز پر عورت اور اس کی بیٹی نے پلٹ کر دیکھا، وہاں کوئی عورت سوائے اُن کے نہیں تھی۔ ماریا بڑے مزے سے مچھلی کھاتی آگے روانہ ہوگئی۔ اس نے ذرا آگے جا کر مڑ کر پیچھے دیکھا دونوں ماں بیٹی حیران کھڑی ایک دوسری کو دیکھ رہی تھیں۔

چلتے چلتے رات ہوگئی — سمندر دُور ہو چکا تھا۔ مچھیروں کی بستی پیچھے رہ گئی تھی — اس زمانے میں آبادی اتنی نہیں ہوتی تھی جتنی آج کل ہے۔ کہیں جا کر گاؤں آتا تھا۔ جہاں پندرہ بیس گھر ہوتے تھے۔ بہت دُور ایک شہر آتا جو چار دیواری کے اندر ہوتا تھا اور جس کے دروازے رات کو بند کر دیے جاتے تھے۔ پھر نہ کوئی شہر کے اندر جا سکتا تھا اور نہ باہر آ سکتا تھا۔ ماریا کا خیال تھا کہ وہ کسی شہر میں پہنچ کر رات بسر کرے، مگر شہر دُور دُور تک دکھائی نہ دیتا تھا۔

کفن چور

ماریا کو دُور روشنی دکھائی دی۔

وہ اس طرف چل پڑی۔ یہ ایک جھونپڑی تھی جس کے باہر دیا روشن تھا۔ ماریا جھونپڑی کے پاس کھڑی ہوگئی۔ جھونپڑی کے دروازے پر بوریا لٹک رہا تھا۔ وہاں خاموشی تھی — کیا جھونپڑی خالی ہے؟ کیا اندر کوئی سو رہا ہے؟ ماریا دروازے کے پاس گئی ہی تھی کہ اندر سے کسی مرد کی آواز آئی:

"بیٹی اندر آ جاؤ۔"

ماریا جہاں تھی وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ وہ اس بات پر حیران ہوئی کہ اندر کوئی ایسا کرنی والا آدمی بیٹھا ہے کہ جس نے اسے دیکھ لیا ہے۔ وہ خدا جانے اس کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ اتنے میں اندر سے پھر آواز آئی:

"بیٹی ماریا! ڈرو نہیں — اندر آ جاؤ، میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

اب ماریا سمجھ گئی کہ جس نے میرا نام لے لیا ہے وہ کوئی بڑا زبردست جادوگر یا بزرگ ہے — وہ بوریا اٹھا کر جھونپڑی میں داخل ہوگئی — اندر

وہی جوگی بابا ایک بوریے پر بیٹھا خدا کی عبادت کر رہا تھا جس نے عنبر اور ناگ سے کہا تھا کہ ماریا دریائے کاویری کی وادی میں تمہیں ملے گی۔ جوگی بابا ماریا کو صاف دیکھ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ سے ایک طرف اشارا کرتے ہوئے کہا:

"یہاں بیٹھ جاؤ ماریا بیٹی"

ماریا بوریے پر ایک طرف بیٹھ گئی اور کہنے لگی:

"بابا! آپ جادوگر ہیں کیا؟ مجھے تو سوائے کسی بڑے جادوگر کے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"

جوگی بابا مسکرایا اور بولا:

"بیٹی، میں جادوگر نہیں ہوں، بلکہ خدا کا ایک بندہ ہوں، ہاں میں حلال کی روزی کھاتا ہوں۔ جنگل میں بیٹھا خدا کی عبادت کرتا ہوں۔ کبھی دل میں کسی کے لیے برا خیال نہیں لاتا، پھل پھول کھا کر گزارا کرتا ہوں۔ کسی سے حسد نہیں کرتا، کسی سے نفرت نہیں کرتا، کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور اپنی روح اپنے جسم اور اپنے خیالات کو ہمیشہ پاک صاف رکھتا ہوں۔ اسی وجہ سے خدا نے میرے اندر اتنی طاقت پیدا کر دی ہے کہ میں غائب کی چیزیں اور آنے والے حالات کو دیکھ لیتا ہوں۔ میں نے تمہیں اس لیے اندر بلایا ہے کہ عنبر اور ناگ مجھے ملے تھے۔"

"آپ کو ملے تھے، کہاں؟" ماریا نے بے تابی سے پوچھا۔

جوگی بابا نے کہا:

"بیٹی، وہ اس وقت دریائے کاویری کے کنارے سلطان ٹیپو کے شہر میسور کے ایک سوداگر کے گھر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ تم وہاں پہنچ کر انہیں مل سکو گی۔"

ماریا نے پوچھا:

"بابا! وہ خیریت سے ہیں نا؟"

"ہاں، اب خیریت سے ہیں۔ ناگ پر ایک مصیبت پڑی تھی مگر خدا کے فضل سے وہ مصیبت دور ہو گئی ہے۔"

ماریا نے کہا:

"بابا، میسور شہر یہاں سے کتنی دُور ہو گا اور میں وہاں کیسے پہنچوں گی؟"

جوگی بابا نے کہا:

"میسور شہر یہاں سے بہت دُور ہے بیٹی۔ تم رات یہیں بسر کرو۔ کل صبح یہاں سے مغرب کی طرف روانہ ہو جانا۔ دوپہر کے بعد تم ایک قصبے میں پہنچ جاؤ گی۔ وہاں سے تمہیں میسور کو جانے والا قافلہ مل جائے گا۔ تم اس قافلے میں شریک ہو جانا۔"

ماریا نے رات جوگی بابا کے جھونپڑے میں بسر کی اور صبح اس سے اجازت لے کر اس قصبے کی طرف روانہ ہو گئی جہاں سے اس نے قافلے کے ساتھ شامل ہونا تھا۔ جنگل سے نکل کر ایک کچا راستہ قصبے کی طرف جاتا تھا۔ ماریا اس پر چل پڑی۔

ماریا کو اس پچھلے راستے پر چھوڑ کر ہم واپس عنبر اور ناگ کی طرف
جاتے ہیں اور چل کر دیکھتے ہیں وہ کس حال میں ہیں؟

میسور شہر کے سوداگر کے پاس انہیں دو روز گزر گئے۔ وہ صبح
شام دریا پر آکر ماریا کو تلاش کرتے۔ ماریا نہ ملتی تو واپس آجاتے
دریا کا یہ علاقہ جہاں سوداگر کا مکان تھا۔ بڑا ویران ویران تھا۔ یہاں آ
کر شہر ختم ہو جاتا تھا۔ شہر میں امن وامان قائم ہو گیا تھا اور لوگ اپنے
اپنے کاموں میں لگ گئے تھے۔ ایک روز عنبر نے ناگ سے کہا کہ میں
سوداگر کی بیوی کے لیے ایک دوا تیار کر رہا ہوں، اس لیے آج تم دریا
پر جا کر ماریا کو دیکھ آؤ۔ ناگ کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ وہ عنبر
کو حویلی میں چھوڑ کر دریا کی طرف چل پڑا۔

سورج دریا کے پار مغرب میں غروب ہو رہا تھا۔ دریا کے کنارے
ایک بہت بڑی چٹان کے اندر ایک پرانا مندر تھا۔ جہاں ایک سنیاسی
سونا بنانے کا گر معلوم کرنے کے لیے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر چلہ کاٹ
رہا تھا۔ یہ بڑا زبردست سنیاسی تھا۔ اس کا جسم سوکھا ہوا سا تھا۔ مگر آنکھوں
میں بڑی زبردست کشش تھی۔ وہ دو روز سے ایک ٹانگ پر کھڑا دولت
کی دیوی لکشمی دیوی کا چلہ کاٹ رہا تھا۔ جب سورج غروب ہونے لگا تو چلہ
پورا ہو گیا اور دولت کی دیوی لکشمی دیوی اس کے سامنے آکر بولی:

"تم نے میرا چلہ پورا کر دیا۔ میں تمہیں ایک چٹکی مٹی کی دیتی ہوں
دریا پر شام کے وقت ایک نوجوان آکر چھوٹی چٹان پر بیٹھ جائے گا۔
چٹکی تم اس کے اوپر ڈال دینا، وہ سونے کا سانپ بن جائے گا۔ تم

اس سونے کے سانپ کو اپنے پاس رکھنا۔ اسے تم جتنی دولت کہو گے
وہ تمہیں لا کر دے دیگا۔"

اتنا کہہ کر لکشمی دیوی نے ایک چھوٹی سی کالی ڈبیا سنیاسی کے
آگے پھینکی اور غائب ہو گئی۔ سنیاسی بڑا خوش ہوا۔ اس نے ڈبیا اٹھا
کر کھولی۔ اس کے اندر تھوڑی سی نسواری مٹی تھی۔ سنیاسی نے ڈبیا
ہاتھ میں لی اور دریا کی طرف اس نوجوان کی تلاش میں چل پڑا جس پر
اس نے مٹی کی چٹکی ڈال کر اسے سونے کا سانپ بنانا تھا۔

دریا پر پہنچا تو شام ہو رہی تھی اور سورج ڈوب رہا تھا۔ کیا دیکھتا
ہے کہ دریا کنارے ایک چھوٹی سی چٹان کے پاس ایک سانولے رنگ
کا نوجوان گھوم پھر کر دریا کی طرف تک رہا ہے۔

یہ ناگ تھا اور ماریا کو ادھر ادھر تلاش کر رہا تھا۔ سنیاسی اب
اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ وہ چھوٹی چٹان پر بیٹھتا ہے کہ نہیں۔
ناگ نے سوچا کہ کچھ دیر چٹان پر بیٹھ کر ماریا کا انتظار کیا جائے، شاید
وہ آ جائے۔ وہ پتھروں پر سے گزر کر چھوٹی چٹان پر آکر بیٹھ گیا۔ سنیاسی
بڑا خوش ہوا۔ لکشمی دیوی کی بات سچ نکلی تھی۔ یہی وہ نوجوان تھا
جس کی اسے تلاش تھی۔ وہ ناگ کے پاس آگیا۔ ناگ نے سنیاسی کی
طرف دیکھا اور کہا:

"آپ جوگی ہیں بابا؟"

سنیاسی نے کہا:

"ہم سنیاسی ہیں بیٹا۔ ہم جوگیوں سے بڑے ہوتے ہیں۔ ہم ساری زندگی جنگلوں میں گزار دیتے ہیں اور کبھی شہروں کی طرف نہیں جاتے۔

بتاؤ ناگ تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟"

ناگ بولا:

"سنیاسی بابا میں اپنے ایک دوست کا انتظار کر رہا ہوں۔"

سنیاسی نے اپنے ہاتھ کی ڈبیا کھول کر کہا۔

"تو بیٹا، میری ایک نشانی ہے تو۔ تم بھی کیا یاد کرو گے!"

اتنا کہہ کر سنیاسی نے ڈبیا کی مٹی کی چٹکی بھری اور اس سے پہلے کہ ناگ اپنا بچاؤ کرتے، چٹکی اس کے اوپر پھینک دی۔ جوں ہی مٹی ناگ کے جسم پر گری تو وہ تڑپ کر اپنی جگہ سے ایک فٹ اوپر اچھلا اور جب نیچے گرا تو سونے کا چھوٹا سا سانپ بن چکا تھا۔ سنیاسی کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے خوشی کا ایک نعرہ لگایا اور سونے کا سانپ بنے ہوئے ناگ کو اٹھا کر اپنی گدڑی میں رکھ لیا اور سیدھا واپس مندر میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ لکشمی دیوی کا دوسرا نسخہ آزمانا چاہتا تھا۔ اس نے مندر میں مٹی کا دیا جلایا اور سونے کے ناگ کو سامنے پتھر پر رکھ کر کہا:

"ارے سونے کے سانپ، مجھے لکشمی دیوی کے حکم پر یہ بتا کہ جواہرات کا خزانہ کہاں ہو گا؟"

سونے کا ناگ سانپ کی شکل میں بُت بنا کنڈلی مار کر بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں سے موتی جیسی لہریں نکلنے لگیں جو سنیاسی کے کانوں میں آ کر

آواز بن گئیں۔ [illegible]

اے سنیاسی! [illegible]

سنیاسی خاموشی سے بیٹھا سونے کے ناگ کو دیکھتا رہا کہ ایک دیوار میں ایک سوراخ بن گیا اور مندر کے پیچھے سے ایک بہت بڑا اژدہا نمودار ہوا جس نے سر پر ایک سبز پتھر کا چھوٹا سا صندوق اٹھا رکھا تھا۔ صندوق لا کر اس نے سونے کے ناگ کے آگے رکھ دیا۔ [illegible]

"خزانہ حاضر ہے عظیم ناگ دیوتا!"

خزانہ رکھ کر اژدہا جدھر سے آیا تھا ادھر کو ہی واپس چلا گیا۔ دیوار کا سوراخ بند ہو گیا۔ سنیاسی نے جلدی جلدی صندوق کھولا تو اس کی آنکھیں حیرت اور خوشی سے چکا چوند ہو گئیں۔ اتنی دولت اتنے ہیرے موتی اس نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ سنیاسی نے ہیرے موتیوں کو اپنی گدڑی میں ڈالا، سونے کے ناگ کو اٹھا کر سنبھالا اور وہاں سے دریا کے کنارے کنارے اوپر ہندوستان کے شمالی علاقوں یعنی دلی اور پنجاب کی طرف روانہ ہو گیا۔

ادھر عنبر نے دیکھا کہ شام کے بعد رات آ گئی ہے مگر ناگ ابھی تک واپس نہیں آیا۔ کچھ فکر مند سا ہو کر سوداگر کی حویلی سے نکلا اور دریا کی طرف ناگ کی تلاش میں چل پڑا۔ سوچنے لگا کہ ناگ کہاں رہ گیا ہو گا۔ کسی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو۔ اس وقت تک تو اسے آ جانا چاہیے تھا۔ چلتے چلتے عنبر دریا کے کنارے آ گیا۔ وہ دریا کے

اندھیرے میں مدھم سی جگ رہا تھا۔ اس نے دریا پر دُور تک نگاہ ڈالی۔ آگے جا کر دریا ایک طرف چٹانوں کی طرف گھوم گیا تھا۔

عنبر کے دل میں یہ بھی خیال تھا کہ ماریا کہاں غائب ہو گئی ہے۔ وہ بھی ابھی تک نہیں آئی۔ جوگی بابا کی پیشن گوئی غلط نہیں ہو سکتی۔ دریا کے آگے چٹانوں میں آگیا۔ یہ وہی جگہ تھی۔ جہاں سنیاسی جادوگر نے ناگ کو لکشمی دیوی کی چٹکی ڈال کر سونے کے سانپ میں بدل ڈالا تھا۔ عنبر نے ایک چٹان کے اندر کو جاتا راستہ دیکھا۔ سوچا شاید ناگ اس کے اندر نہ بیٹھا ہو۔ عنبر چٹان کے اندر چلا گیا۔ یہ وہی چھوٹا سا مندر تھا جہاں سنیاسی نے لکشمی دیوی کا چلہ کاٹا تھا اور لکشمی دیوی نے درشن دے کر اسے جادو کی چٹکی دی تھی۔

چھوٹی سی تنگ جگہ تھی۔ دیوار میں پتھر کا لکشمی دیوی کا بُت بنا ہوا تھا اور اس کے آگے پتھر کے چبوترے پر چھوٹا سا دیا جل رہا تھا۔ یہ دیا سنیاسی نے جلایا تھا اور جاتے ہوئے وہ اُسے بجھانا بھول گیا تھا۔ عنبر نے قریب جا کر لکشمی دیوی کے بُت کو غور سے دیکھا۔ اس بُت کی شکل عورت کی تھی۔ سر پر سونے کا تاج رکھا تھا اور اس کے سات بازو تھے جو اس کے جسم کے ارد گرد پھیلے ہوئے تھے۔

ہندوستان میں اس دیوی کی بھی لوگ پوجا کرتے تھے۔ عنبر لکشمی دیوی کے بُت کو غور سے دیکھ رہا تھا کہ اسے ایسا لگا جیسے

لکشمی کے بُت کے ایک بازو نے حرکت کی ہے۔ اس بازو کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ یہ سب کچھ پتھر کا بنا ہوا تھا۔ عنبر نے تلوار کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔ وہ پتھر تھا۔ عنبر نے سوچا کہ یہ اس کا وہم تھا۔ پھر اس نے اپنے دل سے کہا کہ مسلمان تو بتوں کو توڑنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔

عنبر نے زور سے مُکا مارا اور بت کے تین بازو توڑ ڈالے۔ اس کے بعد بُت کا سر بھی توڑ دیا۔ بُت کا سر نیچے فرش پر گر پڑا اور ٹوٹ پھوٹ گیا۔ عنبر مندر سے باہر نکلنے لگا تو اسے پیچھے سے کسی کی آواز سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا جہاں بُت کا سر تھا وہاں سر کے ٹوٹ جانے سے ایک سوراخ پیدا ہو گیا تھا۔ یہ آواز اس سوراخ میں سے آ رہی تھی۔ عنبر نے سوراخ میں جھانک کر دیکھا، اندر کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ مسکرایا۔ یہ کافروں کے بُت بھی جادو کر دیا کرتے تھے، لیکن مسلمان کا اگر ایمان مضبوط ہو تو اس پر کسی بت کے جادو کا اثر نہیں ہوتا۔ عنبر مندر سے باہر آنے لگا تو وہی آواز اُسے پھر سنائی دی۔ وہ وہیں رُک گیا۔ ضرور سوراخ کے اندر کوئی ہے، کیونکہ آواز کسی انسان کی تھی جو مدد کے لیے بلا رہا تھا۔ آواز تامل زبان میں دی گئی تھی۔

عنبر نے سوراخ کے پاس منہ لے جا کر اسی زبان میں کہا:

"تم کون ہو اور اندر کہاں ہو؟"

مکند بولا :

"مجھے کنویں میں پڑے آج پچاس دن ہو گئے ہیں"

عنبر نے کہا :

"تم کھائے پیے بغیر زندہ کس طرح تھے ؟"

مکند کہنے لگا :

" اگرچہ میری جادو کی طاقت اس خبیث سنیاسی نے مجھ سے چھین لی ہے ، مگر اس کے باوجود مجھ میں اتنی طاقت باقی تھی کہ میں کافی دیر کھائے پیے بغیر زندہ رہ سکتا — لیکن اب میری طاقت بھی مجھے جواب دے گئی تھی . خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے — مگر تم کون ہو اور کیسے آ گئے ؟"

عنبر نے پوچھا :

" پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا مذہب کیا ہے . اگر تم ہندو ہو تو لکشمی کے بُت کے ٹکڑے دیکھ کر خوش کیوں ہوئے ہو"

مکند بولا :

"جادوگروں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا . ویسے میں مدراس کے ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوا تھا . مگر ہم لوگ ناگ دیوتا کی پوجا کرتے تھے . اس مندر میں بھی کسی زمانے میں ناگ دیوتا کی پُوجا ہوا کرتی تھی"

ناگ کے نام سے عنبر چونکا . اُس نے پوچھا :

"کیا تم نے کسی ایسے ... کو تو نہیں دیکھا ...

"پھر اُسے خیال آیا کہ یہ وہ شخص ہے کیا پوچھ رہا ہے وہ تو پچاس دن سے کنویں میں پڑا تھا . اُسے ناگ کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے . مکند نے جھٹ کہا :

" تم کس کے بارے میں پوچھنا چاہتے تھے . مجھ سے پوچھو . تم نے مجھے دوبارا زندگی دی ہے — میں تمہارے کام آ کر خوش ہوں گا"

عنبر نے سانس بھرا اور یوں ہی رسم پوری کرنے بلکہ اس شخص کی ضد پوری کرنے کے لیے بولا :

" میرا ایک بھائی ادھر آیا تھا . وہ نہیں مل رہا"

اتنا کہہ کر عنبر جانے لگا کہ یہ کیا بتائے گا کہ ناگ کہاں ہو گا . مکند نے مسکرا کر کہا —

" تم اس بات کو بھول گئے ہو کہ میں جادوگر رہ چکا ہوں . مجھے اس مندر سے کسی بہت بڑے سانپ کی بُو آ رہی ہے"

"سانپ کی بُو" عنبر نے چونک کر پوچھا :

" ہاں ، سانپ کی بُو — مگر یہ بُو بھاری سی ہے . جیسے پتھر کی بُو ہو — جیسے سانپ پتھر بن گیا ہو"

عنبر نے جلدی سے پوچھا :

" کیا تم جادو کے زور سے پتا چلا سکتے ہو کہ میرا دوست کہاں ہو گا ؟ اس کا نام ناگ ہے"

مکند ہنس دیا ...

"اور وہ خود سانپ ہے۔"

عنبر نے کہا:

"اب جبکہ تمہیں پتا چل گیا ہے تو میں کیسے انکار کر سکتا ہوں۔ ہاں! میرا دوست ناگ اصل میں ایک سانپ ہے جو انسان کی شکل میں میرے ساتھ سفر کر رہا ہے۔"

مکند نے کہا:

"تم نے اچھا کیا کہ مجھے سب کچھ بتا دیا۔ کیونکہ میرا جادو تمہیں اتنا کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔"

پھر اس نے فرش پر گرے ہوئے بت کے ٹکڑے اٹھا کر انہیں ایک جگہ جمع کر کے کچھ پڑھ کر پھونک ماری اور جھک کر دیے کی روشنی میں غور سے بت کے ٹکڑوں کو دیکھتا رہا۔ پھر عنبر کی طرف منہ اٹھا کر کہنے لگا:

"تمہارا دوست ناگ ایک بڑی بھاری مصیبت میں پھنس گیا ہے۔"

عنبر پریشان ہو گیا۔

"کون سی مصیبت؟"

مکند بولا:

"اس وقت وہ اسی خبیث سنیاسی کی قید میں ایک غلام بن کر ساتھ ہے جس نے مجھے اندھے کنوئیں میں پھینکا تھا۔"

عنبر نے کہا:

"وہ بالکل ٹھیک تھا۔ ناگ کے اندر اتنی طاقت ہے کہ وہ کسی بلا کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔"

مکند نے کہا:

"تمہارے دوست ناگ کی وہ طاقت اس نے چھین لی ہے۔ وہ کس حالت میں ہے؟ یہ میں پتا نہیں لگا سکتا۔ اس سے آگے میرا جادو ختم ہو جاتا ہے۔ بس مجھے جتنا معلوم تھا، تمہیں بتا دیا۔"

عنبر نے پوچھا:

"کیا تم اتنا بتا سکتے ہو کہ ناگ کس علاقے میں ہے؟"

مکند نے ایک بار پھر بت کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کو غور سے دیکھا اور کہا:

"میں اس خبیث سنیاسی کو ہندوستان کی پہاڑیوں میں سے گزر کر دہلی شہر کی طرف جاتے دیکھ رہا ہوں۔"

عنبر نے صبر کر لیا۔ ناگ ایک بار پھر اس سے جدا ہو گیا تھا۔ اس نے مکند سے ماریا کے بارے میں پوچھا کہ وہ کم از کم اس کے بارے میں ہی کچھ بتا دے کہ وہ اس کا انتظار کرے یا وہاں سے ناگ کے پیچھے روانہ ہو جائے۔ مکند نے اتنا حساب لگا کر بتایا:

"ماریا کے بارے میں میرا علم کچھ نہیں بتا رہا۔"

عنبر مکند کے ساتھ مندر سے باہر آ گیا۔ رات گہری ہو چکی تھی۔ مکند نے عنبر کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور اپنے گاؤں کی طرف روانہ

ہوگیا۔ عنبر واپس سوداگر کی حویلی میں آگیا۔ وہ اداس تھا۔ ناگ کے بارے میں بھی اور ماریا کے بارے میں بھی — سوداگر سے اس نے کہا:

"میرا خیال ہے کہ اب مجھے اپنے سفر پر آگے جانا چاہیے۔ مجھے یہاں رہتے کافی دن ہوگئے ہیں — آپ کی مہمان نوازی میں کبھی نہیں بھولوں گا۔"

سوداگر نے پوچھا کہ وہ کس طرف کو جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

عنبر نے کہا:

"میں دہلی شہر کی طرف جاؤں گا۔"

سوداگر نے کہا:

"اگر تم نے سچ مچ جانے کا ارادہ کر لیا ہے، تو پھر شہر سے ہر جمعہ کی رات کو ایک قافلہ دہلی کی طرف جاتا ہے۔ تم اس کے ساتھ شامل ہوجانا۔ اس قافلے میں پالکیاں بھی ہوتی ہیں اور بیل گاڑیاں بھی اور لوگ گھوڑوں پر سفر کرتے ہیں۔ میں تمہارا بندوبست کرادوں گا۔"

جمعے کی رات کو عنبر نے سوداگر کو خدا حافظ کہا اور قافلے کے ساتھ شامل ہوکر دہلی کی طرف روانہ ہوگیا —

عنبر کو میسور شہر سے قافلے میں شامل ہوکر گئے تین دن ہو گئے تھے کہ ماریا کا قافلہ شہر کے باہر کاروان سرائے میں آکر رُکا۔ ماریا نے اگرچہ سارا سفر بیل گاڑی میں بیٹھ کر کیا تھا، پھر بھی وہ بے حد تھک گئی تھی۔ اتنا وہ کبھی پیدل چل کر نہیں تھکی تھی — رات کو وہ

کاروان سرائے کی چھت پر ایک خالی چارپائی پر سوگئی۔ دوسرے دن اس پر دھوپ آئی تو وہ اٹھی — رات بھر کی نیند نے اسے پھر سے تازہ دم کر دیا تھا۔ وہ شہر میں آگئی۔ اسے پتا چل چکا تھا کہ شہر پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا ہے۔ شہر کے بازاروں میں انگریز فوجی بندوقیں اٹھائے پھر رہے تھے۔ کسی کسی چوک میں وہ پہرہ بھی دے رہے تھے۔

ماریا کو ناگ اور عنبر کی تلاش تھی۔ جوگی بابا نے کہا تھا کہ ناگ اور عنبر اسے میسور شہر کے سوداگر کی حویلی میں ملیں گے۔ اب وہ سوداگر کی حویلی کو کہاں ڈھونڈے۔ یہی خیال دل میں لے کر ماریا دن کی روشنی میں شہر کے بازاروں اور گلی کوچوں میں گھوم رہی تھی۔ وہ کسی سے پوچھ بھی نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ وہ تو خود غائب تھی۔ شہر میں کتنے سوداگر رہتے تھے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ شہر کی ساری حویلیاں ایک ایک کرکے دیکھے گی۔

چنانچہ اس روز شام تک اس نے شہر کی کتنی ہی پرانی قسم کی حویلیاں دیکھ ڈالیں۔ اسے کسی حویلی میں بھی ناگ یا عنبر دکھائی نہ دیے۔ دوسرے دن بھی وہ اسی کھوج میں رہی۔ جس جگہ اسے کوئی حویلی نظر آتی، وہ اس میں داخل ہوجاتی۔ اسے کوئی دیکھ تو سکتا نہیں تھا۔ وہ بڑے آرام سے حویلی کے دالان، چھت، کوٹھا اور ایک ایک کوٹھڑی کو دیکھتے ہوئے چلتی رہی مگر ناگ اور عنبر اسے کہیں نہ ملے۔

ماریا کو میسور میں آئے چھ روز گزر گئے تھے۔ اس عرصے میں اُس نے شہر کی کوئی حویلی نہ چھوڑی۔ ایک روز تو اس نے محل بھی کھوج ڈالا —

کفن چور نے مردے کے سرہانے کے نیچے سے ایک چھوٹا سا موی کاغذ نکال کر اسے کھولا اور اپنے ساتھی کو دکھا کر بولا:

"لو رے کلوا، مل گیا خزانہ۔"

دونوں نقشے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور قبر کو اسی طرح کھلا چھوڑ کر قبرستان سے شہر کی طرف چل پڑے۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ یہ لوگ کس جگہ سے جا کر خزانہ کھودتے ہیں۔

دونوں کفن چور شہر کے اندر ایک گلی میں آگئے۔ یہاں مکانوں کے چھجے آج سے ڈھائی سو سال پہلے کے مکانوں کے تھے اور باہر کو نکلے ہوتے تھے۔ مکانوں کے دروازے بڑے بڑے تھے۔ یہ امیر لوگوں کا محلہ لگتا تھا۔ ماریا اس محلے میں پہلے نہیں آئی تھی۔ کفن چور ایک حویلی کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔ گلی سنسان تھی۔ انہوں نے ایک نظر نقشے پر ڈالی۔

"کلوا، یہی حویلی ہے۔ اس کے جنوبی کمرے کے نیچے تہہ خانہ ہے۔ جہاں خزانے کا بکس ہے۔"

"ہاں رے، اب اندر بھی چل۔"

"تمہارے پاس ہتھیار ہے نا؟"

"کیوں نہیں رے۔ اگر ضرورت پڑی تو تم جانتے ہو، میں بڑی آسانی سے قتل کر سکتا ہوں۔ پہلے ہی چھ آدمیوں کو قتل کر چکا ہوں۔"

اب وہ دونوں بڑے غریب اور بیمار سے بن گئے اور دروازے پر

دستک دی۔ یہ وہی حویلی تھی جس میں عنبر اور ناگ مہمان بن کر رہے تھے۔ وہی سوداگر دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ اسے دیکھ کر دونوں کفن چور روتے ہوئے بولے:

"ٹھاکر جی، خدا آپ کا اقبال بلند کرے۔ ہم بیمار ہیں، غریب مزدور ہیں۔ انگریز بہادر کی فوج نے ہمارے گھر بار اجاڑ دیے۔ بیوی بچوں کو مار ڈالا۔ ہم پر رحم کریں۔ آپ سخی لوگ ہیں۔ آپ کی حویلی کے باہر پہرہ دے دیا کریں گے اور آپ کے بچوں کو دعا دیں گے۔"

سوداگر بڑا رحمدل تھا۔ اسے رحم آگیا۔ بولا:

"اچھا اندر آ جاؤ۔"

کفن چور بڑے خوش ہوئے اور سوداگر کے ساتھ حویلی میں داخل ہو گئے۔ ماریا بھی ان کے ساتھ ہی حویلی میں چلی گئی۔

حویلی میں ڈاکا

سوداگر کی حویلی کافی بڑی تھی ۔

ماریا کو ابھی تک خبر نہیں تھی کہ یہ وہی سوداگر ہے ۔ جہاں عز اور ناگ مہمان اترے ہوئے تھے ۔ اس حویلی کو ماریا نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا ۔ سوداگر کی بیوی اور بیٹی بڑے سکون سے حویلی میں رہ رہے تھے ۔ کفن چوروں کو چوکیداری کے کام پر لگا دیا گیا ۔ ماریا اس انتظار میں تھی کہ کفن چور کب حویلی کے تہہ خانے کا رخ کرتے ہیں ۔ حویلی کے اوپر والے ایک خالی کمرے میں ماریا نے اپنا ٹھکانا بنا لیا تھا ۔

اسی دن کا ذکر ہے کہ شام کے وقت سوداگر اپنی بیٹی اور بیوی کے ساتھ بیٹھا قہوہ پیتے ہوئے باتیں کر رہا تھا ۔ باتیں اپنے خاندان کی بعض قیمتی چیزوں کے بارے میں ہونے لگیں ۔ سوداگر نے آہ بھر کر کہا :

" ہمارا بہت سا سامان انگریزوں کے قبضے کی وجہ سے لٹ گیا ۔ مگر خیر کچھ چیزیں بچ گئی ہیں ۔"

سوداگر کی بیوی نے کہا :

" یہ بھی اگر میں عقلمندی کر کے جواہرات کا بکس تہہ خانے میں نہ رکھوا دیتی تو وہ بھی انگریزی فوج لوٹ کر لے جاتی ۔"

سوداگر کی بیٹی بولی :

" امی حضور، ان جواہرات کو ہم نے کس لیے سنبھال کر رکھا ہوا ہے ۔ میں تو کہتی ہوں اسے بیچ کر غریبوں میں تقسیم کر دیں ۔ زندگی کا کیا بھروسا ۔"

سوداگر کی بیوی تنک کر بولی :

" کیوں تقسیم کر دیں اپنے خاندانی جواہرات کو بھلا ۔ یہ جواہرات تو سات پشتوں سے ہمارے خاندان میں چلے آ رہے ہیں اور تم بھی کان کھول کر سن لو کہ جب ہم مر گئے تو تم اسی طرح جواہرات کے خزانے کی حفاظت کرو گی جس طرح کہ ہم نے آج تک کی ہے ۔"

پھر اس نے سوداگر کی طرف مڑ کر کہا :

" آپ نے تہہ خانے کی چابیاں سنبھال کر رکھی ہوئی ہیں نا ؟"

" کیوں نہیں، چابیاں ہمیشہ میرے سرہانے کے نیچے رہتی ہیں ۔ اور خزانے کا نقشہ قبرستان میں چھپا دیا ہے ۔ وہاں کسی کو شک بھی نہیں پڑ سکتا ۔"

اتنے میں ایک کفن چور اندر آ گیا اور بڑی عاجزی سے بولا :

" ٹھاکر حضور، قہوہ اور لاؤں ۔"

سوداگر کی بیوی کو کفن چور کا اس وقت آنا ناگوار لگا۔ غصے سے

بولی :

"تم کس لیے آگئے؟ خانساماں کو کیوں نہیں بھیجا پوچھنے کے لیے؟"

کفن چور ہاتھ باندھ کر مکاری سے بولا :

"بیگم حضور، غلطی ہوگئی — خانساماں برتن رکھوا رہا تھا، اس لیے

میں آگیا — جاتا ہوں مائی باپ"

اور کفن چور واپس چلا گیا — اصل میں وہ ایک طرف ستون کے

پردے کے پیچھے کھڑا ان کی باتیں سُن رہا تھا — گویا اسے معلوم ہوگیا

تھا کہ تہ خانے کی چابیاں سوداگر ہمیشہ اپنے سرہانے کے نیچے رکھتا ہے

ماریا بھی وہیں ایک طرف کھڑی ان کی باتیں سُن رہی تھی — وہ پیچھے سے

نکل کر کفن چور کے پیچھے چل پڑی — کفن چور حویلی کے صدر دروازے

پر اپنی کوٹھڑی میں آگیا — جہاں اس کا دوسرا ساتھی کفن چور چھُری

تیز کر رہا تھا — پہلے کفن چور نے اندر داخل ہوتے ہی کہا :

"کلوا، میدان مار لیا پیارے — چابی رات کو سوداگر اپنے سرہانے

رکھتا ہے"

اس کا ساتھی خوش ہو کر بولا :

"تو پھر دیر کس بات کی بھیا، آج رات ہی خزانہ اڑا کر رفوچکر

ہو جائیں گے اور اگر کوئی سامنے آیا تو اسے ٹھکانے لگا دیں گے۔ کیا

خیال ہے تمہارا؟"

"بڑا اچھا خیال ہے کلوا رے"

ماریا نے ایک ترکیب سوچی اور سوداگر کے سونے کے کمرے میں

آگئی — اس نے سوداگر کے بڑے پلنگ پر چابی تلاش کی۔ چابی وہاں

نہیں تھی — چابی سوداگر رات کو سرہانے کے نیچے رکھتا تھا۔ اس وقت

چابی ضرور اس کے پاس ہی ہوگی۔ ماریا سوداگر کے پاس جانے لگی کہ

اس کی جیب سے خاموشی کے ساتھ چابی نکال لے کر دروازے کا پردہ

ہٹا اور سوداگر اندر داخل ہوا۔ اس نے اپنی کلاہ دار پگڑی تپائی پر

اتار کر رکھ دی اور اچکن اتارتے ہوئے پلنگ کی طرف بڑھا — شاید

وہ کچھ دیر آرام کرنے کے لیے آیا تھا۔ پھر اس نے اچکن کی جیب

میں سے خزانے کے تہ خانے کی چابی نکال کر پلنگ کے سرہانے کے

نیچے رکھ دی اور پانی پینے کے لیے چاندی کی صراحی کی طرف گیا — اتنی

دیر میں ماریا نے سرہانے کے نیچے سے چابی نکال لی تھی —

چابی لے کر ماریا سیدھی مکان کے جنوبی کمرے کی طرف چل پڑی

حویلی کے جنوب میں صرف ایک ہی کمرہ تھا جس کے دروازے پر پردہ گرا

ہوا تھا — ماریا پردہ اٹھا کر کمرے میں آگئی — یہاں دو پرانے اور

بڑے بڑے پلنگ پڑے تھے — کونے میں اناج کا ڈھیر لگا تھا۔ ایک

طرف تہ خانے کا دروازہ تھا — ماریا دروازہ کھول کر تہ خانے میں اتر

گئی۔ یہاں اندھیرا تھا، مگر ماریا کو سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ

وہاں ایک بڑا لکڑی کا صندوق پڑا ہے — صندوق کھولا تو ماریا نے اس

کے اندر ایک چھوٹا سا چمڑے کا بکس پڑا ہوا دیکھا۔ اسے کھولا تو اندر سبز سرخ نیلے اور سفید ہیرے جواہرات جگمگا رہے تھے۔

یہی سوداگر کا خاندانی خزانہ تھا جس کی قیمت اس زمانے میں لاکھوں روپے تک پہنچتی تھی — ماریا نے بکس میں سے سارے جواہرات نکال کر ایک رومال میں باندھے اور صندوق بند کر دیا — پھر وہ تہ خانے سے باہر آگئی اور تالا لگا کر سوداگر کے کمرے میں آگئی —

سوداگر پلنگ پر سو رہا تھا — ماریا نے چابی بڑے آرام سے اُس کے سرہانے کے نیچے رکھ دی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے جواہرات کی پوٹلی اسی کمرے میں۔ ایک الماری کے نیچے چھپا کر رکھ دی۔ اب وہ رات کا انتظار کرنے لگی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا، دونوں کفن چور آج رات ڈاکا مارنے والے ہیں —

رات کو سوداگر کی بیٹی اور بیوی نے ایک جگہ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا اور ایک بار پھر خاندانی جواہرات کا ذکر شروع ہو گیا۔ سوداگر کی بیٹی نے پوچھا:

"ابا حضور، اس جواہرات کا ایک نقشہ ہمارے خاندان میں ہوا کرتا تھا — وہ اب کہیں نظر نہیں آتا۔"

سوداگر نے اپنی بیٹی کی طرف دیکھ کر کہا:

"بیٹی، ایک نقشہ ہمارے خاندان میں ہوا کرتا تھا — لیکن اُسے میں نے اس خیال سے اپنے بڑے بھائی کی لاش کے ساتھ ہی تابوت

میں بند کر کے دفن کر دیا کہ کسی کے ہاتھ نہ آجائے۔"

سوداگر کی بیوی بولی:

"اب تو سوائے ہمارے اور کسی کو معلوم نہیں کہ ہمارے خاندانی جواہرات کس جگہ پڑے ہیں۔"

ماریا نے دل میں سوچا کہ ان کو کیا معلوم کہ پتا لگانے والوں نے پتا لگا لیا ہے اور آج رات وہ ڈاکا ڈالنے والے ہیں۔ اتنے میں وہاں ایک ایسی بات ہوئی کہ جس سے ماریا کے کان کھڑے ہوگئے۔ سوداگر کی بیوی کہنے لگی —

"وہ دونوں دوست خدا جانے کہاں ہوں گے — انہوں نے ہماری بچی کو جس طرح انگریز فوجیوں سے بچایا، میں ان کا احسان ساری عمر یاد رکھوں گی۔"

سوداگر نے کہا:

"ہاں، وہ بڑے نیک نوجوان تھے اور بہادر بھی — کچھ جادو وغیرہ بھی جانتے تھے۔ خدا کرے کہ وہ جہاں بھی ہوں خوش ہوں اور انہیں اُن کی بہن بھی مل گئی ہو۔"

سوداگر کی بیٹی بولی:

"ہمیں چاہیے تھا کہ اپنے خاندانی جواہرات کا کچھ حصہ انہیں انعام کے طور پر دے دیتے۔"

سوداگر کی بیوی نے کہا:

"اری پگلی! انہیں دولت پیسے کا لالچ نہیں تھا وہ تو اللہ کے فقیر تھے — بس خلق خدا کی خدمت کرتے تھے اور خوش رہتے تھے۔
کیا نام تھا اُن کا جی؟ میں ان کا نام بھول رہی ہوں"

سوداگر نے کہا:

"ایک کا نام عنبر تھا شاید اور دوسرے کا نام بھول رہا ہوں"

ماریا کو دوسرے کا نام معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی کہ دوسرے کا نام ناگ تھا — وہ چونک پڑی۔ کیونکہ اسے ان لوگوں سے عنبر اور ناگ کی خیریت معلوم ہوگئی تھی، مگر اب یہ معلوم کرنا باقی تھا کہ وہ کس طرف گئے ہیں — اس سوال کا جواب بھی اُسے جلد ہی مل گیا — سوداگر نے کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے ہوئے کہا:

"دہلی کی طرف قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ میرا خیال ہے، پہنچ گئے ہوں گے اب تک، کتنے دن تو ہو گئے ہیں"

اچھا تو عنبر اور ناگ دہلی کی طرف گئے ہیں — ماریا نے سوچا۔ وہ خوش ہوگئی — اب وہ بھی جلدی سے دہلی کی طرف روانہ ہو جانا چاہتی تھی، مگر وہ کفن چوروں کا ڈراما بھی ضرور دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں آگئی اور آدھی رات ہونے کا انتظار کرنے لگی کیونکہ کفن چور آدھی رات کو ڈاکا ڈالنے والے تھے۔

اس زمانے میں گھڑیاں نہیں ہوتی تھیں — ہر ایک گھنٹے کے بعد شہر میں گجر بجتا تھا — ماریا کمرے میں بیٹھی جواہرات کو نکال کر دیکھتی رہی۔ بڑے خوب صورت شفاف اور قیمتی جواہرات تھے — پھر اس نے انہیں پوٹلی میں باندھ کر الماری کے نیچے چھپا کر رکھ دیا۔ جب آدھی رات کا گجر بجا تو ماریا اپنے کمرے سے نکل کر سوداگر کے کمرے میں آگئی — سوداگر میٹھی نیند سو رہا تھا — ماریا جانتی تھی کہ کفن چور تہہ خانے کی چابیاں لینے ابھی آئیں گے — وہ اس لیے وہاں آ گئی تھی کہ سوداگر اگر جاگ پڑا تو کفن چور اُسے ہلاک کرنے کی کوشش نہ کریں — وہ سوداگر کی زندگی بچا سکے —

شہر میں خاموشی تھی۔ خوابگاہ میں سناٹا تھا — حویلی میں سبھی سو رہے تھے۔ اتنے میں ماریا کو آہٹ سنائی دی۔ پھر دروازے کا پردہ ہٹا اور ایک کفن چور منہ سر کپڑے میں ڈھانپے، ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر پکڑے اندر داخل ہوا — وہ دبے پاؤں چلتا سوداگر کے پلنگ پر سرہانے کی طرف آگیا — اس نے جھک کر دیکھا کہ سوداگر گہری نیند سو رہا ہے۔ پھر آہستہ سے سرہانے کے نیچے ہاتھ ڈال کر بڑی ہوشیاری کے ساتھ تہہ خانے کی چابیاں نکال لیں اور دبے پاؤں واپس چلا گیا — ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے گئی۔

کفن چور کا دوسرا ساتھی باہر کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ پہلے کفن چور نے چابی دکھا کر کہا:

"کام ہو گیا ہے"

وہ حویلی کے جنوبی کمرے میں آگئے — انہوں نے تہہ خانے کا

دروازہ چابی لگا کر کھولا اور تہہ خانے میں اُتر گئے۔ وہاں صندوق پڑا تھا۔ انہوں نے پتھر رگڑ کر موم بتی جلائی اور دیکھا کہ صندوق بالکل خالی پڑا تھا اور اس میں سے جواہرات کا بکس غائب تھا۔ حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

ماریا نے انہیں وہیں حیران چھوڑا اور سیدھی سوداگر کی خوابگاہ میں آگئی۔ سوداگر اسی طرح گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔ ماریا اسے جگا کر ڈراما شروع کرنا چاہتی تھی۔ اس نے سوداگر کے سرہانے کے نیچے ہاتھ ڈال کر زور سے باہر کو کھینچ لیا۔ سوداگر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ سرہانے کو اٹھا کر دیکھا۔ تہہ خانے والے جواہرات کی چابیاں غائب تھیں۔ اس نے شور مچا دیا اور پہرے داروں کو آواز دی۔ مگر پہرے دار تو خود ڈاکا مار رہے تھے۔ وہ کہاں سے آتے؟

سوداگر کے شور سے اس کی بیوی اور بیٹی بھی وہاں آگئیں۔ سوداگر نے کہا:

"جلدی سے تہہ خانے میں میرے ساتھ آؤ۔ چابیاں غائب ہیں اور چوکیدار دونوں ہی یہاں نہیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ جواہرات چرا کر لے گئے ہیں۔"

وہ سب کے سب تہہ خانے کی طرف بھاگے۔ ابھی مکان کے جنوبی کمرے کے باہر ہی تھے کہ دونوں کفن چور باہر نکلتے نظر آئے۔ سوداگر چلا کر کہا:

"خبردار، تم چور ہو۔ جواہرات چرا کر یہاں سے باہر نہیں جا سکتے۔"

سوداگر کے پاس سوائے ایک چھوٹے چاقو کے اور کوئی ہتھیار نہیں تھا، جب کہ دونوں کفن چوروں نے لمبے لمبے خنجر نکال لیے تھے۔ اور وہ سخت طیش میں تھے۔ ایک تو انہیں جواہرات نہیں ملے تھے۔ اوپر سے انہیں چور سمجھ کر پکڑا جا رہا تھا۔ اس زمانے میں مصر میں چوروں کے ہاتھ کاٹ دیے جاتے تھے۔ سوداگر کی بیٹی اور بیوی دوڑ کر سوداگر کے پیچھے آگئیں۔ کفن چوروں میں سے ایک نے لپک کر سوداگر کی بیٹی کو گردن سے دبوچ لیا اور خنجر اس کی گردن پر رکھ کر کہا:

"بتاؤ جواہرات کہاں ہیں، نہیں تو ابھی تمہاری بیٹی کی گردن دھڑ سے الگ کر دوں گا۔"

سوداگر کی بیوی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اسے دوسرے کفن چور نے دبوچ لیا تھا۔ سوداگر نے حیران ہو کر پوچھا:

"جواہرات تو تہہ خانے کے صندوق میں تھے۔ تم چابیاں چرا کر لے گئے تھے۔ جواہرات تمہارے پاس ہونے چاہئیں۔"

کفن چور نے کڑک کر کہا:

"بکواس بند کرو۔ ہمیں بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔ جواہرات صندوق میں نہیں ہیں۔ تم نے پہلے ہی وہاں سے نکال رکھے ہیں۔ بتاؤ جواہرات کہاں ہیں؟"

سوداگر پریشان ہو کر کبھی اپنی بیوی کو اور کبھی بیٹی کو دیکھتا کہ یہ

ہو گیا کہ وہ سچ کہہ رہی ہیں — اس نے قسم کھا کر کفن چوروں کو بتایا کہ جواہرات
اس کے پاس کہیں نہیں رہے — اس نے تہ خانے کے صندوق میں
ہی رکھے تھے —

کفن چوروں کو یقین نہیں آ رہا تھا اور سوداگر الگ پریشان
تھا کہ اگر جواہرات کا بکس ان لوگوں کے پاس نہیں ہے تو پھر کہاں
چلا گیا۔ کیونکہ وہ تو اس کے پاس بھی نہیں تھا۔ کفن چوروں نے
سوداگر کی بیٹی کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا اور کہا کہ وہ اسے لے جا
رہے ہیں — جواہرات دے کر چھڑوا لینا — سوداگر کی بیوی کفن چوروں
کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی —

”تم ہمارے گھر کا سارا سامان لے جاؤ۔ لیکن خدا کے لیے میری
بچی کو نہ لے جاؤ“

دونوں کفن چور نفرت سے ہنسے —

”واہ ری بیگم — تمہارے گھر میں سوائے جواہرات کے اور ہے
ہی کیا جو ہم لے جائیں۔ اپنے میاں سے کہو کہ اگر بیٹی عزیز ہے تو بتا دے
کہ وہ کہاں رکھا ہے“

اور وہ دونوں اپنے زرد دانت نکال کر ہنسنے لگے۔

”چلو رے کلوا — لے چلو اسے چھوٹی بیگم کو“

سوداگر کی بیٹی نے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر کفن چور ہنس رہے
تھے۔ وہ اسے کھینچ کر سیڑھیوں کی طرف لے چلے — سوداگر بے چارہ زیادہ

وہ کمزور انسان تھا۔ وہ بھی ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ جواہرات اس کے
پاس نہیں ہیں۔ اس کی بیٹی کو چھوڑ دیا جائے۔ مگر دونوں کفن چوروں
پر تو دولت کا بھوت سوار تھا۔ وہ سوداگر کی بیٹی کو کھینچ کر آگے
بڑھے — ماریا ایک طرف کھڑی خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی
اب ڈرامہ کافی سے زیادہ ہو گیا تھا اور معاملہ نازک ہو چکا تھا۔ اسے
اب سوداگر کی مدد کرنا چاہیے تھی — کیونکہ جواہرات کی پوٹلی اس
کے کمرے میں تھی — ماریا سیڑھیوں کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ جونہی
کفن چور سوداگر کی بیٹی کو کھینچتے ہوئے وہاں آئے۔ ماریا نے ایک
کفن چور کی گردن پر زور سے الٹا ہاتھ مارا۔ اس کے ہاتھ سے
خنجر اور سوداگر کی بیٹی نکل گئی اور خود زمین پہ منہ کے بل گر پڑا —

دوسرے کفن چور نے خنجر تان کر کہا:

”ارے کلوا، کیا ہو گیا رے تجھے۔ کیا گر کیسے گیا“

کفن چور کلوا کی گردن پر ماریا کا ہاتھ بڑے زور سے پڑا تھا
اور اس کی گردن کا منکا ٹوٹ چکا تھا اور اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں
رہا تھا — دوسرا کفن چور اس پر جھکا تو ماریا نے اس کی گردن
پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کھینچا اور آواز کو بھاری بنا کر کہا:

”یہ تو مر گیا ہے — اب تمہاری باری ہے“

کفن چور، سوداگر، سوداگر کی بیوی اور بیٹی ماریا کی غیبی آواز
سن کر سکتے میں آ گئے — کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ ماریا نے

کفن چور سے کہا :

" تو نے بڑے لوگوں کو مارا ہے۔ تمہیں اب مر جانا چاہیے۔ جیسا کہ تمہارا ساتھی مر گیا ہے۔ اس نے بھی بڑے قتل کیے ہیں "

کفن چور کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور وہ کانپ رہا تھا۔ کیونکہ یہ لوگ دیوی دیوتاؤں کو ماننے والے تھے اور اس کا خیال تھا کہ موت کی دیوی وہاں آ گئی ہے۔ اس نے کپکپاتی آواز میں کہا :

" دیوی، شما کر دو۔ معاف کر دو "

ماریا نے کہا :

" نہیں، تم نے کئی لوگوں کو ناحق مارا ہے، اب تم پر بھی رحم نہیں کھاؤں گی، بلکہ اب میں تمہیں کھاؤں گی "

اور ماریا نے کفن چور کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر مکان کی کھڑکی سے باہر ایک پتھر کی طرح اچھال دیا۔ کفن چور قلابازیاں نیچے گلی کے فرش کے پتھروں پر زور سے جا کر گرا اور ختم ہو گیا۔ اب وہاں سوداگر کے خاندان کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ وہ بھی سہمے ہوئے تھے کہ ان کے گھر میں یہ جن بھوت کہاں سے آ گیا ہے۔

ماریا نے نرم آواز میں کہا :

" آپ لوگ گھبرائیں نہیں۔ میں آپ کی دوست ہوں۔ صرف قانون کی خلاف ورزی کرنے والے اور انسانوں کو ناحق قتل کرنے والوں کی دشمن ہوں "

سوداگر نے ڈرتے ڈرتے پوچھا :

" لیکن بیٹی، تم ہو کون ؟ "

ماریا نے کہا :

" یہ میں آپ کو بعد میں بتاؤں گی۔ پہلے تم لوگ میرے ساتھ اوپر والے کمرے میں آؤ۔ تم لوگ چونکہ مجھے دیکھ نہیں سکتے، اس لیے میں تم سے پہلے وہاں پہنچ رہی ہوں "

ماریا دروازے میں سے گزر کر پہلے ہی اوپر والے کمرے میں پہنچ گئی۔ سوداگر اپنی بیوی اور بیٹی کو لے کر بعد میں آیا۔ کمرہ خالی تھا مگر ماریا وہاں موجود تھی۔ سوداگر کی بیٹی نے ڈرتے ڈرتے باپ سے کہا :

" ابا جان، مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ یہ کوئی بھٹکی ہوئی روح ہے۔ ہمیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا "

ماریا نے یہ سن کر کہا :

" میں بھٹکی ہوئی روح نہیں ہوں، بلکہ تمہاری طرح کی ایک لڑکی ہوں۔ اس سے زیادہ میں تم لوگوں کو اور کچھ نہیں بتا سکتی "

سوداگر نے اس طرف منہ کر کے جس طرف سے ماریا کی آواز آئی تھی، کہا :

" بیٹی ماریا، تم نے قاتلوں سے ہماری جان بچائی ہے۔ ہم تمہارے بڑے شکر گزار ہیں لیکن کیا تم ہمیں بتا سکتی ہو کہ ہمارے خاندانی جواہرات

کہاں چلے گئے ہیں؟
ماریا نے کہا:
"میں آپ کے خاندانی جواہرات کے لیے ہی یہاں آئی ہوں اور
آپ کو بھی اسی لیے بلایا ہے کہ آپ کی امانت آپ کے حوالے کر
دی جائے۔"

سوداگر کی بیوی اور سوداگر نے خوشی کے ساتھ ایک دوسرے کو
دیکھا —
"کیا جواہرات چوری نہیں ہوئے اے مقدس روح؟"
"نہیں۔ جواہرات کا بکس میں تہہ خانے سے پہلے ہی جا کر نکال
لائی تھی — یہ سامنے والی الماری کے نیچے ایک پوٹلی رکھی ہے اسے
کھول کر اپنی امانت سنبھال لیں۔"
سوداگر نے لپک کر الماری کے نیچے ہاتھ ڈال کر پوٹلی نکالی۔
اسے کھولا تو اس کے اندر جواہرات چمک رہے تھے۔ سوداگر کا چہرہ
خوشی سے کھل اٹھا۔
"ماریا بیٹی! تم نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے — یہ جواہرات
چوری ہو جاتے تو ہمارے خاندان پر تباہی آ جاتی اور ہمارے بڑوں
کی روح ہم سے ناراض ہو جاتی۔"
ماریا نے کہا:

تہہ خانے کا نقشہ تیار کر رہے تھے — میں قبرستان میں ناگ اور عنبر
کی تلاش میں پھر رہی تھی کہ ان کی باتیں سنیں اور ان کے ساتھ یہاں
تک آ گئی — میں بھی بڑی خوش ہوں کہ آپ کی وجہ سے مجھے ناگ
اور عنبر کا پتا مل گیا۔"
سوداگر نے کہا:
"خدا نے چاہا تو تمہارے بھائی تمہیں ضرور مل جائیں گے۔ تم
دہلی کیسے پہنچو گی؟"
سوداگر کی بیٹی نے کہا:
"تم تو روح ہو، تم اڑ کر بھی دہلی جا سکتی ہو۔"
ماریا نے کہا:
"میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ میں روح نہیں ہوں بلکہ تمہاری
طرح ایک انسان ہوں — فرق صرف اتنا ہے کہ میں غائب ہوں اور
کسی کو نظر نہیں آتی۔"
سوداگر نے کہا:
"تو کیا بیٹی تم کسی قافلے کے ساتھ مل کر دہلی جاؤ گی؟"
"ہاں۔" ماریا نے جواب دیا۔ "قافلہ جمعرات کی شام کو روانہ
ہو رہا ہے۔ میں اس کے ساتھ شریک ہو جاؤں گی۔"
سوداگر کی بیوی کہنے لگی:
"بیٹی، اگر تم چاہو تو ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ ہمیں بڑی خوشی

ماریا نے کہا:

"شکریہ! میں کھائے پیئے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہوں۔ قافلہ کل روانہ ہونے والا ہے۔ میں رات اسی کمرے میں بسر کروں گی۔ صبح یہاں سے نکل جاؤں گی۔"

وہ رات ماریا نے حویلی کی دوسری منزل والے کمرے میں بسر کی۔ صبح اس نے سوداگر سے اجازت لی اور سیدھی کاروان سرائے آ گئی۔ کاروان سرائے میں قافلہ تیار ہو رہا تھا۔ پالکیاں تیار کی جا رہی تھیں۔ گھوڑوں پر ساز کسا جا رہا تھا۔ کھانے پینے کی چیزیں اونٹوں پر لادی جا رہی تھیں۔ مسافر سامان باندھ رہے تھے۔ ان کی باتوں سے معلوم ہوا کہ قافلہ سورج غروب ہونے کے بعد ہی چل پڑے گا۔

ماریا سیر کرتے کرتے شاہی محل کی طرف آ گئی۔ محل کے باہر انگریز سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ ماریا کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس لیے وہ بڑی آزادی سے محل کے اندر داخل ہو گئی۔ سلطان ٹیپو کے شہید ہو جانے کے بعد محل کی ساری رونق ختم ہو گئی تھی۔ ہر طرف ایک اداسی چھائی ہوئی تھی۔ شاہی حرم کی خواتین اپنے کمروں سے باہر نہیں نکلتی تھیں۔

محل کے پیچھے شاہی قبرستان تھا۔ جہاں سلطان شہید کا مزار بھی تھا۔ ابھی قبر پکی تھی اور اس پر کلمہ شریف والی سیاہ چادر اور پھولوں کے

ہار چڑھے ہوئے تھے۔ اگربتیاں سلگ رہی تھیں۔ کچھ پردہ دار خواتین ایک طرف بیٹھی قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھیں۔

ماریا نے بھی سلطان شہید کی روح کے لیے خدا سے دعا مانگی اور شاہی محل کی طرف آ گئی۔ شاہی باغ میں قسم قسم کے درخت پھول اور پودے لگے تھے۔ فوارے چل رہے تھے۔ انگریزی سپاہی جگہ جگہ چل پھر کر پہرہ دے رہے تھے۔ شاہی حرم کے باہر ہندوستانی مسلمان سپاہی کھڑے تھے۔ ماریا کو شاہی محل کے ایک دیوان کی جانب سے بین بجانے کی آواز آئی۔ وہ اس طرف چل پڑی۔ بین کی آواز دیوان عام کے ایک باغ سے آ رہی تھی۔ وہ باغ میں داخل ہوئی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک جگہ سنگ مرمر کی شاندار کشادہ بارہ دری میں کچھ انگریز فوجی افسر کرسیوں پر بیٹھے ہیں اور ان کے درمیان ایک ہندوستانی کالا کلوٹا سپیرا سانپ کی بند پٹاری آگے رکھے بین بجا رہا ہے۔

ماریا کو سانپ کی پٹاری دیکھ کر ناگ یاد آ گیا اور وہ اپنے بھائی ناگ اور عنبر کو یاد کر کے اداس ہو گئی۔ سپیرا جھوم جھوم کر بین بجا رہا تھا۔ ابھی اس نے پٹاری میں سے سانپ نہیں نکالا تھا۔ انگریز فوجی افسر بڑے شوق سے سانپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سپیرے نے اچانک بین بجانی بند کر دی اور انگریز فوجیوں کی طرف ہاتھ باندھ کر کہا:

"مائی باپ! ابھی میں آپ کی خدمت میں ہندوستان کا سب سے زہریلا چتکبرا کالا ناگ پیش کروں گا۔ مگر میں سب کو خبردار کروں گا کہ کوئی

اپنی جگہ سے نہ ہلے — کیونکہ یہ سانپ سانپوں کا بادشاہ ہے اور میں نے
اس کا زہر نہیں نکالا ۔"

انگریز بوڑھے کرنل نے سفید مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

"تم سانپ نکالو تو سہی — میں نے بھی ہندوستان کے بڑے بڑے
زہریلے سانپ دیکھے ہیں ۔"

سپیرے نے دوبارا بین بجانا شروع کر دی — ماریا خاموش بارہ
دری کے ستون کے ساتھ لگ کر کھڑی یہ تماشا دیکھ رہی تھی — سپیرے
نے بین بجاتے بجاتے بائیں ہاتھ سے پٹاری کا ڈھکن اٹھا کر پرے
رکھ دیا — پھر رومال سے پٹاری کے اوپر ہاتھ مارا — پٹاری میں سے سانپ
کی پھنکار سنائی دی — سپیرے نے ہاتھ اوپر کر لیا اور خود بھی پیچھے ہٹ
کر بیٹھ گیا — وہ بین بجائے جا رہا تھا — تھوڑی دیر بعد پٹاری میں
سے کالے رنگ کا سانپ باہر نکلا اور اپنا پھن اٹھا کر چاروں طرف گھوم
کر تکنے لگا — اس کی زبان بار بار پھڑک رہی تھی — سانپ کی پھنکاریں
سن کر انگریز فوجی بھی کرسیاں گھسیٹ کر پیچھے پیچھے ہٹ گئے ۔ سانپ
کو ایک خاص بو محسوس ہوئی — یہ ناگ دیوتا کی بو تھی جو ماریا کے جسم
سے اٹھ رہی تھی — سانپ نے اس طرف پھن کا رخ کر لیا جدھر ماریا بارہ
دری کے ستون کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی — سپیرا بھی بین بجاتے ہوئے
حیران سا ہوا کہ سانپ نے کدھر دیکھنا شروع کر دیا ہے ۔ ادھر کیا ہے؟
سانپ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا ماریا کے بالکل قریب آ کر رک گیا ۔

اس نے کنڈلی ماری اور اپنے سر کو ماریا کے سامنے جھکا دیا ۔ ماریا مسکرائی
مگر اس کی مسکراہٹ دیکھنے والا وہاں کوئی نہیں تھا ۔

لکشمی دیوی کا انتقام

سپیرا سانپ کو بڑی مشکل سے ہٹا کر واپس لایا۔

انگریز کرنل نے سپیرے سے کہا کہ اس کا سانپ زہریلا نہیں ہے۔ وہ انہیں دھوکا دینے کے لیے کوئی معمولی سانپ پکڑ کر لے آیا ہے —

سپیرے نے کہا کہ نہیں صاحب، یہ بڑا زہریلا سانپ ہے۔ انگریز کرنل نے گردن اکڑا کر کہا:

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ اسے آزما کر دکھاؤ۔"

یہ بڑا مشکل کام تھا — سپیرا سانپ کے زہر کو کس پر آزما سکتا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا:

"صاحب، میں اسے کسی کو ڈسوا نہیں سکتا۔"

اتفاق سے ادھر ایک چھ سات سال کی بچی گزری جو شاہی محل کے مالی کی بیٹی تھی۔ انگریز کرنل نے حکم دیا کہ اس لڑکی کو سانپ سے ڈسوایا جائے۔ اسی وقت دو انگریز افسر بھاگ کر لڑکی کو پکڑ لائے۔ وہاں انہیں روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ انگریزوں نے قلعہ فتح کر لیا تھا۔ وہ فتح کے

غرور میں پاگل ہو رہے تھے۔

مالی کی بیٹی خوف کے مارے چیخنے لگی — اس کی چیخ و پکار سن کر اس کی ماں بھاگی بھاگی وہاں آئی۔ دیکھا کہ اس کی بیٹی کو دو گوروں نے پکڑ رکھا ہے اور سامنے ایک سانپ پھن اٹھا کر کھڑا ہے۔ وہ انگریز کرنل کے قدموں پر گر پڑی —

"صاحب جی، میری بچی کو چھوڑ دیں۔"

انگریز کرنل نے بڑے غرور کے ساتھ بچی کی ماں کو پاؤں کی ٹھوکر ماری اور کہا —

"اسے گرفتار کر لو۔"

بچی کی ماں کو بھی گرفتار کر لیا گیا — سپیرا پریشان ہو رہا تھا کہ کیا کرے، کیا نہ کرے۔ وہ پچھتا رہا تھا کہ اس نے کیوں کہہ دیا کہ سانپ بڑا زہریلا ہے۔ انگریز کرنل نے پستول نکال لیا اور کہا:

"اس لڑکی کو سانپ سے ڈسواؤ تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ سانپ زہریلا ہے کہ نہیں —"

سپیرا خاموش ہاتھ باندھے کھڑا رہا — انگریز کرنل نے کہا:

"اگر تم نے ہمارا حکم نہ مانا تو ہم تمہیں گولی مار دے گا۔"

سپیرا گڑگڑا کر معافی مانگنے اور لڑکی کی جان بخشی کی درخواست کرنے لگا — بچی کی ماں روئے جا رہی تھی — گورا کرنل بڑا ظالم تھا۔ ماریا یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اسے کرنل سے نفرت ہو گئی کہ یہ اس

قدر سنگدل ہے کہ ایک بچی کی جان لینے پر تل گیا ہے۔ سپیرے نے
جب اپنی جان جاتی دیکھی تو بین بجاتا ہوا سانپ کو لے کر لڑکی کی
طرف بڑھا۔ سانپ نے لڑکی کی طرف رینگنا شروع کر دیا۔ گوروں نے
لڑکی اور اس کی ماں کے منہ کپڑے سے باندھ دیے تھے تاکہ وہ شور
نہ مچا سکیں۔

ماریا سے یہ برداشت نہ ہو سکا۔ سانپ پہلے ہی اس کا غلام ہو
چکا تھا۔ اس وقت بارہ دری میں سنگدل کرنل سمیت چار گورے
فوجی بیٹھے تھے۔۔۔ آس پاس محل کے باغ میں اور کوئی نہیں تھا۔ ماریا
نے ایک نظر سانپ پر ڈالی۔ سپیرا سانپ کو آہستہ آہستہ لڑکی کی طرف
لے جا رہا تھا کہ شاید گورے کرنل کے دل میں اب بھی رحم آ جائے اور
وہ لڑکی کی جان بخشی کر دے۔ مگر کرنل تو گردن کو اکڑائے ہوئے آرام
کرسی پر بیٹھا لڑکی کی موت کا منظر دیکھ رہا تھا۔ لڑکی کی ماں کو غش
آ رہا تھا۔ لڑکی بھی خوف کے مارے سانپ کو دیکھ کر کانپ رہی تھی۔
اس کے اور موت کے درمیان دو قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا۔

اس وقت ماریا آگے بڑھی۔ اس نے سانپ کے پاس جا کر
اسے بڑے پیار کے ساتھ گردن سے تھام کر اپنے ہاتھ پر اٹھا لیا۔
سانپ کو اچانک زمین سے چار فٹ اوپر اٹھتا دیکھ کر سپیرا اور
گورے فوجی حیران رہ گئے۔

ماریا نے سانپ کو کرنل کی طرف اچھال دیا۔ سانپ بہت ہی

ہو گیا تھا۔ عام طور پر سانپ آدمی کو دو بار ڈستا ہے۔ مگر یہ سانپ
کئی انسانوں کو ایک ساتھ ہلاک کر سکتا تھا۔ سانپ پہلے ہی غصے میں
تھا۔ گورے سنگدل کرنل پر گرتے ہی اس نے اس کی
گردن پر ڈس دیا۔ وہاں سے چھلانگ لگا کر وہ دوسرے گورے پر
گرا اور اسے بھی ڈس دیا۔ یہاں سے چھلانگ لگا کر وہ دوسرے
گورے پر گرا اور اسے بھی ڈس دیا۔ یہاں سے چھلانگ لگائی تو
باری باری پلک جھپکتے میں باقی دو گوروں کو بھی ڈس دیا۔
سانپ کے زہر نے فوراً ہی کام کیا اور چاروں فوجی کوئی آواز
نکالے بغیر بارہ دری کے فرش پر گرے اور ایڑیاں رگڑنے لگے۔ سپیرے
کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ
کیا ہو رہا ہے اور سانپ اپنے آپ اس کے سامنے اڑ کر کیسے
گوروں کے پاس چلا گیا۔ اسے یقین تھا کہ اب اسے بھی گرفتار
کر کے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ لڑکی کی ماں نے جلدی سے اپنی
بیٹی کو گلے لگا لیا اور اسے لے کر وہاں سے بھاگ گئی۔ سپیرا خوف
سے سہما ہوا تھا۔ سانپ بارہ دری پر ماریا کے سامنے کنڈلی مار کر
بیٹھا پھن اٹھائے جھوم رہا تھا۔

ماریا نے سپیرے کے قریب آ کر کہا:

"بھاگ جاؤ، بھاگ جاؤ۔ تمہیں کسی نے نہیں دیکھا۔"

دہشت کے مارے سپیرے کی چیخ نکل گئی۔ ماریا نے اس

کے سر پر ہلکی سی چپت مار کر کہا:

"احمق کہیں کے! کیوں شور مچا کر اپنے لیے مشکل پیدا کر رہے ہو۔ میں کہتی ہوں یہاں سے سانپ لے کر بھاگ جاؤ۔ ابھی وقت ہے، بھاگو۔"

پیرا کانپتا ہوا اٹھا۔ سانپ کو پٹاری میں بند کیا اور وہاں سے ایسا بھاگا کہ پھر مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی ماریا بھی شاہی محل کے باغ سے باہر آ گئی۔

اس سے اگلے روز وہ قافلے کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہو گئی۔

ادھر عنبر کا قافلہ دہلی پہنچ کر دریائے جمنا کے کنارے ایک کارواں سرائے میں اتر گیا۔ عنبر نے ناگ اور ماریا کو شہر میں تلاش کرنا تھا۔ وہ اُسی کارواں سرائے میں ٹھہر گیا تاکہ شاید آتے جاتے قافلے میں ناگ اور ماریا دکھائی دے جائے۔

اس سے پہلے وہ لالچی سنیاسی بھی جس نے ناگ کو سونے کے بُت میں بدل کر اپنے ساتھ رکھ لیا تھا اور گدڑی میں سونے کے ناگ کی وجہ سے حاصل کیے ہوئے جواہرات چھپائے ہوئے تھے، دہلی پہنچ چکا تھا۔ دہلی آتے ہی سنیاسی نے جواہرات ایک جوہری کو دکھائے۔ اور اس کے عوض ایک لاکھ روپے مانگے۔ جوہری بھی سنیاسی کی طرح لالچی اور فریبی تھا۔ اس نے جو دیکھا کہ ایک غریب پھٹے حالوں سنیاسی اتنے قیمتی جواہرات لیے پھر رہا ہے تو اس کی نیت خراب ہو گئی۔ اُس

نے سنیاسی کی بڑی آؤ بھگت کی اور ہاتھ جوڑ کر بڑی مکاری سے کہا:

"مہاراج! اتنے روپوں کا بندوبست میں اتنی جلدی نہیں کر سکتا۔ آپ آج رات میرے ہاں قیام کریں۔ کل صبح آپ کو کہیں سے ایک لاکھ روپے لا کر دے دوں گا۔"

سنیاسی نے سوچا، کہ چلو آج کی رات اس جوہری سے خدمت کرائی جائے۔ وہ راضی ہو گیا۔ جوہری کا مکان دہلی شہر سے باہر دریا کے شمالی گھاٹ پر تھا۔ سنیاسی کے لیے ایک کوٹھڑی میں خاص طور پر بستر بچھا دیا گیا۔ جوہری نے اسے خوب مزے دار کھانا کھلایا۔ دوسری طرف دہلی کے مشہور ٹھگوں کو بھی جا کر خبر کر دی اور ان کے ساتھ طے کر لیا کہ جواہرات آدھے آدھے بانٹ لیے جائیں گے۔ ٹھگوں کا سردار جس کا نام گنپت تھا، ہنس کر جوہری کی گنجی کھوپڑی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"لالہ جی! کوئی فکر نہ کریں۔ آدھا مال تمہارا، آدھا مال ہمارا۔ ہم زبان کے بڑے پکے ہیں۔"

جوہری نے خوش ہو کر کہا:

"تو پھر آدھی رات کو میرے مکان پر آ جانا۔"

سنیاسی [illegible] کھانا کھا لیا تھا۔ اُسے جلد ہی نیند آ گئی اور وہ بچھونے پر [illegible] گیا اور خراٹے لینے لگا۔ جوہری ٹھگ گنپت کی راہ دیکھ رہا تھا۔ جب رات آدھی گزر گئی تو ٹھگ گنپت منہ پر لال

پکڑا بیٹھے آن موجود ہوا۔ گنپت ٹھگ ہمیشہ رومال کمر بند پر باندھ کر قتل کیا کرتا
تھا۔ اس سے پہلے وہ کتنے ہی آدمیوں کو قتل کر کے لوٹ چکا تھا اور جیل
توڑ کر بھاگا ہوا تھا۔

جوہری بڑا خوش ہوا۔ ٹھگ گنپت کھسک کر سنیاسی کی کوٹھڑی
کے پاس آ گیا — اور اشارہ کر کے بتایا کہ شکار اندر سو رہا ہے۔ ٹھگ
گنپت نے جیب سے رومال نکال کر اسے جھاڑا — پھر موڑ کر کلائی
کے گرد لپیٹا اور سنیاسی کی کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔ لالچی سنیاسی خراٹے
لے رہا تھا اور بے سدھ پڑا تھا — گنپت ٹھگ نے بڑے آرام سے
اس کی گردن میں رومال ڈالا اور ایک ہی جھٹکے سے اس کی گردن
کا منکا توڑ دیا — سنیاسی اسی وقت مر گیا — اتنے میں جوہری بھی
پھدکتا ہوا، خوشی سے بغلیں بجاتا اندر آ گیا۔ اس نے سنیاسی کو مرتے
ہوئے دیکھ لیا تھا —

" شاباش، تم نے کمال کر دیا — اب اس کے جواہرات نکال لو۔
جواہرات اس نے کمر کے ساتھ باندھ رکھے ہیں۔"

گنپت ٹھگ نے سنیاسی کی لاش کی تلاشی لی — اس کی گدڑی
سے جواہرات نکل آئے۔ اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سونے کا سانپ کا
بت بھی نکل آیا — گنپت اور جوہری نے حیران ہو کر دیے کی روشنی میں
سانپ کے بت کو دیکھا اور کہا:

" یہ تو سونے کا ناگ ہے۔"

جوہری نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا کہ سانپ سونے کا بت۔ یہ ناگ
تھا جسے سنیاسی نے لکشمی دیوی کی چٹکی کے جادو سے سونے کے بت
میں بدل دیا تھا —

جوہری نے کہا:

" گنپت بھائی، جواہرات مجھے دے دو — اور — اور یہ سونے کا
بت تم رکھ لو۔"

یہ جوہری کی مکاری تھی — کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جواہرات
سونے کے ناگ سے بہت زیادہ قیمتی ہیں — گنپت بھی کوئی بچہ نہیں
تھا — بڑا تجربہ کار اور مکار تھا — جوہری کی گنجی کھوپڑی پر ہلکی سی چپت
مار کر بولا:

" تم دونوں ہی لے لو — جواہرات بھی اور سونے کا سانپ بھی —
کیا خیال ہے، اب تو خوش ہو نا لالہ؟"

جوہری بہت خوش ہوا — پھولے ہوئے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر ہنسنے
لگا۔

" نہیں گنپت بھائی، تم بھی کچھ رکھ لو — تھوڑے سے جواہرات ہی
رکھ لو۔ ہی ہی ہی۔"

گنپت ٹھگ دل رومال مروڑنے لگا — اب جوہری کی جان ہوا ہو گئی
جان گیا کہ گنپت ٹھگ کی نیت ٹھیک نہیں اور وہ سنیاسی کی طرح اسے
بھی مارنے کا ارادہ کر چکا ہے — جوہری لالچی اور فریبی تھا اور ایسے لوگ

بڑے بزدل ہوتے ہیں — کیونکہ انہیں خدا کا خوف نہیں ہوتا اور جس
کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہوتا وہ بزدل ہو جاتا ہے اور دنیا کی
ہر شے سے خوف کھانے لگتا ہے — فوراً گنپت ٹھگ کے قدموں پر
گر کر رونے لگا۔

"گنپت بھائی تم سب کچھ رکھ لو — میری جان بخشی کر دو —
مجھے نہ مارو۔"

گنپت اسے بھلا کیسے چھوڑ سکتا تھا — وہ تو گواہ بن گیا تھا اور
گنپت ٹھگ کوئی گواہ زندہ نہیں رکھ سکتا تھا — اس نے جھک کر
قدموں پر گرے ہوئے جوہری کی گردن میں رومال کو ڈالا اور بجلی کی
تیزی کے ساتھ ایک ایسا جھٹکا دیا کہ جوہری کی گردن لٹک گئی —
گنپت ٹھگ نے جوہری کی لاش بھی سنیاسی کی لاش پر ڈالی اور جواہرات
کی پوٹلی اور سونے کا سانپ لے کر وہاں سے نکل آیا — رات کا
اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا — گھاٹ پر سناٹا تھا — ایک چھوٹی
کشتی گھاٹ کے ایک طرف کھڑی تھی۔ گنپت ٹھگ اس پر بیٹھا اور چپو
چلاتا ہوا دریا کی طرف روانہ ہو گیا۔

دریا پار گنپت ٹھگ ایک پرانے مندر کے پاس بستی میں رہتا
تھا — یہاں وہ ایک دوست کے گھر چھپا ہوا تھا اور وہاں سے بھاگنے
کا ارادہ کیے ہوئے تھا — اب جو اسے دولت ملی تو اپنے دوست کو
جاتے ہی جگایا اور کہا :

"یار میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ابھی رات کے اندھیرے میں ہی
یہاں سے روانہ ہو جاؤں — بادشاہ کے سپاہی میری کھوج میں ہیں —
دہلی میں رہنا اب میرے لیے ٹھیک نہیں ہے۔"

اس کے دوست نے کہا :

"جیسے تمہاری مرضی گنپت — میں تمہیں کیسے روک سکتا ہوں —
بھگوان تمہاری رکھشا کرے۔"

اور گنپت ٹھگ راتوں رات دہلی سے نکل کر اودھ کے جنگلوں
کی طرف روانہ ہو گیا — اس کا خیال تھا کہ وہ اودھ کے جنگلوں میں
سے گزر کر — ہندوستان کی سرحد عبور کر کے تبت کی طرف چلا جائے گا
اور وہاں سے چین کی طرف نکل جائے گا اور باقی زندگی چین میں ایک
محل خرید کر عیش و آرام سے بسر کرے گا۔ لیکن تقدیر اس پر ہنس
رہی تھی — ویسے بھی دھوکے اور ڈاکے سے کمائی ہوئی دولت میں کبھی
برکت نہیں ہوتی اور ایسی دولت ہمیشہ انسان کی جان لے کر اسے
تباہ کر کے چھوڑتی ہے — یہی کچھ گنپت ٹھگ کے ساتھ بھی ہوا —

راتوں رات گنپت ٹھگ دہلی سے چل کر کافی دور نکل گیا —
دن چڑھا تو وہ ایک بستی میں آ گیا — جہاں سے ایک قافلہ اودھ ہوتے
کے شمال کی طرف جانے والا تھا — گنپت اس قافلے میں شامل ہو گیا
دو دن کے سفر کے بعد نیپال کی سرحد پر گنپت قافلے سے الگ ہو
کر نیپال کے سرحدی جنگل میں داخل ہو گیا تاکہ اس جنگل سے گزر کر وہ

نیپال کے بڑے شہر کھٹمنڈو پہنچ کر جواہرات اور سونے کے ناگ کو وہاں بیچ دے اور ساری دولت جمع کر کے وہاں سے ملک چین کی طرف روانہ ہو جائے —

یہ جنگل پہاڑی گھاٹیوں کے درمیان میں تھا اور بڑا گھنا تھا۔ یہاں سے وہ کوہ ہمالیہ کے سلسلے میں داخل ہوتا تھا — آج سے تین سو برس پہلے بھی یہ جنگل [illegible] ہاتھیوں اور دوسرے خونخوار درندوں سے بھرے ہوئے تھے —

گپنت ٹھگ بڑا ہوشیار آدمی تھا — اس کے پاس ایک تلوار اور خنجر بھی تھا — وہ ان جنگلوں میں ایک بار پہلے بھی سفر کر چکا تھا۔ دن کو وہ جنگل میں سفر کرتا اور رات کو کسی درخت پر چڑھ کر سو رہتا۔ جنگل میں سفر کرتے اسے دو دن ہو گئے تھے کہ ایک شام وہ آرام کرنے کے لیے کسی درخت کی تلاش میں تھا کہ اچانک اس کی نظر درختوں میں ایک چھوٹے سے مندر پر پڑی جو پہاڑی ڈھلان پر بنا ہوا تھا۔ اس کا ایک ہی مینار تھا اور اس کے اوپر زرد رنگ کا جھنڈا لہرا رہا تھا — پہاڑوں پر شام کے سائے بڑھ رہے تھے۔ اندھیرا ہو رہا تھا — گپنت نے سوچا کہ کیوں نہ درخت کے بجائے اس مندر میں رات بسر کی جائے — درختوں پر پہلے ہی دو زہریلے سانپ مار چکا چکا تھا۔ جواہرات کی پوٹلی اور سونے کا ناگ اس نے اپنی کمر کے گرد لپیٹ رکھا تھا —

وہ مندر کی سیڑھی چڑھ کر اندر آ گیا — اس مندر میں صرف ایک ہی کمرہ تھا جس کی چھت زیادہ اونچی نہیں تھی اور دیوار میں لکشمی دیوی کا بت بنا ہوا تھا — یہ مندر مسافروں کے لیے تھا اور کبھی کبھار ہی کوئی ادھر سے گزرتا ہوا مسافر یہاں آ کر پوجا وغیرہ کرتا تھا —

گپنت کو رات بسر کرنے کے لیے یہ جگہ بہت پسند آئی — اس نے لکشمی دیوی کے بت کے آگے پوجا کی اور زمین صاف کر کے کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا —

جنگل میں دن بھر سفر کرنے کے بعد وہ بہت تھک گیا تھا۔ اسے لیٹتے ہی نیند آ گئی — جب رات گہری ہو گئی اور پہاڑوں پر چاروں طرف گہرا اندھیرا چھا گیا تو جنگل میں چھپتے چھپاتے دو ڈاکو بھی ادھر آ نکلے — انہیں بھی رات بسر کرنے کے لیے کسی ٹھکانے کی تلاش تھی انہوں نے جو ایک مندر دیکھا تو اس میں آ گئے — آگے گپنت سویا ہوا تھا —

ڈاکوؤں نے اسے جگایا اور پوچھا کہ وہ کون ہے؟

گپنت ان کے بولنے کے انداز سے سمجھ گیا کہ یہ ڈاکو ہیں اور اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے — جواب دینے کے بجائے اس نے سرہانے کے نیچے سے تلوار نکالی اور حملہ کر دیا — یہ اس کی بھول تھی۔ مگر اس

کے پاس دولت تھی اور اسے خطرہ تھا کہ کہیں وہ اس کی دولت نہ چھین
لیں۔

ڈاکوؤں نے بھی مقابلہ شروع کر دیا۔ تلواریں چلنے لگیں لیکن
ایک آدمی دو تجربہ کار ڈاکوؤں کا بھلا کب تک مقابلہ کر سکتا تھا اور
پھر گنپت کو تلوار چلانے کی عادت بھی نہیں تھی۔۔۔ اس نے تو آج
تک لوگوں کو رومال کے جھٹکے سے ہی ہلاک کیا تھا۔ آج اس کی
باری آ گئی تھی۔ سچ ہے انسان کو اس کے بُرے اور اچھے کاموں
کا بدلہ مل کر رہتا ہے۔ اس لیے انسان کو ہمیشہ نیک کام کرنے
چاہئیں تاکہ اس کو نیک بدلہ ملے۔

ڈاکوؤں نے بہت جلد گنپت کو قابو میں کر لیا اور تلوار کے
ایک ہی وار سے اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔۔۔ اس کے بعد
انہوں نے گنپت کی تلاشی لی تو سونے کا سانپ اور جواہرات دیکھ
کر بہت خوش ہوئے۔۔۔ انہیں بیٹھے بٹھائے اتنی دولت مل گئی تھی
آخر بُرے لوگ تھے۔ ہمیشہ ڈاکے ڈالتے اور لوگوں کو قتل کرتے پھرتے
تھے۔۔۔ بھلا ان کے دل میں ایک دوسرے کے لیے بھلائی کا خیال کیسے آ
سکتا تھا۔۔۔ دونوں کی نیتیں خراب ہو گئیں۔۔۔ ہر ایک اپنے دل میں
سوچنے لگا کہ کسی طرح میں دوسرے کو قتل کر کے اکیلا ہی ساری دولت
کا مالک بن جاؤں۔۔۔

اب دونوں رات بسر کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ مگر دونوں میں سے

کسی کو بھی نیند نہیں آ رہی تھی۔ ہر ایک چوری آنکھ سے دوسرے
کو دیکھ رہا تھا اور موقع کی تلاش میں تھا کہ ذرا اس کی آنکھ
لگے اور میں تلوار کا وار کر کے اس کا کام تمام کر دوں۔

جب رات آدھی سے زیادہ گزر گئی تو ایک ڈاکو کو بدقسمتی
سے اونگھ آ گئی۔۔۔ جوں ہی اس کی آنکھیں بند ہوئیں اور سر ایک
طرف کو ڈھلکا، دوسرے نے بڑی پھرتی سے تلوار کا ایسا ہاتھ
مارا کہ اونگھنے والا ڈاکو دو ٹکڑے ہو کر تڑپنے لگا۔ پہلا ڈاکو بڑا
خوش ہوا۔ اس نے دونوں لاشوں کو اٹھا کر مندر کی سیڑھیوں سے
نیچے گہری کھائی میں پھینک دیا۔ جواہرات اور سونے کے سانپ کی
پوٹلی اپنی کمر کے ساتھ باندھی اور مزے سے سو گیا۔۔۔

نیپال کے پہاڑی جنگلوں میں رات کا آخری پہر گزر رہا تھا۔
ڈاکو بے سدھ پڑا سو رہا تھا کہ لکشمی دیوی کے بُت کے پانچوں ہاتھوں
میں سے اس ہاتھ میں حرکت پیدا ہوئی جس ہاتھ میں اس نے تلوار
سنبھال رکھی تھی۔۔۔ یہ ہاتھ آہستہ آہستہ بلند ہو کر ڈاکو کی طرف آیا۔
ڈاکو خوف زدہ ہو گیا۔۔۔ لکشمی کے بُت کا ہاتھ اس کے اوپر آ
کر رک گیا۔۔۔ تلوار کی نوک کا رُخ ڈاکو کے پیٹ کے بالکل اوپر تھا
دفعتاً ہاتھ زور سے نیچے آیا اور تلوار ڈاکو کے پیٹ میں گھس کر
نکلتی ہوئی نیچے زمین میں آدھی دھنس گئی۔

ڈاکو کی چیخ مندر سے نکل کر رات کی خاموشی میں جنگل میں

پھیل کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔ ڈاکو کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی۔ لکشمی کے بُت کی تلوار والا ہاتھ آہستہ آہستہ حرکت کرتا واپس اپنی جگہ پر آکر دوبارہ پتھر بن گیا لیکن اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار سے ابھی تک خون ٹپک رہا تھا۔ رات گزر گئی۔ دن نکل آیا۔ مندر کے فرش پر ڈاکو کی لاش پر چیونٹیاں چڑھ چکی تھیں۔

لکشمی کا بُت خاموش تھا۔

پھر ایسا ہوا کہ جنگل سے گزرتے ہوئے ایک سادھو اُدھر آگیا۔ اُس نے مندر میں لاش دیکھی تو کھڑا ہو کر غور کرنے لگا۔ پھر اس کی تلاشی لی۔ پوٹلی نکال کر کھولی۔ اس کے اندر جواہرات چمک رہے تھے اور ایک سونے کا چھوٹا سانپ تھا۔ سادھو نے سارے جواہرات گہری گھاٹی میں اِدھر اُدھر پھینک دیے تاکہ کوئی انسان اُسے پھر تلاش کر کے کسی دوسرے انسان کا خون نہ بہا سکے۔ سونے کے سانپ کو اس نے اپنے جھولے میں ڈالا اور کھٹمنڈو شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ سادھو نیپال کے سب سے بڑے شہر کھٹمنڈو کے باہر ایک پہاڑی بستی میں رہ کر خدا کی عبادت کرتا تھا۔ اپنی بستی میں آکر اس نے سونے کے سانپ کو ایک صندوق میں رکھ دیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس سونے کے سانپ کو تبت کے لاما کی خدمت میں پیش کرے گا۔ کیوں کہ تبت کے لاما سانپوں

سے پیار کرتے تھے۔

لیکن سادھو کے ایک بھکشو نے سونے کے سانپ کو دیکھ لیا تھا۔ اُس کی نیت اسی وقت بدل گئی تھی۔ جب رات ہو گئی اور سادھو خدا کی عبادت کرنے کے لیے بستی سے نکل کر ایک چھوٹی سی چٹان پر چلا گیا تو بھکشو اپنی کوٹھڑی سے نکل کر سادھو کی کوٹھڑی میں آ گیا۔ اُس نے صندوق کھولا۔ سونے کا سانپ نکالا۔ اسے لپیٹ کر اپنے جھولے میں ڈالا۔ کوٹھڑی سے باہر آیا اور رات کے اندھیرے میں تبت کے شہر لاسہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ساری رات وہ جنگلی راستوں پر چلتا رہا۔ صبح کے قریب وہ ایک گاؤں کے پاس آکر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے جھولے میں سے باسی چاول نکال کر کھائے۔ چشمے کا پانی پیا اور سونے کے سانپ کو غور سے دیکھا۔ وہ بڑا خوش تھا۔ کیونکہ سونے کا سانپ دے کر وہ تبت کے لاما سے کم از کم ایک لاکھ روپیہ حاصل کر سکتا تھا

بھکشو نے کسی کے قدموں کی آہٹ سنی۔ اس نے جلدی سے سونے کا سانپ جھولے میں چھپا لیا اور پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ایک لکڑہارا اسے سلام کرتا اس کے قریب سے ہو کر گزر گیا۔ بھکشو نے چین کا سانس لیا اور وہاں سے اٹھ کر بستی میں آگیا۔ یہاں اس نے تبت کے شہر لاسہ کا راستہ دریافت کیا اور دوبارا اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

سارا دن وہ پہاڑی جنگلی راستوں پر سفر کرتا رہا۔ جب دن ڈوب گیا اور اندھیرا چھانے لگا تو اُسے رات بسر کرنے کی فکر ہوئی۔ ایک جگہ اُسے چشمے کے کنارے چٹان پر بنی ہوئی جھونپڑی دکھائی دی۔ عبکشو جھونپڑی میں آگیا۔ وہ بالکل خالی اور ویران پڑی تھی۔ کونے میں اندر ایک پتھر کا شوجی کا بُت پڑا تھا۔ عبکشو نے سوچا کہ یہ جگہ آرام کرنے کے لیے بڑی اچھی ہے۔ اس نے جھولے میں سے چاول نکال کر کھائے۔ چشمے پر آکر پانی پیا اور جھونپڑی میں آکر لیٹ گیا۔

جنگل میں رات ایسی سنسان تھی جیسے قبر کی رات ہو۔ ایسی خاموشی عبکشو نے پہلے کبھی اپنے جنگل میں بھی نہیں محسوس کی تھی۔ اس خاموشی کی وجہ سے اُسے نیند نہیں آرہی تھی۔ اسے الجھن سی ہو رہی تھی۔ وہ اُٹھ کر جھونپڑی سے باہر آگیا۔ دُور مشرق میں برف سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں کے اوپر چاند نکل رہا تھا۔ اس کی روشنی پہاڑی ڈھلانوں پر آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی۔ عبکشو کو یوں لگا جیسے خالی جھونپڑی کے اندر سے کسی نے اُسے آہستہ سے آواز دی ہو۔ وہ ایک دم سے چونکا۔ جھونپڑی تو خالی تھی، پھر اندر سے آواز کس نے دی ہے۔ وہ جھونپڑی کے اندر ڈرتے ڈرتے آیا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ عبکشو ہنس دیا۔ یہ تو اس کا وہم تھا۔ اُسے بہادری سے کام لینا چاہیے، ہمت سے کام لینا چاہیے۔ ابھی اُسے بہت دُور تک جانا ہے اور بڑی زیادہ دولت حاصل کرنی ہے۔ اگر

تھا۔ شوجی کے بُت نے ترشول زور سے عبکشو کی طرف پھینکا جو سیدھا اس کے سینے میں آکر لگا اور عبکشو خون میں ڈوب کر نیچے پیچھے کی طرف سے لڑھکتا ہوا گھاٹی میں جا پڑا۔ وہ مر چکا تھا۔ شوجی کا بُت غائب ہو گیا تھا اور پھر یوں ہوا کہ مُردہ عبکشو کے جھولے میں سے سونے کا سانپ اچھل کر باہر پتھروں کے درمیان آن گرا۔

پھر وہاں شوجی کا بُت نمودار ہوا۔ اس نے سانپ کو اٹھا کر اپنے سر پر رکھا اور سیڑھیاں چڑھ کر جھونپڑی کے اندر آکر اسی طرح دوبارہ پتھر کا بُت بن کر بیٹھ گیا۔

- سونے کا ناگ پھر کس کے پاس گیا؟
- کیا ناگ دوبارہ زندہ ہوا؟
- ماریا کے ساتھ وہاں آکر کیا بیتی؟
- عنبر نے ماریا کو کیسے تلاش کیا؟

ان سوالوں کا جواب آپ کو عنبر، ناگ، ماریا کی اگلی قسط نمبر ۲۱ جادوئی ترشول میں ملے گا۔ آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے حاصل کیجیے۔

وہ راستے میں ہی ڈر گیا تو اپنی منزل تک کیسے پہنچ سکے گا:

بھکشو نے سوچا کہ اسے سو جانا چاہیے کہ کسی طرح یہ دہشت ناک رات تو کٹے۔ وہ جھونپڑی کی دیوار سے ٹیک لگا کر لیٹ گیا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ جھونپڑی کا دروازہ کھلا تھا اور چاند کی پھیکی پھیکی روشنی اندر آ رہی تھی۔ بھکشو کو وہی آواز ایک بار پھر سنائی دی۔ کسی نے اس کا نام لے کر اُسے پکارا تھا۔ بھکشو بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کون ہے؟ اس کے منہ سے نکل گیا، مگر وہاں تو کوئی بھی نہیں تھا۔ جھونپڑی سنسان پڑی تھی۔ وہ باہر نکل آیا۔ دُور تک پہاڑی ڈھلانوں پر چاندنی پھیلی ہوئی تھی اور گہری خاموشی چھائی تھی۔

بھکشو کو خیال آیا کہ کہیں یہ جگہ آسیب زدہ تو نہیں ہے کہ آدھی رات کو یہاں چڑیلیں بھٹکتی پھرتی ہوں، کیونکہ چڑیلیں ہی نام لے کر پیچھے سے آواز دیا کرتی ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کوئی چڑیل نام لے کر آواز دے تو پیچھے مڑ کر ہرگز ہرگز نہیں دیکھنا چاہیے۔ بھکشو نے فیصلہ کیا کہ اسے وہاں سے آگے چلے جانا چاہیے۔ وہ جھونپڑی کی سیڑھی اتر ہی رہا تھا کہ جھونپڑی میں سے پھر وہی آواز آئی۔ اپنے آپ اس نے منہ اوپر اٹھا کر دیکھا تو جھونپڑی کے دروازے میں شوجی کا کالا بُت انسانی شکل میں کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ترشول تھا۔ بھکشو وہیں پتھر بن گیا۔ خوف سے اس کے بدن کا خون جم گیا

قدم قدم حیرانی
ہر موڑ پہ نئی کہانی!
عمران ریحان ایڈونچر
"موت کے تعاقب کی واپسی" کے مشہور مصنف اے حمید کا ایک نیا سلسلہ
درجِ ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں:
۱ لنڈی کوتل کا بھوت -/۵
۲ مفرور قیدی -/۵
۳ ہینڈز اپ -/۵
۴ ہیروں کے چور -/۵
۵ شاہی تاج کی چوری -/۵
۶ خونی راز -/۵
۷ آدھی رات کو فرار -/۵
۸ خفیہ ڈائری کی تلاش -/۵
شائع ہونے والی کتب:
۹ جب ہمیں عمر قید ہوئی -/۵
۱۰ بند کمرے کا راز -/۵
۱۱ پیرس کا جاسوس -/۵
۱۲ ریلا، سکالا اور حبشی دادا -/۵
۱۳ کے۔جی۔بی کے جاسوس -/۵
۱۴ موت کی چٹانیں -/۵
۱۵ بارود کی موت -/۵
۱۶ سنڈریلا اور مسٹر ڈی کارلو -/۵
مکتبہ نیا اقرأ - ۱۴ - بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور